

پارہ عمّ پ ۳۰

استعداد ساز تفسیر

# تذکرہ سیرتِ آج

مع

## حل لغات و ترکیب

از:

مولانا حسین احمد صاحب کھر دھاری

استاذ دارالعلوم دیوبند

ترجمہ

تشریح

لغات

ترکیب

اجراء





ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

بِمِلَّةِ قَوْلِهِ مَنْ يَشَاءُ

# مدرسہ قرآن

مع حل احسن و ترکیب

تجوہس کل کی ترپاتی تھی اے بلبل تجھے • خوبی قسمت سے آفرل گیا وہ کل تجھے

پارہ عمّ یتسآء لئون ۳

محقق و مدلل۔ علماء کبار کی پسند فرمودہ۔ طلبہ عزیز کی ہر دل عزیز  
ضعیف اقوال و آراء سے پاک۔ عوام و خواص ہر ایک کے لیے عام فہم  
ذہین طلبہ کے لیے قیمتی مواد۔ اور عمدہ نکات پر مشتمل، مختصر بے نظیر تفسیر

تالیف

مولانا حسین احمد صاحب قاسمی ہردواری

استاذ دارالعلوم دیوبند Mobile:- 09412873974

نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبۃ الاطهر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اقتباسات از تقریظات اکابر

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

مجھے بے حد خوشی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ جناب مولانا حسین احمد صاحب ہر دواری زید مجدہم نے ایک اہل المصنوع تفسیر مرتب کی، جس سے امت کی ضرورت بخوبی پوری ہو سکتی ہے۔ آپ نے کام آخری پارہ سے شروع کیا ہے، کیوں کہ اس کے لغات اہم ہیں، اور جملے مختصر ہیں، جن کی ترکیب آسان ہے جب قارئین کرام یہ حصہ محفوظ کر لیں گے تو طویل آیات کی ترکیب آسان ہو جائے گی۔

مولانا موصوف نے طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ مضمون کے لحاظ سے آیات کا ایک حصہ لیا، پہلے اس کی عام فہم تفسیر کی ہے، پھر حل لغات اور ترکیب دی ہے اور آپ نے اس تفسیر کا نام: ”تدریس قرآن، مع حل لغات و ترکیب“ رکھا ہے، یہ نہایت موزوں نام ہے، اس سے تفسیر کی تمام حقیقت واضح ہو جاتی ہے، مجھے امید ہے کہ مولانا حسین احمد صاحب کی دیگر کتابوں کی طرح یہ تفسیر بھی ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور امت اس سے خوب خوب استفادہ کریں گی، و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

سعید احمد عفا اللہ عنہ خادم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

موجودہ دور میں طلبہ کی استعداد کو دیکھتے ہوئے اس کی ضرورت تھی کہ مختصر آسان زبان میں ایسی کتاب مرتب کی جائے، جو ترجمہ قرآن کریم کی تعلیم میں طلبہ کے لیے پریشانیوں کو دور کرنے والی ہو، اللہ تعالیٰ مولانا حسین احمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے انھوں نے پیش قدمی فرمائی اور مناسب انداز میں طلبہ کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ تفسیر حل لغات اور نحوی و صرفی ضرورت کو پورا کیا، زبان بھی آسان ہے، جس سے امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب طلبہ عزیز کے لیے مفید ثابت ہوگی چوں کہ مولانا انشاء درس طلبہ کی ضرورتوں اور پریشانیوں سے واقف ہیں، اس لیے ان کا یہ عمل ضرور انشاء اللہ طلبہ کی ضرورت و احتیاج کے مطابق ثابت ہوگا۔ راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مفید سے مفید تر بنائے۔ آمین

ارشد مدنی خادم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا ریاست علی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

خدا کا فضل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس جناب مولانا حسین احمد صاحب قاسمی ہر دواری زید مجدہم نے تدریس قرآن کے نام سے قرآن کی ایک مبارک خدمت انجام دی ہے، پارہ عم کے کچھ اوراق کا راقم الحروف نے مطالعہ کیا، موصوف محترم نے ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ حل لغات اور آیت کی ترکیب نحوی کا التزام کیا ہے، اس لیے امید ہے کہ موصوف محترم کی یہ کاوش طلبہ کے لیے بہت فائدہ بخش ہوگی۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کے اس عمل صالح کو شرف قبول عطا کرے اور علمی طبقوں میں اس کو قبول عام حاصل ہو۔ والحمد للہ اولاً و آخراً۔ ریاست علی غفرلہ

## عرض مولف

الحمد للہ رب العلمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین اما بعد: چند سال قبل احقر نے قرآن کریم کی تفسیر مع حل لغات و ترکیب بنام ”تدریس قرآن“ لکھنا شروع کیا تھا جس کے قلیل مدت میں تقریباً پچیس ایڈیشن طبع ہو کر ہندو بیرون ہند کے چپہ چپہ پر پھیل گئے اور اللہ تعالیٰ نے تدریس قرآن کو وہ مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی کہ جس کو بیان کرنے کے لیے زبان قاصر اور الفاظ نادر ہیں، اب جو تدریس قرآن آپ کے سامنے ہے اس میں ترجمہ تحت اللفظ کر دیا گیا ہے، اور ذہین طلبہ کے لیے ”اختیاری مطالعہ“ کا عنوان بڑھا کر قیمتی مواد اور عمدہ تحقیقات کو شامل کتاب کر دیا گیا، ہمہ دست کتاب پہلے ہی بالغ النظر علماء کرام اور تحقیق کے طالب طلبہ عزیز کی نظروں میں محبوبیت اور بارگاہ الہ میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے اب مزید افادیت کی وجہ سے اس میں اور چار چاند لگ گئے۔ اور اس میں میرا ذرہ برابر بھی کوئی کمال نہیں ہے بلکہ سب کچھ من جانب اللہ ہے۔

حسین احمد ہر دواری مدرس دارالعلوم دیوبند

ایں سعادت بزور بازو نیست ☆ تانہ بخشہ خدائے بخشہ



## فہرست مضامین

- تقارینہ علمائے کبار و عرض مؤلف ————— ۲
- قرآن کی لغوی و اصطلاحی تعریف، مزید نام ————— ۸
- وحی کے معنی و طریقے، مکی و مدنی آیات ————— ۸
- شان نزول کا مطلب و عموم و خصوص ————— ۸
- سورۃ و آیت کی تعریف ————— ۹
- علم تفسیر کی تعریف، موضوع، غرض و غایت ————— ۹
- اسم مصدر، مصدر، مصدر مسمی، مصدر صناعی، لام مزحلوقہ ————— ۱۰
- لام مؤطوعہ، لام تبلیغ ————— ۱۰
- لام تقویہ، لام حمد، لام تاریخ ————— ۱۱
- رعایت فواصل، استفہام ————— ۱۱
- استفہام حقیقی، انکار ابطالی ————— ۱۱
- انکار توہینی، استفہام تقریری ————— ۱۱
- استفہام لفظی، استفہام مقدر، قاضیہ ————— ۱۱
- سورة النبأ
- اعتراض و جواب ————— ۱۵
- قاعدہ: ما استفہامیہ کے الف کا حذف ————— ۱۵
- کلاً کے چار معانی (بہمن لغات) ————— ۱۶
- جملہ مستانفہ کی دو قسمیں ہیں (حاشیہ) ————— ۱۶
- تحقیق مفید: افعال قلوب کا ایک مفعول پراکتفا ————— ۱۷
- صفت اور فعل کے صیغوں میں ضمیر مشترک تفصیل ————— ۱۷
- لطیفہ: نکاح دن میں بہتر یارات میں ————— ۱۹
- بارش بادل سے برسی ہے یا آسمان سے ————— ۱۹
- (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۰
- اہم قاعدہ ————— ۲۲
- جعل کے تین استعمال (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۲
- تشبیہ، تشبیہ بلغ (حاشیہ) ————— ۲۲
- تحقیق مفید: بہمن اختیاری مطالعہ ————— ۲۳
- نکتہ: مضارع کے بجائے ماضی، ماضی کے بجائے
- مضارع (حاشیہ) ————— ۲۵
- فا کی چند قسمیں (حاشیہ) ————— ۲۶
- تحقیق مفید: السماء مؤنث کس طرح، مذکر
- کس طرح ————— ۲۶
- تحقیق مفید: جار مجرور فاعل و نائب بن جاتا ہے
- اعتراض جواب، حُثْب کی مقدار ————— ۲۷
- لاتین جگہ زائد ہوتا ہے بہمن لغات ————— ۲۸
- اِلَّا کے چند معانی بہمن لغات ————— ۲۸
- نکتہ: قصر کی قسمیں (حاشیہ) ————— ۲۹
- نکتہ: حال کی اقسام (حاشیہ) ————— ۲۹
- لانا فیہ پانچ قسم کا ————— ۳۰
- قرآن میں آم کا ذکر کیوں نہیں (اختیاری مطالعہ) ————— ۳۴
- مردوں کو حور ملیں گی، عورت کو کیا
- ملے گا (اختیاری مطالعہ) ————— ۳۴
- کیا جنت میں جماع ہوگا (اختیاری مطالعہ) ————— ۳۴
- تقویٰ کے تین درجے (حاشیہ) ————— ۳۴
- آخرت میں رویت اعمال کس طرح؟ ————— ۳۹
- تحقیق مفید: ایک عام غلطی ————— ۴۱
- سورة النازعات
- ملک الموت ایک ہے تو النازعات جمع کیوں؟ ————— ۴۲
- نزع روح میں سختی و آسانی سے مراد ————— ۴۲
- قاعدہ: عطف معطوف علیہ قریب پر یا بعید پر ————— ۴۵
- تحقیق لطیف: حرف عطف کہیں واؤ، کہیں فا ————— ۴۵
- تحقیق مفید: اِذ کے چند معانی ————— ۵۱
- لام مفردہ کی تین قسمیں (حاشیہ) ————— ۵۲
- لام غیر عالمہ کے اقسام (حاشیہ) ————— ۵۴



- نکتہ: زمین کی تخلیق مقدم یا آسمان کی ۵۶
- خلق کی نسبت غیر اللہ کی طرف (حاشیہ) ۵۶
- تحقیق مفید: قیامت کے متعدد نام ۵۸
- ان مہاذّا اور لَوْ کا استعمال (حاشیہ) ۶۰
- نکتہ: شرط، وجہ اور مقصود کون؟ (حاشیہ) ۶۱
- فائدہ: إذا کا عامل ناصب کون؟ (حاشیہ) ۶۱
- تحقیق مفید: لفظ دنیا و آخرت اسم یا صیغہ صفت ۶۶

## سورة عَبَسَ

- تحقیق مفید: لَعَلَّہ یَزَنُّ کی اویدَ گَر کی صحیح تفسیر ۶۶
- التفات اور اسکی صورتیں (حاشیہ) ۶۶
- لَعَلَّ کا استعمال ۶۸
- اُن چار قسم کا (اختیاری مطالعہ) ۶۸
- اشکال: اللہ کے کلام میں بددعا کا مطلب ۷۳
- اہم اشکال: اللہ کے کلام میں تعجب کا مطلب ۷۳
- انسان کو انسان کیوں کہتے ہیں (حاشیہ) ۷۴
- اَیُّ کے پانچ معانی (بضم لغات) ۷۴
- لَمَّا تین قسم پر (حاشیہ) ۷۴

## سورة التکویر

- باپ کے بجائے زندہ درگور لڑکی سے سوال کیوں؟ ۸۳
- زندہ درگور لڑکی ہی کی کیا خصوصیت ہے ۸۳
- اسقاط حمل بحکم قتل کب (اختیاری مطالعہ) ۸۴
- ایک اشکال (اختیاری مطالعہ) ۸۴
- لَا اُقْسِمُ کے لَا کی وضاحت (حاشیہ) ۸۸
- فائدہ: اللہ کے قسم کھانے کا مطلب (حاشیہ) ۸۸
- تحقیق: باز آمد ہونے کی صورتیں ۹۱
- عالمین کو جمع مذکر سالم کیوں لایا گیا (حاشیہ) ۹۲
- اِنْ چار قسم کا ہوتا ہے (حاشیہ) ۹۲

## سورة الانفطار

- لفظ بَل کی تحقیق و تفصیل (حاشیہ) ۹۷
- سورة المطففین
- پہلی آیت میں صرف کیل، دوسری میں کیل اور وزن دونوں کیوں؟ ۱۰۲
- علی کی دو قسمیں ابی اور حرنی (حاشیہ) ۱۰۳
- علی حرنی کے آٹھ معانی ہیں (حاشیہ) ۱۰۳
- سبجین کیا چیز ہے ۱۰۴
- فائدہ: مقام یقین میں ظن کا استعمال ۱۰۴
- سوال: سبجین کو مفرد، علیین کو جمع کیوں لایا گیا ۱۰۵
- جملہ معترضہ کے چند مواقع استعمال (حاشیہ) ۱۰۶
- کیا کفار کو بھی دیدارِ خدا کا شوق ہوگا ۱۰۸
- دیدارِ خداوندی کس دن ہوگا ۱۰۸
- ایک شبہ اور اسکا جواب ۱۱۳

## سورة الانشقاق

- دنیا کے اندر ہر انسان مشقت میں ہے (حاشیہ) ۱۲۱
- ایک شبہ اور اسکا جواب خوشی کی دو قسمیں ۱۲۲
- عن کے تین معنی، عن جارہ کے دس معنی (حاشیہ) ۱۲۷
- تحقیق: بسلسلہ لفظ الیم (اختیاری مطالعہ) ۱۳۱

## سورة البروج

- سوال و جواب ۱۳۹

## سورة الطارق

- ماء دافق کی مراد ۱۴۵
- بارش کا نام ہرجع کیوں (حاشیہ) ۱۵۰

## سورة الاعلیٰ

- اللہ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں ۱۵۲
- نکتہ: جہنم میں مسلمانوں کو موت آجائے گی ۱۵۶

## سورة الفاشیة

- نکتہ: ناراً کے بعد حامیہ کی قید کیوں؟ ۱۶۱



## سورة الليل

- خلق الذکر والانثی میں خنثی مشکل نہیں آیا ————— ۲۰۶
- نکتہ: توحید کے چار درجے ————— ۲۰۶
- زمانہ رسالت کے مؤمنین جہنم میں نہ جائیں گے
- (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۰۹
- فائدہ: بسلسلہ نون تاکید ————— ۲۱۱

## سورة الضحی

- مسئلہ: سائل کو جھڑکنا کب جائز ہے ————— ۲۱۶

## سورة الانشراح

- ان مع العسر یسرأ: چار قواعد ————— ۲۱۹

## سورة التین

- انجیر وزیتون کے فوائد (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۲۳
- اعتراض و جواب (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۲۳

## سورة العلق

- آپ کے امی ہونے کی وضاحت ————— ۲۲۷
- چند علمی نکات (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۲۸
- قلم تین ہیں، فضیلت قلم ————— ۲۲۹
- خالی و مخطی میں فرق (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۳۴

## سورة القدر

- لیل القدر کی تعین، مخصوص دعا ————— ۲۳۷
- اہم اشکال ————— ۲۳۷
- نکتہ: انزال و تنزیل کے معنی ————— ۲۳۷

## سورة البینہ

- سوال و جواب: سب سے بدتر کفار یا شیطان ————— ۲۴۵

## سورة الزلزال

- مرتد و کافر کے نیک عمل کا ثواب؟ ————— ۲۴۹
- تمیز کے بعض احکام (حاشیہ) ————— ۲۵۱

## سورة العادیات

- جہنم میں درخت جلیں گے نہیں؟ ————— ۱۶۲
- ایک شبہ اور اس کا جواب ————— ۱۶۳
- عمدہ تحقیق: بسلسلہ لفظ لاغیہ ————— ۱۶۶
- کیف کا استعمال (بفہمن لغات) ————— ۱۶۷
- تحقیق لطیف: (اختیاری مطالعہ) ————— ۱۷۰

## سورة الفجر

- نکتہ: عذاب کو سوط سے کیوں تعبیر کیا ————— ۱۷۵
- علم چھ مقامات میں غیر منصرف بنتا ہے (حاشیہ) ————— ۱۷۶
- وصف تین مقام میں غیر منصرف (حاشیہ) ————— ۱۷۶
- خدا کو امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے ————— ۱۸۰
- جہنم کہاں ہے؟ بفہمن تشریح ————— ۱۸۳
- اُنّی کا استعمال بفہمن لغات ————— ۱۸۳
- سوال: کافر کو سخت سزا کیوں ملے گی ————— ۱۸۶

## سورة البلد

- وانت جلّ کی متعدد مرادیں ————— ۱۸۹
- نکتہ: مشقت میں تو جانور بھی انسان کی تخصیص کیوں ————— ۱۸۹
- فائدہ: کس کو کھانا کھلانا بڑا ثواب ہے ————— ۱۹۲
- نکتہ: آنکھیں دو، زبان ایک کیوں ————— ۱۹۳
- ماضی پر دخول لا کی شرط (حاشیہ) ————— ۱۹۵

## سورة الشمس

- لفظ تقویٰ کی اصل کیا تھی (حاشیہ) ————— ۱۹۹
- ناقدا اللہ کی اضافت کس طرح کی ہے
- (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۰۲
- کیفیت عذاب ————— ۲۰۳
- قاعدہ مفیدہ نحویہ ————— ۲۰۳
- اونٹنی کا بچہ کہاں گیا؟ ————— ۲۰۳
- فائدہ: بسلسلہ تحذیر ————— ۲۰۴



- |   |   |
|---|---|
| • اولاد رسول ہاشمی ————— ۲۸۱                          | • اصل ناشکرا کا فرانسان ہے (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۵۳ |
| • اعطینا و آتینا میں فرق ————— ۲۸۱                    | • مافی القبور میں ماکا استعمال کیوں؟ ————— ۲۵۶        |
| <b>سورة الکافرون</b>                                  | <b>سورة القارعة</b>                                   |
| • فضیلت سورت ————— ۲۸۳                                | • سوال: اعمال کو تو لاکس طرح جائے گا ————— ۲۵۹        |
| <b>سورة النصر</b>                                     | • موازین جمع کیوں؟ ————— ۲۵۹                          |
| • اندہ کان تو ابنا: غفاراً کیوں نہیں کہا؟ ————— ۲۸۶   | • بعض کے اعمال تو لے نہیں جائیں گے ————— ۲۶۰          |
| <b>سورة الہب</b>                                      | <b>سورة التکاثیر</b>                                  |
| • فائدہ: ابوالہب کا اصل نام ————— ۲۸۷                 | • علم الیقین کے تین درجے (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۶۳   |
| • اچھے برے نام، غلط نسبت ————— ۲۸۹                    | • انسان سے چار سوال (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۶۳        |
| <b>سورة الاخلاص</b>                                   | <b>سورة العصر</b>                                     |
| • لفظ احد اور واحد میں فرق (حاشیہ) ————— ۲۹۱          | • تو اسی بالحق، تو اسی بالصبر ————— ۲۶۶               |
| • ایک اعتراض اور جواب (اختیاری مطالعہ) ————— ۲۹۲      | <b>سورة الہمزة</b>                                    |
| <b>سورة الفلق</b>                                     | • تین خطرناک گناہ بغضمن تشریح ————— ۲۶۷               |
| • جادو سے انبیاء مستغنی نہیں ہوتے (بغضمن تشریح) — ۲۹۲ | <b>سورة الفیل</b>                                     |
| • اہم بات: حسد کی تعریف ————— ۲۹۳                     | • ابرہہ کا کنیہ ————— ۲۷۲                             |
| • نکتہ: حاسد و غاسق نکرہ، النفاثات معروفہ کیوں؟ ۲۹۳   | • فائدہ: شاہ حبشہ نے کتنے ہاتھی بھیجے تھے ————— ۲۷۳   |
| <b>سورة الناس</b>                                     | <b>سورة القریش</b>                                    |
| • انسان و شیطان دونوں دشمنوں کا علاج ————— ۲۹۶        | • فائدہ: حضور ﷺ کا تعلق کس خاندان سے تھا۔۔۔۔۔ ۲۷۵     |
| • دشمن کی نگاہ سے بچنے کی دعا ————— ۲۹۶               | <b>سورة الماعون</b>                                   |
| • نکتہ: لفظ الناس پانچ مرتبہ کیوں لایا گیا — ۲۹۶      | • عن صلاتہم میں عن کا مفہوم (اختیاری مطالعہ) — ۲۷۹    |
| • امتحان کے سوالات کا ایک نمونہ ————— ۷               | <b>سورة الکوتر</b>                                    |
|   | • فائدہ: کوثر کا معنی ————— ۲۸۰                       |

### مؤلف کی دیگر تالیفات

**نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی:** بقول حضرت مفتی سعید احمد صاحب فہم المدیث دارالعلوم دیوبند، میں نے اس شرح کا نام نجوم الحواشی رکھا ہے، اس شرح کا ایک امتیازیہ بھی ہے کہ اس میں اختیاری مطالعہ کے عنوان سے طلبہ کے لیے نہایت مفید باتیں بیان کی گئی ہیں۔

**مشکل ترکیبوں کا حل:** علم نحو کی مغلطہ ترکیب، پریشان کن سوالات کے جوابات اور عجیب و غریب علمی نکات پر مشتمل مشہور و معروف کتاب ہے۔  
**درس نحو میر:** صحیح تعریفات پیش کر کے غلط سلاط اور ناقص تعریفات کی بعنوان "مخالطہ" نشان دہی کی گئی ہے، جگہ جگہ نو میر کی جگہ اصل نصاب ہے۔  
**تدریس قرآن:** پارہ: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، قواعد الصرف، مصطلحات النحو، آپ ترکیب نحو کیسے کریں،



امتحان کے سوالات کا ایک نمونہ تاکہ بصیرت فی الامتحان حاصل ہو

**السوال:** وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۚ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۚ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا إِنَّ يَوْمَ الْفُضْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۚ يَوْمَ يُنْفَعُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا آیات کا عمدہ ترجمہ کر کے اپنے جواب کا مطلب سمجھا ہے، تحریر کریں، خط کشیدہ الفاظ کے معانی، صیغے ابواب بیان کریں۔

**السوال:** إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ إِذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۚ فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَى أَنْ تَزُولَى ۚ وَاهْدِيكَ إِلَى رَبِّكَ فَتَخْشَى ۚ قَارَةُ الْآيَةِ الْكُبْرَى ۚ آیات کا ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کی صرفی تحقیق بیان کریں، اس آیت کریمہ میں بڑی مثال سے کیا مراد ہے؟

**السوال:** ۚ أَنْتُمْ أَشَدُّ خُلُقًا أَمْ السَّمَاءُ بَنَاهَا ۚ رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّاهَا ۚ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ طُفْهًا وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ۚ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءً مَاءً وَمَرْعَاهَا ۚ ترجمہ تحریر کریں، والارض بعد ذلك دحها میں الارض کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں، سمک، اغطش، دحها کے لغوی معنی اور صیغے تحریر کریں۔

**السوال:** فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۚ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۚ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۚ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۚ وَعَبًّا ۚ وَقَضَبًا ۚ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۚ وَحَدَّآبٍ غُلْبًا ۚ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۚ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۚ آیات مبارکہ کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ صبا، شقا اور متاعا کیوں منصوب ہیں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔

**السوال:** إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۚ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۚ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۚ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۚ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۚ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۚ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۚ آیات کا ترجمہ کریں، مطلب بیان کریں، اور خط کشیدہ الفاظ کے صیغے و ابواب لکھیں اگر جمع ہے تو اس کا مفرد لکھیں، نیز آیات میں ذکر کی ہوئی شیطوں کی جزا کیا ہے؟

**السوال:** فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُفِ ۚ الْجَوَارِ الْكُنُفِ ۚ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۚ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۚ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۚ ذِي قُوَّةٍ ۚ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۚ مُطَاعٌ ثَمَّ أَمِينٍ ۚ آیات کریمہ کا ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح کریں، ان آیتوں میں جواب قسم کیا ہے؟ اور رسول کریم سے کون مراد ہیں۔

**السوال:** إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۚ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَدَرَتْ ۚ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۚ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۚ عَلِمْتَ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۚ مذکورہ آیات کا ترجمہ اور مطلب تحریر کریں، خط کشیدہ افعال کے صیغے اور ابواب لکھیں، اور یہ بھی لکھیں کہ اس میں جواب شرط کیا ہے؟

**السوال:** وَيَلْ لِمَطِيفَيْنِ ۚ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۚ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۚ أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۚ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۚ آیات کریمہ کا ترجمہ و تفسیر تحریر کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق بھی کریں، یوم عظیم سے کیا مراد ہے، اور شروع آیت سے پنجسوزوں تک ترکیب لکھیں۔

**السوال:** إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۚ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۚ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۚ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۚ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۚ يَأْتِيهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدًّا ۚ فَمُلْقِيهِ ۚ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بَيِّنَاتٍ ۚ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۚ ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کے صیغے، اور ابواب، اور مادے لکھیں، آخری دو آیتوں کی ترکیب کریں۔

**السوال:** فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۚ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ ذَالِي ۚ يَخْرُجُ مِنْ مَبْثَنٍ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۚ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۚ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۚ فَمَنَّا مِنْ قُوَّةٍ وَلَا كَافِرٌ ۚ وَالسَّمَاءُ ذَاتِ الرَّجْعِ ۚ وَالْأَرْضُ ذَاتِ الصُّدُوعِ ۚ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَضْلٍ ۚ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۚ آیات کریمہ کا ترجمہ مطلب تفصیل کے ساتھ لکھیں، قسم اور جواب قسم کی تعیین کر کے خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق لکھیں۔



## چند بنیادی باتیں

**قرآن کی لغوی و اصطلاحی تعریف:** لفظ قرآن لغت کے اعتبار سے مصدر ہے، قرء الكتاب (ف) قراءۃ و قرآنا: پڑھنا، بمعنی اسم مفعول یعنی وہ شئی جو پڑھی جائے۔ (یہ کتاب چونکہ بکثرت پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں)

**اصطلاحی تعریف:** القرآن المنزل علی الرسول ﷺ المکتوب فی المصاحف المنقول عنه نقلاً متواتراً بلا شبہۃ (قرآن وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی ہے جو مصاحف میں لکھی گئی ہے، جو بغیر شبہ کے حضور ﷺ سے منقول ہو کر نقل متواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے) فوائد قیود اور مزید تفصیل احقر کی کتاب نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی میں مذکور ہے۔

**قرآن کے مزید نام:** صحیح معنی میں قرآن کے کل پانچ نام ہیں (۱) القرآن (۲) الفرقان (۳) الذکر (۴) الکتاب (۵) التزویل۔

**وحی کے معنی:** وحی کے معنی لغت میں ہے جلدی سے اشارہ کر دینا، وحی کے معنی دل میں کوئی بات ڈالنے کے بھی آتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے واوحی ربکالی النحل اصطلاح میں وحی اس الہام کو کہتے ہیں جو انبیاء پر نازل ہو۔

**حضور ﷺ پر وحی کے طریقے:** حضور ﷺ پر مختلف طریقوں سے وحی نازل کی جاتی تھی، ایک حدیث میں دو طریقوں سے وحی نازل ہونے کا ذکر ہے (۱) حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے، اور وحی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو آواز نے جو کچھ کہا ہوتا ہے مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے، (۲) کبھی فرشتہ میرے سامنے مرد کی صورت میں آ جاتا ہے دیگر احادیث سے نزول وحی کے اور بھی طریقے ثابت ہیں مثلاً فرشتہ کا اصلی شکل میں آنا لیکن ایسا آپ کی عمر میں صرف تین دفعہ ہوا (۱) جب آپ نے خود حضرت جبریل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی (۲) معراج میں (۳) نبوت کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں، مگر یہ تیسرا طریقہ سنداً کمزور ہے (تفصیل در فتح الباری ج ۱، ص ۱۸/۱۹) وحی کی چوتھی صورت رؤیائے صادقہ ہے ایک طریقہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ کی طرح آپ کو بھی اللہ تعالیٰ سے براہ راست مکالم ہونے کا شرف حاصل ہوا، وحی کا چھٹا طریقہ یہ تھا کہ حضرت جبریل کسی کی شکل میں سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب مبارک میں کوئی بات اقام فرما دیتے تھے۔

**مکی اور مدنی آیات:** مکی آیات وہ ہیں جو قبل ہجرت مدینہ نازل ہوئیں اور مدنی آیات وہ ہیں جو بعد ہجرت نازل ہوئیں، کسی سورت کا مکی یا مدنی ہونا عموماً اس کی آیات کی اکثریت کے اعتبار سے ہوتا ہے چنانچہ بعض سورتیں تو پوری کی پوری مکی ہیں جیسے سورۃ مدثر، اور بعض پوری مدنی ہیں جیسے سورۃ آل عمران، اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ پوری سورت مکی ہے لیکن اس میں ایک یا چند آیات مدنی آگئی جیسے سورۃ اعراف مکی ہے مگر اس میں واسألہم عن القرینۃ التي کانت حاضرة البحر سے لے کر واذا اخذ ربک من بنی آدم النحر تک کی آیات مدنی ہیں، یا مثلاً سورۃ حج مدنی ہے لیکن اس کی پارا آیتیں یعنی وما ارسلنا من قبلک من رسول سے لے کر عذاب بیوم عقیم تک مکی ہیں۔

**شان نزول کا مطلب:** ایسی آیات کہ جن کا نزول کسی خاص واقعہ یا کسی سوال کے جواب میں ہوا ہو جس کو ان آیاتوں کا پس منظر کہنا چاہئے مفسرین کی اصطلاح میں شان نزول یا سبب نزول کہلاتا ہے۔

**شان نزول کا مضموم و مخصوص:** پہلی قسم بعض آیات وہ ہیں کہ جو کسی خاص شخص کا نام لے کر نازل ہوئیں، چنانچہ علماء کا اتفاق ہے کہ اس آیت کا مضمون اسی متعین شخص کے بارے میں قرار دیا جائے گا، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں کسی شخص کا نام تو نہیں لیا گیا مگر اس کے کچھ اوصاف بیان کر کے ان پر حکم مرتب کر دیا گیا، اور دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس سے مراد فلاں متعین شخص ہے لہذا تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ آیت کا مضمون اسی متعین شخص کیلئے مخصوص رہے گا، جیسے وہ سب جنہا الانقی



الذی یوتی مالہ یتزکی (سورۃ اللیل) یہ آیت بالاتفاق حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مفلس غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے (اور روایات حدیث سے ثابت ہے کہ آیت میں مراد حضرت ابو بکرؓ ہیں)

**تیسری قسم** وہ آیات ہیں کہ جو نازل تو کسی خاص واقعہ کے تحت ہوئیں لیکن الفاظ عام ہیں، اور کسی خارجی یا صریح الفاظ قرآن سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آیت کا حکم صرف اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے تو علماء متفق ہیں کہ اس صورت میں آیت کا حکم اس کے الفاظ کے تابع ہو کر عام رہے گا جیسے سورۃ مجادلہ کی ابتدائی آیات ظہار حضرت خولہ زوجہ حضرت اوس بن الصامتؓ کے بارے میں نازل ہوئیں مگر ان کا حکم عام ہے، لہذا حضرت خولہ کے شوہر کے علاوہ بھی اگر کوئی اپنی بیوی کو انت علی کظہرائی کہہ دے تو ظہار ہوگا، اور شوہر کو جماع سے پہلے کفارہ دینا ہوگا۔ **چوتھی قسم** یہ ہے کہ آیت تو کسی خاص واقعہ کے تحت نازل ہوئی لیکن الفاظ عام استعمال کئے گئے، اور کسی دلیل سے یہ صراحت معلوم نہیں ہوتی کہ آیت کا حکم یا مضمون صرف اسی واقعہ کے ساتھ خاص ہے، یا اس نوعیت کے ہر واقعہ کے لئے عام ہے، تو اس صورت میں تھوڑا سا اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں آیت کو صرف سبب نزول کے واقعہ کے ساتھ مخصوص رکھا جائے گا لیکن جمہور علماء و فقہاء کی رائے یہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ مشہور جملہ ہے العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اس چوتھی قسم کی مثال سورۃ البقرۃ کی آیت وان کان ذو عسرۃ فنظر الی میسرۃ ہے۔ (اگر قرض داری تنگ دست ہو تو اسے کشادگی تک مہلت دو) سورۃ: سورۃ البلد سے ماخوذ ہے کہ جس طرح شہر کی چہار دیواری بلند، اور شہر کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح قرآن کی سورت بھی بلند مرتبہ اور اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے۔

**اصطلاحی تعریف:** قرآن کا وہ حصہ جس کا اول و آخر ہو اور اس کو اس کے مخصوص توقیفی نام کے ساتھ جانا جاتا ہو۔ (صاوی)  
**آیت:** اس کی اصل آیتۃ ہے، بروزن شجرۃ یا متحرک ما قبل مفتوح یا کو الف سے بدل دیا، بمعنی نشانی کیونکہ یہ اپنے ما قبل کلام کے اپنے ما بعد کلام سے جدا ہونے پر نشانی ہوتی ہے۔ (ابن کثیر: ۱۲)

**اصطلاحی تعریف:** عرف میں کلمات قرآن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کو فصل کر کے دوسرے حصہ سے جدا کر دیا گیا ہو۔ (صاوی)  
**تفسیر:** لفظ تفسیر دراصل لفظ فسّر سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں کھولنا، واضح کرنا، اور اس علم میں چونکہ قرآن کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اس لئے اسے علم تفسیر کہتے ہیں۔

**فائدہ:** قدیم زمانہ میں تفسیر کا اطلاق قرآن کریم کی تشریح ہی پر ہوتا تھا، لیکن جب اس نے ایک مدون علم کی صورت اختیار کر لی اور مختلف پہلوؤں (حل لغات و ترکیب نحوی وغیرہ) سے اس کی خدمت کی گئی تو یہ ایک نہایت وسیع علم بن گیا، اب اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:  
**علم تفسیر کی اصطلاحی تعریف:** علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقوں، الفاظ کے مفہوم اور ان کے انفرادی اور ترکیبی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں، نیز ان معانی کا کلمہ یعنی تاسخ و منسوخ، ہشان نزول اور مبہم قصوں کو توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔

**علم تفسیر کا موضوع:** علم تفسیر کا موضوع نظم قرآن کریم ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ مراد خداوندی پردالت کرنے کے اعتبار سے ہے۔  
**علم تفسیر کی فرض و غایت:** علم تفسیر کی غرض قرآن کریم کی صحیح فہم حاصل کرنا اور مراد خداوندی کو واضح کرنا ہے، اور اس کی غایت یہ ہے کہ قرآن کریم عربی مفسرین اپنی تفسیروں میں ہر آیت کے ساتھ اس کی قراءتیں بھی تفصیل سے واضح کرتے تھے، دوسری بات یہ ہے کہ تعریف میں بیان کردہ ”الفاظ کے مفہوم“ سے مراد الفاظ کے لغوی معنی ہیں، اور انفرادی احکام سے مراد لغوی حقیقی یعنی مادہ، باب وغیرہ ہے، اور ترکیبی احکام سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظ کہ دوسرے لفظ کے ساتھ مل کر کیا معنی دے رہا ہے، اس کی نحوی ترکیب کیا ہے؟



صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنا اور سعادت دارین حاصل کرنا ہے۔

**اسم مصدر:** وہ اسم ہے جو معنی پر دلالت کرنے میں مصدر کے مساوی ہو، لیکن اس اعتبار سے وہ مصدر کے مخالف ہو کہ اسم مصدر میں مصدر کے حروف میں سے بعض حروف لفظاً و تقدیراً کم ہوں، اور حرف کم ہونے کے بدلہ میں اسم مصدر کے اندر اس کا کوئی عوض بھی نہ لایا گیا ہو، جیسے اُعْطِيَ باب افعال کا مصدر اعطاء ہے اور اسم مصدر اعطاء ہے (دیکھئے اعطاء کے اندر جو ہمزہ ہے وہ عطاء اسم مصدر میں کم ہو گیا، اور اس ہمزہ کا لفظاً و تقدیراً کوئی عوض بھی نہیں لایا گیا)

**مصدر:** هو الاسم الذي يدل على حدث دون تقييد بزمان مثل الصدق، والكذب۔ مصدر وہ اسم ہے کہ جو معنی حدثی پر دلالت کرے کسی زمانہ کے ساتھ مقید ہوئے بغیر جیسے صدق مصدر ہے۔

**مصدر ميمي:** هو الذي يكون مبدؤاً بميم زائدة ولا يكون منتهياً بتاء زائدة مصدر ميمي وہ مصدر ہے جو معنی حدثی پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کا ہو کہ اس کے شروع میں ميم زائدہ ہو (مفاعلت کے ميم کے علاوہ) اور آخر میں تائے زائدہ نہ ہو، جیسے مَرَمِي، مَلَقَب۔

**مصدر صناعي:** هو الذي ينتهي بياء مشددة بعدها تاء تانيث مربوطية مثل انسان، انسانية مصدر صناعي وہ مصدر ہے جو ایسی یا مشدودہ پر ختم ہو جس کے بعد گول تاء تانيث ہو، جیسے انسان۔ سے انسانية۔

**لام مؤخر:** وہ لام غیر عاملہ ہے جس کو اس کے مقام سے پھسلا دیا گیا ہو، جیسے اِنْ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّمَن يَّخْشَىٰ ذِكْرَهُ شُرُوعِ فِي اِنْ خود تاکید کلام کے لئے ہے تو اگر اس لام کو بھی شروع کلام میں رکھیں تو ابتداء کے کلام میں دو تاکیدوں کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ ناپسندیدہ ہے اس لئے اس لام کو تھوڑا سا آگے کو پھسلا دیا گیا۔

**لام مؤخره ومؤخره:** وہ لام ہے جو اداة شرط پر داخل ہو کر اس بات کا فائدہ دے کہ بعد میں آنے والا جواب، جواب قسم ہے نہ کہ جواب شرط، جیسے لَإِنْ أَخْرَجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ (لا یخرجون معہم جواب قسم ہے اور قسم لَإِنْ أَخْرَجُوا سے پہلے محذوف ہے، اور جواب شرط محذوف ہے اور وہ جواب قسم جیسا جملہ ہی ہے)۔

**لام تبليغ:** وہ لام ہے جس کا مابعد مفعول بہ کے درجہ میں ہوا اگرچہ جار مجرور ہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اِنْ اَبَىٰ دَعْوٰكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرٌ مَا سَقَيْتَ لَنَا ثَقَدِيرَ عِبَارَتِ مَا سَقَيْتَنَا ہے۔ (اس کو لام تعدیہ بھی کہتے ہیں) (المعجم المفصل)

۱۔ یاد رکھئے جس طرح مصدر میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا اسی طرح اسم مصدر کے اندر بھی کوئی زمانہ نہیں ہوتا، عربی کی تعریف ملاحظہ ہو، اسم المصدر هو اسم مساو للمصدر في الدلالة على المعنى المجرد دون تقييد بزمان ولكنه يخالفه بنقص بعض حروفه لفظاً وتقديراً دون تعويض مثل الفعل اُعْطِيَ مصدره الاصلی "اعطاء" فاذا قلنا "عطاء" كان مساوياً للفظ "اعطاء" وينقص عنه الهمزة في اوله دون أن يعوض منها بشئ لفظاً وتقديراً (المعجم المفصل في النحو: ۱۲۷، ج: ۱)

۲۔ اگر حرف کی کمی لفظاً ہے تو وہ مصدر کہلائے گا نہ کہ اسم مصدر جیسے قَاتِلٌ قِتْلًا لا مصل قِتْلًا لا ہے، لہذا مثال مصدر میں یا کی کمی لفظاً ہے کیوں کہ یا مقدر ہے، اور اگر حرف کی کمی لفظاً ہے اور اس کا کوئی عوض لایا گیا ہے تو وہ مصدر ہو گا نہ کہ اسم مصدر جیسے: وَغَدَّ يَعْدُو غَدًا وَغَدًا دیکھئے، عدۃ میں شروع کا واؤ محذوف ہے اور اس کے عوض آخر میں تالا یا گیا ہے۔ دوسری بات یہ یاد رکھئے کہ اسم مصدر سماع پر موقوف ہے اور اصل مصدر سماعی و قیاسی دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ (الخواص: ۱۶۵)

۳۔ مؤذنہ کے معنی ہے خبر و اطلاع دینے والا، یہ لام چوں کہ اس بات کی خبر و اطلاع دیتا ہے کہ آنے والا جملہ اس قسم کا جواب ہے جو قسم لفظاً یا تقدیراً حرف شرط سے مقدم ہے اور شرط کا جواب نہیں ہے، اور مؤطرہ کے معنی ہے تیار کرنے والا، چوں کہ یہ لام اپنے مابعد آنے والے جواب کو قسم کے لیے تیار کرتا ہے اس لیے اس کو لام مؤطرہ کہتے ہیں۔



**لام تطویرہ:** وہ لام ہے جو ایسے عامل کی تقویت کے لئے آئے جو اپنے معمول سے مؤخر ہو، جیسے: **إِنْ كُنْتُمْ لِلزُّوْا تَغْبِرُونَ**۔  
**لام جہد:** وہ لام ہے جو کان معنیہ کی خبر پر داخل ہو پس اس کے بعد فعل مضارع منصوب ہوتا ہے اور مشتق کی تاویل میں ہو کر کان کی خبر بناتا ہے، جیسے: **وَمَا كَانَ لِلّٰهِ لِيُظْلِمَهُمْ** ای ما کان للّٰہ ظالماً (المعجم المفصل)  
**لام تاریخ:** وہ لام ہے جو عند کے معنی میں ہو جیسے قول باری تعالیٰ **هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ** ای عند اول الحشر۔

**رہایت فواصل:** رعایت فواصل کا مطلب یہ ہے کہ دو فقرے آخری حرف میں موافق ہوں، جیسے **وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَاها** اس کو جمع بھی کہتے ہیں۔ (سجع کی تین قسمیں ہیں: دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۳۱۸)  
**استفہام:** کسی شئی کی حقیقت یا نام یا عدد یا صفت کے بارے میں سوال کرنا جیسے **أَزِيدُ قَانِمًا**۔  
**قاعدہ:** کبھی ہمزہ، استفہام حقیقی سے نکل جاتا ہے تو پھر آٹھ معانی کے لئے آتا ہے جن میں زیادہ مشہور تین ہیں: (۱) انکار ابطالی کے لئے (۲) انکار توہنجی کے لئے (۳) استفہام تقریری کے لئے۔

**استفہام حقیقی:** وہ استفہام ہے کہ جس میں ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے کہ جو متکلم کو معلوم نہ ہو، جیسے **أَزِيدُ قَانِمًا**۔  
**انکار ابطالی:** وہ ہے کہ جس میں اس بات کا تقاضا ہو کہ ہمزہ جس پر داخل ہے وہ ثابت اور واقع نہیں ہے، اور اس کا مدعی کاذب ہے، اور یہ ہمزہ چونکہ اپنے مابعد کا ابطال و انکار کرتا ہے تو اگر اس ہمزہ کا مابعد مثبت ہوگا تو منفی بن جائے گا، جیسے **الرَّيْكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ** (دیکھئے اللہ کے لئے کوئی بیٹی وغیرہ نہیں ہے، اور اس کا مدعی کاذب ہے) اور اگر ہمزہ کا مابعد منفی ہوگا تو مثبت بن جائے گا کیونکہ یہ ہمزہ انکاری ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے جیسے **أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِصْبَاحًا أَمْ جَعَلْنَا الْأَرْضَ مِصْبَاحًا** اسی طرح **أَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ**، **أَلَمْ تَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ**، **أَلَمْ تَجِدْ كَيْبًا فَاوِيَّ**۔ (انکار ابطالی کو استفہام انکاری بھی کہتے ہیں)  
**انکار توہنجی:** وہ ہے کہ جس میں اس بات کا تقاضا ہو کہ ہمزہ جس پر داخل ہے وہ واقع تو ہے البتہ اس کا فاعل قابل ملامت ہے، جیسے **أَغْيَرَ اللَّهُ تَذَعُونَ**، **أَتَاثُونَ الذِّكْرَانَ** (انکار توہنجی کو استفہام توہنجی بھی کہتے ہیں)  
**استفہام تقریری:** وہ استفہام ہے کہ جس میں مخاطب کو کسی ایسی چیز کے اقرار پر ابھارتا ہوتا ہے کہ جس کا اس کے نزدیک ثبوت ہے یا نفی جیسے **أَصْرَيْتَ زَيْدًا**، **أَأَنْتَ ضَرَيْتَ زَيْدًا** (اول مثال میں فعل کی تقریر ہے اور ثانی میں فاعل کی)  
**استفہام کی دو قسمیں ہیں:** (۱) استفہام لفظی (۲) استفہام مقدر۔

**استفہام لفظی:** وہ استفہام ہے کہ جس میں کسی چیز کے بارے میں سوال ادوات استفہام میں سے کسی ایک ادات کے واسطے سے ہو جیسے **أَيْنَ أَنْتَ** (آپ کہاں ہیں)

**استفہام مقدر:** وہ استفہام ہے کہ جس میں بغیر ادات استفہام کے سوال ہو یعنی محض لہجہ اور انداز آواز سے جیسے **قَدِمَ أَخُوكَ فِي السَّفَرِ**؟ (کیا تیرا بھائی سفر سے آگیا)

**ظافہ صیغہ:** وہ فاعل جو عبارت مقدرہ پر دلالت کرے خواہ وہ عبارت مقدرہ معطوف علیہ ہو، یا شرط ہو، عبارت مقدرہ معطوف علیہ ہو جیسے **وَإِذَا اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا** (پ) دیکھئے فانفجرت کی فاعل معطوف علیہ مقدر کا افصح و اظہار کر دیا ای **فَأَمْتَشَلَّ الْأَمْرَ بِالضَرْبِ فَضْرَبَتْ** خواہ وہ عبارت مقدرہ شرط ہو، اب لہجہ قاجریہ کہلائے گی جیسے **فَمِنْ شَاءِ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِمَا آيَةً** ای اذ اکان الامر كما ذكر من تحقق الامور المذكورة (روح)



## بسم الله الرحمن الرحيم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

**لغات:** با، مصاحبت، استعانت اور تبرک تینوں کے لئے ہو سکتا ہے، مصاحبت کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہوگا، میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اور استعانت کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہوگا، میں اللہ کے نام کی مدد سے الخ اور تبرک کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہوگا، میں اللہ کے نام کی برکت سے الخ۔ اسم اسم ہے بمعنی نام، بھرین کہتے ہیں کہ یہ سُمُو سے مشتق ہے، بمعنی العلو جمع اسماء اصله اَسْمَاءُ تَصْغِيرُ سَمْعِي اور کوفین کہتے ہیں کہ یہ مشتق من التَّسْمِیۃ ہے بمعنی العلامة اور یہ دونوں باتیں معنی کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ اللہ (سچا معبود) یہ علم ہے اور اکثر حضرات کے نزدیک غیر مشتق ہے اور سیبویہ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشتق ہے اس کی اصل الاء ہے بروزن فعال، آلاء (س) الالهة آی عبد عبادۃ: کثرت استعمال کی بناء پر الاء کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور شروع میں الف لام داخل کر کے لام کالام میں ادغام کر دیا گیا۔ (اعراب القرآن: ص ۲۳، ج ۱، القاموس الوحید)

**فائدہ:** واضح رہے کہ لفظ اللہ چونکہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ذاتی نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ کسی اور کا نام نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا تشنیہ و جمع نہیں آتا۔

**فائدہ:** اللہ تعالیٰ شانہ کا نام غایت احترام اور نہایت ادب کے ساتھ لینا چاہئے:۔

اس زباں سے تیرا نام پاک لوں، سخت میں گستاخ ہوں بے باک ہوں  
آپ کوثر سے اگر دھوؤں اُسے، تو بھی وہ لائق نہ ہو اس کام کے

الرحمن بروزن فعلاں (اسم مبالغہ، قاموس القرآن، لغات القرآن) وہ ذات جس کی رحمت عام ہو چونکہ اللہ کے سوا ایسا کوئی دوسرا نہیں ہے جس کی رحمت عام ہو اس لئے اس کا تشنیہ و جمع نہیں آئے گا، قرآن شریف میں یہ لفظ ۵۳ جگہ مذکور ہے۔ الرحمن (مبالغہ کا صیغہ) لغات القرآن صفحہ ۶۶، ج ۲ (اعراب القرآن و صرفہ) وہ ذات جس کی رحمت

**فائدہ:** الرحمن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے چنانچہ بعض علماء کا قول ہے کہ رحیم میں وہ رحمت ملحوظ ہے جو آخرت میں ہوگی یعنی صرف مومن کے لئے، اور الرحمن میں وہ رحمت ملحوظ ہے جو دنیا میں ہے یعنی مومن و کافر سب کے لئے۔

**فائدہ:** صاحب تسہیل نے تصریح کی ہے کہ رحمن صفت مشبہ نہیں اس لئے کہ اس کا فعل متعدی ہے، اسی طرح صاحب کشاف نے بھی مفصل میں تصریح کی ہے کہ رحمن الدنیا و رحیم الآخرۃ سلف سے منقول ہے جس میں مفعول کی طرف اضافت ہے اور فعل لازم کا مفعول نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ رحمن صفت مشبہ نہیں کیونکہ صفت مشبہ فعل لازم سے آتا ہے، سیبویہ کے نزدیک رحمن صفت مشبہ ہے لیکن رحیم اسم فاعل ہے جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہے، رعون العالی میں ہے مشہور یہ ہے کہ یہ دونوں صفت مشبہ ہیں، جو مبالغہ کا قاعدہ دیتے ہیں مگر اس پر اشکال کیا گیا ہے، علامہ آلوسی نے تحقیق و تنقید کے بعد فرمایا کہ - فالاصح انهما من ابنیۃ المبالغۃ الملحقۃ باسم الفاعل و اخذا من فعل متعدی صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں جو اسم فاعل کے ساتھ ملتی ہیں اور فعل متعدی سے مشتق ہیں نہ کہ لازم سے۔ (امداد الباری ص ۷۸ ج ۲)



تام ہو، اس کا اطلاق غیر اللہ پر بھی آتا ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی دوسرے پر پورا پورا رحم کرے، چنانچہ حضور ﷺ کے لئے قرآن میں فرمایا گیا یا المؤمنین رؤف رحیم (رحم رقت قلب کا نام ہے لہذا جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو مراد احسان اور فضل کرنا ہوگا)

**فائدہ:** بسم اللہ میں جار مجرور کا عامل محذوف ہے جسکی ایک وجہ یہ ہے کہ بوقت شروع صرف اللہ کا نام زبان پر آئے۔  
**ترکیب:** با حرف جرا اسم مضاف اللہ موصوف، الرحمن صفت اول الرحیم صفت ثانی، موصوف با صفت مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار با مجرور متعلق اشرع یا ابتدی کے اور وہ پھر جملہ فعلیہ خبریہ، معنی انشائیہ، یا جار مجرور ملصق یا مستعان مقدر کے متعلق ہو کر خبر مقدم اور ابتدائی محذوف مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، پھر صورتہ جملہ خبریہ اور معنی انشائیہ۔ (اعراب القرآن) یا جار مجرور متعلق متبرکاً کے، اور وہ اشرع کی ضمیر سے حال (زینی زادہ)

## ایک اہم بحث

جملہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب نہ ہو یعنی وہ کسی کا معمول نہ ہو۔ (۲) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب ہو، یعنی وہ حالت رفعی یا حالت نصبی یا حالت جری یا حالت جزی میں ہو، پہلے جملہ کی ۹ قسمیں ہیں اور دوسرے کی ۱۸۔ (۱) جملہ مستانفہ یعنی جو شروع کلام میں ہو یا اگر وسط کلام میں ہو تو ماقبل سے تعلق نہ ہو۔ (۲) جملہ معترضہ، جو دو متلازم چیزوں کے درمیان میں آئے مثلاً مبتدا و خبر کے درمیان، قسم و جواب قسم کے درمیان، شرط و جزا کے درمیان۔ مکمل تعریف ص ۱۰۶ پر (۳) جملہ مبینہ (جملہ تفسیریہ) (۴) جملہ معتلکہ یعنی جو پہلے کلام کی علت ہو (۵) جملہ جواب قسم (۶) وہ جملہ جو شرط غیر جازم کا جواب ہو مثلاً اذا، لو، لولا، کتما، کیف وغیرہ کا۔ (۷) وہ جملہ جو پہلے کلام کا نتیجہ ہو جیسے الخفض من خواص الاسماء فلیس فی الافعال خفض (۸) وہ جملہ جو پہلے جملہ پر معطوف ہو اور معطوف علیہ کا کوئی محل اعراب نہ ہو (۹) وہ جملہ جو موصول کا صلہ ہو۔

جملہ کی دوسری قسم کی ۱۸ قسمیں: (۱) وہ جملہ جو مبتدا کی خبر ہو۔ (۲) وہ جملہ جو حرف مشبہ بالفعل کی خبر ہو۔ (۳) وہ جملہ جو مبتدا بنے۔ (۴) وہ جملہ جو مفعول مالم یسم فاعلہ ہو۔ (۵) وہ جملہ جو افعال ناقصہ کی خبر ہو۔ (۶) وہ جملہ جو افعال مقاربہ کی خبر ہو۔ (۷) وہ جملہ جو ما ولا المشبہتین کی خبر ہو۔ (۸) وہ جملہ جو قول کا مقولہ محکی ہو۔ (۹) وہ جملہ جو باب علمت کا مفعول ثانی ہو۔ (۱۰) وہ جملہ جو باب علمت کا تیسرا مفعول ہو۔ (۱۱) وہ جملہ جو حال واقع ہو۔ (۱۲) وہ جملہ جو متشبی ہو، جیسے لست علیہم بمصیطر الا من تولی و کفر الخ (۱۳) وہ جملہ جو مضاف الیہ ہو۔ (۱۴) وہ جملہ جو نکرہ کی صفت بنے۔ (۱۵) وہ جملہ جو ایسے معطوف علیہ پر معطوف ہو جو محل اعراب رکھتا ہو۔ (۱۶) وہ جملہ جو بدل ہو (۱۷) وہ جملہ جو شرط جازم یعنی بن وغیرہ کا جواب ہو (یہ جملہ محل جزم میں ہوگا) جبکہ جواب شرط مضارع مجزوم بحرف شرط نہ ہو۔ (۱۸) وہ جملہ جو جواب شرط ہو جازم مضارع مجزوم کا (تمام جملوں کی مثالیں مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۳۰۳، پر مذکور ہیں)



## سورۃ النبأ مکیہ

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ ۝۲ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝۳ كَلَّا

یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں • اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں • جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں • ہرگز ایسا نہیں

سَيَعْلَمُونَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝۵

انکو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے • پھر ہرگز ایسا نہیں انکو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے •

**ترجمہ** سابقہ سورت کی طرح اس سورت میں بھی قیامت کا امکان، وقوع اور جزا و سزا کا بیان مذکور ہے۔

**تشریح** ان آیات میں کفار مکہ کا ذکر ہے کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کو قیامت کی خبر دی تو یہ لوگ بطور انکار و مذاق دریافت کرنے لگے کہ جناب وہ قیامت جس کی آپ خبر دیتے ہیں کب آئے گی، دیر کیوں ہو رہی ہے اور اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر بھی چہ می گوئیاں کرتے، کوئی قیامت کا قطعی طور سے انکار کرتا اور کوئی شک کرتا، مذکورہ آیات میں ان کے اسی سوال کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝۱“ یہ لوگ (یعنی کفار مکہ) کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں (لفظ عَمَّ کی اصل عَنْ مآ ہے اور ما استفہامیہ ہے، مگر یہاں استفہام حقیقی نہیں ہے کیوں کہ استفہام حقیقی کے لیے مُسْتَفْهِم کا نا واقف ہونا ضروری ہے، اور یہ خدائے عالم الغیب کے لیے محال ہے۔ بلکہ استفہام تنخیم شان کے لیے ہے یعنی جس چیز کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے اس کی عظمتِ شان اور اہمیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے، اور دوسری زبانوں کی طرح عربی میں بھی استفہام کا یہ اسلوب نہایت پر شوکت سمجھا جاتا ہے۔

**فائدہ** مذکورہ ترجمہ کے اعتبار سے يَتَسَاءَلُونَ بمعنی يَسْأَلُونَ ہے، اور دریافت کرنے یعنی سوال کرنے سے مراد بطور انکار و مذاق سوال کرنا ہے، اور اگر يَتَسَاءَلُونَ کو يَسْأَلُونَ کے معنی میں نہ لیں بلکہ باب تفاعل ہی میں رکھیں تو چوں کہ باب تفاعل کی ایک خاصیت تشارک ہے تو اب ترجمہ ہوگا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔

يَتَسَاءَلُونَ کی ضمیر کا مرجع | یہ ضمیر کفار مکہ کی طرف راجع ہے اور ماقبل میں لفظا مرجع کے مذکور ہونے سے بے نیاز ہے کیوں کہ کفار مکہ حشاً موجود و مشاہد تھے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے سوال کی وضاحت فرمائی یعنی ”عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ ۝۲ الَّذِي هُمْ فِيهِ

۱۔ تشارک باب تفاعل کی خاصیت ہے جیسا کہ مشارکت باب مفاعلت کی خاصیت ہے، تشارک اور مشارکت میں فرق یہ ہے کہ تشارک یعنی باب تفاعل میں دونوں شریک لفظاً قائل بنتے ہیں جب کہ باب مفاعلت میں ایک شریک قائل ہے گا اور دوسرا مفعول بہ۔



مُخْتَلِفُونَ ﴿۵﴾ ”یہاں ایک پتساء لون محذوف ہے اور اس کو جار مجرور کے بعد محذوف مانا جائے تاکہ ترتیب سوال کی رعایت باقی رہے، یہ لوگ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ (اہل حق یعنی پیغمبر خدا اور مؤمنین سے) اختلاف کر رہے ہیں نبأ عظیم سے مراد قیامت ہے، گویا یہ لوگ قیامت کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں، اور وہ اختلاف اس طرح کہ اہل حق تو اس پر ایمان رکھتے تھے اور یہ لوگ اس کا انکار اور استہزاء کرتے تھے۔

”كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۶﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۷﴾“ ہرگز ایسا نہیں، ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے اس آیت میں ان اختلاف کرنے والوں کو سخت دھمکی اور وعید سنائی گئی کہ اہل حق کے ساتھ ان کا اختلاف یعنی قیامت کا انکار کرنا اور اس کو محال سمجھنا بے وجہ اور باطل ہے، اور محال سمجھنے والوں کے جواب میں ایک ہی جملہ کو بطور مبالغہ دو مرتبہ فرمایا گیا کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ کفار و مشرکین کا خیال ہے کہ قیامت نہیں آئے گی، بلکہ قیامت ضرور آئے گی اور یہ چیز محض سوال و جواب اور بحث و مباحثہ سے سمجھ میں آنے والی نہیں، بلکہ وہ عنقریب جان لیں گے یعنی جب ان کو دنیا سے جدا ہو کر عذاب قبر اور عذاب آخرت اور اس کے ہولناک مناظر کا سامنا کرنا پڑے گا تب ان کی آنکھ کھلے گی اور قیامت کی حقیقت ان پر خود ہی منکشف ہو جائے گی۔ (سَيَعْلَمُونَ کا مفعول بہ محذوف ہے اَي مَاتِيحِلُّ بِهِمْ، یعنی وہ عذاب جو ان پر نازل ہونے والا ہے)

### اختیاری مطالعہ

لفظ پتساء لون کا تکرار کیوں؟ ایک پتساء لون تو آیت کے اندر مذکور ہے اور دوسرا محذوف ہے اور یہ تکرار بایں وجہ ہے کہ جوش کے موقع پر جملوں کا تکرار بلاغت کی جان ہوتی ہے۔

اعتراض: ”كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۶﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۷﴾“ کے اندر جو مفہوم معطوف علیہ کا ہے وہی مفہوم بعینہ معطوف کا بھی ہے اور یہ عطف الشیء علی نفسہ ہے جو کہ جائز نہیں، بلکہ معطوف و معطوف علیہ میں تغایر ہونا ضروری ہے۔

جواب: یہاں تغایر بایں طور ملحوظ ہے کہ وعید ثانی اشد اور سخت ہے وعید اول یعنی معطوف علیہ سے، لہذا عطف الشیء علی نفسہ کا اعتراض لازم نہ آئے گا (وقیل الاول فی القبور والثانی فی النشور روح المعانی)۔

نوٹ: واضح رہے کہ ہم باب نصر کے لئے (ن) اور باب ضرب کے لئے، (ض) اور باب سمع کے لئے (س) اور باب فتح کے لئے (ف) اور باب کونم کے لئے (ک) استعمال کریں گے۔

نوٹ: عم در اصل ”عن ما“ تھا، عن حرف جار اور ما اسم استفہام بمعنی ایشی شیء، عن کے نون کو میم سے بدل کر میم کا میم میں ادغام کر دیا، پھر ما استفہامیہ کے الف کو آخر سے حذف کر دیا۔

قاعدہ: سات حروف جارہ ایسے ہیں کہ جن کے بعد ما استفہامیہ کے الف کو کثرت استعمال اور ما استفہامیہ و خبریہ میں فرق کرنے کی وجہ سے وجوہ حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ حروف یہ ہیں عَن، حَتَّى، لَمْ، عَلٰی، فِی، اِلٰی، بَاء جیسے فِیْمَ

نیز بلاغت کے اعتبار سے ”كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۶﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۷﴾“ کا تکرار از قبیل اطناب ہے جو بغرض انذار ہے۔



أَنْتَ مِنْ ذِكْرَهَا (پ ۳۰)۔

يَتَسَاءَلُونَ (تفاعل) مضارع معروف جمع مذکر غائب، ایک دوسرے سے پوچھنا، مجرد میں باب فتح سے ہے  
سَأَلَهُ عَنْ كَذَا وَهَكَذَا (ف) سُؤَالًا وَمَسْأَلَةً: پوچھنا، مانگنا (ماڈہ سأل ہے) الْنَّبَاءُ، اسم بمعنی اہم خبر، جمع انبَاء  
(مراد قیامت ہے) الْعَظِيمُ (ک) صیغہ صفت، عَظَمَ (ک) عِظْمًا وَعِظَامَةً بڑا ہونا، عَظِيمٌ کی جمع عِظَامٌ  
وَعِظْمَاءٌ وَعِظَامٌ، مُخْتَلِفُونَ، (افتعال) اسم فاعل جمع مذکر، اِخْتَلَفَ اِخْتِلَافًا: اختلاف کرنا (ماڈہ خَلَفَ ہے)۔  
کَلَّا چار معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے روع یعنی زجر اور ڈانٹ ڈپٹ کے لئے، جیسے آیت مذکورہ میں (۲) برائے نفی  
واثبات میں آخر جیسے کوئی مریض کہے جس نے اپنے طبیب کی نصیحت پر عمل نہ کیا ہو شریٹ ماء، طبیب کہے کَلَّا بَل  
مَرِيتَ لَبَنًا اَوْ اَكَلْتَ خَبْرًا (۳) بمعنی اَلَا برائے تنبیہ جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَکَافٍ اَنْ رَاهُ اسْتَغْنٰی کے اندر عند  
الْبَعْضِ (جبکہ اس سے پہلے زجر اور نفی کا قول نہ ہو) (۴) بمعنی حَقًّا جیسے وماہی الا ذکری للبشر کَلَّا وَالْقَمَر۔ کَلَّا  
قرآن شریف میں ۳۳ مقامات میں آیا ہے اور اس میں بڑا اختلاف ہے۔ (لغات القرآن مولانا عبدالرشید نعمانی)۔ يَعْلَمُونَ  
(س) مضارع جمع مذکر غائب، عَلِمَ الشَّيْءَ وَبِهِ (س) عَلِمًا: جانتا۔

**ترکیب** عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ... عَمَّ، جار مجرور متعلق مقدم يَتَسَاءَلُونَ کے، (اور وجہ تقدیم ما استفہامیہ کا صدر کلام  
کا متغیی ہوتا ہے) يَتَسَاءَلُونَ، فعل، واو ضمیر فاعل اور مفعول بہ محذوف ہے ای الرسول والمؤمنین، فعل اپنے  
فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا۔ (روح المعانی) (لامحل لہا من الاعراب) سَمِعَ  
النَّبَأَ الْعَظِيمَ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ... عَنْ حرف جار، النَبَأُ موصوف العظیم، صیغہ صفت، ضمیر ہو مستتر  
فاعل، صیغہ صفت اپنے فاعل سے مل کر صفت اول الذیچی اسم موصول، هُمْ مبتدائیہ جار مجرور متعلق مقدم مُخْتَلِفُونَ  
کے، (اہتمام اور رعایت فواصل کی بناء پر اس کو مقدم کیا گیا ہے اور رعایت فواصل کا مطلب یہ ہے کہ دو فقرے آخری

۱۔ مزید مثالیں، فطرۃ بعد یجمع المرسلون (پ ۱۹) لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَعْلَمُونَ (پ ۲۸) مزید امثلہ در شکل ترکیبوں کا حل (ص: ۸۰)  
کبھی ضرورت شعری کی وجہ سے مذکورہ حروف کے بعد ما استفہامیہ کے الف کو باقی رکھنا بھی جائز ہے جیسے عَلٰی مَا قَامَ يَشْتُمِي لَيْنِيْمُ كَخَزِيرٍ تَمَرَّغَ فِي  
رَمَادٍ اور اگر ما استفہامیہ ذاکے ساتھ استعمال ہو تو پھر الف کو حذف نہیں کیا جاتا جیسے لِمَا دَا جِئْتَ لِأَنَّ الْفَهَاءَ قَدْ صَارَتْ خَشَوًا (اعراب القرآن) ما  
خبر یہ کا الف ساقط نہیں ہوتا جیسے یومدون بما أُنْزِلَ إِلَيْكَ۔

۲۔ مجرد میں باب نصر سے ہے خَلَفَ خَلْفًا پیچھے رہنا، خَلَفَ خَلْفًا وَخِلَافَةً: جانشین ہونا۔

۳۔ قائمہ جملہ ابتدائیہ کو جملہ مستانفہ بھی کہتے ہیں جملہ ابتدائیہ کے بارے میں معنی الملیب کی عبارت ہے "وتسنى ايضا المستانفه وهو واضح  
لأن الجملة الابتدائية تطلق ايضا على الجملة المستندة بالابتداء" اور جملہ مستانفہ کی دو قسمیں ہیں (۱) جس سے نطق اور گفتگو شروع کی جائے  
جیسے ابتداء آپ کہیں زید قائم (۲) وہ جملہ جو اپنے مائل سے منقطع ہو جیسے مات فلان رحمہ اللہ، میں رحمہ اللہ اسی طرح قُلْ سَأْتِلُو عَلَیْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا  
إِنَّا مَكْنَانُ الْمَنَى الْأَرْضِ۔ میں اِنَّا مَكْنَانُ۔ (ال بیان استیفاء کو سوال مقدر کا جواب ہونے کے ساتھ خاص فرماتے ہیں مگر دوسرے حضرات جملہ مستانفہ کو  
سوال مقدر کا جواب ہونے کے ساتھ خاص نہیں فرماتے اور جو جملہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے اس کو جملہ مستانفہ بیان یہ کہتے ہیں)



حرف میں موافق ہوں جیسے والشمس وضھوا والقمر اذا لٹھا اس کو جمع بھی کہتے ہیں، تفصیل در ”مشکل ترکیبوں کا حل“ ص ۳۱۸) مختلفون، شبہ فعل اپنے فاعل (ہم ضمیر مستتر) اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، (لا محل لها من الاعراب) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل محذوف یسائلون کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ بیانہ ہوا (کاٹھ قیل عن ای شی یسائلون هل أخبرکم به ثم قیل بطریق الجواب عن النبا العظیم، روح المعانی) کَلَّا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ... کَلَّا حرف ردع، دونوں جگہ (آئی لیس الامر کہا زَعَمَ المشرکون من انکار البعث) سین برائے استقبال قریب دونوں جگہ یَعْلَمُونَ فعل، واو ضمیر فاعل (والضمیر للمتسائلین) اور مفعول بہ محذوف ہے۔ آئی ما یحیل بہم پھر مکمل جملہ معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف کَلَّا سَيَعْلَمُونَ حسب سابق مکمل جملہ معطوف (عطف صرف سیعلمون پر نہیں بلکہ کَلَّا سَيَعْلَمُونَ پر ہے اور عطف برائے زیادت و عید و تہدید ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لا محل لها)

**تحقیق مثیل** کَلَّا سَيَعْلَمُونَ میں یَعْلَمُونَ افعال قلوب میں سے ہے اور افعال قلوب کے دو مفعول بہ آتے ہیں جب کہ کَلَّا سیعلمون میں صرف ایک مفعول بہ محذوف نکالا گیا ہے تو یاد رکھئے کہ بعض افعال قلوب کبھی دوسرے افعال کے معنی میں ہو کر استعمال ہوتے ہیں جیسے: رَأَيْتُ بمعنی أَبْصَرْتُ، ظَنَنْتُ بمعنی لَأْتَمَنْتُ، عَلِمْتُ بمعنی عَرَفْتُ، وَجَدْتُ بمعنی أَصَبْتُ دریں صورت ان افعال کے لئے صرف ایک مفعول بہ ہوگا نہ کہ دو، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علم، یقین ہی کے معنی میں ہوتا ہے اور صرف ایک مفعول پر اکتفا کر لیا جاتا ہے (رضی) لہذا کَلَّا سیعلمون میں ایک مفعول بہ آیا ہے اور وہ بھی محذوف، کیوں کہ مفعول بہ کو حسب موقعہ و مقام حذف کرنا جائز ہے۔

**اجزاء** ہم فیہ الخ عزیز طلبہ! اجرا کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ هُمْ معرفہ ہے کیوں کہ معرفہ کی سات اقسام میں سے یہ ایک قسم ہے، یعنی ضمیر مرفوع منفصل ہے، مگر آنکھ بند کر کے ہر ضمیر کو معرفہ کہنا صحیح نہ ہوگا، کیوں کہ وہ ضمیر کہ جو فعل مدح کے اندر ہوتی ہے اسی طرح وہ ضمیر جو مدح و ثناء کے معنی میں ہوتا ہے، جن کا ابہام ان کے مابعد کی تمیز دور کرتی ہے۔ (کافیہ)

دوسری بات یاد رکھئے کہ مختلفون اسم فاعل ہے اور اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفصیل کے تمام صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے خواہ واحد کا صیغہ ہو یا تثنیہ و جمع کا جب کہ یہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں اور ضمیر ہمیشہ غائب ہی کی مستتر ہوگی اور ان صفت کے صیغوں سے پہلے موصوف محذوف ہوگا مثلاً انت عالم کی اصل انت رجل عالم ہے۔ اور ماضی کے صرف دو صیغوں میں ضمیر مستتر ہوگی، واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، اور مضارع کے پانچ صیغوں میں ضمیر مستتر ہوگی، واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم اور امر حاضر کے صرف واحد مذکر حاضر میں ضمیر مستتر ہوگی، باقی میں ضمیر بارز ہوگی۔

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهْدًا ۚ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۚ وَخَلَقْنٰكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَجَعَلْنَا

کیا ہم نے زمین کو فرش • اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا • اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا • اور ہم ہی نے تمہارے



نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَ جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ

سونے کو راحت کی چیز بنایا • اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا • اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا • اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات

سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۝ وَ أَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۝

مضبوط آسمان بنائے • اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا • اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا •

لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَ نَبَاتًا ۝ وَ جَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۝

تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی • اور گنجان باغ پیدا کریں •

**تشریح** کفار مکہ چوں کہ قیامت کو مستبعد اور محال سمجھتے تھے حالاں کہ اس کو محال و ناممکن سمجھنا گویا قدرت خداوندی کا انکار کرنا ہے، لہذا مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت و صنعت کے چند مناظر کا ذکر فرمایا ہے جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے لیے یہ بات کوئی مشکل اور محال نہیں ہے کہ وہ تمام عالم کو فنا کرنے کے بعد بعینہ اس کو دوبارہ پیدا کر دے، لہذا فرمایا: ”اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا ۝ وَ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝“ کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔ اَلَمْ نَجْعَلْ کا ہمزہ، استفہام حقیقی کے لیے نہیں ہے کہ حقیقت ہی میں اللہ تعالیٰ سوال کر رہے ہوں، بلکہ ہمزہ انکار نفی کے لیے ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے، لہذا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا کے معنی ہوں گے جَعَلْنَا الْاَرْضَ مِهْدًا یعنی ہم نے زمین کو بچھونا بنا دیا، یعنی تمام مخلوق کے لیے اس کو مطیع کر کے ایسا بنا دیا کہ وہ خاموشی کے ساتھ قدموں کے نیچے جمی ہوئی پڑی ہے، اور ہم نے پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنا دیا جس سے زمین کی حرکت اور کپکپاہٹ دور ہو گئی، یعنی جس طرح کسی چیز میں اگر میخیں گاڑ دیں تو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتی تو اسی طرح ہم نے زمین کو پہاڑوں سے مستقر کر دیا تاکہ وہ پہلے کی طرح ہلے نہیں، اب یہ پہاڑ اپنے ثقل اور بوجھ سے زمین کو ڈانوا ڈول ہونے سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں جس سے زمین پر چلنا پھرنا، رہنا سہنا، مکان بنانا، کھیتی باڑی کرنا، سب آسان ہو گیا۔

**حدیث:** آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو وہ حرکت کرنے اور لرزنے لگی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین کی حرکت اور اس کی کپکپی کو دور کر دیا۔

وَ خَلَقْنَاهُ أَزْوَاجًا ۝ اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا یعنی مرد و عورت بنایا، تاکہ بذریعہ تولید و تناسل نسل انسانی کا سلسلہ قائم رہے، اور یوں بھی کہ مرد اپنی بیوی سے سکون حاصل کرے کما فی قولہ تعالیٰ: لَتَتَسَكَّنُوا إِلَيْهَا (پ ۲) دیکھئے اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ مرد و عورت کی روح ایک جیسی مگر بدن اور شکل و صورت جدا جدا۔

وَ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا۔ سُبَاتًا سُبْتُ سے مشتق ہے جس کے معنی باب نَصَرَ وَ ضَرَبَ سے مونڈنے اور قطع کرنے کے ہیں، نیند کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی بنایا ہے کہ اس کے



ذریعہ دن بھر کی تھکن اور تمام ہمووم و غمووم قطع ہو کر راحت میسر ہوتی ہے اور آئندہ کام دھام کے لیے بدن تازہ دم ہو جاتا ہے، اور یہ نعمت امیر و غریب، بادشاہ اور فقیر سب کے لیے عام کر دی گئی، اس کی قدر ان لوگوں سے پوچھئے جو بے خوابی کے شکار ہیں اور نیند حاصل کرنے کے لیے خواب آور گولیاں کھاتے ہیں اور بعض اوقات وہ بھی فیل ہو جاتی ہیں اور ان کی راتیں بے قراری سے کروٹیں بدلتے بدلتے گزر جاتی ہیں۔

”وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا“ اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا مطلب یہ ہے کہ ہم نے صرف نیند کی کیفیت ہی عطا نہیں کی بلکہ سارے عالم میں ایسے حالات بھی پیدا کر دیئے کہ جو نیند کے لیے سازگار ہوں لہذا جس طرح لباس بدن کو چھپا لیتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی بھی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے اور اس میں ہر کام چھپا رہتا ہے اور رچا روں طرف سناٹا چھا جاتا ہے تاکہ آدمی راحت و آرام سے سو جائے کیوں کہ نیند عموماً اسی وقت اچھی آتی ہے جب کہ شب تاریک ہو یا کم از کم روشنی زیادہ نہ ہو۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ نکاح دن میں بہتر ہے یا رات میں، فرمایا رات میں اس لیے کہ رات کو بھی قرآن نے لباس فرمایا ہے اور زوجین کو بھی ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے، کقولہ تعالیٰ: لَكُمْ وَانْتُمْ لِبَاسٌ لِّهٖ اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے۔

”وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا“ اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔ معاش مصدر میسی ہے اور مَعِيشَۃ کے معنی میں ہے اور معیشت کے معنی ہے ”سامان زندگی“ یہاں ظرف زمان کا قصد کیا گیا ہے لہذا معاشا سے پہلے مضاف محذوف ہے آئی وقت معاش سامان زندگی کا وقت، یعنی کمائی کرنے کا وقت، اب مطلب واضح ہو گیا کہ ہم ہی نے دن کو کمائی کرنے کا وقت بنایا کہ دن کے اجالے اور روشنی میں آدمی کاروبار کرے اور روزی کما کر اپنی اور اپنی اولاد کی ضرورت پوری کرے۔

”وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا“ اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے سبعا سے پہلے یا تو موصوف محذوف ہے ای سموت سبتعا یا سبتعا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے آی سبع سموت، واقعی اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ بغیر کسی ستون اور سہارے کے ہمارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے جن میں مدت دراز گزر جانے کے بعد بھی نہ کوئی جھول آیا نہ شکاف، لہذا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی کاریگری کو دیکھ کر اور سمجھ کر اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ ”وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا“ اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا (سراج کے معنی ہے چراغ، یہاں اس سے مجازاً سورج مراد ہے کقولہ تعالیٰ: وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے مخلوق کو گرمی اور روشنی پہنچانے کے لیے آفتاب بنایا) ”وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا“ لَنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَ نَبَاتًا“ اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔ الْمُعْصِرَات سے پہلے السحاب موصوف محذوف ہے، لفظی ترجمہ ہوا



ایسے بادل جو نچڑنے کے قریب ہوں اور نچڑنے کے قریب وہی بادل ہوں گے جن میں پانی بھرا ہوا ہو، لہذا ترجمہ ہوا پانی بھرے بادل۔ الغرض مذکورہ تمام چیزوں سے ہمارا کمال قدرت ظاہر ہے تو پھر قیامت پر ہمارے قادر ہونے کا کیوں انکار کیا جاتا ہے لہذا جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے اسی طرح سمجھ لو کہ دنیا کے خاتمہ کے بعد آخرت کا وجود ہوگا۔ (بلاشبہ وہ ایسا قادر ہے کہ کائنات کے پورے نظام کو چشم زدن میں درہم برہم کر سکتا ہے)

### اختیاری مطالعہ

**قوله** وانزلنا من المعصرات اس سے معلوم ہوا کہ بارش بادل سے نازل ہوتی ہے اور جن آیات میں آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہے تو یا تو ان میں آسمان سے مراد فضائے آسمانی ہے یعنی بادل، یا یہ کہا جائے کہ کسی وقت براہ راست آسمان سے بھی بارش آسکتی ہے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (معارف)

- تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا ☆ کیسی زمین بنائی کیا آسماں بنایا  
 پیروں تلے بچھایا کیا خوب فرشِ خاکی ☆ اور سر پہ لاجوردی اک سائبان بنایا  
 سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی روشنی بھی ☆ کیا خوب چشمہ تو نے اے مہرباں بنایا  
 سورج بنا کے تو نے رونق جہاں کو بخشی ☆ رہنے کو یہ ہمارے اچھا مکان بنایا  
 پیاسی زمیں کے منہ میں مینہ کا چوایا پانی ☆ اور بادلوں کو تو نے مینہ کا نشان بنایا  
 ہر چیز سے ہے تیری کاریگری ٹپکتی ☆ یہ کارخانہ تو نے کب رائیگاں بنایا

**لَمْ يَجْعَلْ** (ف) نفی جہد بلم در فعل مضارع معروف جمع متکلم، جَعَلَ اللہ الشیء (ف) جَعَلًا: پیدا کرنا، بنانا، الْأَرْضُ، زمین (مؤنث سماعی ہے) جمع أَرْضُونَ، أَرْضٍ، أَرْضٌ، مِهَادًا، اسم بروزن فِعَالٌ، بچھونا، فرش، جمع مُهَدٌ وَأَمْهَدَةٌ، الْجِبَالُ، الجبل کی جمع، پہاڑ، أَوْتَاذًا، وَتَدٌ وَتِدٌ، کی جمع، میخ، (تاء کا کسرہ زیادہ مشہور ہے) خَلَقْنَا، (ن) ماضی جمع متکلم، خَلَقَ الشیء (ن) خَلَقًا، پیدا کرنا، زَوْجًا، زوج کی جمع، جوڑا (مراد مرد و عورت) نَوْمٌ، باب سماع کا مصدر، بمعنی سونا، نام (س) نَوْمًا وَنِيَامًا: سونا سُبَاتًا، اسم بمعنی راحت و آرام۔ یعنی سبات سبت سے مشتق ہے جس کے معنی مونڈنے اور قطع کرنے کے ہیں اور نیند چوں کہ تمام ہجوم و غم کو قطع کر کے انسان کو راحت بخشی ہے اس لیے سبات کا ترجمہ بعض حضرات نے راحت سے بھی کیا ہے (معارف) اعراب القرآن و صرفہ پارہ ۱۹، میں لکھا ہے کہ سبات باب نصر کا مصدر ہے بمعنی کاٹنا۔

اللَّيْلُ، رات، اللَّيْلَةُ، ایک رات، جمع لَيَالٍ۔ لَبَاسًا، پوشاک جمعُ الْبِسَةِ، لِبَاسِ الثَّوْبِ (س) لُبْسًا: پہننا۔ النَّهَارُ، دن، جمع أَنَهَارٌ، وَنَهْرٌ۔ مَعَاشًا، مصدر مِشَى بمعنی الْمَعِيشَةِ (سامان زندگی، روزی) یہاں ظرف زمان کا قصد کیا گیا ہے لہذا مضاف محذوف مانا جائے گا، اِیْ وَقْتُ مَعَاشٍ، (کمائی کرنے کا وقت) عَاشَ (ض) عِيشًا وَعِيشَةً وَمَعَاشًا: زندہ رہنا۔ (مزید تحقیق اختیاری مطالعہ میں) بَنَيْنَا (ض) ماضی جمع متکلم، بَنَى، (ض) بِنَاءً وَبُنْيَانًا: بنانا،



تعمیر کرنا۔ فَوْقَ، ظرف مکان (ضد تحت) بلند و ارتفاع کے بیان کے لئے۔ سَبَّعًا، ای سَبَّعَ سَفُوت، شِدَادًا: شَدِيدًا وَ شَدِيدَةً صفت مشبہ کی جمع، مضبوط و مستحکم، شَدَّ الشَّيْءُ (ض) شَدَّةً: سخت ہونا، مضبوط ہونا۔ سَبَّعَ اجَا، چراغ، مجازاً اس کا استعمال سورج اور ہر روشن چیز کے لئے بھی ہوتا ہے جمعہ سُرُج۔ یہاں سورج مراد ہے۔ وَهَاجًا، (روشن) صفت مشبہ، وقد يُقْصَدُ به المبالغة (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) وَهَجَ الشَّمْسُ (ض) وَهَجًا: آفتاب روشن ہونا۔ اَنْزَلْنَا، (افعال) ماضی جمع متکلم، اَنْزَلَ الشَّيْءَ اِنْزَالًا: اتارنا، نَزَلَ (ض) نَزُولًا: اترنا۔ الْمُعْصِرَاتِ، الْمُعْصِرَةُ کی جمع (لفظی) معنی ہے نچوڑنے والیاں یعنی بارش برسانے والے بادل) باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث، اور مجرد میں ہے عَصَرَ الشَّيْءَ (ض) عَصَرًا: نچوڑنا۔ (مزید تحقیق اختیاری مطالعہ میں) ماء، اسم جامد پانی، جمعہ مِیَاة، وَاَمْوَاءَ۔ (در اصل مَوَّۃ تھا، قاعدہ نمبر ۷ سے تعلیل ہوئی پھر آخر کی ہاء کو ہمزہ سے بدل دیا) تَصْغِيرُ مَوْنَةٍ نسبت کے لیے مائِج و مایِج و مَیَّجًا، اسم مبالغہ (موسلا دھار برسنے والا) ثَجَّ الْمَاءُ (ض) ثَجُّوجًا: پانی کا بہنا، ثَجَّ الْمَاءُ (ن) بہانا۔ (لازم و متعدی) تُخْرِجُ (افعال) مضارع جمع متکلم اُخْرِجَ الشَّيْءَ اُخْرَاجًا: نکالنا، تُخْرِجُ (ن) خُرُوجًا: نکلنا۔

حَبًّا اسم جامد دانہ، غلہ، جمعہ حُبُوب (ایک دانہ کے لئے حَبَّة استعمال ہوتا ہے) بِنَاتًا، گھاس، سبزی، جمع نباتات نبت الزَّرْعُ (ن) تَبَّتْ وَنَبَاتًا: اُگنا، جَدَّتْ، جَنَّةٌ کی جمع، باغ (جَنُّ کے مادہ میں سَثْر کے معنی پائے جاتے ہیں و مِنْهُ الْجَنُّ وَالْجَنُونَ) اَلْفَافًا (گنجان) قیل لا واحد له (۲) لَفٌّ کی جمع ہے جیسے سِرِّ کی جمع اَسْرَار یا لَفِيف کی جمع ہے (بمعنی ملفوف) جیسے شریف کی جمع اَشْرَاف (کَلٌّ مِنْ رُوحِ الْمَعَانِي) لَفٌّ (ن) لَفًّا: گنجان ہونا۔

**ترکیب** اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا... ہمزہ حرف استفہام برائے انکار نفی (وانکار النفی اثبات آئی جَعَلْنَا الْاَرْضَ مِهْدًا و الاستفہام للتقریر (آئی حَمَلُ الْمُخَاطَبِ عَلَى الْاِقْرَارِ) تفسیر مظہری) ۱۔

لَمْ نَجْعَلِ فعل، ضمیر نحن مستتر فاعل الْاَرْضُ مفعول بہ اول مِهْدًا مفعول بہ ثانی (اگر جَعَلَ بجائے صَيَّر کے بمعنی خَلَق ہو تو اب متعدی بدو مفعول نہ ہوگا بلکہ مِهْدًا حال ہوگا الْاَرْضُ سے، اور اب ترجمہ دوسرا ہوگا) وَالْجِبَالُ اَوْثَادًا، الْاَرْضُ مِهْدًا، پر عطف ہے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، بعد کی چند آیتیں یعنی وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا وَانْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا، معطوفات، (وخلقناکم اَزْوَاجًا میں اَزْوَاجًا حال ہے کم ضمیر مفعول بہ سے اور اَزْوَاجًا بمعنی مُتَجَانِسِينَ ہے یا بمعنی مُزْدَوِجِينَ ذَكَرًا وَاُنْثٰی۔ اور وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا میں، نَوْمَكُمْ، مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ اول، اور سُبَاتًا، مفعول بہ ثانی،

۱۔ بَنَيْنَا میں رَفَعْنَا کے معنی کی تضمین ہے۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۲۔ استفہام انکاری و ابطالی و غیرہ کی تعریف صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔



اسی طرح وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا میں الَّيْلَ مفعول بہ اول، لِبَاسًا مفعول بہ ثانی، اسی طرح وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا میں النَّهَارَ مفعول بہ اول، مَعَاشًا مفعول بہ ثانی اور وَبَدَّلْنَا فَوْقَكُمْ آخًا میں فَوْقَكُمْ مفعول فیہ (و تقدیم الظرف علی المفعول للتشویق الیہ مع رعایۃ الفواصل) اور سَبَّحًا بشداً مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ، اور وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا میں سِرَاجًا وَهَّاجًا مرکب توصیفی ہو کر جَعَلْنَا بمعنی خَلَقْنَا کا مفعول بہ ۱ اور أَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَبَّاجًا میں مِنَ الْمُعْصِرَاتِ متعلق أَنْزَلْنَا کے اور مَاءً ثَبَّاجًا مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ، اور لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا میں لِنُخْرِجَ کے بعد آن مقدر ہے اور جملہ بتاویل مفرد مجرور ہے اور جار مجرور متعلق ہے أَنْزَلْنَا کے بہ متعلق لِنُخْرِجَ کے، حَبًّا وَنَبَاتًا و جَنَّتِ الْفَافَا باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بہ نُخْرِجَ کا، اور الْفَافَا صفت ہے جَنَّتِ کی، (ای بَسَاتِینَ مُلْتَفَّةً) الغرض معطوف علیہ اول یعنی الْم نجعل الارض اپنے جملہ معطوفات سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا (ان سب جملوں کا کوئی محل اعراب نہیں ہے) (استیناف مسوق لیتحقیق النبا ببعض الشواہد)

**اھم قاعدہ:** الْم نجعل الارض مہاداً والجبال اوتاداً میں الجبال کا الارض پر عطف ہے اور اوتاداً کا مہاداً پر، اور حرف عطف صرف ایک لایا گیا ہے چنانچہ قاعدہ یہ ہے کہ ایک حرف عطف کے ذریعہ ایک عامل کے دو معمولوں پر عطف کرنا جائز ہے۔ منہی الملیب ص: ۲۸۶ ج ۲۔

**البلاغہ:** قولہ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وجہ الشبہ السکر لان کلاً من اللباس واللیل یسکر الملبس بہ۔ اس آیت میں تشبیہ بلغ ہے، تفصیل درحاشیہ ۱

### اختیاری مطالعہ

جَعَلَ کے تین استعمال ہیں (۱) افعال قلوب میں سے ہو، (۲) افعال شروع میں سے ہو، (۳) جَعَلَ بمعنی خَلَقَ و أَوْجَدَ ہو، جو جَعَلَ افعال قلوب میں سے ہو وہ دو معنی کے لیے آتا ہے: (۱) برائے رجحان: جیسے قول باری تعالیٰ: وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ آدَامًا۔ جَعَلُوا یہاں بمعنی اعتقدوا ہے، یہ جَعَلَ مبتدا و خبر کو نصب دیتا ہے جو اس کے دو مفعول بہ ہوتے ہیں (۲) برائے

۱ یہ بھی درست ہے کہ مفعول بہ اول محذوف مانا جائے اور جَعَلْنَا بمعنی صَيَّرْنَا ہو ای جَعَلْنَا الشَّمْسَ سِرَاجًا وَهَّاجًا۔  
 ۲ تشبیہ کہتے ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی وصف میں کسی غرض کے لئے اداتہ تشبیہ کے ذریعہ لاحق کرنا، جس کو لاحق کریں اس کو مشبہ کہتے ہیں اور جس کے ساتھ لاحق کریں اس کو مشبہ بہ کہتے ہیں جیسے زید کا لاسد اس میں زید مشبہ ہے اور لاسد (شیر) مشبہ بہ، اور وجہ شبہ یعنی وہ وصف جو دونوں میں مشترک ہے وہ شجاعت ہے اور اداتہ تشبیہ کاف ہے، اگر اداتہ تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دیا جائے جیسے زید لاسد تو اس کو تشبیہ بلغ کہتے ہیں کیونکہ اس تشبیہ میں بلاغت زیادہ ہے، وجعلنا اللیل لباساً میں کاف حرف تشبیہ اور فی المشرق (وجہ تشبیہ) دونوں کو حذف کر دیا، تشبیہ کے لئے عموماً کاف اور کان استعمال ہوتے ہیں جبکہ کان کی خبر اسم جامد ہو، اور اگر کان کی خبر فعل، ظرف، جار مجرور یا اسم مشتق ہو تو کان تک کے لئے ہوگا، جیسے کانک فاهم (شاید کہ تو کھمدار ہے) حرف تشبیہ اور بھی ہیں مثلاً مثل شبنہ، نحی ممانلہ، مشابہہ وغیرہ، کبھی فعل بھی تشبیہ کا معنی دیتا ہے، جیسے واذا رأیتہم حسبہم لولوا منشوراً (جب تو ان غلامان جنت کو دیکھے گا تو تو انہیں بکھرے ہوئے موتی خیال کرے گا)



تصیر یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تحویل جیسے: فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا یہ بھی متعدی بد و مفعول ہوگا اور جو جَعَلَ افعال شروع میں سے ہو وہ کاذب کی طرح عمل کرتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر اُن کے ہوتی ہے اور یہ نہ متعدی ہوتا ہے اور نہ دو مفعولوں کا تقاضا کرتا ہے جیسے: جَعَلَ زَيْدٌ يَقُولُ (زید کہنے لگا) اور جب جَعَلَ بمعنی خلق واو جَدَّ ہو اس وقت متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے: وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ (المعجم)

**تحقیق مفید** قولہ معاشا: امام راغب فرماتے ہیں کہ عیش اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوان کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حیات سے اخس ہے کیوں کہ حیات کا استعمال حیوان، باری تعالیٰ اور ملائکہ سب کے لیے ہوتا ہے (لغات القرآن) قولہ من المعصرات: اِعْصَارٌ میں ہمزہ حینوت کا ہے اور حین کے معنی وقت کے ہیں یعنی فاعل کا ماخذ کے وقت کو پہنچنا، لہذا معنی ہوئے نچڑنے کے وقت کو پہنچنا، (روح) بالفاظ دیگر نچڑنے کے قریب ہونا، اور نچڑنے کے قریب وہی ہوگا جو پانی سے بھرا ہوا ہو لہذا ترجمہ کر دیا گیا ”پانی بھرے بادلوں سے“ وفی بیان القرآن المعصرات من اِعْصَرَاتِ الْبَحَارِ اِذَا دُنَّتْ اَنْ تَحِيضَ یعنی وہ عورت جس کا حیض کا زمانہ قریب آگیا ہو سَمِيَتْ السَّحَابُ بِذَلِكَ بمعنی حَانَ اَنْ تَغِيضَ۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتْ

بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے • یعنی جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گردہ گردہ ہو کر آؤ گے • اور آسمان کھل جائے گا

السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝

پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے • اور پہاڑ ہٹا دیے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے •

**تشریح** ماقبل میں دلائل قدرت اور قیامت کے ممکن ہونے کا بیان تھا، اب یہاں سے وقوع قیامت اور اس کے احوال کا ذکر ہے، یعنی قیامت صرف ممکن ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہوگی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ”اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝“ بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کو ہم نے بیکار پیدا نہیں کیا کہ یوں ہی اس کو چھوڑ دیا جائے گا بلکہ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کا ایک وقت معین ہے جس کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اور جس میں تقدیم و تاخیر نہ ہوگی، ”يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝“ یہ یوم الفصل سے بدل ہے، یعنی وہ دن وہ ہے جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گردہ گردہ ہو کر آؤ گے۔ صور کو اردو میں زنگھا کہتے ہیں، یعنی سینک کے مانند ایک چیز جس کو پھونک مار کر بجایا جائے یعنی اس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے تو پہلی مرتبہ پھونک مارنے سے جس کو نفع اولیٰ کہتے ہیں سارا عالم فنا ہو جائے گا، اور پھر چالیس سال بعد جب دوسری مرتبہ پھونک ماریں گے جس کو نفع ثانیہ کہتے ہیں سب زندہ ہو جائیں گے، یہاں اسی نفع ثانیہ کا ذکر ہے کہ جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی اس میں پھونک ماری جائے گی تو سب لوگ رب العظیم کی بارگاہ میں یعنی میدان محشر میں جمع ہو جائیں گے اور سب لوگ گردہ گردہ یعنی جماعت جماعت بن کر



آئیں گے، یعنی ہر امت جدا، پھر مومن جدا اور کافر جدا، نیک لوگ جدا اور گناہگار جدا<sup>۱</sup> اور اتنا بڑا ہجوم ہوگا کہ دنیا کے اندر آنکھوں نے کبھی اتنا بڑا مجمع نہ دیکھا ہوگا، اللہ اکبر اس کے تصور سے دل کانپ اٹھتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، پھر اس سے آگے بڑھ کر یہ ہوگا کہ ”وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا“ اور آسمان کھل جائے گا پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے، مطلب یہ ہے کہ آسمان جسے آج تک کسی نے نہ کھلتے دیکھا نہ بند ہوتے دیکھا مگر اس روز اتنا زیادہ کھل جائے گا اور پھٹ جائے گا جیسے بہت سے دروازے کھل کر بہت سی جگہ کھلی ہوتی ہے اور یہ کھلنا نزول ملائکہ کے لیے ہوگا۔ (بیان القرآن)

**سوال:** ابھی آسمان کھلا نہیں بلکہ آئندہ کھلے گا تو پھر فُتِحَتِ ماضی کا صیغہ کیوں لایا گیا؟ جواب یہ ہے کہ آسمان کا کھلنا چوں کہ تحقیقی و یقینی بات ہے اور ماضی تحقق و وقوع پر دلالت کرتی ہے اس لیے ماضی کا صیغہ لایا گیا اور ترجمہ مستقبل ہی کا کیا جائے گا۔

**فائدہ:** فَكَانَتْ أَبْوَابًا ای ذابواب آسمان میں چوں کہ بکثرت دروازے ہو جائیں گے اس لیے بطور مبالغہ آسمان ہی کو ابواب قرار دے دیا گیا اور یہ کلام حقیقت پر محمول نہیں کہ یہ مطلب ہو کہ اسی دن آسمان میں دروازے بنیں گے بلکہ تشبیہ پر محمول ہے کہ گویا آسمان کھل جانے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوگا جیسے بہت سے دروازے بن گئے ہوں۔ لہذا اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ دروازے تو آسمان میں اب بھی ہیں پھر اس دن دروازے ہونے کے کیا معنی۔

”وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا“ اور پہاڑ ہٹا دیئے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے یعنی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے اور چلا دیئے جائیں گے، سو وہ نہایت مضبوط و مستحکم ہونے کے باوجود ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، سَرَاب اسم جامد ہے بمعنی چمکدار ریت یعنی جو گرمی کی شدت سے دوپہر کے وقت چمکتا ہو، یہاں مجازاً مقید بول کر مطلق مراد ہے یعنی چمکدار ریت بولکر مطلق ریت مراد ہے (بیان القرآن حاشیہ) لہذا جب ایسے ایسے احوال اور ہولناکیاں سامنے آنے والی ہیں تو اس بات کا یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک فیصلہ کا دن آنے والا ہے۔

### اختیاری مطالعہ

**تحقیق مضامین** یہاں جن واقعات کا ذکر ہے مثلاً لوگوں کا گروہ گروہ بن کر میدان قیامت میں آنا، اور آسمان کا کھلنا تو یہ نفعِ ثانیہ کے وقت ہوگا اور اس وقت آسمان کا پھٹنا صرف کھلنے کے طور پر ہوگا اور یہ حساب و کتاب شروع ہونے کا وقت ہوگا یہ وہ پھٹنا نہیں جو نفعِ اولیٰ کے وقت اس کو فنا کرنے کے لیے ہوگا، کیوں کہ نزولِ غمام یعنی بدلی کا اترنا جس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی بعد نفعِ ثانیہ کے ہے جس وقت سب زمین و آسمان دوبارہ درست ہو چکے ہوں گے، اور رہا پہاڑ کا چلنا اور ہٹنا تو یہاں بھی اور جہاں جہاں بھی اس کا ذکر آیا ہے اس میں دونوں احتمال ہیں یا تو نفعِ ثانیہ کے بعد کہ اگرچہ نفعِ اولیٰ سے سب چیزیں فنا ہو گئی تھیں مگر نفعِ ثانیہ کے بعد کل عالم اپنی ہیئت پر عود کر آئے گا لہذا پہاڑ بھی دوبارہ اپنی ہیئت پر آ جائیں گے تو اب جب حساب کا وقت آئے گا تو پہاڑوں کو ہٹا کر زمین کے برابر کر دیا جائے گا

۱۔ صور کی شکل و صورت کیسی ہوگی اور اس میں پھونک کس طرح ماری جائے گی اس کی حقیقت تو اللہ ہی جانتے ہیں اور ان تمام احوال سے واقف ہونا کوئی ضروری بھی نہیں ہے۔



تاکہ زمین پر کوئی آڑ پہاڑ نہ رہے سب ایک ہی میدان میں نظر آئیں، دوسرا احتمال یہ ہے کہ پہاڑ کا ہٹنا نفع اولیٰ کے وقت ہوگا جس سے خود فنا کرنا مقصود بالذات ہوگا۔ واللہ اعلم (بیان القرآن پارہ ۱۹، آیت: ۳۰)

**لغات** یَوْمَ، دن جمع ایام، الْفَضْل، بمعنی فیصلہ، مصدر، فَصَلَ الشَّيْءَ (ض) فَضْلًا جھکڑوں کا فیصلہ کرنا، كَانَ، فعل ناقص واحد مذکر غائب، كَانَ الشَّيْءُ (ن) كَوْنًا وَكَيْنُونَةً: وجود میں آنا، ہونا، واقع ہونا، مِيقَاتًا، بروزن اسم آلہ، مگر یہاں برائے ظرف زمان ہے (کسی کام کا معین وقت) جمع مَوَاقِيت، وَقْتُ (ض) وَقْتُ: کسی کام کا مقررہ وقت پر کرنا۔ يُنْفَعُ (ن) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، نَفَعَ (ن) نَفْعًا: منہ سے پھونک مارنا۔

الصُّور، تربتی ہیئت کی مجوف شے جس میں حضرت اسرافیل پھونک ماریں گے، صور کو اردو میں نرسنگھا کہتے ہیں۔ جمع أَصْوَارٌ۔ تَأْتُونَ (ض) مضارع جمع مذکر حاضر، آئی، (ض) إِثْبَانًا وَآثِيًا: آنا آفواجًا، فَوْج کی جمع، (گروہ، جماعت) جمع الجمع أَفَاجٍ وَأَفَاجِيْجٌ۔ فُتِحَتْ (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، فَتَحَ (ف) فَتْحًا: کھولنا۔ السَّمَاءِ آسَمَانٌ، جمع سَمَوَاتٍ۔ (در اصل سَمَاوَتُہَا، الف ساکنہ کے بعد واو کنارہ میں واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل گئی) أَبْوَابًا، باب کی جمع، دروازہ۔ سَيِّئَاتٍ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بمعنی چلانا، اور سَارَ (ض) سَيِّئًا: چلنا۔ الْجِبَالُ، الْجَبَلُ کی جمع، پہاڑ۔ سَرَّابًا، اسم جامد بمعنی چمکدار ریت (یعنی جو گرمی کی شدت سے دوپہر کے وقت چمکتا ہو) مطلق ریت مراد ہے (بیان القرآن)۔

البلاغۃ: قوله فُتِحَتْ، ماضی کا صیغہ تحقق پر دلالت کرنے کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے۔ (باقی تفصیل حاشیہ ۱ میں)

**ترکیب** اِنَّ يَوْمَ الْفَضْلِ كَانَ مِيقَاتًا..... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، يَوْمَ الْفَضْلِ مرکب اضافی ہو کر اِنَّ کا اسم، كَانَ مِيقَاتًا، جملہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، (فی محل رفع) يَوْمَ يُنْفَعُ فِي الصُّورِ فَتَاتُونَ أَفَاجًا..... (يَوْمَ الْفَضْلِ سے بدل ہے مگر پہلے ضمنی ترکیب ملاحظہ فرمائیں۔ يَوْمَ مضاف يُنْفَعُ فعل مجہول، فی الصور جار مجرور ینفَعُ کے لئے بمنزلہ نائب فاعل (والنافع اسرافیل) فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف علیہ، (فی محل جر) فاعاطفہ، تَأْتُونَ

۱۔ سراب کے لفظی معنی ذہاب یعنی چلے جانے کے ہیں جنک کا وہ ریت جو دور سے چمکتا ہو پانی کی طرح نظر آتا ہے اسکو بھی اسی مناسبت سے سراب کہتے ہیں۔ کہ وہ قریب پہنچتے ہی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے والیراؤ ہنسنا صارت الجبال شیئا لا حقیقۃ لہا التفتتہا جزانہا (مقہری)

۲۔ نکتہ: کبھی کلام کو ظاہر کے تقاضے کے برخلاف استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مئی کے وقوع اور تحقق کو یقینی طور سے بتلانے کے لئے بجائے مضارع کے ماضی کو استعمال کرتے ہیں اور کبھی نیک فالی کی غرض سے بجائے مضارع کے ماضی استعمال کرتے ہیں، جیسے اِنْ شَفَاكَ اللّٰهُ الْيَوْمَ تَذْهَبُ مَعِيَ غَدًا (اگر اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو شفا دیدی تو آپ کل میرے ساتھ چلیں گے، دیکھئے یہاں شفی کے بجائے شفا کو استعمال ہوا، اور مقصد نیک فال لینا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے شفا دے ہی دی، اور کبھی ماضی کی جگہ مضارع کو استعمال کرتے ہیں، کبھی اس غرض سے کہ سامع کے ذہن میں کسی عجیب و غریب منظر کی تصویر کشی اور عکاسی کرنا ہوتی ہے، جیسے واللّٰہ الذی ارسل الریاح فتشیرو سحابنا، ائی فائنا رشتہ (اور اللہ ایسا ہے جس نے ہوائیں چلائیں، پھر وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو) اور کبھی ماضی کی جگہ مضارع لانے کی غرض اوقات ماضیہ میں استمرار کو بتلانا ہوتی ہے، جیسے اللہ کا قول لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ (اگر وہ رسول بہت سی باتوں میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مصرت پہنچے)

اَفْوَا جَا جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، (فی محل جر) (اور اَفْوَا جَا حال ہے تائون کی ضمیر فاعل سے، بمعنی مُقْتَحِدِینِ، اِقْتِحَامِ (افتعال) ہجوم کرنا) وَفُتِحَتْ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ..... واو، عاطفہ فُتِحَتْ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا باہم معطوف و معطوف علیہ جملہ ہو کر پھر معطوف علیہ معطوف (فی محل جر) (کانَتْ کے اندر ضمیر اسم، اور ابواب خبر، اور ابواب کا حمل مبالغہ ہے یا پھر تقدیر عبارت ذال ابواب ہے اور فکانت کا فاعلیہ ہے) وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ..... واو عاطفہ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا معطوف و معطوف علیہ ہو کر پھر ماقبل کے لئے معطوف، تمام معطوفات باہم مل ملا کر يُنْفَخُ پر عطف اور وہ یَوْمَ کا مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی یَوْمَ الفصل سے بدل ہے اور وہ اسمِ اِن، اِن حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (جلائین میں ہے اِنَّہ کلامُ مستانف و واقع فی جوابِ سوالِ مقدّر تقدیرہ ما وقت البعث فقال ان ذیوم الفصل الخ و انکذہ بان لتردد الکفار فیہ (جلائین حاشیہ)

**فائدہ** فاکہ چند قسمیں حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### اختیاری مطالعہ

**تحقیق مفید** قولہ: وفتح السماء الخ وہ سماء جوزین کا مقابل ہے مؤنث ہے وقد ید کرو يستعمل للواحد و الجمع لقوله تعالى ثم استوی الى السماء ففسوھن، وقال السماء منفطربة اور وہ سماء جس کے معنی بارش کے ہیں مذکر ہے، جمع اسمیۃ (الجمع)

**تحقیق مفید** یوم ینفخ فی الصور میں فی الصور جار مجرور کو نائب فاعل بنایا گیا تو یاد رکھئے کہ کبھی جار مجرور نائب فاعل بن جاتا ہے، لیکن اب متعلق نہیں کیا جائے گا اسی طرح جار مجرور کبھی فاعل بھی بنتا ہے جیسے: کفی باللہ میں باللہ۔ ما اصاب من مصیبة. میں من مصیبة.

اِنَّ جَهَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا ۝۱۱ لِّلطَّاغِیْنَ مَابًا ۝۱۲ لَّبِیْثِیْنَ فِیْہَا اَحْقَابًا ۝۱۳ لَا یَذُوْقُوْنَ

بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے • سرکشوں کا ٹھکانا • جس میں وہ بے انتہاء زمانوں رہیں گے • اس میں نہ وہ کسی

فِیْہَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝۱۴ اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا ۝۱۵

ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا • بجز گرم پانی اور پیپ کے •

۱۔ قولہ فتانوں، یہ فامیر بھی ہو سکتا ہے آئی فتاحیون فتبعثون میں قبور کم فتاتون اَفْوَا جَا (روح المعانی)

فائدہ: فاکہ تین قسمیں ہیں (۱) فاعلفہ (۲) فارابطہ (۳) فاکہ۔

فاء عاطفہ: تین چیزوں کا فاکہ دیتی ہے، نمبر ایک ترتیب کا، ترتیب معنوی ہو جیسے قام زید فعمرو یا ترتیب ذکر کی ہو اور وہ مفصل کا مجمل پر عطف کرنا ہے جیسے تَوْضًا فغسل وجهہ ویدیہ و مسح رأسہ ورجلیہ نمبر دو تعقیب کا فاکہ دیتی ہے یعنی فاء کے مابعد کا تحقق ماقبل کے بعد محصل ہے جیسے دَخَلْتُ البصرۃ فبغداد اور ہر چیز میں تعقیب اسی کے اعتبار سے ہوگی لہذا تزوج زید فاولدہ میں فاعلیہ ہے نمبر تین فامیریت کا فاکہ دیتی ہے وذلک غالب فی العاطفۃ جملۃ اوصافہ جیسے "فتلقی آدم من ربہ کلمات فتات علیہ" لا کلون من شجر من زقوم فمالتون منها البطون فشاربون علیہ من الحمیم وقد تجیشی فی ذلک لمجرد الترتیب جیسے فراغ غالی اہلہ فجاء بعجل سمین ففترت الیہم فاء رابطہ نان تکرر رابطۃ تلجواب، یعنی جو شرط کے جواب میں ہو، خواہ جواب جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ

فاء زائدہ: کبھی فاء زائدہ ہوتی ہے آئی دخولہا فی الکلام کخروجہا جیسے اَخْرَجْتُ قَوْجَدَ۔ (کبھی اسمیہ فاعلیہ، فعی، اور تفریحی بھی ہوتی ہے)



**تشریح** ماقبل میں یوم الفصل کا ذکر تھا اب یہاں سے اس یوم الفصل میں جو فیصلہ ہوگا اس کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝“ بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے مرصاد بروزن مفعول اسم ظرف مکان ہے بمعنی ”گھات کی جگہ“ یعنی جہنم کے پل پر جو عذاب کے فرشتے مقرر ہیں وہ انتظار اور گھات میں ہیں کہ کافر آویں تو ان کو پکڑتے ہی عذاب دینے لگیں ۱۔ ”لِلطَّاغِثِينَ مَأْتَابًا ۝“ سرکشوں کا ٹھکانا (لِلطَّاغِثِينَ، مَأْتَابًا، کا متعلق مقدم ہے اور مَأْتَابًا، کائنات کی خبر ثانی ہے، مطلب یہ ہے کہ دوزخ گھات کی جگہ ہے اور سرکشوں کا ٹھکانا ہے، طاغی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سرکش اور نافرمانی میں حد سے گذر جائے اور یہ جہی ہو سکتا ہے جب کہ وہ ایمان سے نکل جائے اس لیے طاغین سے مراد یہاں کفار ہوں گے (معارف) ”لَبِثْتُمْ فِيهَا أَخْقَابًا ۝“ جس میں وہ بے انتہا زمانوں رہیں گے (لابثین الخ حال ہے ماقبل الطاغین کی ضمیر سے، اور أَحْقَابًا، حُقُبٌ وَحُقُبٌ کی جمع ہے جس کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں یعنی ایک حقب چالیس سال کا ہوتا ہے، بعض نے کہا ستر سال کا، بعض نے کہا اسی سال کا، بعض نے کہا ستر ہزار سال کا، بعض نے کہا کہ حُقُبٌ زمان غیر محدود کو کہتے ہیں یعنی بے انتہا زمانہ کو (روح) مطلب یہ ہے کہ زمانوں پر زمانے گزرتے چلے جائیں گے، مگر ان کافروں، سرکشوں کی مصیبت کا کبھی خاتمہ نہ ہوگا، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔

**اعتراض:** حُقُب کی مقدار ستر سال ہو یا اسی یا کم و بیش اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت طویلہ کے بعد کفار جہنم سے نکل جائیں گے حالاں کہ یہ قرآن کی دوسری واضح آیتوں کے خلاف ہے مثلاً قرآن میں ہے خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا، وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ۔

**جواب:** بہت سے محققین و مفسرین نے حُقُب کے معنی زمان غیر محدود مراد لیے ہیں یعنی ایسا زمانہ جس کی کوئی حد اور انتہا نہ ہو، لہذا آیت کے اندر کفار کے جہنم سے نکلنے اور عدم خلود پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ نیز أَحْقَابًا کو جمع کے ساتھ استعمال کرنے سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ عذاب جہنم کفار کے لیے شروع ہو کر پھر کبھی ختم نہ ہوگا۔

”لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَاقًا ۝“ اس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا بجز گرم پانی اور پیپ کے (بَرْدًا کے معنی ہے ٹھنڈک یعنی ایسی چیز جس سے کلیجے کو ٹھنڈک و راحت میسر ہو، لہذا اس سے زمہریر کی نفی نہیں ہوتی یعنی جہنم کا وہ حصہ جس میں بہت سرد ہواؤں کے ذریعہ ٹھنڈک اور جاڑے کا عذاب دیا جاتا ہے ۲۔ اور شراب بمعنی مشروب ہے یعنی پینے کی چیز، مطلب یہ ہے کہ جہنم کے

۱۔ جہنم کے پل پر ثواب کے فرشتے بھی انتظار کرتے ہیں اور وہ اہل جنت کو ان کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں، اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ دوزخ سب لوگوں کی گزرگاہ ہوگی جیسا کہ دوسری آیت ہے وَإِنْ مِنْكُمْ آلَاءٌ وَارِثُونَ۔

۲۔ ابزار کے بارے میں فرمایا گیا مَتَّكِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمًا وَلَا زَهْرًا (ترجمہ نیک لوگ جنت میں مسروں پر تکیے لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش پائیں گے اور نہ جاڑا)

اندر جہنمیوں کو پینے کی ایسی کوئی خوشگوار چیز نہیں ملے گی جو پیاس بجھائے ہاں حمیم و غساق پینا پڑے گا۔ حمیم کے معنی ہے کھولتا ہوا گرم پانی جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو، اور غساق کے معنی ہے جہنمی لوگوں کے بدن سے بہنے والا خون پیپ، حال یہ ہوگا کہ حمیم کے بے انتہا گرم اور غساق کے نہایت بدبودار ہونے کی وجہ سے جہنمی لوگ اس کو پینا نہیں چاہیں گے مگر فرشتے لوہے کے گرز سر پر مار مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے، جس وقت اس گرم پانی کو منہ کے قریب کریں گے تو شدت حرارت سے دماغ تک کی کھال اتر کر نیچے لٹک پڑے گی، پھر وہ منہ میں پہنچ کر گلے میں پھنسے گا، بڑی مصیبت و کراہت سے ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتارے گا۔ اور جوں ہی وہ پیٹ میں پہنچے گا تو آنتیں کٹ کر استنجے کی راہ سے باہر آ جائیں گی، کمافی قولہ تعالیٰ: وَسُقُوا مَاءَ حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ۔

**جَہَنَّمَ** دوزخ کے ایک طبقہ کا نام بر بنائے علمیت و تانیث غیر منصرف ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ دراصل فارسی لفظ تھا یعنی جہننا م معرب کر لیا گیا۔ (بجم) (ابن جریج سے مروی ہے کہ دوزخ کے سات طبقے ہیں، جہنم، لطی، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم، ہاویہ) مِرْصَادًا اسم ظرف مکان، گھات کی جگہ، مِفْعَال کا وزن جس طرح اسم آلہ کے لئے آتا ہے اسی طرح اسم ظرف کے لئے بھی آتا ہے جیسے مِضْمَارٌ (وہ جگہ جہاں گھوڑوں کو دوڑ کے لئے سداھا جائے) رَضَدًا (ن) رَضَدًا وَرَضَدًا: گھات میں بیٹھنا۔ الطَّغْيَانُ (ف) اسم فاعل جمع مذکر الطَّغَاغِي کی جمع (سرکش) طَغَى يَطْغَى (ف) طَغْيًا وَطَغْيَانًا: ظلم اور گناہوں میں حد سے بڑھ جانا۔ مَأْتًا اسم ظرف، لوٹنے کی جگہ یعنی ٹھکانا، جمع مَأْوِبٌ دراصل مَأْوِبٌ ہے، واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی اور چونکہ واؤ دراصل متحرک تھا اور ماقبل اب مفتوح ہے اس لئے واؤ کو الف سے بدل دیا، آب (ن) اَوْتًا وَمَأْتًا وَاِيَابًا: لوٹنا، (مہموز الفاء واجوف واوی ہے) اَلْيَدَيْنِ (س) اسم فاعل جمع مذکر، لَيْثٌ (س) لَيْثًا وَلَيْثًا: ٹھہرنا، (فیہا کی ضمیر کا مرجع جہنم ہے اور وہ مؤنث سماعی ہے) اَحْقَابًا خُفَّتْ (بضم تین) وَخُفَّتْ کی جمع، بے انتہاء زمانے (بیان القرآن) لَا يَذُوقُونَ وہ نہیں چکھیں گے، (ن) مَضَارِعُ منفی جمع مذکر غائب، ذَاقَ (ن) ذَاقًا، وَمَذَاقًا: چکھنا۔ بَرَدًا اسم بمعنی ٹھنڈک، مراد راحت (بیان القرآن) لَا شَرَابًا میں لا زائدہ ہے، حروف زیادت آٹھ ہیں: یعنی جن کو کلام کے اندر زینت کے لئے لایا جاتا ہے، وہ یہ ہیں اِنْ اَنْ مَا لَا مِنْ ك ب ل و ص ح ر ہ کہ لا تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) واؤ عاطفہ کے بعد، جب کہ وہ نفی کے بعد آیا ہو جیسے آیت مذکورہ میں، (۲) اَنْ مصدر یہ کے بعد جیسے مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَا اَمْ رَئَيْتَ (۳) قسم سے پہلے جیسے لَا اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ مزید تفصیل اختیاری مطالعہ میں شَرَابًا بمعنی مشروب، پینے کی چیز، شربت، شراب وغیرہ، جمع اَشْرِبَتہ، شَرِبَ (س) شَرِبْنَا وَمَشَرَبْنَا: پینا۔ اِلَّا چند معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے استثناء (۲) برائے حصر، جب کہ نفی کے بعد استثناء ہو، اور اس کے بعد اعراب حسب استعمال ہوتا ہے، (۳) اسمیہ بمعنی غیر جب کہ موصوف جمع منکر ہو یا مشابہ جمع منکر ہو جیسے لَوْ كَانَ فِیْہِمَا

لَ قَوْلُهُ مِرْصَادًا، جازاؤ یكون صیغۃ مبالغۃ، ای ہی راصدۃ للکافرین بمعنی خطر، گھاتی (روح المعانی، قاسم)

بَرَدٌ (ن) بَرَدًا وَبَرَدٌ (ک) بَرَدٌ ٹھنڈا ہوتا۔



آلہ الا اللہ لفسدتا اور مشابہ جمع منکر کی مثال میں معنی اللیب کے اندر ص ۷۲ پر ایک شعر مذکور ہے اس میں لفظ الاصوات کو پیش کیا ہے وقال فان تعریف "الاصوات" تعریف الجنس (۴) ان اور لا سے مرکب جب کہ اس کے بعد فعل مضارع مجزوم ہو جیسے لا تنصروه فقد نصره اللہ (المعجم المفصل) معنی اللیب میں ہے کہ لا کو فیوں کے یہاں حرف عطف ہے بمنزلہ لا کے اور بعض کے یہاں الا زائدہ بھی ہوتا ہے۔ حیثاً، صفت مشبہ (قاموس القرآن) کھولتا ہوا گرم پانی، جمع حَمَامٍ، حَمَّ الماء ونحوہ (ن) حَمًا: پانی وغیرہ گرم کرنا حَمَّ الماء ونحوہ، (س) حَمَمًا: پانی وغیرہ گرم ہونا۔ غَسَاقًا اسم بمعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا پیپ۔ وقیل الحمیم بحرق بحرہ والغساق یحرق ببردہ۔

**ترکیب** اِنْ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِلطَّاغِيْنَ مَا بَا لَا يَبْلِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا... اِنْ حرف مشبہ بالفعل جَهَنَّمَ اسم اِنْ، كَانَتْ فعل ناقص ضمیر مستتر اس کا اسم، مِرْصَادًا خبر اول، لِلطَّاغِيْنَ متعلق مقدم ما بَا کے اور وہ كَانَتْ کی خبر ثانی (روح المعانی) لَا يَبْلِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا، الطَّاغِيْنَ کی ضمیر سے حال مقتدرہ (فِيْهَا متعلق لابشین کے اور اَحْقَابًا ظرف لابشین کا) فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، (فی محل رفع) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا، (لا محل لها) (کلام مستانف مَسْئُوْلٌ لِلشَّرْعِ فِي وصف احوال جہنم) لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَغَسَاقًا..... لَا يَذُوْقُوْنَ فعل، واو ضمیر فاعل فِيْهَا متعلق بَرْدًا وَلَا شَرَابًا مرکب عطفی مفعول بہ، (اور لا اس کے اندر زائدہ ہے برائے تاکید) اِلَّا اِدَاة حصر لہ حَمِيْمًا وَغَسَاقًا، معطوف و معطوف علیہ ہو کر شرابا سے بدل یا مستثنیٰ منقطع، پھر یہ مکمل جملہ، جملہ مستانفہ۔ (جلائین، روح المعانی) ۱۔

۱۔ **قوله لِلطَّاغِيْنَ** کائنات کے متعلق ہو کر ما بَا سے حال بھی ہو سکتا ہے وقتہ لکونہ ذکرۃ نیز کائنات کے متعلق ہو کر مِرْصَادًا کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور مِرْصَادًا کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ **نکتہ:** حصر کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی مخصوص طریقے سے منحصر کرنا، جیسے ما فہم الا زیدہ (صرف زید ہی سمجھا) اس مثال میں ایک مخصوص طریقہ یعنی ما اور الا کے ذریعہ تصر کیا گیا ہے تصر کی دو قسمیں ہیں، (۱) تصر حقیقی (۲) تصر اضافی، تصر حقیقی وہ ہے کہ جس میں ایک شئی کو دوسری شئی کے ساتھ حقیقت حال کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو، جیسے لا کاتب فی المدینۃ الا علی اس شہر میں سوائے علی کے کوئی کاتب نہیں، (یہ جب درست ہوگا جب کہ حقیقت حال ایسی ہی ہو) اور تصر اضافی وہ ہے کہ جس میں ایک شئی کو دوسری شئی کے ساتھ کسی متعین چیز کی طرف نسبت کرتے ہوئے خاص کیا ہو جیسے ما علی الا قائم، علی تو کھڑا ہی ہے، اس میں صفت قیام کو صفت قعود کی نسبت خاص کیا گیا ہے، علی سے دیگر تمام صفات کی نفی مقصود نہیں ہے، مزید تفصیل دروس البلاغہ میں۔

۳۔ لَا يَذُوْقُوْنَ اِنْ یہ اَحْقَابًا کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور لابشین کی ضمیر سے حال متداخلہ بھی، اور حَمِيْمًا وَغَسَاقًا مستثنیٰ متصل بھی مانا جاسکتا ہے ولا شرابا کے عموم سے، والا حسن آتہ بدل میں شرابا (جلائین) اور غَسَاقًا کے حَمِيْمًا سے مؤخر ہونے کی وجہ رعایت فواصل ہے۔

**نکتہ:** حال کی دو قسمیں ہیں: محققہ و مقدرہ۔ **حال محققہ** وہ ہے کہ فعل کے صدور و وقوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک نہ ہو جیسے فادخلوها فی الدین کہ بوقت دخول غلونا ممکن ہے۔ **حال مقدرہ** وہ ہے کہ فعل کے صدور و وقوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک ہو، اس کی سات قسمیں ہیں، **حال منتقلہ** یعنی جو اپنے ذوالحال سے جدا ہو جاتا ہے، **حال موقوفہ** وہ حال ہے جو اکثر اوقات ذوالحال سے جدا نہ ہو جیسے زید ابوک عطوفاً۔ **حال انحصارہ** وہ حال ہے جو اپنے ذوالحال سے کبھی جدا نہیں ہوتا جیسے کفی باللہ شہیداً۔ **حال متداخلہ** وہ حال ہے کہ جو حال اول کے معمول سے واقع ہو جیسے جائی زید را کبنا ضاحکاً (ضاحکا حال ہے را کبنا کی ضمیر سے) **حال متواضعہ** ایک ذوالحال سے چند حال آجائیں جیسے جائی زید را کبنا ضاحکاً۔ **حال مطلوبہ** جس کے ذوالحال کی طلب مقصود ہو جیسے یا زید ضاحکاً۔ **حال معنوی** وہ حال ہے جس کا ذوالحال معنوی ہو جیسے ہذا زید قائماً ("مشکل ترکیبوں کا حل" ص ۲۸۱)

## اختیاری مطالعہ

**تحقیق نمبر ۱:** لا کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم: لا کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ تافیه ہو اور تافیه پانچ قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) لائے لئی جنس، یہ ان جیسا عمل کرتا ہے، مگر یہ صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے، نیز اس کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہیں ہوتی، اگرچہ ظرف و جار مجرور ہی کیوں نہ ہو، نیز اس کی خبر عموماً محذوف رہتی ہے۔ (۲) لامثابہ بلیس۔ (۳) لامعاطفہ، اور اس کی تین شرطیں ہیں، شرط اول یہ ہے کہ اس سے پہلے اثبات ہو جیسے جاء زید لا عمرو۔ شرط ثانی یہ ہے کہ یہ حرف عطف کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو جیسے جاءنی زید لا بل عمرو۔ پس اس میں حرف عطف بل ہوگا۔ شرط ثالث یہ ہے کہ معطوف و معطوف علیہ دونوں معاند ہوں یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک دوسرے پر صادق آجائے جیسے جاءنی رجل لا زید، لہذا یہ جائز نہ ہوگا۔ (۴) لا جوابیہ، جو نعم کے برخلاف ہوتا ہے اس کے بعد جملہ اکثر محذوف رہتا ہے جیسے کوئی کہے آجاءک زید، جواب میں کہا جائے۔ لای لم یجنى۔ (۵) وہ لا جو مذکورہ اقسام کے علاوہ ہو، لہذا لا کے بعد اگر جملہ اسمیہ ہو تو خواہ اس کا شروع معرفہ ہو جیسے: لا الشمس یبغی لہا ان تدرك القمر ولا اللیل سابق النہار یا نکرہ ہو، یا فعل ماضی ہو لفظاً یا تقدیراً، اس میں یہ لا عمل نہیں کرے گا، اور تکرار واجب ہوگا۔ نکرہ کی مثال لا فیہا غول ولا ہم عنہا ینزفون فعل ماضی کی مثال فلا صدق ولا صلی اسی طرح اگر مفرد پر بھی داخل ہوگا خواہ وہ مفرد خبر ہو یا صفت ہو یا حال ہو تکرار واجب ہوگا جیسے: زید لا شاعر، ولا کاتب اور اگر مضارع پر داخل ہوگا تو تکرار واجب نہ ہوگا۔

**دوسری قسم:** لا کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ طلب ترک کے لیے موضوع ہو، اس کا دخول مضارع پر ہوگا اور وہ مضارع مجزوم ہوگا اور معنی مستقبل کے ہوں گے، خواہ طلب مخاطب سے ہو یا غائب سے یا شکم سے جیسے یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔

**تیسری قسم:** لا کی تیسری قسم یہ ہے کہ وہ زائدہ ہو اور اس کے تین مقامات ہیں جو تحت اللغات آچکے ہیں۔

جَزَاءٌ وَفَاقًا ۝۳۶ اِنَّهُمْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝۳۷ وَ کَذَّبُوْا بِآیَاتِنَا کِذَّابًا ۝۳۸

یہ پورا بدلہ ملے گا • وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے • اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے •

و کُلُّ شَیْءٍ اَحْصٰیْنٰہُ کِتٰبًا ۝۳۹ فَذُوْقُوْا فَلَٰنَ نَزِیْدٌ کُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝۴۰

اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے • سو مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے •

**تشریح:** ماقبل میں کفار کے جہنم رسید ہونے اور وہاں کی کچھ سزاؤں کا ذکر تھا، اب یہاں سے یہ فرما رہے ہیں کہ کفار کو جہنم کے اندر جو سزا دی جائے گی وہ بغیر کسی کمی و زیادتی کے ان کے عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ کا پورا پورا بدلہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر رتی برابر ظلم نہیں کرتے تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”جَزَاءٌ وَفَاقًا ۝۳۶“ یہ (ان کو) پورا بدلہ ملے گا یعنی ایسا بدلہ جو ان کے اعمال کے موافق ہوگا، وفاق مصدر بمعنی اسم فاعل ہے اٰی مَوَافِقًا لِاَعْمَالِہُمْ کسی نے سچ کہا ہے۔



جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ ☆ جنت دوزخ حق پر ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ اور وہ اعمال جن کا یہ بدلہ ہے یہ ہیں: ”اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا“ وہ لوگ حساب یعنی قیامت کا اندیشہ نہ رکھتے تھے۔ ”وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا“ اور وہ لوگ ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو یوں ہی بیکار اور ضائع کر دیا، ”وَكُلَّ شَيْءٍ اَخْصَيْنَاهُ كِثَابًا“ اور ہم نے ہر چیز کو ضبط کر رکھا ہے یعنی ہم نے ان کے اعمال میں سے ہر چھوٹی بڑی چیز کو ان کے نامہ اعمال میں لکھ کر ضبط و محفوظ کر رکھا ہے، ”فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا“ سو ان اعمال پر ان کو مطلع کر کے کہا جائے گا کہ اب ان اعمال کا (مزرہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے یعنی جس طرح تم تکذیب و انکار میں بڑھتے ہی چلے گئے اسی طرح ہم بھی تمہارے اوپر عذاب کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے، (یہاں صیغہ امر برائے اہانت و تحقیر ہے، (روح) یارب میری ہستی پر کچھ خاص کرم فرما ☆ بخشے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرما

**لغات** جزاء مصدر، جزئی (ض) جزاء: بدلہ دینا۔ وفاقاً مصدر از مفاعلت، بمعنی اسم فاعل، وفاق الشيء موافقہ و وفاقاً: موافق و مطابق ہونا، وفاق (حسب) وفاقاً: موافق ہونا۔ لا یَرْجُونَ مضارع جمع مذکر غائب، رَجَا (ن) رَجَاءً: امید رکھنا، اندیشہ رکھنا، (اس صیغہ میں تعلیل ہوئی ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر واو بعد ضمہ واقع ہو، اور اس کے بعد واو ہو، یا یاء بعد کسرہ واقع ہو اور اس کے بعد یاء ہو تو یہ واو اور یاء ساکن ہو جاتی ہے اور پھر بوجہ اجتماع ساکنین گر جاتی ہے) حِسَابًا بمعنی حساب و محاسبہ، مصدر از باب نصر، حَسَبَ (ن) حِسَابًا و حُسْبَانًا: حساب کرنا، شمار کرنا، قرآن میں ہے و کفی بنا حاسبین باب مفاعلت سے ماننا بھی درست ہے قرآن میں ہے فحاسبناھا حسابا شدیداً (باب سمع و حَسِبَ و کُوم سے دوسرے معنی آتے ہیں) كَذَّبُوا (تفعیل) ماضی جمع مذکر غائب، كَذَّبَ بِالْأَمْرِ تَكْذِيبًا و كِذَابًا: کسی بات کا انکار کرنا، كَذَّبَ (ض) كِذْبًا و كِذْبًا: جھوٹ بولنا، آیات واحد آیت، حکم، نشانی، كِذَابًا باب تفعیل کا مصدر شمی باب فتح کا مصدر، حاصل مصدر کے معنی میں مستعمل ہے، بالفاظ دیگر ہر وہ چیز جس کے بارے میں خبر دی جاسکے۔ (اعراب القرآن ص ۱۷) اَخْصَيْنَا (افعال) ماضی جمع متکلم، اَخْصَى الشَّيْءَ اِخْصَاءً: شمار کرنا، محفوظ کرنا، مادہ خَصَى، خَصَى (ض) خَصِيًا: کنکری مارنا۔ كِتَابًا مصدر از نصر، كَتَبَ (ن) كَتَبًا و كِتَابًا و كِتَابَةً: لکھنا۔ ذُوقُوا (ن) امر جمع مذکر حاضر، ذَاقَ (ن) ذُوقًا و مَذَاقًا، چکھنا، (اس میں قولوا کی طرح تعلیل ہوئی ہے) لَنْ نَّزِيدَ (ض) نفی تاکید بن در فعل مضارع، جمع متکلم، زَادَ الشَّيْءَ (ض) زَيْدًا و زِيَادَةً و مَزِيدًا: زیادہ کرنا، زَادَ الشَّيْءَ: زیادہ ہونا (لازم و متعدی) (نَزِيدَ میں قاعدہ نمبر ۸ جاری ہوا ہے) عَذَابًا تعذیب (تفعیل) سے اسم مصدر، بمعنی سزا، دُکھ وغیرہ، جمع اَعْذَبَہ

**ترکیب** جزاء وفاقاً مرکب توصیفی ہو کر فعل محذوف یُجْزَوْنَ کا مفعول مطلق اور پھر جملہ مستانفہ (لاکل لہا) (وفاقاً مصدر یا تو بمعنی اسم فاعل ہے آئی موافقاً لا عَمالہم، یا بتقدیر مضاف صفت ہے آئی ذوا وفاق، أو لحمل بناء کتاب کا لفظ جو مروج ہے یعنی بمعنی رسالہ وہ بروزن فعال ہے بمعنی مفعول ”لکھا ہوا“۔

علی المبالغۃ) اِنَّهُمْ کَانُوا لَا یَرْجُونَ حِسَابًا..... (ہذہ الجملہ تعلیل لقولہ جزاء) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، هُمْ ضمیر اسم اِنَّ، کَانُوا فعل ناقص مع اسم، لَا یَرْجُونَ حِسَابًا، جملہ ہو کر خبر (محل نصب میں) فعل ناقص مع اسم و خبر کے جملہ ہو کر معطوف علیہ (محل رفع میں) و کَذَّبُوا بِآیَاتِنَا کِذَابًا..... جملہ ہو کر معطوف (محل رفع میں) (کِذَابًا مفعول مطلق) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہو کر معطوف علیہ، و کُلُّ شَیْءٍ اَخْصَيْنَاہُ کِتَابًا... واو عاطفہ کُلُّ شَیْءٍ ما اضر عاملہ علی شریطۃ التفسیر سے ہے اور مفعول بہ ہے فعل محذوف اَخْصَيْنَاہُ کا، (لا محل لہا من الاعراب) اور اَخْصَيْنَاہُ کِتَابًا اس کی تفسیر (ضمیر منصوب متصل مفعول بہ کِتَابًا، مکتوبًا اسم مفعول کے معنی میں ہو کر اَخْصَيْنَاہُ کی ضمیر مفعول سے حال) مفسر اپنی تفسیر سے مل کر اِنَّهُمْ کَانُوا لَا یَرْجُونَ حِسَابًا پر معطوف قَدْ ذُوقُوا فَلَنْ نَّزِیْدَ کُمْ اِلَّا عَذَابًا..... فا تعلیلیہ (مستبب عَنْ کفرہم بالحساب و تکذیبہم بالآیات ذُوقُوا، فعل، واو ضمیر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، فا عاطفہ) اعراب القرآن) لَنْ نَّزِیْدَ کُمْ اِلَّا عَذَابًا جملہ ہو کر معطوف، (کُمْ مفعول بہ لَنْ نَّزِیْدَ کَ، اِلَّا اداتہ حصر، عَذَابًا مفعول بہ ثانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا (یہ جملہ، ما قبل اِنَّهُمْ کَانُوا لَا یَرْجُونَ حِسَابًا کا مستبب ہے تدریس قرآن اور بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے فذوقوا سے پہلے یقال محذوف نکالا جائے گا اور جملہ ذوقوا الخ اس کا نائب فاعل ہوگا ای فیقال لہم فی الآخرة عند وقوع العذاب علیہم ذوقوا) (جلالین) (فحذف القول وانتقلت الفاء الی المقول، معنی اللیب: ص ۵۶)

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۝۱۱۱ حَدَآیْقَ وَاَعْنََابًا ۝۱۱۲ وَكَوَاعِبَ اَثْرَابًا ۝۱۱۳ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۝۱۱۴

خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بے شک کامیابی ہے • یعنی باغ اور انگور • اور خواستہ ہم عمر عورتیں • اور لبالب بھرے ہوئے جام شراب •

لَا یَسْمَعُونَ فِیْہَا لَغْوًا وَّلَا کِذْبًا ۝۱۱۵

وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ •

۱۔ قولہ و کُلُّ شَیْءٍ اَخْصَيْنَاہُ کِتَابًا، کِتَابًا کو بعض نے مفعول مطلق ماننا بھی صحیح قرار دیا ہے لِاَنَّ الاحصاء والکتابۃ یشترکان فی معنی الضبط، اُولَیِّنَ اَخْصَيْنَاہُ بمعنی کِتَبْنَاہُ، اَوْ کِتَابًا بمعنی احصاء: (جلالین) بعض نے و کُلُّ شَیْءٍ الخ کو سبب و مسبب کے درمیان جملہ معترضہ مانا ہے سبب ہے انہم کَانُوا لَا یَرْجُونَ حِسَابًا اور مسبب ہے فذوقوا (اعراب القرآن) (ما اضر عاملہ علی شریطۃ التفسیر، یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل کو اس شرط پر حذف کر دیا گیا ہو کہ اس کی تفسیر مابعد فعل یا شبہ فعل کر رہا ہو۔

۲۔ قولہ فذوقوا الخ بعض نے کہا کہ یہ قاجزائیہ ہے اِنَّ کَذَّبْتُمْ فِی الدنیا فذوقوا العذاب فی الآخرة، اور یہ جملہ قول مقدر کا مقولہ ہوگا اِن فیقال لہم ذوقوا الخ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

ظانہ عطف الخبر علی اللاتشاء کو اہل بیان منع فرماتے ہیں مگر دیگر حضرات اس کی اجازت دیتے ہیں معنی اللیب ص: ۸۲ ج ۲ مزید تفصیل در نجوم الخواشی، اور عطف الاسمیۃ علی الفعلیۃ و بالعکس کی بھی معنی اللیب کی عبارت سے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔



**تشریح** ماقبل میں کفار کے لیے عذاب کا ذکر تھا، اب یہاں سے مومنین کے لیے ثواب کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۖ حَدَآبٍ ۖ وَأَعْنََابًا ۖ“ ”خدا سے ڈرنے والوں کے لیے بیشک کامیابی ہے یعنی باغ اور انگور، متقیوں یعنی خدا سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنے والوں اور اطاعت پر پابند رہنے والوں کے لیے بیشک کامیابی ہے یعنی کھانے اور سیر و تفریح کے لیے باغات ہیں جن میں طرح طرح کے میوے ہوں گے، مثلاً کھجور، انار، انگور جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ فِیہَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ بلکہ ہر وہ چیز ملے گی جس کو طبیعت چاہے گی، حدائق میں انگور بھی داخل ہیں، مگر بوجہ اہتمام اس کو علیحدہ بیان کیا، اس کو تخصیص بعد التعمیم کہتے ہیں، کیوں کہ انگور میں فرحت اور لطف زیادہ ہے، مگر یاد رکھئے کہ جنت کی نعمتوں اور پھلوں کا دنیوی نعمتوں اور پھلوں کے ساتھ صرف اسکی اشتراک ہے یعنی فقط نام میں شرکت ہے لطف اور ذائقہ میں نہیں، چناں چہ آقائے مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی کہ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا۔

”وَكَوَاعِبُ أَثْرَابٍ ۖ“ اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں یعنی جنت کے اندر دل بہلانے اور مزید راحت کا سامان بننے کے لیے نوخاستہ عورتیں ہوں گی، یعنی جنت کی حوریں جن کو جنت کے اندر کسی عورت سے ولادت کے بغیر ہی پیدا کیا جائے گا، کَوَاعِبُ کَوَاعِبُ کی جمع ہے یعنی نوخاستہ اور نوخاستہ کا مطلب ہے نو جوان کہ جن کی اٹھتی اور ابھرتی ہوئی جوانی ہوگی اور ان کی پستان قدرے ابھری ہوئی اور گول ہوں گی، اَثْرَابُ تَرَبُّبُ کی جمع ہے یعنی ہم عمر عورتیں، اور ہم عمری کے سلسلہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ شوہر کے ہم عمر، تا کہ ہم عمری کے باعث عیش و تنعم کا لطف کامل نصیب ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورتیں آپس میں ہم عمر ہوں گی اور ایک شوہر کے ساتھ چوں کہ کئی کئی ہوں گی۔ اس لیے جب ان کی عمریں مساوی ہوں گی اور اونچ نیچ نہ ہوگی تو ان میں باہم محبت ہوگی اور یہ بات دماغ میں نہ رہے گی کہ شوہر کو مجھ سے رغبت زیادہ ہو کہ میری عمر کم ہے اور فلاں کی زیادہ ہے، ”وَكَاٰسٍ دِهَاقًا ۖ“ اور لبالب بھرے ہوئے جام شراب یعنی اوپر تک بھرے ہوئے شراب کے پیالے پیش کیے جائیں گے کَاس کے معنی پیالہ مگر عموماً خالی پیالہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ ایسے پیالہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس میں شربت یا شراب بھری ہوئی ہو، اور دھاقی صفت مشبہ بمعنی مَذْهُوقِ اسم مفعول ہے یعنی بھرا ہوا، ”لَا يَسْمَعُونَ فِیْہَا لَغْوًا ۚ وَلَا كِذْبًا ۖ“ ”وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ یعنی جنت کی شراب چوں کہ پاکیزہ ہوگی جیسا کہ اس کو دوسری آیت میں شراب طہور فرمایا گیا اس لیے اس کو پی کر کوئی برا اثر دماغ پر نہ ہوگا اس لیے جنت کے اندر جنتی لوگ نہ بیہودہ اور لغو گفتگو سنیں گے اور نہ جھوٹ و فریب بلکہ سراپا امن و سلامتی کا ماحول ہوگا، برخلاف دنیوی ناپاک شراب کے کہ اس کو پی کر گالی گلوچ اور لغو بکواس سنی جاتی ہے۔ (روح، مظہری)

**فیہا کی ضمیر کا مرجع:** لَا یَسْمَعُونَ فیہا میں ضمیر کا مرجع جنت ہے یا کاس (روح) جنت کا مرجع ہونا بایں طور ہوگا کہ مرجع ہے مَفَازًا اور مَفَازًا سے مراد حدائق ہے اور حدائق کے معنی ہے باغات و جنات (مظہری) یا مرجع کاس ہے اور وہ مؤنث سماعی ہے (مظہری)

## اختیاری مطالعہ

قرآن میں آم کا ذکر کیوں نہیں؟ [جنتی جس چیز کی تمنا کرے گا وہ اس کو ملے گی قرآن میں ہے و فیہا ما تشتهیہ الانفس و تلذالاعین، رہی وہ نعمتیں اور پھل فروٹ جو قرآن بیان کرتا ہے تو وہ محاسبین کے انداز فکر اور انکی چند پسندیدہ چیزوں کا ذکر ہوتا ہے چناں چہ اہل عرب جن پھلوں کے خوگر تھے ان کا ذکر کر دیا، احصاء و تحدید مقصود نہیں ہے کہ یہ شبہ ہو کہ شاید جنت میں آم نہ ملے گا ان شاء اللہ ملے گا۔  
 قولہ و کواعب عورتوں کا ذکر کیوں؟ [حدائق و اعناب کا بعد عورتوں کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ مقام خوش عیشی کے ذکر کا ہے اور خوش عیشی بغیر عورتوں کے کامل نہیں ہوتی اس لیے بہشتی عورتوں کا بطور خاص ذکر کیا گیا۔

مردوں کو حوریں ملیں گی، عورتوں کو کیا ملے گا [جنت کے اندر مومنہ عورتوں کو ان کے شوہر ملیں گے، اگر کسی عورت نے دنیا میں نکاح کیا ہی نہ تھا تو اس کو اختیار دیا جائے گا کہ جس آدمی کو چاہے پسند کر لے اس سے ہی اس کا نکاح کر دیا جائے، اگر وہ کسی مرد کو پسند نہ کرے تو حور عینیں میں سے ایک مرد پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس سے نکاح کر دے گا، اور جس نے دنیا میں یکے بعد دیگرے کئی شوہر کئے تھے تو بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے جس کو پسند کرے گی وہ مل جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اخیر والے شوہر کو ملے گی، اور جس مرد نے دنیا میں کئی عورتوں سے نکاح کیا وہ سب اس کو ملیں گی، اور اگر عورت نیک تھی کہ وہ شروع سے ہی جنت میں گئی اور شوہر جہنم میں گیا تو شوہر جہنم سے سزا بھگت کر جب واپس آ جائے گا تو اب دونوں ساتھ رہیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ: جلد سوم)

کیا جنت میں جماع ہوگا؟ [ہاں ہوگا مگر وہاں مجامعت کرنے سے نہ منی خارج ہوگی اور نہ غسل واجب ہوگا اور نہ ناپاکی ہوگی اور غلمان و خدام خدمت کے لیے ہوں گے جماع کے لیے نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ)

**نکات** المتَّقِیْنَ (افتعال) اسم فاعل جمع مذکر، المتَّقِیْنَ کی جمع ہے (متقی وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت کرے) اتَّقِ الشَّيْءَ اتَّقَاءً: بچنا، ڈرنا، وحشی (ض) وقیا و وقایة: بچانا۔ متَّقِیْ در اصل مُوْتَقِیْ تھا، واؤ کوتا سے بدل کرنا کاتا میں ادغام کر دیا۔

**قاعدہ:** اگر باب افتعال کے فاعلہ میں واؤ یا یا اصلی ہو تو اس کو تا سے بدل کرنا کاتا میں ادغام کر دیتے ہیں۔ مَفَازًا مصدر میسی (کامیابی) فَازَ (ن) فَوْزًا وَمَفَازًا وَمَفَازَةً: کامیاب ہونا۔ (یا اسم مکان بمعنی موضع فوز) حَدَائِقُ، حَدِیقَةُ کی جمع، وہ باغ جس کی چار دیواری ہو۔ اَعْدَابًا عِنَب کی جمع، انگور، (انگور کی بیل کو بھی عنب کہتے ہیں، روح المعانی) ایک دانہ کو عنبہ کہتے ہیں۔ کواعب، کاعب کی جمع، خواستہ یعنی وہ لڑکی جس کی پستان قدرے ابھری ہوئی ہوں اور گول ہوں۔ کَعَبَ الثَّدِیْ (ن) کُعُوبًا: پستان ابھرنا۔ کَعَبَتِ الْفَتَاةُ (ن) کُعُوبًا: لڑکی کا ابھری ہوئی

۱۔ تقویٰ کے تین درجے ہیں (۱) ادنیٰ یعنی جس کے ذریعہ خلود فی النار سے بچ جائے یعنی کفر و شرک سے اجتناب، (۲) اوسط یعنی کبائر سے بالکل اجتناب اور صغائر پر عدم اصرار (۳) اعلیٰ یعنی ماسوی اللہ سے کلی انقطاع اور کبائر و صغائر سے احتراز۔

۲۔ حَدِیقَةُ الْعِین سے تشبیہ مقصود ہے کہ جس طرح آنکھ کی پٹلی پر غم اور گھری ہوئی ہوتی ہے اسی طرح حدیقہ سے وہ باغیچہ مراد ہے جس میں پانی بھی ہو اور شجر بھی اور وہ مثل آنکھ کے چاروں طرف سے گھرا ہوا ہو (روح المعانی میں ہے وہی بستان فیہا انواع الشجر المثمر) توسیع استعمال کے بعد اس باغ پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا جس کی چار دیواری نہ ہو۔



پستان والی ہونا (لازم) کَعَبَ الاناء (ف) کَعْبًا: برتن وغیرہ بھرنا۔ (متعدی) اَثْرَابًا، تِزْبَ کی جمع، ہم عمر عورتیں، ہم جولیاں۔ یعنی جو بچپن میں مٹی میں ساتھ کھیلا ہو، جنت میں مرد و عورت سب ہم عمر کر دئے جائیں گے، بعض روایات حدیث میں ہے کہ سب کی عمر تینتیس (۳۳) سال کی ہوگی۔ (مظہری) کَأْسًا، جام شراب جمع اکوُس و کُوُس (مونث سائی ہے) دِهَاقًا، قاموس القرآن میں ہے کہ فِعَالٌ بمعنی مفعول ہے، بھرا ہوا، چھلکتا ہوا، دَهَقَ الکاس (ف) دَهَقًا و دِهَاقًا: پیالہ یا گلاس کو بھرنا، جام کو چھلکانا لَغَوًا، مصدر، بیہودہ بات، لَغَا (ن) لَغَوًا: وَلَغَى (س) لَغَا: فی القول۔ کلام میں غلطی کرنا۔ کَذَابًا مصدر از باب تفعیل: جھٹلانا۔

**ترکیب** إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا وَكَأْسًا دِهَاقًا... إِنَّ حرف مشبہ بالفعل، لِلْمُتَّقِينَ جار مجرور کائن مخذوف کے متعلق ہو کر إِنَّ کی خبر مقدم، مَفَازًا، مبدل منہ، حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا وَكَأْسًا دِهَاقًا..... باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر بدل اشتمال لَ (اثر اُتْرَابًا صفت ہے کواعیب کی، اور دِهَاقًا صفت ہے کَأْسًا کی) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر ان کا اسم مؤخر: حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لاحل لہا) (کلام مستانف مسوق لبیان احوال اہل الجنة، اعراب القرآن) لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغَوًا وَلَا كِذَابًا..... لَا يَسْمَعُونَ فعل، وَاو ضمیر فاعل، فیہا، جار مجرور متعلق، لَغَوًا وَلَا كِذَابًا، معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بہ (دوسرا لڑا کندہ ہے برائے تاکید نفی) پھر یہ مکمل جملہ المتقین کی ضمیر سے حال ہے یا جملہ مستانفہ لَ (لاحل لہا)

جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا ۝ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ

یہ بدل ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے • جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں، رحمن ہے،

لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ

کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے • جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے • کوئی بول نہ سکے گا بجز اس

أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝

کے جس کو رحمن اجازت دیدے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے •

۱۔ کَأْس کا اطلاق ظرف پر بھی ہوتا ہے اور مظروف پر بھی یعنی گلاس اور شراب دونوں پر مگر عموماً وہ جام یعنی وہ پیالہ مراد ہوتا ہے جو شراب یا شربت سے لبریز ہو۔ خالی پیالہ کو کوٹ اور قدح کہتے ہیں۔ (لغات القرآن)

۲۔ دِهَاقًا، اعراب القرآن و صرفہ و بیان میں ہے کہ دِهَاقٌ بروزن فِعَال، صفت مشبہ ہے۔

۳۔ اگر مَفَاز کو مصدر مسمی مانیں تو حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا الخ بدل اشتمال بنے گا اور اگر ظرف مکان مانیں تو بدل بعض بنے گا، اور رابطہ مقدر ہوگا، آی حدائق فیہا یا پھر حَدَائِقَ سے پہلے أَغْنَى فعل مقدر ہے (روح المعانی)

۴۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ جملہ کَأْسًا کی صفت بھی بن سکتا ہے اور اس صورت میں فیہا کی ضمیر کا مرجع کَأْسًا ہوگا آی لَا يَسْمَعُونَ فی شربہا۔

**تشریح** ما قبل میں جن نعمتوں کا ذکر ہوا وہ مومنین کو ان کے اعمالِ صالحہ اور مساعیٰ جلیلہ کا بدلہ ملے گا، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا“ یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے عطاء حساباً بدل ہے جزاء سے، عطاء کا معنی ہے انعام، اور حساباً بمعنی کافی ہے، اور دونوں کو ملا کر ترجمہ ہوا کافی انعام۔

**فوری طلب بات:** ان نعمتوں کو اولاً جزا کہا پھر عطا یعنی انعام، بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے کیوں کہ جزا اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے عوض میں ہو اور عطا وہ چیز کہلاتی ہے جو بلا عوض بطور انعام و احسان ہو، دونوں میں تطبیق بایں طور ہے کہ جنت کی نعمتیں صرف سورۃ مومنین کے اعمالِ صالحہ کی جزاء ہے اور درحقیقت وہ خالص عطاء ربانی اور اس کا انعام ہے، کیوں کہ انسانی اعمال تو ان نعمتوں کا بدلہ بھی نہیں بن سکتے جو نعمتیں دنیا میں میسر ہیں چہ جائیکہ آخرت کی نعمتیں انسانی اعمال کے عوض ہوں۔ ”رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنُ“ یہ آیت ربک سے بدل ہے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان ہیں، رحمن ہے۔ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا“ کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال ایسا ہے کہ کسی کو اس کی جانب سے مستقل طور پر یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کے سامنے لب کشائی کی جرأت اور عرض و معروض کرے۔ مستقل اختیار کا مطلب یہ ہے کہ ہر کس و نا کس آ کر خدا کے سامنے بولنے لگے، اور جو جی میں آئے اس کو بولے ایسا نہ ہوگا جیسا کہ آگے آرہا ہے، ”يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ اِلَّا مَن اٰذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا“ جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی بول نہ سکے گا بجز اس کے جس کو رحمن اجازت دے دے، اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے، لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا“ میں جو مضمون تھا یہاں سے اسی کی تاکید اور مزید وضاحت ہے کہ جس روز تمام ذی ارواح یعنی تمام جاندار اور فرشتے خدا کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوں گے اس روز اس کے سامنے کوئی لب بھی نہیں ہلا سکے گا بلکہ صرف وہی شخص بولے گا جس کو رحمن بولنے کی اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے، ای قال قولاً صواباً، یعنی صرف وہ بات بولے جس کی اجازت دی گئی، یہ نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے، لہذا اگر کوئی شخص اپنے کافر والدین یا دوست احباب کی سفارش کرنے لگے تو اس کو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

**تخصیص بعد التعمیم:** یوم يقوم الروح میں الروح سے مراد جاندار ہیں تو اس میں ملائکہ بھی آگئے، پھر بوجہ اہتمام شان ان کو علیحدہ سے بھی بیان کیا اور فرمایا والملائکۃ۔

**دکھتہ:** مَن اٰذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ میں ضمیر کی جگہ لفظ الرحمن کو لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تکلم کی اجازت دے دینا محض اس کا رحم و کرم ہے۔

**جاء،** باب ضرب کا مصدر، بدلہ دینا۔ رَبِّ، مالک، پروردگار، حاجت روا، جمعہ اَرْبَاب، دراصل باب نصر کا مصدر ہے بمعنی التَّربِیۃ اور تربیت کے معنی ہیں کسی چیز کو دھیرے دھیرے درجہ کمال تک پہنچانا، پھر بطور مبالغہ،



مصدر (رب) کو بطور صفت استعمال کیا جانے لگا جیسے زیدٌ عَذْلٌ اَی عَادِلٌ اِطْعَاءٌ اِغْطَاءٌ کا اسم مصدر، عطیۃ، بخشش، انعام، جمع اَعْطِیَۃ، عَطَا الشَّیْءِ وَاِلَیْهِ (ن) عَطَوْا: لِنَا اَعْطِیْ اِغْطَاءٌ (افعال) دینا۔ حِسَابًا، باب نصر کا مصدر ہو قد مضی تشریحہ، یہاں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) کافیتا کے معنی میں یعنی ایسا انعام جو ان کو کافی ہوگا، ماخوذ ہے عربوں کے قول اَحْسَبَہ الشَّیْءُ ہے، جب کہ وہ مٹی اس کو کافی ہو جائے حتی کہ وہ کہنے لگے حَسْبِی (یعنی بس یہ میرے لئے بہت ہے) (روح المعانی) (۲) بمعنی حساب و شمار یعنی ایسا انعام جو ان کے اعمال کے خلوص کے اعتبار سے شمار کر کے دیا جائے گا۔ السَّمَوَاتِ، السَّمَاءِ کی جمع، آسمان (دوسرے معنی السَّمَاءِ کے بادل اور بارش کے بھی آتے ہیں قرآن میں ہے، یُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا) اَلرَّحْمٰنِ بَٰرِحْمٍ وَاٰلَا، صِیغۃ مبالغہ ہے رَحِمَ فُلَانًا (س) رَحْمَةً وَمَوْحِیَةً: رحم کرنا۔ لَا یَمْلَکُوْنَ (ض) مضارع جمع مذکر غائب، مَلَّکَ (ض) مَلَّکَا: مالک ہونا، باختیار ہونا۔ یُحْطَاہَا، مصدر از مفاعلت، خَاطَبَ مَخَاطَبَةً وَیُحْطَاہَا: بات کرنا۔ یَوْمَ، (۱) دن (۲) مطلق وقت، جمع اَیَّام۔ یَقُومُ، مضارع واحد مذکر غائب، قَامَ (ن) قَوْمًا، وَقِیَامًا، وَقَوْمَةً: کھڑا ہونا۔ الرُّوحُ، بحذف المضاف اَی ذُو الرُّوحِ مراد اَرْوَاحُ النَّاسِ، (بیان القرآن) المَلَائِکَةُ، الْمَلٰٓئِکَۃُ کی جمع، فرشتہ، اللہ تعالیٰ شانہ کی ایک نورانی مخلوق جو معصوم ہے۔ لفظ ملک دراصل مَالِکٌ تھا اور وہ بقول کسائی صفت مشبہ ہے، ہمزہ اور لام میں قلب مکانی کیا گیا مَلَّکُ ہو گیا پھر ہمزہ کی حرکت ماقبل کو دی اور ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا (روح) صَفًّا، باب نصر کا مصدر، قطار باندھنا، جمع صُفُوفٌ لَا یَتَکَلَّمُوْنَ، (تفعل) مضارع جمع مذکر غائب، بات چیت کرنا۔ اَذِنَ، (س) اِذْنًا: اجازت دینا، ماضی واحد مذکر غائب قَالَ، ماضی واحد مذکر غائب، قَالَ لَهُ (ن) قَوْلًا وَمَقَالًا وَمَقَالَۃً: کہنا، بولنا، صَوَابًا، اسم بمعنی ٹھیک بات، درست، خطاء کی ضد ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ صواب اسم مصدر ہے از اصابت رباعی مجرد)

۱۔ فائدہ: لفظ رَبٌّ بلا اضافت، اللہ کے ساتھ خاص ہے اور اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے رَبُّ الْمَالِ، قرآن میں ہے قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّہٗ رِی، مراد عزیز مصر ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ رَبٌّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ اسم فاعل ہے اور اس کا الف حذف کر دیا گیا کما قیل یَا رُوٓتُوْا (اعراب القرآن)

۲۔ عطاء دراصل عطاؤ تھا، اہل عرب کا دستور یہ ہے کہ جب الف کے بعد واو یا یاء آئے تو اس کو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں کیونکہ ہمزہ ان دونوں کے بالمقابل حرکت کو زیادہ قبول کرتا ہے۔

۳۔ قَوْلُهُ یُحْطَاہَا: حَطَبَ النَّاسَ (ن) حُطْبَةً وَحُطْبَاتٍ: خطبہ دینا، تقریر کرنا، حَطَبَ حُطْبَاتٍ وَحُطْبَةً: پیغام نکاح دینا۔

۴۔ بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک روح سے مراد حضرت جبرئیل ہیں اور ان کا ذکر عام ملائکہ سے پہلے ان کی عظمت و شان کے اظہار کے لئے ہے (کبھی اس کا برعکس کرتے ہیں یعنی خاص کو عام کے بعد لاتے ہیں، گویا وہ خاص اپنی رفعت کی وجہ سے اپنے ماقبل کی جنس سے علیحدہ ہے جیسے اجتہاد وافی دروسکم واللغة العربیة، اسی طرح تنزل الملائکة والروح کے اندر روح سے حضرت جبرئیل مراد ہیں تو ان کو علیحدہ سے ذکر کرنا ان کی فضیلت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ بعض روایات مرفوعہ میں ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان لشکر ہے ان کے سر اور ہاتھ پاؤں ہیں گویا دو صفیں ہوں گی ایک صف روح کی اور دوسری ملائکہ کی، قرآن پاک میں روح مختلف معانی کے لئے آیا ہے، جان (جیسے یسنلونک عن الروح قل الروح من امر ربی) قرآن (جیسے وکذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا اسی طرح فرشتہ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے لئے بھی آیا ہے)

**ترکیب** جَزَاءٌ مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ ..... جزاء، موصوف  
 مِّن رَّبِّكَ، کائنات کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مبدل منہ۔ عطاء حساباً، مرکب توصیفی ہو کر جزاء سے  
 بدل (حساباً نعت لِعطاء والمعنى كافياً فهو مضدٌ أقيم مقام الوصفِ اوباقى على مضدٍ رتبته مبالغه)  
 (اعراب القرآن) رَبِّ مضاف السموات والارض وما بينهما معطوف ومعطوف عليه ہو کر مضاف الیه (بینہما  
 کسی فعل کا ظرف ہو کر ما کا صلہ ہے) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر موصوف یا مبدل منہ الرحمن اس کی صفت یا  
 بدل، موصوف اپنی صفت سے مل کر یا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر رب تک سے بدل، الغرض! جزاء مِّن رَّبِّكَ عطاء الخ  
 مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر یُجزون فعل محذوف کا مفعول مطلق، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا (لا محل  
 لہا) لا یملکون منہ خطاباً ..... یہ جملہ مستانفہ ہے (منہ ای مِنَ الرحمن متعلق لا یملکون کے اور خطاباً مفعول  
 بہ) یَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ..... یوم مضاف،  
 یقوم فعل، الروح والملائکۃ معطوف ومعطوف علیہ ہو کر ذوالحال صفاً بمعنی صافین (اسم فاعل) ہو کر حال،  
 ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، (فی محل جر) مضاف اپنے مضاف الیہ  
 سے مل کر ظرف مقدم لا یتکلمون کا، لا یتکلمون فعل، ضمیر مستثنیٰ منہ إلا حرف استثناء مِّن اسم موصول آذِنَ لَهُ  
 الرحمن جملہ ہو کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف قال صواباً جملہ ہو کر معطوف (صواباً، ای قولاً صواباً، مفعول بہ اور  
 قال کی ضمیر کا مرجع مِّن ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مِّن کا صلہ، (لا محل لہا) موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ  
 (یا بدل بعض از ضمیر لا یتکلمون، اعراب القرآن) مستثنیٰ منہ مع مستثنیٰ کے لا یتکلمون کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور  
 ظرف مقدم سے مل کر ماقبل جملہ لا یملکون الخ کی تاکید و تقریر، یا پھر جملہ مستانفہ (لا محل لہا) (اعراب القرآن)

ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿۵۱﴾ اِنَّا اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۙ

یہ یقینی دن ہے • سو جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے • ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے •

یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ﴿۵۲﴾

جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کیے ہوں گے اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا •

**تشریح** ”ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ“ یہ یقینی دن ہے۔ ذٰلِكَ کا اشار الیہ یوم یقوم الروح ہے یعنی وہ دن جس کا اوپر  
 ذکر ہوا اس کا آنا یقینی ہے، ”فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿۵۱﴾“ سو جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا  
 بنا رکھے فَمَنْ شَاءَ کے اندر فافصیحہ ہے ای اذا كان الامر كما ذكر من تحقق الامر المذكور یعنی جب معاملہ ایسا ہے  
 کہ اس دن کا آنا یقینی ہے تو جس کا جی چاہے اس کے حالات سن کر مرنے سے پہلے اچھے اعمال کر لے اور اپنے رب



کے پاس اچھا ٹھکانا بنالے، اسی میں آدمی کی فلاح و نجات ہے، آگے اتمام حجت کے لیے فرمایا، ”اِنَّا اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدْ صَدَّ یَدُهٗ“ ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے۔ دیکھئے کس قدر کرم ہے کہ اس نے ہمیں آنے والے عذاب سے پہلے ہی مطلع کر دیا تا کہ انسان سنبھل جائے، اور اپنا طرزِ زندگی بدل دے، اور نزدیک آنے والے عذاب سے مراد عذابِ آخرت ہے۔ اس کا آنا چوں کہ یقینی ہے اس لیے اس کو نزدیک فرمایا، نیز آخرت اتنی قریب ہے کہ ایک آیت میں اس کو لفظ غَدٌ ”یعنی آئندہ کل“ سے تعبیر فرمایا، اور وہ عذاب اس دن میں واقع ہونے والا ہے جس دن ہر شخص خواہ مومن ہو خواہ کافر اپنے کئے ہوئے اچھے برے اعمال کو اپنے سامنے دیکھ لے گا۔<sup>۱</sup>

رویتِ اعمال اپنے اعمال کو یا تو اس طرح دیکھ لے گا کہ نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں آجائے گا، یا اس طرح کہ محشر میں اعمال مجسم و متشکل ہو کر سامنے آجائیں گے، جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ مثلاً جس مال کی زکوٰۃ نہ دی گئی تھی وہ ایک زہریلے اژدہ کی شکل میں اس پر مسلط کر دیا جائے گا۔

”وَقَالَ الْکَافِرُ یَلِیْتَنِیْ کُنْتُ تُرِبًّا“ اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک مطلب تو یہ ہے کہ جب ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال سے آگاہ کیا جائے گا تو اس دن کافر آرزو کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں مٹی ہوتا، پیدا ہی نہ کیا جاتا کہ پیدا ہو کر اور آدمی بن کر ہی اس حساب کتاب کی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہوگا اور ان کے آپس کے قصاص دلوائے جائیں گے حتیٰ کہ اگر بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اس سے بھی بدلہ دلویا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ چناں چہ وہ سب جانور مٹی ہو جائیں گے، اس وقت یہ کافر بھی کہے گا کہ ہائے کاش کہ میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی ہو جاتا، اور حساب کتاب اور جہنم کی سزا سے بچ جاتا۔ (ابن کثیر)

**لغات** الیوم (گذر چکا) الحق بطور صفت کے مستعمل ہے بمعنی برحق، سچا، ثابت۔ (۲) مصدر ای حَقَّ الامر (ض) حَقًّا، وَحَقَّةً وَحَقُّوْا: صحیح ہونا، ثابت ہونا، حَقَّ الامر، (ن) حَقًّا: ثابت کرنا، یقین کرنا۔ (لازم و متعدی) شَاءَ، (ف) ماضی واحد کر غائب، شَاءَ (ف) شَیْئًا، وَمَشِیئَةً: چاہنا۔ اِتَّخَذَ، (افتعال) ماضی واحد کر غائب (در اصل اِءْتَّخَذَ تھا، ہمزہ ثانیہ بقاعدہ ایمان یا ہو گیا، پھر خلاف قیاس تا سے بدل کر تاء میں ادغام ہو گیا، مادہ اَخَذَ ہے، اَخَذَ، (ن) اَخَذًا وَمَاخَذًا: لینا، پانا) (بصریین کے نزدیک اسکا مادہ تَخَذَ ہے لہذا اصل اتتخذ ہے تا کا تا میں ادغام کر دیا) مَاآبَا، (گذر چکا) اَنْذَرْنَا، (انعال) ماضی جمع متکلم، اَنْذَرَهُ الشَّیْءُ اِنْذَارًا: ڈرانا۔ عَذَابًا، (مَرَّ حَقِیْقَةً) قَرِیْبًا، صفت مشبہ بمعنی نزدیک، قَرِیْبُ الشَّیْءِ (س) قُرْنَا وَقُرْبَانًا: کسی چیز سے قریب ہونا، قرآن

۱۔ اس عذاب کو بایں وجہ بھی قریب فرمایا کہ لانه قریب بالنسبة الیه عز وجل او یقال البرزخ داخل فی الآخرة ومبدأ الموت وهو قریب حقیقۃ کما لا یخفی علی من عرف القرب والبعد۔

میں ہے ولا تُقْرَبُوا الزَّنا، قُرْبُ الشَّيْءِ (ک) قُرْبًا وَقَرَابَةً وَقُرْبَى وَمَقْرَبَةً: قریب ہونا۔ يَنْظُرُ (ن) مضارع واحد مذکر غائب، نَظَرَ إِلَيْهِ (ن) نظراً: دیکھنا، نَظَرَ فِيهِ غُورٌ وَفَكَرَ كَرْنًا۔ الْمَرْءُ اسم بمعنى انسان، آدمی، جمع رجال، (من غیر لفظہ) قَدَّمْتُ، (تفعیل) ماضی واحد مؤنث غائب، آگے بھیجنا، قَدَّمَ (ن) قَدَّمَ، وَقَدُّوْهُمْ، آگے آگے ہونا، قرآن میں ہے يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَدًّا، تشبیہ، بوجہ اضافت نون تشبیہ ساقط ہو گیا۔ (ہاتھ) الْكَافِرُ (بے ایمان) جمعہ كُفَّارٌ، كَفَرَ الرَّجُلُ (ن) كُفَّرًا وَكُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ تَرَاثَا، مٹی، جمع آثارہ و تیریان۔

**ترکیب** ذَلِكَ الْيَوْمَ الْحَقُّ... ذَلِكَ مبتدا (والاشارة الى يوم يقوم الروح) الْيَوْمَ الْحَقُّ مرکب توصیفی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لا محل لہا) فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا يَآبَا... فافیضہ (شرط مقدر ہے ای اذا كان الامر كما ذكر من تحقق الامر المذكور) (روح المعانی) مَنْ اسم شرط مبتدا شاء فعل، ضمیر مستتر فاعل، (مفعول بہ محذوف ہے، آی اَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَرَجَعًا) فعل اپنے فاعل سے مل کر شرطاً اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا يَآبَا، جزاء (لا محل لہا) (الٰی رَبِّهِ متعلق مآباً کے اور مآباً، اتَّخَذَ کا مفعول بہ، اور رعایت فواصل کی بنا پر جار مجرور کو مقدم کیا گیا ہے) شرط اپنی جزا سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر شرط مقدر کی جزا، (محل جزم میں) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ

شرطیہ جزائیہ ہوا۔ اِذَا اَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا... اِنْ حرف مشبہ بالفعل نا ضمیر متکلم اس کا اسم، اَنْذَرْنَا، فعل بافاعل کُمْ۔ ضمیر مفعول بہ اول، عَذَابًا، موصوف قَرِيبًا صفت اول يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ الخ يَوْمَ مضاف يَنْظُرُ فعل، الْمَرْءُ فاعل (الف لام استغراقی آی کل امرء) ما اسم موصول قَدَّمَتْ يَدَاهُ، فعل فاعل ہو کر صلہ (لا محل لہا) (والعائد محذوف) موصول اپنے صلہ سے مل کر يَنْظُرُ کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ (محل جزم میں) واو حرف عطف يقول فعل الْكَافِرُ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، (فی محل جر) یا حرف تنبیہ یا پھر اس کو حرف اندامانا جائے اور منادی محذوف مثاقوم، اَيْتَهَا الْحَاضِرُونَ وَغَيْرُهُ، لیت حرف مشبہ بالفعل یا ضمیر اس کا اسم، کُنْتُ تُرَابًا، جملہ ہو کر خبر، (فی محل رفع) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر مقولہ (مفعول بہ) قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ (یَنْظُرُ الخ) اپنے معطوف سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر کانتا محذوف کا ظرف اور کانتا، صفت ثانی عَذَابًا کی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل مذکور اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لا محل لہا)

۱۔ **قوله** اِلٰی رَبِّهِ، جار مجرور ظرف مستقر ہو کر مآباً سے حال بھی ہو سکتا ہے، اور فمن شاء الخ کی تفسیر بھی ہو سکتی ہے فان کون ذلک الیوم حقا

موجب لاتحاد السبیل الی ربہ

۲۔ **قوله** یوم یَنْظُرُ، یہ عذاباً کا ظرف بھی ہو سکتا ہے فانه بمعنى التعذیب (تفسیر مظہری)

**قوله** لیتنی الخ لیت حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر صورت جملہ اسمیہ خبریہ اور معنی جملہ انشائیہ ہوتا ہے۔





کافروں کی جان سختی اور شدت سے جسم کی رگوں سے گھسیٹ کر نکالتے ہیں، بغویٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول بیان کیا ہے کہ ملک الموت کافر کی جان ہر بال اور ناخن اور قدموں کے تلووں کے نیچے سے کھینچتا ہے، اور پھر جسم کے اندر اس کو لوٹا دیتا ہے، پھر کھینچتا ہے یہاں تک کہ جب وہ نکلنے کے قریب آ جاتی ہے تو پھر بدن کے اندر لوٹا دیتا ہے، گویا خوب اوپر نیچے غوطہ دیتا ہے، اور کافر کی جان اور اس کی روح کے ساتھ اس کا یہ عمل کئی بار ہوتا ہے۔ (مظہری)

ملک الموت ایک ہے تو النازعات جمع کیوں؟ | جان نکالنے والا فرشتہ یعنی ملک الموت ایک ہے مگر علماء نے لکھا ہے کہ ملک الموت کے اعوان و مددگار دوسرے کچھ اور فرشتے بھی ہیں لہذا ملا بست اور ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کی طرف بھی جان نکالنے کی اسناد کر دی، واللہ اعلم (بیان القرآن، پی)

**دوسری صفت:** ”وَالنَّشِيطَاتِ نَشِطًا“ اور جو بند کھول دیتے ہیں (یہاں بھی الملائکہ موصوف محذوف ہے، اور ناشطات، نَشِطٌ سے مشتق ہے جس کے معنی بند کھولنے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں پانی یا ہوا وغیرہ بھری ہوئی ہو اس کا بندھن کھول دینے سے وہ پانی وغیرہ آسانی کے ساتھ نکل جاتا ہے، بس اسی طرح سمجھئے کہ جو فرشتے مومن کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں وہ آسانی سے اس کو قبض کرتے ہیں، سختی نہیں کرتے گویا بند کھل گیا اور روح نکل گئی، یا جیسے پیشانی کے پسینہ کا قطرہ ٹپک گیا۔

**سختی و آسانی سے مراد** | کافر کی روح سختی سے نکالی جاتی ہے اس سے مراد روحانی سختی ہے جسمانی نہیں، لہذا یہ ضروری نہیں ہے کہ دیکھنے والوں کو بھی اس سختی کا احساس ہو اور مسلمان کی روح جو آسانی سے نکالی جاتی ہے اس سے مراد بھی روحانی آسانی ہے، اس لیے اگر کبھی ایسا ہو کہ مسلمان کی روح نکلنے میں دیر لگے تو اس کو سختی پر محمول نہ کرنا چاہیے (معارف) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روح نکلنے کے وقت کافر کے سامنے برزخ کا عذاب آ جاتا ہے اس لیے اس کی روح اس سے گھبرا کر بدن میں چھپنا چاہتی ہے فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں اور مومن کی روح کے سامنے برزخ کا ثواب اور نعمتیں آ جاتی ہیں اس لیے اس کی روح تیزی سے ان کی طرف جاتی ہے۔

**تیسری صفت:** ”وَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا“ اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں سَبْعُ کے لغوی معنی تیرنے کے ہیں یہاں مراد ہے تیزی سے چلنا یعنی وہ فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس طرح سرعت و سہولت سے چلتے ہیں جیسے کوئی دریا میں تیر رہا ہو کہ دریا میں کوئی آڑ یا پہاڑ نہیں ہوتا، تیرنے والا جلدی اور تیزی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ (گویا فرشتوں کا روحوں کو لے کر تیزی سے اڑنا دریا میں تیرنے کے مثل ہے)

**چوتھی صفت:** ”فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا“ پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ روح جن فرشتوں کے قبضہ میں ہے تو روحوں کے سلسلہ میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کو بجالانے کے لیے وہ فرشتے تیزی کے ساتھ دوڑتے اور سبقت کرتے ہیں، اور روحوں کو اچھے یا برے ٹھکانے پر پہنچا دیتے ہیں۔

**پانچویں صفت:** ”فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا“ پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں یعنی وہ فرشتے امر الہی کی تدبیر



وتمغیز کرتے ہیں یعنی جس روح کو راحت دینے کا حکم ہوتا ہے اس کے لیے راحت کا سامان جمع کر دیتے ہیں اور جس کو تکلیف دینے کا حکم ہوتا ہے اس کے لیے اسی کا انتظام کرتے ہیں، (یہ عذاب و ثواب برزخ میں ہوگا، حشر کا عذاب و ثواب اس کے بعد ہے) ان قسموں کے بعد اب جواب قسم محذوف ہے یعنی لَتُبْعَثُنَّ تَمَّ ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے یعنی قیامت ضرور آئے گی۔ ”يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۖ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ“ جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی، جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آجائے گی۔ راجفہ بمعنی ہلا دینے والی چیز مراد اس سے نفخہ اولیٰ ہے جس سے ہر چیز اپنی جگہ سے ہل جائے گی اور ساری مخلوق ختم ہو جائے گی، پھر اس کے پیچھے ایک آنے والی چیز آئے گی رادفہ کے معنی ہے پیچھے یعنی بعد میں آنے والی، مراد اس سے ایک آواز ہے یعنی نفخہ ثانیہ جو نفخہ اولیٰ سے چالیس سال بعد ہوگا، جس کا اثر یہ ہوگا کہ تمام مخلوق زندہ ہو جائے گی، اور حشر اور حساب کتاب کا معاملہ شروع ہوگا۔

قسم وجواب قسم میں مناسبت | فرشتوں کی قسم شاید اس لیے کھائی گئی کہ اگرچہ فرشتے اس وقت بھی تمام عالم کے نظام میں دخل رکھتے ہیں، لیکن قیامت کے دن جب کہ اسباب مادیہ کے تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو اس وقت فرشتے ہی تمام کام انجام دیں گے۔ (معارف)

**فائدہ:** اس سورت کو سورۃ الساہرۃ، اور سورۃ الطامۃ بھی کہا جاتا ہے۔ (روح المعانی)

**لغات** النَّازِعَات (کھینچنے والے، مراد فرشتے ہیں) (ض) اسم فاعل جمع مؤنث، نَزَعَ الشَّيْءَ (ض) نَزَعًا: کھینچ کر نکالنا۔ غَرَقًا: روح المعانی میں ہے کہ یہ مصدر ہے محذوف الزوائد باب افعال، آي غَرَقًا فِي النَّزْعِ، لِهَذَا غَرَقَ مَصْدَرٌ سَ زَائِدٌ حُرُوفٌ حَذَفَ كَرَكِ غَرَقَ بِنَاءٍ يَأْتِيهِ مَحَاوِرُهُ هِيَ غَرَقُ النَّازِعِ فِي الْقَوْسِ، كَمَا نَ كَهِنْجِنِ وَالْأَلِ نَ اس كَهِنْجِنِ مِی اِپنی پوری قوت خرچ کر دی۔ غَرَقَ فِي الْمَاءِ (س) غَرَقًا: ڈوبنا، یہاں مراد ہے غوطہ لگا کر کافروں کی جان سختی سے نکالنا۔ النَّاشِطَات (ن، ض) اسم فاعل جمع مؤنث (بند کھولنے والے، مراد فرشتے ہیں) نَشِطٌ (ن، ض) اور انشباطُ دونوں کے معنی ہیں کسی چیز کو اتنا کھینچنا کہ وہ کھل جائے، لہذا ترجمہ ہوگا کہ اتنا کھینچنے والے کہ رُوحوں کے بند کھل جائیں۔ السَّابِقَات (ف) اسم فاعل جمع مؤنث (تیرنے والے یعنی فرشتے کہ جو رُوحوں کو لے کر تیزی سے اڑتے ہیں) سَبَقًا: مصدر از فُتِحَ بمعنی تیرنا، السَّابِقَات (ن، ض) اسم فاعل جمع مؤنث (تیزی کے ساتھ دوڑنے والے یعنی فرشتے) سَبَقًا: مصدر (ن، ض) الی کذا، آگے بڑھ جانا، المُدَبِّرَات: (تفعیل) اسم فاعل جمع مؤنث (تدبیر کرنے والے فرشتے) دَبَّرَ الْأُمُورَ وَفِيهِ: کسی کام کی تدبیر کرنا، غور و فکر کرنا۔ أُمُورًا: اسم بمعنی کام، جمعُهُ أُمُورٌ (لفظِ أُمُرٍ تمام اقوال و افعال، معاملہ، حالت، حکم وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے) تَوَجُّفٌ: (ن) مضارع واحد

۱۔ اعراب القرآن و صرف و بیان میں ہے کہ یہ مصدر سماعی ہے از باب نصر، یا اسم مصدر ہے از اَعْتَرَفَ، اَعْتَرَفَ وَ غَوَّظَهُ، ذہودینا، تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ اسم ہے جس کو مصدر کی جگہ رکھ دیا گیا۔

پہلے معنی مجازی ہیں اور غور و فکر کرنا معنی حقیقی ہیں، مجرد میں ہے ذہن (ن) کذبوا، وذبھوزا، پیچھے آنا۔

مؤنث غائب، رَجَفَ (ن) رَجْفًا وَرَجُوفًا: کانپنا، زور زور سے ہلنا، ہلادینا (لازم و متعدی) الراجفة، (ن) اسم فاعل (مراد نفعی اولیٰ ہے) تَتَّبِعُ (س) مضارع واحد مؤنث غائب تَبِعَ (س) تَبَعًا وَتَبَوَّعًا: پیچھے چلنا، کسی کے بعد آنا۔ الرادفة، (ن، س) اسم فاعل واحد مؤنث (پیچھے آنے والی صورت کی دوسری آواز، مراد نفعی ثانیہ ہے) رَدَفَهُ (ن) وَرَدَفَ لَهُ (س) رَدَفًا: پیچھے ہونا۔

**ترکیب** وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا وَالتَّائِيَّاتِ نَشْطًا وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا فَالْمُتَوَكِّلَاتِ  
 اَمْرًا... واو جارہ قسمیہ النازعات صیغہ اسم فاعل ضمیر هُنَّ اس کے اندر فاعل (موصوف محذوف ہے ای الملائكة یا طوائف الملائكة التي تنزع الارواح من الاجساد) غَرْقًا، ای اغراقًا، مفعول مطلق من غیر لفظہ، جیسے: قعدت جلوسًا۔ مابعد آیات، فالمدبرات اَمْرًا تک باہم معطوف و معطوف علیہ ہیں اور واو اور فاء حروف عاطفہ ہیں<sup>۱</sup> اور نَشْطًا، سَبْحًا اور سَبْحًا اپنے اپنے عامل کے لئے مفعول مطلق ہیں اور اَمْرًا مفعول بہ ہے، النازعات معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل محذوف اُقْسِمُ کے، اُقْسِمُ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم (لا مل لہا، ابتدائیہ) جواب قسم محذوف ہے اِنِّی لَتُبْعَثُنَّ (تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے) یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ... یَوْمَ مضاف، تَرْجُفُ فعل الرجفة ذوالحال تَتَّبِعُهَا الرادفة فعل، مفعول بہ، فاعل، علی الترتیب مکمل جملہ حال ہے الراجفة سے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر تَرْجُفُ کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ، (فی محل جر) پھر مرکب اضافی ظرف ہے لتبعثن محذوف جواب قسم کا، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔ (جواب قسم کو قسم کے ساتھ ملا کر ترکیب کرنا بچوں کی سہولت کے پیش نظر ہے، ورنہ جواب قسم کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا، اور نہ ہی جواب قسم کا انشاء سے کوئی تعلق ہے)

**نکتہ:** اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یَوْمَ تَرْجُفُ کا عامل لَتُبْعَثُنَّ کیسے ہو سکتا ہے، کیونکہ یوم تَرْجُف میں نفعی اولیٰ مراد ہے جب کہ بعث نفعی ثانیہ کے وقت ہوگا، تو جواب یہ ہے کہ وہ دن اتنا بڑا ہوگا کہ اس میں دونوں نفعوں کی گنجائش ہوگی، لہذا یَوْمَ تَرْجُف کالتبعثن کے لئے ظرف بننا صحیح ہے۔

### اختیاری مطالعہ

قوله غَرْقًا: غَرْقًا اغْرَاقًا سے بنا ہے تو اغْرَاقًا ہی کیوں نہ استعمال کر لیا؟ جواب یہ ہے کہ قرآن صرف مفہوم ہی کو ادا نہیں کرتا بلکہ مفہوم کو اس کی لغوی و معنوی تمام تر فصاحت و بلاغت کے ساتھ ادا کرتا ہے لہذا جو زور بیان غَرْقًا میں ہے وہ اغْرَاقًا میں نہیں ہے جس کو اہل لسان ہی محسوس کر سکتے ہیں

۱۔ والفاء فی الاخیرین للدلالة علی ترتیبہما علی ما قبلہما بغیر مہلۃ (روح المعانی)

۲۔ یجب حذف جواب القسم اذا تقدم علیہما واكتنفه ما یغنی عن الجواب فالاول نحو زید قائم واللہ والثانی نحو زید واللہ قائمہم یجوز فی غیر ذلک نحو والنازعات غَرْقًا ای لتبعثن زید لیل مابعدہ (مغنی اللیبص: ۶۳۶ ج: ۲)

۳۔ قوله الراجفة، الاسناد الیہا مجازی لانہا سبب الرجفة



**فائدہ** والنازعات غرقاً الخ اگر کسی جگہ معطوف و معطوف علیہ متعدد ہوں اور حرف عطف برائے ترتیب نہ ہو بلکہ برائے جمع ہو تو بعد والے معطوف کا عطف قریب والے معطوف علیہ پر کیا جائے یا شروع والے معطوف علیہ پر دونوں باتیں درست ہیں، بعض نے شروع والے معطوف علیہ پر عطف کرنے کو اصح قرار دیا ہے، اور اگر حرف عطف فایا ثم ہو جو کہ ترتیب کا فائدہ دیتے ہیں تو عطف قریب کے معطوف علیہ پر ہوگا۔

تحقیق لطیف: والناشطات والسابحات میں واو اور فالسابقات، فالمدبرات میں فا استعمال ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ نازعات اور ناشطات کے معنی روح نکالنے کے ہیں اور روح نکالنے کے بعد چوں کہ فوراً اس کو آسمان پر نہیں پہنچایا جاتا اس لیے السابحات میں واو استعمال ہوا جو معطوف و معطوف علیہ کے مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے، حدیث میں ہے کہ مومن بندہ کی روح کو فرشتے جنت کے کپڑوں اور خوشبو میں لپیٹتے ہیں اور کافر کی روح کو گندی ٹاٹ میں پھر اس کو لے کر آسمان کی طرف اڑتے ہیں، جب روح آسمان پر پہنچ گئی تو اب جو خدا کا حکم ہوتا ہے تو چوں کہ فرشتے اس میں کسی طرح کی تاخیر نہیں کرتے اس لیے فالسابقات اور فالمدبرات میں فا استعمال ہوا جو ترتیب بلا مہلت پر دلالت کرتا ہے۔

قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝۸ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹ يَقُولُونَ عَرَانَا لَمْرَدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝۱۰

بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے • ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی • کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے •

عَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱ قَالُوا تِلْكَ إِذَا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝۱۳

کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جاویں گے پھر واپس ہوں گے • کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپس بڑے خسارہ کی ہوگی • تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی •

فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴

جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے •

**تشریح** نفع ثانیہ کے بعد کچھ لوگوں کے قلوب کی کیا کیفیت ہوگی اسی کو بیان کیا جا رہا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝۸“ بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے یعنی جب نفع ثانیہ کے بعد سب زندہ ہو کر جمع ہو جائیں گے تو اس دن مارے گھبراہٹ کے بہت سے دل دھڑک رہے ہوں گے کہ خدا خیر کرے دیکھتے کیا ہوتا ہے، ”أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹“ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔ یعنی مارے ندامت کے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی، ابصار ہا میں ہا ضمیر کا مرجع قلوب ہے اور مراد اصحاب القلوب ہیں (یعنی ان دل والوں کی آنکھیں الخ)

”يَقُولُونَ عَرَانَا لَمْرَدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝۱۰“ مگر یہ لوگ پھر بھی قیامت کا انکار کر رہے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے حافرة کے معنی ہے لٹے پاؤں، یعنی پہلی حالت، اور پہلی حالت سے مراد حیات قبل الموت ہے یعنی کیا ہم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے۔ ”عَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱“ کیا

جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ یعنی جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی اور ہم گل سڑ جائیں گے تو کیا پھر زندگی کی طرف واپس ہوں گے؟ یہ لوگ ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے اور چوراچورا ہو کر مٹی بن جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو محال اور مشکل سمجھتے تھے، چنانچہ ازراہ تمسخر و مذاق کہا کرتے تھے۔ ”قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ“ کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارہ کی ہوگی۔ یعنی بطور استہزاء و تمسخر کہنے لگے کہ اگر ایسا ہوا جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے تو یہ واپسی ہمارے لیے بڑے خسارہ کی ہوگی، کیوں کہ ہم نے تو اس کے لیے کچھ سامان کیا نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو خیر خواہی میں ڈرائے کہ اس راستہ کو مت جانا شیر ملے گا، اور مخاطب تکذیب کے طور پر کہے کہے کہ ادھر مت جانا شیر کھا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ وہاں شیر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ”فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ“ (۱۳) ”فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ“ (۱۴) تو وہ (یعنی رادفہ) بس ایک ہی سخت آواز ہوگی، جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے۔ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو مستبعد اور محال سمجھتے تھے تو مذکورہ آیت میں ان کے اس محال سمجھنے کا رد ہے کہ اس کو مشکل مت سمجھو کیوں کہ یہ ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں بلکہ جہاں ایک ڈانٹ پلائی یعنی جوں ہی صور پھونکا جائے گا اور ایک سخت آواز ہوگی تو اس وقت سب اگلے پچھلے بغیر کسی تاخیر کے میدان محشر میں کھڑے دکھائی دیں گے یعنی فوراً سب زندہ ہو جائیں گے۔ (خواہ جسم زمین میں مل کر خاک ہو چکا ہو یا ہواؤں میں اس کے ذرات اڑ رہے ہوں، یا پانی میں بہہ رہے ہوں)

**قُلُوبٌ** قُلُوبُ کی جمع ہے مرادی معنی ہیں ”دل“ و اَجْفَةٌ (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، وَجَفَ الشَّيْءُ (ض) وَجَفًا، وَوَجِيفًا، وَوَجُوفًا: تھر تھرانا، دھڑکنا، اَبْصَارُ، آنکھیں، بَصَرٌ کی جمع۔ خَاشِعَةٌ (ف) اسم فاعل واحد مؤنث، خَشَعَ (ف) خَشُوعًا: پست اور ذلیل ہونا، مَرْحُوقُونَ، (ن) اسم مفعول جمع مذکر، رَذَّةُ (ن) رَذًا: روکنا، واپس کرنا، اِلَيْهِ: لوٹنا۔ الحافرة، اُلئے پاؤں، یعنی جس راستہ سے چل کر آیا تھا، مراد پہلی حالت، یعنی حیات قبل الممات (۲) حَفَرَ (ض) حَفْرًا: گڑھا کھودنا۔ حافرة معنی محفورة کھدی ہوئی زمین، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کیا ہم دوبارہ لوٹائے جائیں گے حالانکہ ہم کھدی ہوئی زمین یعنی قبر میں ہوں گے، عبارت ہوگی اِنَّا لَمَرْدُودُونَ وَنَحْنُ فِي الْحَافِرَةِ، كُنَّا فَعْل ناقص جمع متکلم عِظَامًا ہڈیاں، عَظْمٌ کی جمع، نَجْرَةٌ، نَجْرًا کا مؤنث، باب سمع سے صفت مشبہ (قاموس القرآن) نَجَرَ (س) نَجْرًا: بوسیدہ ہونا، چوراچورا ہونا۔ اِذَا جمہور کے نزدیک حرف ہے، اور بسیط ہے، اور اس کے معنی جواب و جزا کے ہیں، لا عمل لہا، اصل لفظ اِذَا ہے، بحالت وقف نون کو الف ت بدل دیتے ہیں۔

۱۔ قُلُوبُ کے لغوی معنی ہیں اَلثَّنَا پلٹنا، قلب گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو انسان کے سینہ کے بائیں پہلو میں ہے اور چونکہ یہ ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے اس لئے اس کو قلب کہتے ہیں یہ معنی علم تشریح بالاعضاء میں ہے اور ادب کی زبان میں قلب کے دو معنی ہیں (۱) عقل (۲) وجدان روحانی، قرآن میں دونوں معانی کا استعمال ہوا ہے، اَفَلَمْ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَتَكُونْ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا الْخَبَرَ یہاں قلب سے مراد عقل ہے اور سَالَفِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ اور اِذَا ذُكِرَ لِلَّهِ وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ جیسی آیات میں قلب سے مراد وجدان ہے، ظاہر ہے کہ مرعوب ہونا اور بیت و خوف وغیرہ سب وجدانی چیزیں ہیں۔



کَزَّةٌ باب ضرب کا مصدر، اور ”ة“ برائے وحدت ہے، معنی ہوں گے ایک بار لوٹنا، کَزَّ الشَّيْءُ (ض) کَزًّا: لوٹنا، مراد دنیا سے لوٹ کر عالم آخرت کی طرف جانا، خَاسِرَةٌ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، خَسِرَ (س) خَسِرًا وَخُسْرًا وَخُسْرَانًا: نقصان اٹھانا (یہاں اسناد مجازی ہے ای اسْتَدَّ الْخُسَارَةَ لِلْكُتْرَةِ وَالْمَرَادُ اصْحَابُهَا) زَجْرَةٌ: زَجْرٌ سے مصدر مَرَّةً، بمعنی ایک ڈانٹ (القاموس الوحید، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) زَجَرَ (ن) زَجْرًا: ڈانٹنا، وَاحِدَةٌ مؤنث واحد، ایک (حساب کا پہلا عدد) وَحَدَ (ض) (س) وَحْدًا وَحْدَةً تَبْهًا هَوْنًا۔ الشَّاهِرَةُ: صاف و ہموار زمین، میدانِ قیامت، جمعہ سواہر، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، بیدار رہنا، نینداڑ جانا (اس زمین کے اس نام سے موسوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر چلنے والا شدتِ خوف کی وجہ سے سوتا نہیں ہے بلکہ بیدار رہتا ہے، بولتے ہیں قَطَعُوا سَاهِرَةً، انہوں نے ایسی لمبی چوڑی زمین کو طے کیا جس پر چلنے والا جاگتا رہتا ہے) پھر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ ارضِ آخرت ہے اور دوسرے بعض کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی زمین ہے۔

**ترکیب** قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ۔ قلوب مبتدا اور تنوین برائے تنويع جو بمنزلہ وصف کے ہے یا برائے تکثیر لہذا مبتدا نکرہ مخصّصہ ہے، جب تنوین برائے تنويع ہو تو ترجمہ ہوگا کچھ قسم کے دل اور برائے تکثیر ہو تو ترجمہ ہوگا بہت سے دل، (روح المعانی) یومئذٍ، واجِفَةٌ کا ظرف مقدم، واجِفَةٌ شبہ فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر خبر اول، ابصارُها مرکب اضافی ہو کر مبتدا، ای ابصارُ اصحابہا، والضمیر للقلوب، خَاشِعَةٌ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا اول کی خبر ثانی (محل رفع میں) مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (لاکل لہا)۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)۔

يَقُولُونَ ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ۔ هُمُ مبتدا مخدوف بقولون فعل، ضمیر واو فاعل (مراد منکرین قیامت) ہمزہ برائے استفہام (استفہام انکاری، لانہم انکروا الردّ) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، نا اس کا اسم (محل منصوب) لام برائے تاکید مزحلقة۔ مَرْدُودُونَ، صیغہ اسم مفعول، ضمیر ہم نائب فاعل، فی الحافرة (آئی الی الحافرة) متعلق، شبہ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر یقولون کا مقولہ، پھر مکمل جملہ مبتدا مخدوف هُمُ کی خبر (محل رفع میں)، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا جو کہ منکرین بعث کے قول کو بیان کرنے کے لئے لاگیا گیا ہے۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا تَنَحَّرَةٌ۔ ہمزہ برائے استفہام انکاری، (الاستفہام لہنا تاکید لمضمون انکار البعث) اِذَا اسم ظرف بمعنی وقت مضاف كُنَّا فعل ناقص، نا ضمیر اسم، عِظَامًا تَنَحَّرَةٌ مرکب توصیفی ہو کر اس کی خبر، فعل ناقص مع اسم و خبر کے مضاف الیہ اور اس مرکب اضافی کا عامل وہ فعل مخدوف ہے جس پر لَمْزُودُونَ شبہ فعل مذکور دال ہے، آئی ہل نُرَدُّ وَنُبْعَثُ مِنْ جَدِيدٍ اِذَا كُنَّا اِلٰح (ترکیب دیگر وہی فعل مخدوف اِذَا كُنَّا کا جواب و جزا ہے)

۱۔ دوسری ترکیب: قلوب واجِفَةٌ مرکب توصیفی مبتدا اور ابصارُها خَاشِعَةٌ جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا کی خبر، اب ترجمہ دوسرا ہوگا۔

قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ... قَالُوا فَعَلَ، واَوْ ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول - تِلْكَ مبتدا (والاشارة الى الرجعة المفهومة من قوله، انا للمردودون الخ مظهری) إِذَا، حرف جواب وجزا لاعمل لها (جیٹی بہا لافادۃ تاکید الرجعة الخاسرة) كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ مرکب توصیفی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متانفہ ہوا (لا محل لها) (کلام مسوق لحکایۃ کفر آخر متفرع علی کفرهم السابق) فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ... یہ فاء محذوف کے جواب میں ہے یعنی قول مقدر کی تعلیل کے لئے ہے آئی لَا تَسْتَصْعَبُوهَا (یعنی اس کو مشکل مت سمجھو) فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ (اعراب القرآن، روح المعانی) إِنَّ حرف مشبہ بالفعل، مَا کافہ ہی مبتدا (ای النفخة الثانية) زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ مرکب توصیفی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔ (لا محل لها) فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ... فافصحہ اور شرط مقدر ہے آئی إِذَا نَفِخَ فِي الصُّورِ شرط إِذَا مفاعاتیہ، هُمْ، مبتدا بالسَّاهِرَةِ کائنون محذوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط محذوف کی جزاء، (لا محل لها) شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۱۵ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۱۶ اِذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے • جبکہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں پکارا • کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت

إِنَّهُ طَغَىٰ ۱۷ فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلَىٰ أَنْ تَزْكَىٰ ۱۸ وَ أَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۱۹

اختیار کی ہے • سو اس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے • اور میں تجھ کو تیرے رب کے طرف رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے •

**تفسیر** منکرین قیامت کے لئے سیدھے سوالات اور قیامت کی تکذیب کرنے سے حضور ﷺ کو تکلیف دایذا پہنچتی تھی اس لیے ان آیات میں فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے آپ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ ایسی ایذائیں کچھ آپ کے لیے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ انبیائے سابقین کو بھی بڑی بڑی ایذائیں پہنچی اور انھوں نے صبر کیا، آپ بھی صبر سے کام لیں، لہذا ان آیات میں ایک طرف تو آپ ﷺ کے لیے تکذیب قوم پر صبر آفرینی مقصود ہے اور دوسری طرف کافروں کے لیے تباہی کی دھمکی ہے کہ فرعون جو لاکھوں انسانوں کا بادشاہ تھا اس کا یہ حشر ہوا تو پھر یہ مکہ کے کافر کس گنتی میں ہیں، یہ کس منہج سے اللہ کے اعلان یعنی قیامت کی تکذیب کرتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۱۵“ کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے استفہام برائے تقریر ہے یعنی وہ قصہ آپ کو پہنچا ہے، قصہ یہ ہوا کہ ”إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۱۶“ جب کہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں پکارا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے وادی مقدس یعنی کوہ طور کے پاس طویٰ میں موسیٰ سے ہم کلامی کی اور فرمایا ”اِذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۱۷“ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے اس کی



شرارت و سرکشی اور تکبر یہ تھا کہ خدا پر ایمان نہ رکھتا تھا بلکہ اپنے لیے خدائی کا دعویٰ کرتا تھا ”فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَيَّجَنِي ۖ وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ“ سو اس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں، تو تو ڈرنے لگے، درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تو کفر و شرک اور شرارت و سرکشی کو چھوڑ دے، اور میں تیری درستگی کی غرض سے تجھ کو تیرے رب کی طرف یعنی اس کی ذات و صفات کی طرف راہ دکھلاؤں یعنی تیرے سامنے اس کی ذات و صفات کو بیان کروں اور پھر تو اس سے ڈرنے لگے اور ایمان لے آئے، (معلوم ہوا کہ انسان کی اصلاح معرفت الہی اور خشیت خداوندی پر موقوف ہے)

### اختیاری مطالعہ

**واقعہ موسیٰ:** واقعہ یہ پیش آیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام میں یہ معاہدہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام آٹھ یا دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کریں گے، چنانچہ مدین کے اندر شعیب علیہ السلام کے مکان پر یہ مدت پوری کر کے موسیٰ علیہ السلام نے رخصت چاہی کہ میں اپنی والدہ اور بہن سے ملنے کے لیے مصر جاتا ہوں اور جس خطرہ کی وجہ سے مصر چھوڑا تھا کہ فرعونی سپاہی ان کی گرفتاری اور قتل کے درپے تھے عرصہ دراز گزر جانے کے بعد اب وہ خطرہ بھی باقی نہ رہا تھا، شعیب علیہ السلام نے ان کو مع ان کی اہلیہ یعنی اپنی صاحبزادی کے کچھ مال اور سامان دے کر رخصت کر دیا، راستہ میں ملک شام کے بادشاہوں سے خطرہ تھا اس لیے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا، موسم سردی کا تھا اور اہلیہ محترمہ حاملہ قریب الولادہ تھیں، جنگل میں راستہ سے ہٹ کر طور پہاڑ کی مغربی اور داہنی سمت جا نکلے، اہلیہ کو دروازہ شروع ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام نے سردی سے حفاظت کے لیے آگ جلانا چاہا اسی حیرانی و پریشانی کے عالم میں کوہ طور پر آگ نظر آئی جو درحقیقت نور تھا، گھروالوں سے کہا کہ میں آگ لانے جاتا ہوں اور ممکن ہے کہ آگ کے پاس کوئی راستہ جاننے والا مل جائے تو راستہ بھی معلوم کر لوں فلما اٹھا نو دی یا موسیٰ ائی انا ربك فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوی وانا اخترتك فاستمع لما یوحی مختصر یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو ایک عجیب حیرت انگیز منظر دیکھا کہ ایک بڑی آگ ہے جو ایک ہرے بھرے درخت پر شعلے مار رہی ہے مگر حیرت یہ ہے کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتہ جلتا نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کچھ گھانس پھونس آگ کے قریب کیا کہ ان میں آگ لگ جائے گی اور ان کا مقصد پورا ہو جائے گا مگر جب یہ گھاس پھونس آگ کے قریب کیا تو آگ پیچھے ہٹ گئی، بہر حال آگ حاصل کرنے کا مقصد پورا نہ ہوا۔ اور ایک آواز آئی کہ اپنے جوتے اتار لے کہ یہ مقام ادب ہے اور آپ وادی مقدس یعنی طوی میں ہیں، جو کلام اس جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا یعنی اننی انا اللہ، لا الہ الا انا فاعبدنی و اقم الصلوٰۃ لذكری ان الساعة آتية الغ۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دین کے تمام اصول کی تعلیم دے دی گئی یعنی توحید رسالت اور آخرت اور آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا، اور آپ کو کچھ معجزات بھی دیئے گئے یعنی آپ کے ہاتھوں میں جو عصا تھا اس کا اثر دہا بننے کا معجزہ، دوسرا معجزہ یہ کہ جب آپ بغل کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکالتے تو ہاتھ آفتاب کی طرح چمکنے لگے پھر آپ کو حکم ہوا اذہب الی فرعون انه طغی الخ۔

**نوٹ:** آئی (ض) ماضی واحد مذکر غائب، آئی، (ض) آتیا و آتیانا: آنا۔ حدیث بات، قصہ، جمع احادیث

(محدثین کی اصطلاح میں حضور ﷺ اور صحابہ اور تابعین کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں) موسیٰ بنی اسرائیل کے پیغمبر کا نام۔ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے (مزید سورۃ الاعلیٰ میں) اِذْ چند معانی کے لئے آتا ہے، تفصیل دراختیاری مطالعہ۔ ناذی، (مفاعلت) ماضی واحد مذکر غائب، ناذی مناداة ویداء، فلائاً وہبہ: آواز دینا۔ الواد المقدس، پاک وادی، (وہ جگہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی حاصل کیا تھا) لغت کے اندر وادی دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کہتے ہیں، جمع اودید۔

**فائدہ** الواد، رسم مصحف بغیر یاء کے ہے اور یاء کو اتقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر رکھا ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) (۲) یاء تلفظ کی اتباع میں رسم الخط سے بھی حذف ہو گئی۔ المقدس، باب تفعیل سے اسم مفعول، قُدَّسَ اللہُ فلائاً: خدا کا کسی کو پاک و صاف بنانا، قُدَّسَ (ک) قُدَّسًا و قُدُّسًا: پاک ہونا، بابرکت ہونا، طُوًی، اسی وادی مقدس کا نام طُوًی ہے جو ملک شام میں ہے اور اس کو وادی ایمن بھی کہتے ہیں، طُوًی بضم الطاء و یکسر ہا، بالتنوین و بلا تنوین ہر طرح پڑھا جاتا ہے، نیز منصرف و غیر منصرف دونوں، منصرف بایں طور کہ وہ وادی اور مکان کا اسم ہے اور نکرہ ہے اور غیر منصرف بایں وجہ کہ وہ مؤنث کا علم ہے یعنی بتاویل بقعة اور معرفہ ہے لہذا علمیت اور تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہوگا اور اب اس پر تنوین نہیں آئے گی۔ (مظہری، اعراب القرآن) اذھَبْ (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر ذھَبْ (ف) ذھَابًا و مَذْهَبًا، جانافرعون، قدیم مصری بادشاہوں کا لقب، جیسا کہ شاہ ایران کو کسری اور شاہ روم کو قیصر اور شاہ یمن کو تَبِیْع کہا جاتا ہے (۲) ہر ظالم و سرکش کا لقب، جمع فراعنہ (حضرت موسیٰ نے جس فرعون کے محل میں پرورش پائی اس کا نام رعمسیس دوم تھا) (قاموس القرآن) فرعون نجی لفظ ہے اور بر بنائے عجمہ و علمیت غیر منصرف ہے، طغی (ف) ماضی واحد مذکر غائب، طغی (ف) طَغِيًا، و طُغْيَانًا: سرکشی کرنا، حد سے بڑھ جانا، قرآن شریف میں یہ صیغہ باب فتح سے ہی استعمال ہوا ہے اگرچہ باب نصر و سمع سے بھی اس کا استعمال آتا ہے باب نصر سے واوی اور باب سمع و فتح سے یائی ہے تزی (تفعّل) مضارع واحد مذکر حاضر (توسنور جائے) دراصل تنزگی ہے ایک تاء تخفیفاً حذف ہو گئی مصدر تنزگی ہے بمعنی سنورنا، پاک ہونا، مجرد میں ہے زکاء (ن) زُكَاً و زَكِيًّ (س) زَكِيًّ: بڑھنا، نیک ہونا۔ اھدی، (ض) مضارع واحد متکلم، ھدی فلاناً ھدی و ھدیتاً، و ھدایۃ: راہ دکھلانا، ھدی فلان: رہنمائی حاصل کرنا، تَحْشَى (س) مضارع واحد مذکر حاضر خشیی (س) خَشِيَةً ڈرنا۔

**ترکیب** هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اِذْ نَادَا رَبُّهٖ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى... (کلام مُسْتَانِف وَاِرْدٌ لِتَسْلِيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَكْذِيْبِ قَوْمِهٖ وَتَهْدِيْدِهِمْ عَلَيْهِ) هَلْ برائے استفہام تقریری (وقیل هَلْ بِمَعْنٰی قَدْ) اَتٰكَ فعل مع مفعول بہ حَدِيْثُ مُوْسٰى مرکب اضافی ہو کر فاعل مکمل جملہ جملہ مستانفہ (لا محل لها) اِذْ اسم ظرف بمعنی وقت، مضاف نَادَا رَبُّهٖ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر حَدِيْثُ کا ظرف (ظَرْفٌ لِلْحَدِيْثِ لَا لِالِثَنَانِ لِاَخْتِلَافِ وَقْتَيْهِمَا) (روح المعانی و اعراب القرآن) اور تفسیر



مظہری میں اس طرح ہے الظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِمَفْهُومِ حَدِيثِ مُوسَى أَيْ هَلْ آتَاكَ الْحَدِيثُ الْمُتَعَلِّقُ بِمُوسَى وَقَدْ  
 نِذَاءٌ رَبِّهِ أَيَّاهُ، یا پھر اِذْ نَادَاهُ كُزَّ فَعَلٌ مَقْدَرٌ كَامِفْعُولٌ بِهِ مَا نَا جَانِئٌ (روح المعانی) (بالوَادِ متعلق نادى کے، طوى،  
 بدل ہے الْوَادِ الْمُقَدَّس سے، بالوَادِ اِی فی الوادِ) اِذْهَبْ اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ ظَلَعٌ فَقُلْ هَلْ لَكَ اِلَى اَنْ تَزِلْنِی  
 وَاهْدِیْكَ اِلَى رَبِّكَ فَتَخْشِی... اِذْهَبْ سے پہلے وَقَالَ مَحْذُوفٌ ہے لِهَذَا قَالَ فَعَلٌ فاعِلٌ ہو کر قول اے۔ اِذْهَبْ فَعَلٌ،  
 ضمیر انت فاعِلٌ، اِلَى فِرْعَوْنَ متعلق، فَعَلٌ اپنے فاعِل اور متعلق سے مل کر معلل (فی محل نصب) اِنَّهُ ظَلَعٌ جملہ تعلیلیہ  
 (تعلیل لِلْأَمْرِ) معلل اپنی تعلیل سے مل کر معطوف علیہ فَا عَاطِفٌ قُلْ فَعَلٌ، انت ضمیر مستتر فاعِل، فَعَلٌ اپنے فاعِل  
 سے مل کر قول، هَلْ برائے استفہام (معناه أَلَعَرَضَ لَا سَدْعَانَهُ بِالْمَلَا طِفَةِ) لَكَ جَارٌ مَجْرُورٌ ثَابِتٌ کے متعلق ہو کر  
 خبر مقدم، اِلَى حرف جَارٌ اَنْ نَاصِبٌ تَزِلْنِی فَعَلٌ مضارع، ضمیر انت فاعِل، فَعَلٌ اپنے فاعِل سے مل کر معطوف علیہ وَاوْ  
 عَاطِفٌ اِهْدِیْ فَعَلٌ ضمیر اَنَا فاعِل کاف مفعول بہ اِلَى رَبِّكَ متعلق، فَعَلٌ اپنے فاعِل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ  
 معطوف، فاء حرف عطف برائے تَفْرِیعٌ تَخْشِی فَعَلٌ فاعِل ہو کر معطوف (تَخْشِی کا مفعول بہ هُ ضمیر بوجہ رعایت  
 فَوَاصِلٌ مَحْذُوفٌ ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا تَزِلْنِی کا پھر معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر  
 مجرور، جَارٌ اپنے مجرور سے مل کر متعلق رَغْبَةٌ مصدر کے، اور وہ مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر قول کا مقولہ، (محل  
 نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر اِذْهَبْ کا معطوف، (فی محل نصب) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر قال  
 محذوف کا مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

### اختیاری مطالعہ

**تحقیق منبذ** لفظ اِذْ چند معانی کے لیے آتا ہے (۱) ظرف اس وقت ماضی یا مستقبل یا جملہ اسمیہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور عموماً  
 زمانہ ماضی کے لیے ظرف بنتا ہے جیسے اِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِی اِثْنِیْنِ اِذَا هُمَا فِی الْغَارِ اِذَا یَقُولُ  
 لَصَاحِبِهِ لَا تَخْزَنِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ اور کبھی مفعول بہ بنتا ہے جیسے وَاذْكُرُوا اِذَا جَعَلَكُمْ خُلَفَاءً مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ اور کبھی مفعول بہ سے بدل  
 بنتا ہے جیسے: وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ مَرْیَمَ اِذَا انتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا، لَفْظٌ اِذَا یہاں لفظ مریم سے بدل اشتمال ہے اور کبھی  
 مضاف الیہ کے بعض اس پر توین داخل کر دی جاتی ہے جیسے: یَوْمَئِذٍ (۲) حرف تعلیل جیسے: ضَرَبَتْهُ اِذَا سَاءَ (میں نے اس کی پٹائی کی  
 کیوں کہ اس نے برا کام کیا) (۳) حرف مفاعلات جیسے: نَفْثَ الْعَرَبِ مِثْلُ هَی فَبَیْنَمَا الْعَسْرُ اِذَا دَارَتْ مِیَاسِیْرُ (چوں کہ تنگی کے دوران  
 اچانک گھومنے لگتے ہیں جوئے کے پاس)

**تذکرہ** هَلْ اَتَاكَ حَدِیْثُ مُوسٰی۔ عزیز طلبہ! اجراء کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ لفظ موسیٰ معرفہ ہے بوجہ علم  
 ہونے کے، مگر میرے عزیزو! ایک بات یاد رکھو اور وہ یہ ہے کہ اگر علم سے مراد اس کا وصف مشہور لیا جائے، تو پھر علم معرفہ نہیں رہے گا۔

۱۔ قولہ اِذْهَبْ اِلَیْكَ اِذَا نَادَاہُ، کی، وقیل ہو علی حذف اَنْ الْمَفْسَرَةُ اِیْ اِنْ اِذْهَبْ، اور یہ بھی جائز ہے کہ اَنْ مصدر یہ  
 سے پہلے حرف جر مقرر ہو اِیْ اِنْ اِذْهَبْ

جیسے لِكُلِّ فِرْعَوْنَ مُوسٰی یہاں فرعون سے مراد وصف فرعون اور موسیٰ سے مراد وصف موسیٰ ہے آئی لِكُلِّ مُنْطَلِ مُحِیّ اسی طرح اور بھی کچھ شکلیں ہیں دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۱۳۷۔

فَاَرٰهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰی ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰی ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿۲۳﴾

پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی • تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا • پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا • اور جمع کیا پھر آواز بلند تقریر کی •

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاَوَّلٰی ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں • سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا • بیشک اس میں

لَعِبْرَةٌ لِّمَنْ یَّخْشٰی ﴿۲۶﴾

ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے •

**تشریح** ماقبل میں آپ نے پڑھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے پاس جانے کا حکم کیا تھا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر فرعون کے پاس گئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”فَاَرٰهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰی ﴿۲۰﴾“ یہ آیت فعل محذوف پر معطوف ہے ای ذہب الی فرعون فاراہ الخ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے پھر جب فرعون نے دلیل نبوت طلب کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بڑی نشانی دکھلائی یعنی اپنے نبی ہونے کی نشانی دکھلائی، اس نشانی یعنی آیت کبریٰ سے بعض مفسرین نے عصا کا معجزہ مراد لیا ہے کہ آپ نے اپنے عصا کو زمین پر ڈالا تو سانپ بن گیا اور بعض مفسرین نے آیت کبریٰ کو اسم جنس قرار دے کر عصا وید بیضا دونوں کا مجموعہ مراد لیا ہے، اور اسم جنس کا اطلاق قلیل و کثیر سب پر ہوتا ہے، مگر وہ ملعون ماننے والا کہاں تھا۔ ”فَكَذَّبَ وَعَصٰی ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ﴿۲۲﴾“ تو اس (فرعون) نے (ان کو) جھٹلایا اور کہنا نہ مانا، پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بغاوت کی کوشش کرنے لگا۔ ”فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی ﴿۲۴﴾“ اور جمع کیا یعنی لوگوں کو جمع کیا پھر (ان کے سامنے) آواز بلند تقریر کی، اور کہا میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں یہ موسیٰ کہاں سے آگیا، اور کس نے اس کو بھیجا، رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی میں اعلیٰ کی قید و احترامی نہیں ہے کہ وہ اپنے کو تو بڑا رب اور کسی دوسرے کو چھوٹا رب بھی مانتا ہو، بلکہ یہ قید واقعی اور صفت مادہ کے طور پر استعمال کی کہ میں درحقیقت تمہارا بڑا رب ہوں، الغرض فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی۔ ”فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاَوَّلٰی ﴿۲۵﴾“ سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا دیوی عذاب تو غرق، اور اخروی عذاب حرق، یعنی دنیا کے اندر تو اس کو دریا میں غرق کر دیا اور آخرت کے اندر نارِ جہنم میں جلے گا۔ نکال اسم مصدر ہے بمعنی عبرتناک سزا، ظاہر ہے کہ یہ دونوں سزائیں بڑی عبرتناک تھیں، ”اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّمَنْ یَّخْشٰی ﴿۲۶﴾“ ذلک کا



مشار الیہ ہے المذکور ای فی الاخذ والنکال بے شک اس میں ایسے شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو ڈرے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور عبرت حاصل کرے کہ پیغام خدا کو ٹھکرانے اور فرستادہ خدا کی تکذیب کرنے سے ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں، اے اللہ ہم سب کی حفاظت فرما۔

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دل جوئی نہیں ☆ طعنہ دیں گے ثبت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

**نکات** اَرَاہَ ہمزہ اول زائد ہے یہ اَفْعَلَ کا ہمزہ ہے اور ہاء سے پہلے جو الف ہے وہ لام کلمہ ہے جو کہ دراصل یاء تھا اور عین کلمہ (ہمزہ) تخفیفاً حذف کر دیا گیا، مادہ رَآءِ ہے، اَزَی کی اصل اَزَا ہے (اَزَا) اور اس کی اصل اَزَآی ہے (باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، مصدر اَرَانَتْ) یاء متحرک ماقبل مفتوح، یاء کو الف سے بدل دیا اَزَا ہوا، پھر ہمزہ کی حرکت نقل کر کے راء کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کر دیا، اَزَی ہو گیا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) (اور یہاں چوں کہ آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے اس لیے متعدی بدو مفعول ہے نہ کہ متعدی بسہ مفعولہ)

الآیۃ نشانی، معجزہ، جمع آیات، آیت کے اصل معنی ظاہری نشانی کے ہیں، اسی اعتبار سے قرآن کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ کلام کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ الکُبْرٰی (ک) اسم تفضیل واحد مؤنث، جمع الکُبُر، کُبْر (ک) کِبْرًا و کُبْرًا، شان و مرتبہ میں بڑا ہونا کَذَّبَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، کَذَّبَ فُلَانًا: کسی کو جھٹلانا، کَذَّبَ (ض) کَذَّبًا و کَذَّبًا: جھوٹ بولنا، عَطَى (ض) ماضی واحد مذکر غائب، عَطَى (ض) عَصِيَانًا، و مَفْصِيَةً: نافرمانی کرنا، اَذْبَرَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَذْبَرَ اَذْبَارًا: پیٹھ پھیرنا، يَسْعٰی (ف) مضارع واحد مذکر غائب، سَعٰی (ف) سَعِيًا: کوشش کرنا، دوڑنا حَشَرَ (ن، ض) حَشَرًا: جمع کرنا، نَادَى (مفاعلت) ماضی واحد مذکر غائب، نَادَى مَنَادَةً و نِدَاءً: آواز دینا، اَلْاَعْلٰی (ن) اسم تفضیل واحد مذکر، عَلَا يَغْلُو (ن) عَلُوًا: بلند ہونا، (اَعْلٰی صفت مادہ ہے، احترازی نہیں ہے کہ ارباب غیر اعلیٰ کے وجود کو مستلزم ہو ای لَمْ يُقْصَدْ بِهِ التَّفْضِيلُ بَلِ الْوَصْفُ) اَخَذَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، اَخَذَ (ن) اَخَذًا، لِيْنَا، پکڑنا، نَكَالَ، تَنْكِيلَ کا اسم مصدر (جیسے سلام، تسلیم کا ہے، تفسیر مدارک ص: ۳۲۶) بمعنی سزا، عبرت ناک سزا، عَذَاب، نَكَلَ، (ن) نَكَلَةً بَغْلَانٍ: کسی کو عبرت ناک سزا دینا، اَلْاِخْرَةَ: موت کے بعد کا زمانہ، اسم فاعل کے وزن پر ہے مگر یہاں بطور اسم جامد مستعمل ہے۔ (اعراب القرآن و صرفہ) ثلاثی مجرد سے اس کا فعل استعمال نہیں ہوتا، اَلْاَوَّلٰی پہلی، مراد دنیا، جمع اَوَّل، یہ اَوَّل کا مؤنث ہے، قرآن کے اندر جہاں لفظ آخرت کے ساتھ اس کا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالم دنیا ہے، (مزید تفصیل سورۃ التطفیف میں) عِذْرَةٌ: نصیحت، جمع عِزْرٌ (قال الرازی العبرة من العبور (ن) گذرنا، ایک جانب سے دوسری جانب پہنچنا، نصیحت حاصل کرنے میں بھی انسان جہالت سے عبور کر کے علم تک پہنچتا ہے) يَخْشٰی مضارع واحد مذکر غائب، خَشِيَ (س) خَشِيَةً: ڈرنا۔

**ترکیب** فَارَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرٰی فَكَذَّبَ وَعَطٰی ثُمَّ اَذْبَرَ يَسْعٰی... فا حرف عطف اور معطوف علیہ محذوف ہے

آی ذہب الی فرعون فآراہ الخ۔ آری فعل ضمیر ہو فاعل، ضمیر منصوب متصل مفعول بہ اول الایۃ الکبریٰ مرکب توصیفی مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعاطفہ کذب وعطی، باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر حسب سابق معطوف علیہ معطوف، ثُمَّ حرف عطف، آذبر فعل، ضمیر ہو مستتر ذوالحال یسعی جملہ فعلیہ حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف (آذبر کا عطف کذب پر ہے) فَحَشَرَ فَنَادَى فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی فَآخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُولٰی... یہ سب باہم معطوف و معطوف علیہ ہیں اور ان کا تعلق بھی ماقبل معطوف علیہ سے ہے، پھر تمام معطوفات مل ملا کر جملہ مستانفہ ہے۔ (لا محل لہا)

فَاَخَذَهُ کی فاسبتیہ ہے یعنی ماقبل سبب ہے مابعد کے لئے الْاٰخِرَةِ وَالْاُولٰی مرکب عطفی ہو کر نکال کا مضاف الیہ ہے، پھر مرکب اضافی آخِذ فعل کا مفعول مطلق ہے کیونکہ دونوں میں معنی اتحاد ہے اور نکال، تنکیل کا اسم مصدر ہے اور اسم مصدر کا مفعول مطلق بنتا صحیح ہے کیونکہ مفعول مطلق کے لئے معنی حدی ہونا کافی ہے، اس سے افعال کا مشتق ہونا ضروری نہیں ہے یا پھر نکال سے پہلے مضاف محذوف مانا جائے ای فاخذہ اللہ آخِذ نکال الخ یا پھر اس طرح عبارت مانی جائے، فنکل بالآخذ نکال الْاٰخِرَةِ وَالْاُولٰی۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن یَّحْشٰی... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، فِیْ ذٰلِكَ متعلق ثابت محذوف کے ہو کر خبر مقدم (ای فی المذکور، ای فی الاخذ والنکال) لام، مزحلقة، برائے تاکید عِبْرَةٌ موصوف، لام جارہ من یحشی اسم موصول مع صلہ کے مجرور، جار مجرور کائنۃ محذوف کے متعلق ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم موخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (لا محل لہا)

**فائدہ** لام ابتدائیہ و مزحلقة کا بیان صفحہ ۱۴ اور حاشیہ ۲ میں دیکھیں۔

۱۔ روح المعانی میں اس فاکو فیو لکھا ہے اور معطوف علیہ نہ صرف محذوف ہے۔

۲۔ لام کی مختلف قسمیں ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو لام مفردہ کی تین قسمیں ہیں (۱) لام جارہ، (۲) لام جازمہ (۳) لام غیر عاملہ۔

**قسم اول:** لام جارہ مختلف معانی کے لئے آتا ہے مثلاً اختصاص، استحقاق، تطیل، تاکید، نفی، جملیک، ملک وغیرہ کے لئے، ومنها التوکید وہی اللام الزائدة وہی انواع منها اللام المعترضۃ بین الفعل المتعدی ومفعولہ، ومنها اللام المسماۃ بالمُعْجَزَةِ وہی المعترضۃ بین المتضائفین کما فی قولہم یا بؤس الخبز والاصل یا بؤس العرب ومنها اللام المسماۃ بلام التقویۃ وہی المزیدۃ لتقویۃ عاملی ضَعْف (اقتابناخر العامل نحو هذی ورحمة للذین هم لرتہم یرہون، او یكون مغرغافی العمل نحو فقال لما یرید)

**قسم ثانی:** دوسری قسم کا لام وہ ہے جو طلب کے لئے آتا ہے اور اپنے مابعد کو جز ہوتا ہے اور خود کسور ہوتا ہے لیکن اگر اس سے پہلے دوا، باور ثم ہو تو ساکن ہو جاتا ہے جیسے فلیست جیبو الی ولیو میثوابی، ثُمَّ لَیْقُضُوا۔

**قسم ثالث:** تیسری قسم کا لام وہ ہے جو غیر عامل ہوتا ہے اور اس کی سات قسمیں ہیں، لام ابتدائیہ اور یہ مضمون جملیکی تاکید کا کلمہ ہوتا ہے اس وجہ سے باب ان میں اس کو مصدر جملہ سے ہٹا کر کجاء کے بڑھا دیا جاتا ہے کیونکہ ان خود تاکید کلام کے لئے آتا ہے تو اگر اس لام کو لگی شروع کلام میں رہ گیا تو ابتدائے کلام میں دو تاکیدوں کا اجتماع لازم آئے گا، اور یہ کمرہ ہے، اس لام کو لام مزحلقة (بفتح اللام ہو بکسرہا) کہتے ہیں (یعنی جس کو اس کے مقام سے پہلاد یا اور ہٹا دیا گیا ہو) جیسے اذبر یکلی حکم ینہدوہا لقیام ینذرتی لتینغ الدعاء ان لک لاخرا غیر ممنون ہم وغیرہ خبریوں



ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا ۚ رَفَعَ سَبْكَهَا فَسَوَّيَهَا ۚ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا • اللہ نے اس کو بنایا • اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا • اور اس کی رات کو تاریک بنایا

وَاَخْرَجَ ضُحَاهَا ۚ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ۚ اَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعُهَا ۚ

اور اس کے دن کو ظاہر کیا • اور اس کے بعد زمین کو بھجایا • اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا •

وَالْجِبَالَ اَرْسَاهَا ۚ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۚ

اور پہاڑوں کو قائم کر دیا • تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کے لئے •

**تشریح** ماقبل آیت یعنی ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا تَّخِرَةً ۝۱۱ میں کفار کا قیامت کو مستبعد و محال سمجھنا مذکور تھا، پھر فَاَنْتُمْ

هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۲ سے وقوع قیامت کا نقلی جواب دیا گیا، پھر درمیان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون

کا واقعہ مذکور ہوا اب ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا سے وقوع قیامت کا عقلی جواب دے رہے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءُ ۚ“ بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔ یعنی تم یہ بتلاؤ کہ کیا تمہارا

پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کرنے کے بعد، زیادہ سخت ہے یا آسمان کا، ظاہر ہے کہ آسمان کا پیدا کرنا زیادہ سخت

ہے جیسا کہ دوسری آیت ہے لَخَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ یعنی زمین و آسمان کی پیدائش

انسانوں کی پیدائش سے زیادہ مشکل ہے کہ آسمان انسان سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ حالاں کہ ہم نے زمین و آسمان کو پیدا

کر دیا تو پھر تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ لہذا ایک بار نہیں، ہزار بار زندہ کئے جاسکتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ آسمان کے پیدا

کرنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ ”بَنَاهَا ۚ رَفَعَ سَبْكَهَا فَسَوَّيَهَا ۚ“ اللہ نے اس کو بنایا بایں طور کہ اس

کی چھت کو بلند کیا واقعی حیرت ہے کہ کس قدر اونچا بنایا اور اتنی اونچائی پر اس کو کس طرح روک دیا، اور اس کو درست بنایا

کہ اس میں کوئی شکاف اور کمی نہیں ہے، ”وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا ۚ“ اور اس کی رات کو تاریک بنایا،

پڑھتا ہے۔ (ہذا لایں یہاں دراصل لَیْلٌ تھا) اگر ان کو مؤخر کر دیتے تو حرف (حرف مشبہ) کے معمول کا اس پر مقدم کرنا لازم آتا، اور محض لام ابتداء جو

مطلوبہ نہ ہو جیسے لَا تَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا ہے۔

دوسری قسم لام زائدہ ہے جو مبتدا خبر پر داخل ہوتا ہے جیسے: اَمَّ الْعَالَمِیْنَ لَعَجُوزٌ شَہِیْرَةٌ، الْأَخْلَیْلِ لَیْسَ عَجُوزٌ اور یہ لام فاعل مفتوح کی خبر پر بھی

آتا ہے جیسے اَلَا اَنْتُمْ لَیَا کُلُوْنَ الطَّعَامَ (فتح الهمز، سیدائیں حیر کی قرأت کے مطابق) اس لام کے اور بھی مواقع ہیں تفصیل درمغنی المصیب، تیسری قسم لام

الجباب ہے یعنی جواب کو کلام جیسے لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اَلْہٰیلا لَکَانَ لَفْسَدًا، اور لَوْلَا کے جواب کلام جیسے وَلَوْلَا دَفَعَ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَعْشَرَہُمْ بَعْضُہُمْ لَفَسَدَتِ

الارض، اور جواب قسم کلام جیسے تَاٰلِہٖ لَا یَکِدُنَّ اَصْنَامُکُمْ چوتھی قسم کلام وہ ہے جو ادا لا شرط پر داخل ہو خیر دینے کے لئے کہ جب اس کے بعد ہے ماقبل

قسم پر بنا کرتے ہوئے نہ کہ شرط پر، بناء بریں اس لام کو لام مؤخر ناموسولہ بھی کہتے ہیں جیسے لَیْزًا خَرَجْنَا وَ لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَنَا ۚ پانچویں قسم کلام جیسے

الرَّجُلُ کَالَامٍ۔ چھٹی قسم کلام اسماء اشادات کلام جیسے ذٰلِکَ، تِلْکَ، (لِلدَّلَالِیۃِ عَلٰی الْیَعْدَاۃِ عَلٰی تَوْکِیْدِہٖ) ساتویں قسم کلام لام اسجوب جو غیر جارہ ہو

جیسے لَطُوفٌ یَّذٰی مَا اَطْرَفُ

اور اس کے دن کو ظاہر کیا، لیلہا اور طُھّھا کی ضمیر سماء کی طرف راجع ہے، اور رات و دن کو آسمان کی طرف اس لیے منسوب کیا کہ رات اور دن آفتاب کے طلوع و غروب سے ہوتے ہیں، اور آفتاب آسمان میں ہے، یہ نہیں فرمایا گیا کہ رات اور دن خود بخود پیدا ہو گئے، بلکہ رات کو تاریک بنانے اور دن کو ظاہر کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی تاکہ اس کی صنّاعی کی طرف ذہن منتقل ہو اور معلوم ہو کہ یہ دونوں کام کرنے والا بڑی قدرت و طاقت والا ہے لہذا ایسے قادر اور طاقت ور کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ”وَ الْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحْصَهَا ﴿۱۰﴾“ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا کہ جس پر چلنا پھرنا اور کھیتی باڑی کرنا آسان ہو گیا، ”أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءً هَائًا وَمَرْعَهَا ﴿۱۱﴾“ اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا، یعنی زمین سے چشموں اور نہروں کو جاری کر کے سبزی، غلے پھل پھول، اور طرح طرح کی غذائیں پیدا کیں، ”وَالْجِبَالَ أَرْسَسَهَا ﴿۱۲﴾“ اور پہاڑوں کو قائم کر دیا جس سے زمین کی سطح رک گئی، ”مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِإِنْعَامِكُمْ ﴿۱۳﴾“ تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کے لیے یعنی زمین کا بچھانا، اس پر پہاڑوں کا گاڑنا، اور زمین سے چشموں، نہروں اور غلہ و چارہ کا نکالنا یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ رسائی کے لیے ہے۔ لہذا جب ایسی ایسی چیزیں ہم نے بنادیں تو تمہارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

**تفسیر** اصل استدلال خلق سماء سے تھا، مگر زمین کا ذکر شاید اس لیے کر دیا کہ اس کے احوال ہر وقت پیش نظر ہیں اور زمین کی تخلیق کو آسمان کے برابر نہ سمجھی لیکن بہ نسبت انسان کے اس کی تخلیق بھی اشد ہے، اور آسمان و زمین کی تخلیق کا اشد و مشکل کام ہونا یہ انسان کو سمجھانے کے اعتبار سے ہے ورنہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کام کا کرنا دقیق اور مشکل ہو، قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے: إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

**نکتہ:** قولہ دَحْصَهَا جلالین میں ہے کہ زمین کے مادہ کی تخلیق، تخلیق آسمان سے مقدم ہے البتہ زمین کا بچھانا تخلیق آسمان کے بعد ہوا۔

**۱۰** أَشَدَّ زیادہ سخت، اسم تفضیل واحد مذکر، از باب ضرب شَدَّ الشَّيْءُ (ض) شِدَّةً: سخت ہونا، (۲) بھاری ہونا، شَدَّ الشَّيْءُ (ن) شِدًّا: سخت کرنا، خَلَقًا، باب نصر کا مصدر مجہول، پیدا کیا جانا، السَّمَاءُ، آسمان، جمع سلوت، ہلی (ض) ماضی واحد مذکر غائب، ہلی (ض) بِنَاءً: بنانا (در اصل بَنَى تھا قاعدہ ے جاری ہوا ہے) رَفَعَ ماضی واحد مذکر غائب، رَفَعَ (ف) رَفْعًا: بلند کرنا، اونچا کرنا، سَمَّكَ، اسم بمعنی چھت، جمع سموک، سَمَوَى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، سَمَوَى الشَّيْءَ تَسْوِيَةً: درست کرنا (اس میں قاعدہ ے سے تعلیل ہوئی ہے) سَمَوَى الرَّجُلُ (س) سَمَوَى: درستکار ہونا، أَغْطَشَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، (لازم و متعدی) تاریک کرنا، تاریک ہونا، مجرد میں باب

۱۔ جب خلق کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو تو معنی ہوں گے ایک چیز کو دوسری چیز کی صورت میں تبدیل کرنا حضرت عیسیٰ کے مطلق ہے واذ تخلق من الطین کھینٹا الطیر یا ذن (اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے ہو) اور کبھی خلق کے معنی اندازہ کرنے کے آتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو احسن الخالقین اسی معنی کے اعتبار سے کہا ہے۔



ضرب سے ہے، غَطَشَ، (ض) غَطَشًا: تاریک ہونا، أَخْرَجَ ماضی واحد مذکر غائب، أَخْرَجَ الشَّيْءَ اخْرَاجًا: نکالنا، خَرَجَ، (ن) خُرُوجًا: نکلنا، طُغِيَ، اسم ہے اور معنی دھوپ پھیلنے اور دن چڑھنے کے ہیں پھر اس وقت کو بھی مٹی کہنے لگے جس میں دھوپ خوب پھیل جائے یعنی چاشت کا وقت، مراد دن ہے، (یل کے مقابلہ میں آنے کے قرینہ سے) اور دن کو ضحیٰ سے بایں وجہ تعبیر کیا کہ چاشت کا وقت اجزائے نہار میں نور اور روشنی میں اکمل ہوتا ہے۔ اور جب اس کی اضافت شمس کی طرف ہو تو مجازاً روشنی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے والشمس وضوحا یعنی کامل روشنی جیسے بوقت چاشت ہوتی ہے۔ (روح) دَخَا (ن) ماضی واحد مذکر غائب، دَخَا (ن) دَخَوًا: بچھانا، ہموار کرنا، (اس میں الف، واو یا یاء سے بدلا ہوا ہے بقاعدہ ۷، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) ماء پانی، جمع، میاء، مَرَعَى، مصدر میسی، بمعنی المفعول بمعنی چارہ، (مظہری) یہاں مجاز مرسل ہے، یعنی مرعی بمعنی گھاس بول کر مطلق ماکول مراد ہے خواہ جانوروں کا یا انسانوں کا، مزید تفصیل در روح المعانی) مرعی کا دوسرا معنی ہے چراگاہ، جمع مراعی، اس صورت میں یہ باب فتح سے اسم ظرف ہوگا (لہذا تسمیۃ الحال باسم المحل کے قبیل سے ہوگا) رَعَى (ف) رَعِيًا و مرعی: جانور کا چرنا، چراانا اَرْنَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَرْنَى الشَّيْءَ اَرْنَاءً: قائم کرنا اَرْنَا (ن) رَسَوًا: قائم ہونا۔ بقاعدہ ۷ الف مزید فیہ میں یاء سے بدل کر آیا ہے اور مجرد میں واو سے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) متاعاً اسم مصدر بمعنی تمتیقا (فائدہ پہنچانا) اَنْعَام، نعم کی جمع چوپائے (آئی الابل والبقر والغنم، جلالین) (یادرکھئے کہ انعام کا اطلاق گائے، بھینس، بیل، بکری پر اسی وقت ہوگا جب ان میں اونٹ بھی ہو کیوں کہ اَنْعَام نَعْم بمعنی اونٹ کی جمع ہے اور اونٹ کو نعم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اہل عرب کے یہاں بڑی نعمت ہے اور دوسرے جانوروں پر اس کا استعمال تغلیبا ہے)

**ترکیب** اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَم السَّمَاءُ لَيْلَهَا..... ہمزہ حرف استفہام برائے تونخ، اَنْتُمْ مبتدا اَشَدُّ اسم تفضیل واحد مذکر، ضمیر اس کے اندر میز خَلْقًا تمیز، میز اپنی تمیز سے مل کر فاعل، اسم تفضیل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ، اَم حرف عطف السَّمَاءُ مبتدا اور خبر مخدوف ہے اَم اَشَدُّ خَلْقًا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ (لا محل لہا) لَيْلَهَا... ہلی فعل ضمیر ہو فاعل، (مرجع اللہ ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہو رہا ہے لہذا مرجع معنی مذکور ہے دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۱۳۰) اَم مفعول بہ، مکمل جملہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے (یعنی السماء اَشَدُّ خَلْقًا کا بیان اور کیفیت ہے) رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّاهَا وَاغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ طُغْيَاهَا... رَفَعَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، سَمَكَهَا مرکب اضافی مفعول بہ، پھر جملہ ہو کر معطوف علیہ، فَسَوَّاهَا، عطف رَفَعَ پر، پھر دونوں مل کر معطوف علیہ وَاغْطَشَ لَيْلَهَا معطوف علیہ معطوف، وَاَخْرَجَ طُغْيَاهَا، معطوف، یہ سب مل ملا کر جملہ مستانفہ بیانیہ ہے، (یعنی بئسها کا بیان ہے) (لا محل لہا) (روح) ثُمَّ وَالْاَرْضَ حَتَّىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ دَخَهَا اَخْرَجَ مِنْهَا

۱۔ دوسری ترکیب یہ بھی ہے کہ السماء اذوالحال لیلها، حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر اَنْتُمْ، عطف ہو۔

۲۔ رَفَعَ سَمَكَهَا تا ضحیٰ کو بئسها سے بدل بھی بنا سکتے ہیں۔

مَائِهَا وَمَرْعُهَا وَالْجِبَالُ أَرْسُهَا... واو حرف عطف، (ما قبل جملہ پر عطف ہے) الارض مفعول بہ ہے، فعل محذوف دحا کا جس پر مابعد فعل وال ہے کیونکہ یہ ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے قبیل سے ہے، بعد ذلک (ای بعد خلق السماء) مرکب اضافی ہو کر فعل محذوف دحا کا ظرف۔ دحھا مکمل جملہ تفسیر ہے، فعل محذوف دحا کی (لا محل لہا) مفسر اپنی تفسیر سے مل کر معطوف علیہ، والجبال ارسھا یہ بھی ما اضمر عاملہ الخ کے قبیل سے ہے اور اس کی ترکیب بھی والارض بعد ذلک کی طرح ہے آئی ارسا الجبال ارسھا اور یہ جملہ بھی ما قبل پر عطف ہے (یعنی ارسا کا عطف دحا پر ہے، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور درمیان میں اخرج منها ماءها ومرعها، یہ جملہ دحا کا بیان اور تفسیر ہے متاعا لکم ولا نعامکم... لکم ولا نعامکم معطوف و معطوف علیہ ہو کر متاعا بمعنی تمتیقا کا متعلق اور متاعا فعل محذوف فعل کا مفعول لہ ہے آئی فعل ذلک تمتیقا لکم الخ۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٦﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٧﴾ وَبُزِزَتِ الْجَحِيمُ

سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا • یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا • اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ

لِمَنْ يَّرَىٰ ﴿٣٨﴾ فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ﴿٣٩﴾ وَآثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰی ﴿٤١﴾

ظاہر کی جاوے گی • تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی • اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی • سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا •

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ﴿٤٢﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰی ﴿٤٣﴾

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا • سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا •

**تشریح** ما قبل آیات میں بعث بعد الموت کو نقلی و عقلی دونوں طریقوں سے ثابت کیا گیا تھا، اب ان آیات کے اندر

بعث کے بعد اہل جنت اور اہل دوزخ کی جو جزا و سزا ہوگی اس کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”فَإِذَا جَاءَتِ

الطَّامَّةُ الْكُبْرٰی ﴿٣٦﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰی ﴿٣٧﴾“ سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا، یعنی جس دن

انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا (طَمَّ الشَّيْءُ) (مُس) طَعًا و طُمُوًا کا معنی ہے چھا جانا، لہذا یہاں طامہ سے مراد ہنگامہ

قیامت ہے کیوں کہ وہ سب پر چھا جائے گا اور سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا پھر اذا سے بدل آئی یوم یَتَذَكَّرُ الخ یعنی

جس دن انسان اپنے کئے دھرے کو یاد کرے گا کہ اس کا ہر چھوٹا بڑا عمل نامہ اعمال میں درج ہوگا۔

**تحقیق و تامل** زنجشیریؒ نے کشاف میں لکھا ہے کہ طامہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیزوں پر غالب آجائے

اور قیامت چوں کہ تمام دنیا پر غالب آجائے گی اس لیے اس کا نام طامہ بھی ہوا، یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے مختلف پہلو

۱۔ قولہ اخرج الخ دوسری ترکیب یہ ہے کہ قحطوف ان کس کو مال بتانا بھی صحیح ہے ای قحطوف الخ

۲۔ متاعا الخ کو مفعول مطلق بتانا بھی درست ہے آئی متغنا کہہا تمتیقا لکم الخ



سامنے رکھ کر خدا تعالیٰ نے اس کے مختلف نام رکھے ہیں مثلاً واقعہ، حاقہ، طامہ، صاخہ، غاشیہ، قارعة، الساعة وغیرہ۔ ”وَبُرَزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ“ اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے گی یعنی درمیان میں کوئی آڑ نہ رہے گی، اور لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، انسان نہ بھی دیکھنا چاہے تب بھی دیکھنے پر مجبور ہوگا تو اس روزیہ حالت ہوگی کہ ”فَأَمَّا مَنْ ظَلَعُ ۖ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ“ تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا یعنی جو شخص دنیا کے اندر دو بلاؤں میں مبتلا رہا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ (۱) ایک بلا تو یہ کہ اس نے خدا اور رسول کے احکام کو ماننے کے بجائے سرکشی و نافرمانی کی ہوگی (۲) دوسری بلا یہ کہ آخرت کا منکر و کافر ہو کر آخرت پر دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی یعنی جب ایسا کوئی کام سامنے آیا کہ اس کے اختیار کرنے میں دنیا میں تولدت و آرام ملتا ہے مگر آخرت میں اس پر عذاب کی وعید ہے تو اس وقت یہ دنیا کی لذت کو ترجیح دے اور آخرت کو نظر انداز کر دے، لہذا ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا، ”وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ“ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا یعنی اہل جنت کی بھی اسی طرح دو علامتیں ہیں۔ (۱) ایک تو یہ کہ وہ شخص دنیا کے اندر اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ ذوالجلال کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہونا ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ اس کو آخرت کا عقیدہ ہے۔ (۲) اس ڈر کی وجہ سے اس نے اپنے نفس کو حرام خواہشات سے روکا یعنی اعتقاد صحیح کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی کیا تو اس کے لیے بشارت فرمائی کہ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ کہ جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔

**تفصیل** اس کا تفصیلی بیان ترکیب کے تحت حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ **جاءت** (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، جاء (ض) جینا و مجینا: آنا۔ جاء و جاء الیہ دونوں طرح استعمال ہے، الطامة بڑا ہنگامہ یعنی قیامت، باب ضرب سے اسم فاعل، طم الشيء (ض) طمؤما: پھیلنا، چھا جانا، طامة سے مراد ہنگامہ قیامت ہے کیونکہ وہ سب پر چھا جائے گا اور سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ طم الشيء (ن) طمًا: ڈھانکنا، (الکبریٰ صفت لانا محض تاکید کے لئے ہے، تفسیر مظہری روح المعانی) (اعراب القرآن و صرف و بیان میں ہے کہ الطامة کی تاء برائے مبالغہ ہے) الکبریٰ (ک) اسم تفضیل واحد مؤنث، کبر (ک) کبر و کبرواشان و مرتبہ میں بڑا ہونا، جسامت یا حجم میں بڑا ہونا۔ یطأ (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب، تذكّر الشيء: یاد کرنا، ذکر (ن) ذکرنا: یاد کرنا، نصحت قبول کرنا۔ الانسان، آدمی، جسدنا ناسی (مزید تحقیق در رکوع ۵/سنی (ف) ماضی واحد مذکر غائب، سنی (ف) استغناء: کوشش کرنا، کوئی کام کرنا (۲) چلنا دوڑنا۔ برزت (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ظاہر کرنا، برزت (ن) برزوا: ظاہر ہونا۔ الجحیم: دوزخ، دیکتی ہوئی آگ صفت مشبہ ہے اور فعیل بمعنی قائل ہے، ججعت النار (س)

جَحْمًا وَجَحْمًا وَجَحْمًا: آگ بھڑکنال۔ یومی (ف) مضارع واحد مکر غائب، رأی (ف) رؤیة: آنکھ سے دیکھنا۔  
 أمّا حرف شرط و تفصیل ہے، بنا بریں اس کے جواب میں فا آئے گا، أمّا اکثر اوقات تفصیل کے لئے آتا ہے، جیسے أمّا  
 السفينة فكانت لمساكين کبھی غیر تفصیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے أمّا زید فمطلق طغی (دیکھئے اذہب الی  
 فرعون انه طغی) آثار (افعال) ماضی واحد مکر غائب، اثر ایشا را: ترجیح دینا، پسند کرنا۔

الحَيَوة، جینا، زندگی، باب سَمِعَ کا مصدر، حَيَّی (س) حَيَاةٌ وَحَيَاتَانَا: زندہ رہنا۔ (بمعنی زندگی حاصل مصدر ہے) الدنیا (موجودہ زندگی) اسم تفضیل واحد مؤنث از باب نصر و سَمِعَ۔ دَنَا لِلشَّيْءِ وَمِنْهُ وَالِيهِ (ن) دُنُوًا، وَدَنَاوَةٌ: قریب ہونا، دَنَى (س) دَنَا وَدَنَايَةً۔ ردی ہونا، (دنیا بمقابلہ آخرت قریب بھی ہے اور ردی بھی ہے) (اختیاری مطالعہ ضرور دیکھیں) الْجَحِيمُ (ابھی ابھی تحقیق گذر چکی) الْهَاوِي، ٹھکانا، رہنے کی جگہ، باب ضَرَبَ سے اسم ظرف (لغیف مقرون) أَوَى الْمَكَانَ وَالِيهِ (ض) أَوَيْتَا: قیام کرنا، پناہ لینا۔ خَافَ (س) ماضی واحد مذکر غَائِب، خَافَ (س) خَوْفًا وَمَخَافَةً وَخِيفَةً: ڈرنا۔ مَقَامٌ، مصدر مِی مِنْ قَامَ يَقُومُ (ن) قِيَامًا (۲) اسم ظرف۔ نہی، (ف) ماضی واحد مذکر غَائِب، نہی عن الشَّيْءِ (ف) نَهَيْتَا: روکنا، جھڑکنا (النَّهْيَةُ الْعَقْلُ فَاتَّه يَمْنَعُ النَّفْسَ عَنِ الرَّذَائِلِ) النَّفْسُ، قلب، روح، شخص سے۔ الْهَوَى، نفسانی خواہش، اسم و مصدر از باب سَمِعَ هَوَى (س) هَوَى: چاہنا، محبت کرنا۔ الْجَنَّة، بہشت، جمع الْجَنَّت۔

**تركيب** فَإِذَا جَاءَتِ الظَّامَةُ الْكُبْرَى يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى وَبُورِزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَى ..... فَا  
عاطفه (للدلالة على ترتيب ما بعدها على ما قبلها ، اعراب القرآن هـ) إِذَا ظَرْفِيهِ <sup>متضمن</sup> معنی شرط، مضاف <sup>لـ</sup>

۱۔ جَعَمَ (ف) جَعَمًا: آگ بھڑکانا، آگ روشن کرنا۔

۲ **هَوَ لَهُ فَاَمَّا الْخِطَابُ** اور فاکے درمیان چھ چیزوں میں سے کسی ایک کو لایا جاتا ہے: (۱) مبتدا کو (۲) خبر کو جیسے **اَمَّا فِي الدَارِ فَرِيذٌ** (۳) جملہ شرطیہ کو جیسے **فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ فَرَوْحٌ** الخ (۴) جواب شرط کے معمول منصوب کو جیسے **فَاَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ** (۵) محذوف کے معمول کو جس کی مابعد فاء تفسیر کرے جیسے **اَمَّا زَيْدٌ اَفَاَضْرِبْهُ** (۶) **اَمَّا** کے معمول ظرف کو لیتا فیہا مِنْ معنی الفعلی نابت عنہ جیسے **اَمَّا الْيَوْمَ فَاَنِي ذَاهِبٌ** ولا یكون العامل مابعد الفاء **هَذَا قَوْلٌ سَبِيحٌ وَاجْهٌ**۔ (معنی اللہ باری: ص ۷۷)

س اُثِرَ (س) اُثِرُوا: تَرَجَّعُوا، (اُثِرَ الْحَدِيثُ) (ن) اُثِرُوا: رَوَيْتُمْ لِقُلِّ كَرْنَا، وَمِنْهُ الْمَثُورَةُ اَيِ الْمُنْقُولَةُ

۳۔ **قوله النفس** اس کے مختلف معانی آتے ہیں **قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا انفسكم واهليكم نارا اى ذواتكم**، **يا ايها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفوس واحد اى اصل واحد**، **وَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِىْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ اى فى قلوبكم**، **اَخْرِجُوا اَنْفُسَكُمْ اى ارواحكم**، **وما تدرى نفس باى ارض تموت اى شخص۔**

۵ اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں اس فاکو استینافیکہ ہے۔

۶۔ ان اور اذا مستقبل کی شرط کے لئے آتے ہیں اور تو ماضی کی شرط کے لئے، البتہ کبھی تو مستقبل کے لئے بھی آتا ہے، اور کبھی اذا ماضی کے لئے بھی آجاتا ہے، جیسے واذا راوتجارت الخ ان اور اذا میں فرق یہ ہے کہ ان کے اندر وقوع شرط کا یقین نہیں ہوتا اور اذا میں وقوع شرط کا یقین ہوتا ہے، اسی وجہ سے اذا کے ساتھ اکثر و بیشتر ماضی کا صیغہ استعمال ہوتا ہے، کیونکہ ماضی تحقق و یقین پر دلالت کرتی ہے، اور تو ایسی شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے جو محض فرضی ہے۔



جاءت فعل، الطامة الكبرى مرکب توصیفی فاعل، فعل مع فاعل کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل منہ، یومہ مضاف یتذکر الانسان ما سغی، جملہ ہو کر مضاف الیہ (محل جر میں) (ما سغی موصول صلہ ہو کر مفعول بہ، اور صلہ میں عائد محذوف ہے ای لہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل ہے اذا جاءت سے۔ وبرزت الجحیم الخ اس جملہ کا عطف جاءت پر ہے، الجحیم نائب فاعل، من یری اسم موصول صلہ ہو کر مجرور، جار مجرور متعلق برزت کے اور اذا جاءت الطامة الكبرى کا جواب مابعد آیت فاما من طغی الخ ہے گویا اذا جاءت میں عامل اس کا جواب و جزا ہی ہے (دوسرا قول یہ ہے کہ اذا جاءت کا جواب و جزا محذوف ہے، والتقدير کان من عظام الامور، اعراب القرآن) فاما من طغی واثر الحیوة الدنیا فان الجحیم ہی الماوی واما من خاف مقام ربہ ونهی النفس عن الهوی فان الجنة ہی الماوی..... فا جزائیہ (جب کہ اس آیت کو فاذا جاءت الطامة الخ کا جواب مانیں، ورنہ فاستینافیہ ہوگا، اعراب القرآن) اما حرف شرط و تفصیل، من اسم موصول طغی فعل ضمیر ہو مستتر فاعل پھر جملہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ۔ اثر فعل با فاعل الحیوة الدنیا، مرکب توصیفی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (قائم مقام شرط) فان الجحیم الخ۔ فا واقع در جواب اما، ان حرف مشبہ بالفعل، الجحیم اسم ان، ہی ضمیر فصل الماوی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر مبتدا کی خبر (قائم مقام جزا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ۔ (اور عائد مقدر ہے ای ہی الماوی لہ) واو حرف عطف اما حرف شرط و تفصیل، من اسم موصول، خاف فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، مقام ربہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ نہی النفس عن الهوی جملہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (قائم مقام شرط) فان الجنة ہی الماوی، خبر (قائم مقام جزا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر فاما من طغی الخ پر عطف اور وہ ماقبل اذا جاءت الطامة الخ کی جزا و جواب (یا بشکل دیگر جملہ متانفہ)

ہوتی ہے اور اس شرط کے عدم وقوع کا جزم ہوتا ہے جیسے ولو علم الله فیہم خیرا لاسمعہم کبھی اذا ظریفی ہونے کے ساتھ ساتھ شرطیہ ہوتا ہے جیسے اذا جاءت الطامة الكبرى، اذا الشمس کورت وغیرہ اور کبھی فقط ظرف کے لئے آتا ہے، جیسے والضحی واللیل اذا سجدی کے اندر، بعض کا خیال ہے کہ اذا کبھی ظرفیت سے نکل جاتا ہے مگر جمہور اس کے قائل نہیں والجمہور علی ان اذا لا تخرج عن الظرفیة (معنی الملبیب ص ۹۲، ج ۱) کبھی اذا مفاجاة کے لئے آتا ہے، تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل ص ۵۱، ۳۳۹

نکتہ: شرط و جزا میں مقصود بالذات جزا ہوتی ہے لہذا اگر جزا جملہ خبریہ ہے تو پورا جملہ خبریہ کہلائے گا، اور اگر جزا جملہ انشائیہ ہے تو پورا جملہ انشائیہ کہلائے گا یعنی نفس شرط تو وہ اداست شرط کی وجہ سے خبریہ اور انشائیہ ہونے سے خارج ہوگئی۔ (دروس البلاغہ)

۱۔ برزت کا عطف یتذکر پر بھی کر سکتے ہیں۔

ظانہ: اذا کے عامل ناصب کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) اس کا عامل شرط ہے و هو قول المحققین ان کے نزدیک اذا مضاف نہیں ہوگا کا بقولہ الجمیع اذا جزمت کقولہ واذا نصبک خصاصۃ فتحیل (۲) اس کا عامل وہ ہے جو اس کے جواب میں ہے یعنی فعل یا شبہ فعل و هو قول الاکثرین۔ (معنی الملبیب ص ۹۶، ج ۱)

**نوٹ:** قولہ ہی الماویٰ یہاں ضمیر فصل کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس کو مبتدا اور مابعد کو خبر بنایا جائے، پھر جملہ اسمیہ ہو کر ماقبل بان حرف مشبہ بالفعل کی خبر۔

### اختیاری مطالعہ

**تحقیق مفید:** دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں، اب ان پر اسمیت غالب آگئی، اسم سے مراد اسم ذات ہے یعنی وہ لفظ جو ذات غیر مبہم پر دلالت کرے اور اس میں کسی صفت کا لحاظ نہ ہو، اور صفت ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو ذات مبہم پر دلالت کرے جیسے ناصرو (کوئی بھی مدد کرنے والا) لفظ دنیا میں قاعدہ نمبر ۲۶، جاری ہوا ہے، یعنی لام فعلی کا واد اسم جامد میں یا ہو جاتا ہے اور صفت میں اپنی حالت پر رہتا ہے جیسے غزوی (جنگ کرنے والی عورت)، اور اسم تفضیل چون کہ اسم جامد کے حکم میں ہے اس لیے دنیا و علیا کہ جو دراصل دُنُوَا و غُلُوَاتے واد کو یا سے بدل دیا، اور جب دنیا باب نصر کے بجائے باب سمع سے ہو، بمعنی ردی ہوتا تو اس وقت اپنی اصل پر رہے گا۔

**اشکال و جواب:** فان الجحیم ہی الماویٰ ترکیب میں ماقبل من مبتدا کی خبر ہے، اور جب خبر جملہ ہو تو اس میں مبتدا سے ربط کے لیے عائد کا ہونا ضروری ہے جو یہاں نہیں ہے۔

**جواب:** کوفین کے نزدیک الماویٰ کا الف لام بعض مضاف الیہ ہے ای ما واء لہذا الف لام ضمیر کے بدلہ میں ہے تو عائد موجود ہے۔ اور بصریین کے نزدیک عائد مقدر ہے (ای ہی الماویٰ) (مظہری) عائد و رابط کی متعدد شکلیں ہوتی ہیں تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۚ إِلَىٰ رَبِّكَ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا • اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق • اس کا مدار صرف آپ کے

مُنْتَهَاهَا ۚ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ مَّنْ يَّخْشَاهَا ۚ كَانَتْهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا

رب کی طرف ہے • آپ تو صرف اس شخص کے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو • جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن

### عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۚ

کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں •

**تشریح:** ان آیات میں کفار کے ایک سوال کا ذکر کیا گیا ہے جس کو وہ مذاق کے انداز میں آپ ﷺ کو تکلیف دینے

کی غرض سے کرتے تھے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۚ“ یہ لوگ آپ سے

قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔ یعنی قیامت کب آئے گی، اس کا دن اور تاریخ کیا ہے، ایٹان اسم

استفہام ثابت کا ظرف ہو کر خبر مقدم، مرسی مصدر مہمی بمعنی قائم کرنا مبتدا موخر، لفظی ترجمہ ہوا کب ہوگا اس کا قائم کرنا،

اس کا ایک ہی جواب ہے، فرمایا۔ ”فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۚ“ اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ فیم

ای فی آی شئی، مبدل منہ اور من ذکرھا آی من ذکرى وقتها، بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر خبر مقدم۔ أَنْتَ



مبتدا مؤخر، لفظی ترجمہ ہوگا اس کے وقت کو بیان کرنے سے آپ کس چیز یعنی کس تعلق میں ہیں؟ اور استفہام چوں کہ انکاری ہے جو مثبت کو منفی بنادیتا ہے لہذا اب اس کا مطلب ہوا کہ اس کے وقت کو بیان کرنے سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، اگر یہ کفار بے تکے سوال کر رہے ہیں تو کرنے دولہ "إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهٰهَا" اس کا مدار آپ کے رب کی طرف ہے۔ لفظی ترجمہ ہوگا تیرے رب کی طرف ہے اس کی پہنچ یعنی اس کا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا (پ ۱) (بے شک قیامت آنے والی ہے، میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں) "إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ مَّن يَخْشَاهَا" آپ تو صرف اس شخص کے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو یعنی آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ صرف قیامت کی اجمالی خبر سے لوگوں کو ڈرانے والے ہیں، اور اجمالی خبر یہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، رہی اس کی تفصیل کہ کب آئے گی تو اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، اور مَنْ يَخْشَاهَا کی قید اس لیے لگائی کہ اگرچہ آپ بالعموم سمجھوں کو ڈرانے والے ہیں مگر ڈرانے اور سمجھانے کا فائدہ اسی کو ہوگا جو قیامت کی حقیقت کو محسوس کرتا ہو اور اس سے ڈرتا ہو اور ڈر کر ایمان لانے والا ہو، اور یہ لوگ جو جلدی مچا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ قیامت کب آئے گی آخر وہ کہاں چلی گئی، تو وہ کان کھول کر سن لیں۔ "كَانَهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبِثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا" جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اوّل حصہ میں رہے ہیں۔ یعنی جب قیامت آجائے گی اور اس کا جگر خراش منظر سامنے ہوگا تو دنیا کی مدت طویلہ مختصر معلوم ہوگی اور یہ سمجھیں گے کہ عذاب بہت جلد آگیا اور ایسا محسوس ہوگا کہ ہم دنیا میں صرف دن کے آخری حصہ یعنی ایک شام یا اس کی صرف ایک صبح ہی ٹھہرے ہیں۔ لہذا جلدی کیوں مچاتے ہو، جب وہ واقع ہوگی اس کو تم جلدی آنا ہی محسوس کرو گے۔

**ضُحٰی کی اضافت عَشِيَّة کی ضمیر کی طرف کیوں؟** عَشِيَّة دن کا نصف اخیر یعنی شام، اور ضُحٰی کا معنی نصف اوّل یعنی صبح، اور ضُحٰی کی اضافت عَشِيَّة کی ضمیر کی جانب اس لیے کی گئی کہ دونوں ایک ہی دن کے جزء ہیں۔ (منظہری) اے اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولنا کیوں سے ہماری حفاظت فرما۔

**يَسْأَلُونَ** (ف) مضارع جمع مذکر غائب، سَأَلَهُ عَنْ كَذَا وَكَذَا (ف) سُؤَالًا وَمَسْأَلَةً پوچھنا، سَأَلَ فَلَانًا الشَّيْءَ: کوئی چیز مانگنا۔ السَّاعَةُ، قیامت، (در اصل السَّوْعَةُ ہے، قاعدہ ۷، جاری ہوا ہے) قیامت کو ساعت بایں مناسبت کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ بندوں کا حساب اتنی جلدی لے لیں گے گویا وہ ایک ساعت ہوئی (ساعت کے معنی وقت بتانے کے آلہ کے بھی آتے ہیں یعنی گھڑی (۲) ایک گھنٹہ، جمع سَاعَاتٌ وَسَوَاعَاتٌ) اَلْكَانَ بمعنی آئی حین، مثنیٰ

۱۔ بالفاظ دیگر یوں ترجمہ کیا جائے۔ آپ قیامت کے کس ذکر میں پڑے ہیں اور استفہام چوں کہ انکاری برائے لٹی ہے اس لیے معنی ہوئے کہ آپ کو اس کے ذکر میں نہیں پڑنا ہے کیوں کہ آپ کو اس کا علم نہیں ہے، اور نہ علم ہو سکتا ہے، کیوں کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں مصلحت ہے، نیز یوں بھی ترجمہ کر سکتے ہیں کہ کس فکر میں پڑے ہو آپ اس کا وقت بتانے کے بارے میں، یعنی آپ کو اس کی فکر نہیں کرنی۔

۲۔ جیسے سو کر بیدار ہونے والا شخص محسوس نہیں کر سکتا کہ نیند کی حالت میں اس پر کتنا طویل وقت گزرا ہے۔ بس یہی لگتا ہے کہ آنکھ لگی تھی اور اب کھل گئی۔

کی طرح ظرف زمان ہے۔ اور کسی شئی کا وقت دریافت کرنے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مَرْسِی، مصدر مِسی از ثلاثی مزید فیہ از ساء، (مراد وقوع و قیام) اَرْسِی الشیء (افعال) ٹھہرنا، جمنا، اَرْسِی الشیء: ٹھہرانا، جمانا، رَسَا الشیء (ن) رَسُوا وَرُسُوا: جم جانا، مضبوطی سے قائم رہنا۔ ذِکْرَی (ذکر) مصدر از باب نصر، ذَکَرَ (ن) ذِکْرًا وَذِکْرًا وَذِکْرًا وَتَذْکَارًا: یاد کرنا (دوسرے معنی اس کے نصیحت کرنے کے بھی آتے ہیں) مُنْتَهَی، مصدر مِسی، بمعنی انتہاء، پہنچ (قاموس القرآن) (۲) اس کا اسم ظرف ہونا بھی صحیح ہے، ظرف مکان بمعنی آخری حد، یا ظرف زمان بمعنی آخری وقت (لغات القرآن) اِنْتَهَی الشیء: مکمل ہونا، ختم ہونا، (مراد یہ ہے کہ قیامت کی معین تاریخ صرف اللہ عزوجل ہی کو معلوم ہے) مُنْذِرٌ (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، اَنْذَرَ اِنْذَارًا: ڈرانا۔ یُحْشِی، مضارع واحد مذکر غائب، حَشِی (س) حَشِیَّةٌ: ڈرنا۔ یَرَوْنَ، (ف) مضارع جمع مذکر غائب، (تحقیق گذر چکی ہے) لَمْ یَلْبُثُوا (س) جمع مذکر غائب، لَبِثَ بِالْمَكَانِ (س) لَبِثًا وَلَبِثًا: ٹھہرنا، قیام کرنا۔ عَشِیَّةٌ، اسم بمعنی ایک شام، جمع عَشَايَا، حُطِی، اسم بمعنی صبح، (مزید تحقیق اسی رکوع میں گذر چکی)

**ترکیب** یَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ..... فعل فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لا محل لها) (الجملة مستانفئة مسوقة لحكاية نوع آخر من تعنتهم، اعراب القرآن) آيَان مَرْسِیَا..... ایان اسم استفہام ثابت وغیرہ کا ظرف ہو کر خبر مقدم مَرْسِیَا، مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (یہ جملہ تفسیر ہے ماقبل قیامت کے متعلق سوال کی، بالفاظ دیگر جملہ مستانفہ بیانیہ ہے) (لا محل لها) فِيمَ آتَتْ مِنْ ذِكْرَهَا... (ای فی ای شیء آتَتْ مِنْ اَنْ تَذْکُرْ لَهُمْ وَقْتُهَا فَالاستفہام لِانکار) فِيمَ (مثل عَمَّ) جار مجرور کسی شبہ فعل وغیرہ کے متعلق ہو کر خبر مقدم مِنْ حرف جارِ ذِکْرَهَا، مرکب اضافی ہو کر مجرور (بتقدیر مضاف ای ذکری وقتہا) جار مجرور متعلق خبر کے (یعنی جس کے متعلق فِيمَ ہے) آتَتْ، مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا۔ (هذه الجملة انکار ورد لیسوالهم عن الساعة وبيان لبطلان سوالهم) اِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَا هَا..... اِلَى حرف جار، رَبِّكَ مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابت محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم مُنْتَهَا هَا، مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ اِنَّمَا آتَتْ مُنْذِرٌ مِّنْ يُّحْشِیَا..... اِنَّمَا کَاثِرٌ وَمَكْثُوفٌ آتَتْ مُنْذِرٌ مِّنْ يُّحْشِیَا، اسم موصول مع صله کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ کَاثِرٌ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبُثُوا اِلَّا عَشِیَّةٌ

۱۔ یَرَوْنَ، دراصل یَرَاوْنَ تھا، ہمزہ کی حرکت بقاعدہ یَسْتَلُّ مائل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا پھر قاعدہ نمبر ۷ جاری ہوا اور الف بوجہ اجتماع ساکنین حذف ہو گیا، یَرَوْنَ ہو گیا، قاعدہ یَسْتَلُّ یہ ہے کہ جو ہمزہ متحرکہ حرف ساکن غیر مدہ زائدہ وغیر یا ئے تغیر کے بعد واقع ہو تو اس کی حرکت جوازاً مائل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں اور یہ قاعدہ تمام افعال رویت میں وجوباً جاری ہوتا ہے۔

۲۔ اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ اِلَی رِبْکَ مُنْتَهَا هَا اور اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ اِلَیْہِ دُونِی تَعْلِیل ہیں اس استفہام کی جو فیم آتَتْ میں ہے اور وہ استفہام معنی انکار کو مطمئن ہے۔



اَوْطَحُّهَا..... کَانَ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر اس کا اسم (ای الناس) یَوْمَ مضاف یَزُوْنَهَا جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر اس مرکب اضافی یعنی یَوْمَ یَزُوْنَهَا کا عامل معنی فعل ہے جس پر کَانَ دال ہے اور ہا ضمیر کا مرجع الساعۃ ہے لم یلبثوا، فعل بافاعل الا اداء حصر عشیۃ اَوْطَحُّهَا معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر کَانَ کی خبر (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لا محل لہا)۔

**احادیث** کا اُنہم یوم یرونها آپ حضرات اجراء کرتے وقت یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ کَانَ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے جو تشبیہ کے لئے آتا ہے اور حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں، اِنَّ، اَنْ، کَانَ، لَیْکِنَّ، لَیْثَ، لَعَلَّ اور ان کا عمل اسم کو نصب اور خبر کو رفع دینا ہے، مگر دو باتیں یاد رکھیں، (۱) کَانَ تشبیہ کے لئے اس وقت ہوگا، جب کہ اس کی خبر اسم جاد ہو (۲) کبھی حرف مشبہ بالفعل کے اسم و خبر دونوں ہی مرفوع ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اِنَّ هٰذَا نِ لِسَاحِرٍ و دیکھئے ”مشکل ترکیبوں کا حل“ ص: ۲۰۳۔

## سُورَةُ عَبَسَ مکیّۃ

عَبَسَ وَ تَوَلَّى ۱ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۲ و مَا يُوْذِرُكَ لَعَلَّهٗ يَزَكٰى ۳ اَوْ يَذْكُرُ فِتْنَعَهُ

پہنچے ہیں بچیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے • اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا • اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا • یا نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا

### الذِّکْرٰی ۴

فائدہ پہنچاتا •

**ربط** اس سورت کے اندر مثل سورت سابقہ کے قیامت کا مضمون زیادہ ہے۔

**تشریح** و شان نزول: ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ محسن اعظم، ہادی اکرم محبوب دو عالم حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم بعض رؤسائے مشرکین یعنی ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، ابی بن خلف، شیبہ بن ربیعہ کو مذہب اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے اور خاموشی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم حاضر ہوئے۔ اور کچھ پوچھا، ابن کثیر کی روایت میں ہے کہ انھوں نے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آیت قرآن پڑھوانے کا سوال کیا اور اس سوال کے فوری جواب دینے پر اصرار کیا، مجسمہ شہید و ہدایت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قطع کلام اور محض ایک آیت کے الفاظ درست کرانے کی غرض سے فوراً اپنی طرف متوجہ کرنے کا اصرار ناگوار گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپیں بجیں

۱۔ یوم یزُوْنَهَا سے قبل یقولون مخدوف مانا بھی جائز ہے ای کا اُنہم یقولون الخ اب یوم الخ اس کا ظرف اور لم یلبثوا الخ اس کا مقولہ، اور یقولون الخ کَانَ کی خبر ہوگی۔

۲۔ یعنی عبداللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ النہری من بنی عامر بن لوی، یہ اپنی دادی کی کنیت سے مشہور ہیں، وقیل اسمہ عمرو، واسم امہ عاتکہ بنت عبداللہ المخزومیۃ (امراء القرآن ص ۱۷۷)۔

یعنی ترش رو ہو گئے اور آپ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی، آپ ﷺ کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک اہم کام میں مشغول ہوں کہ اگر یہ بڑے بڑے سردار اسلام لے آئے تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے اور رہے عبد اللہ بن ام مکتوم تو وہ تو دوسرے اوقات میں بھی سوال کر سکتے ہیں، برخلاف رؤسائے قریش کے کہ وہ ہر وقت آپ کی خدمت میں نہیں رہتے تھے۔ پھر جب یہ مجلس ختم ہوئی اور آپ گھر جانے لگے تو وحی کے آثار نمودار ہوئے اور یہ آیتیں عَبَسَ وَتَوَلَّى ① الخ نازل ہوئیں۔ جن میں آپ ﷺ کے اس طرز عمل کو ناپسندیدہ قرار دے کر آپ کو ہدایت کی گئی، اس کے بعد جب وہ نابینا صحابی آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ بڑی خاطر اور عزت کرتے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”عَبَسَ وَتَوَلَّى ① اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ②“ عَبَسَ عَبَسًا وَغَبُوسًا کے معنی ہیں چیں بجیں یعنی ترش رو ہونا، یعنی چہرہ سے اظہار ناگواری کرنا، اور تَوَلَّى کے معنی ہیں منہ موڑنا، لہذا ترجمہ ہوا۔ پیغمبر چیں بجیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا۔

دو قابل غور باتیں | یہاں دو باتیں سمجھ لینی چاہیے ایک بات تو یہ ہے کہ اس جگہ موقع اس کا تھا کہ عَبَسَ وَتَوَلَّى ① الخ کے الفاظ آپ ﷺ کو بصیغہ خطاب کہے جاتے کہ آپ نے ایسا کیا لیکن قرآن کریم نے غائب کے صیغے استعمال کئے جو متکلم یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ کے ساتھ انتہائی لطف و کرم اور اعزاز و اکرام کے پیش نظر ہے کہ رُو در رُو اس امر کی نسبت حضور ﷺ کی طرف نہیں فرمائی، گویا مخاطب کے ذہن کو اس طرف موڑا کہ اس فعل کا صدور تم سے نہیں کسی اور سے ہوا ہے، تم ایسے نہیں کہ ایسا کام تم سے صادر ہو، اور پھر آگے خطاب کا صیغہ یعنی وَمَا يَذْكُرُ بطور التفات اس لیے اختیار کیا کہ یہ شبہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے اعراض فرمالیا ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ عبد اللہ بن ام مکتوم سے جو آداب مجلس کی خلاف ورزی ہوئی تو ان کا عذر قرآن کریم نے لفظ اَعْمٰی کہہ کر بتلادیا کہ وہ بوجہ نابینا ہونے کے یہ نہ دیکھ سکے کہ آپ کس کام میں مشغول ہیں نیز لفظ اَعْمٰی کے استعمال میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ توجہ اور ملاطفت کے زیادہ مستحق ہیں۔ ”وَمَا يَذْكُرُ لَعَلَّهٗ يَرْكُنِي ③ اَوْ يَذْكُرُ فَيُغْفِرُ لَكَ ذَنْبِي ④“ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔

**تعلیق و تفسیر** یَزْكُرُ کے معنی ہیں پاک صاف ہونا یعنی سنور جانا یہ مقام ابرار اور اتقیا کا ہے جو اپنے نفس کو ظاہری اور باطنی ہر قسم کی گندگیوں سے پاک و صاف کر لیں، اور یَذْكُرُ کے معنی ہے نصیحت قبول کرنا یہ دین پر چلنے کا ابتدائی حال ہے کہ مبتدی کو اللہ کی یاد دلائی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ نابینا آپ کی تعلیم سے پورے طور پر سنور جاتا یا کم از کم کسی کام میں نصیحت قبول کرتا یعنی ان کی پوری اصلاح ہو جاتی یا کچھ اصلاح ہوتی، تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت میں آپ

۱۔ التفات کہتے ہیں کلام کو تکلم یا خطاب یا غیبی بات کی حالت سے ان ہی میں سے کسی ایک کی طرف پھیرنا التفات کی کل چھ صورتیں ہیں: (۱) کلام کو تکلم سے خطاب کی طرف پھیرنا (۲) تکلم سے غیبی بات کی طرف پھیرنا (۳) خطاب سے تکلم کی طرف پھیرنا۔ (۴) خطاب سے غیبی بات کی طرف پھیرنا۔ (۵) غیبی بات سے تکلم کی طرف پھیرنا (۶) غیبی بات سے خطاب کی طرف، اور التفات کی غرض سے سامع کے ذہن میں نشاط اور لذت پیدا کرنا ہوتی ہے۔ کل جدید لہذ۔



میں نے اپنے آپ کے عذر کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ وما یدریک (آپ کو کیا خبر) یعنی آپ کا دھیان اس طرف نہیں گیا کہ یہ ناپینا صحابی جو دریافت کر رہے ہیں اس کا اثر یقینی ہے اور غیروں سے گفتگو کا اثر موہوم اور غیر یقینی ہے۔

**عَبَسَ** (ض) ماضی واحد مذکر غائب، عَبَسَ (ض) عَبَسًا وُعْبُوسًا تُرْشَ رُوْهُنَا۔ تَوَلَّى (تفعّل) ماضی واحد مذکر غائب، مصدر تَوَلَّى، پیٹھ پھیرنا، منہ موڑنا، مادہ وُلّی ہے۔

جاء ماضی واحد مذکر غائب، جاء (ض) جِئْنَا وَمَجِئْنَا وَجِئْنَا آتًا، جائے و جاء الیہ دونوں استعمال ہیں۔  
 جاء کا استعمال اعیان اور معانی اور خود آنے اور کسی کے حکم سے آنے، سب کے لئے ہوتا ہے، نیز اس کے معنی قصد کرنے کے بھی آتے ہیں، اور جب اس کا صلہ با آئے تو معنی ہوں گے ”لانا“ الْأَعْمَى (اندھا) صفت مشبہ عَمِيَ (س) عَمِيَ : ناپینا ہونا، أَعْمَى جمع عُمَى و عُمَيَّا۔ مَا يُدْرِيک (آپ کو کون خبر کرے یعنی آپ کو کیا خبر) يُدْرِي (افعال) مضارع واحد مذکر غائب بمعنی خبر کرنا اور مجرد میں دَرَى (ض) دَرَيْتَا وَدَرَايَةُ: جانا، پڑ گئی (وہ سنور جاتا) (تفعّل) مضارع واحد مذکر غائب تَزَكَّى فَلَانٌ (تفعّل) نیک و صالح ہونا۔ يَزَكَّى دراصل يَتَزَكَّى تھا قاعدہ یہ ہے کہ جب تفعّل اور تفاعل کے فاء کلمے میں تا، ثا، جیم، دال، ذال، زاء، سین، شین، صاد، ضاد، طاء، ظا ہو تو تفعّل و تفاعل کی تا کو فاء کلمہ سے بدل کر فاکلمہ میں ادغام کرنا جائز ہے، باب اِفْعَلْ و اِفْعَلْ اِی فاعل اسی قاعدے سے بنے ہیں۔ يَذْكُرْ (وہ نصیحت قبول کرتا) (تفعّل) مضارع واحد مذکر غائب، اس میں بھی مذکورہ قاعدہ جاری ہوا ہے۔ (تَذْكُرُ الشَّيْءَ، یاد کرنا، مجرد میں باب نصر سے ہے بمعنی یاد کرنا) تَنْفَعُ (ف) مضارع واحد مؤنث غائب، نَفَعَ (ف) نَفْعًا، نَفَعَ پھینچانا الذِّكْرَى (نصیحت کرنا) باب نصر کا مصدر ہے۔

**ترکیب** عَبَسَ وَتَوَلَّى اَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى ..... عَبَسَ فعل اپنے فاعل (ضمیر ہو) سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ تَوَلَّى فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف اَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى (ای لَانِ جاءہ) اَنْ مصدر یہ (اَنْ مصدر یہ کے ماضی پر داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں، مزید تفصیل دراختیاری مطالعہ) جاءہ الْأَعْمَى فعل فاعل اور مفعول بہ بتاویل مصدر مجرور، جار مجرور متعلق عَبَسَ یا تَوَلَّى کے (بطریق تنازع فعلان) عَبَسَ وَتَوَلَّى الخ مکمل جملہ معطوف علیہ۔ (لا محل لہا) وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَكِّي أَوْ يَذْكُرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى ..... واو عاطفہ (اعراب القرآن) مَا اسم استفہام مبتدا (الاستفہام للانکار و معناه النفي یعنی ما ادریت بحالہ) یدری فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل كاف مفعول بہ اول لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر اس کا اسم يَزَكِّي أَوْ يَذْكُرُ، باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر لَعَلَّ کی خبر فاسیہ تَنْفَعَهُ الذِّكْرَى فعل فاعل مفعول بہ، یہ جواب لَعَلَّ ہے، لَعَلَّ اپنے جواب سے مل کر یدریک کا مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر ما کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، (لا محل لہا) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل

۱۔ وَلِيْنَا قَرِيبٌ هُوَا، وَلِيْنَا فَلَاتَا وَعَلَيْهِمَا لَآيَةٌ: مذکرنا، تَوَلَّى اگر عن (لفظاً یا تقدیراً) کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنی منہ پھیرنے کے ہوں گے اور اگر بلا واسطہ متعدی ہو تو اس کے معنی دوستی کرنے کے ہوں گے۔

کر جملہ ابتدائیہ ہوا۔ اس آیت کی دوسری ترکیبیں حاشیہ میں ہیں مگر طلبہ سوم کے لیے تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

### اختیاری مطالعہ

**قوله عَبَسَ:** ماتھے پر ہل ڈالنا، اگر ماتھے پر ہل ڈالنے یعنی ترش روئی کے ساتھ دانت بھی ظاہر ہو جائیں تو پھر کلج بولتے ہیں اور اگر منہ بھی بنایا تو اس کو بُسر کہتے ہیں، اور اگر ساتھ ساتھ غصہ بھی ہو تو اس کو بُسل کہا جاتا ہے۔ (ابن کثیر)

**قوله اَنْ جَاءَ:** جاء فعل لازم ہے تو اس کا مفعول بہ کیسے آگیا؟ جواب یہ ہے کہ یہاں حذف و ایصال ہے اس کی اصل جاء الیہ ہے حرف جر کو حذف کر دیا اور پھر ضمیر کی طرف فعل کا ایصال و طمان کر دیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ جاء بمعنی قَصَدَ ہے۔

**لعلَّ:** لعلَّ چند معانی کے لیے آتا ہے (۱) امید یا اندیشہ کے لیے، لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے لہذا لعلَّ الشباب يعودُ کہنا غلط ہے، (۲) تعلیل کے لیے جیسے: فقولاً له قولاً لیتنا لعلہ یتذکّرُ اوبخشى۔ یعنی فرعون سے نرمی سے بات کہنا تاکہ وہ نصیحت قبول کرے، (۳) استفہام کے لیے اس کے قائل کو فی ادیب ہیں جیسے وما یدریک لعلہ یزنگی اب ترجمہ دوسرا ہوگا ”تم کو کیا خبر کہ کیا وہ پاک نفس بن جائے گا۔“

**ماضی پر اَنْ:** اَنْ جاءہ الا معنی میں اَنْ داخل ہے، اَنْ چار قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) مصدریہ، یہ مضارع اور ماضی دونوں پر داخل ہوتا ہے، البتہ ماضی پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ (۲) تفسیریہ جب کہ دو جملوں کے درمیان میں آئے اور جملہ اول قول کے معنی میں ہو، جیسے فاوحینا الیہ ان اصنع الفلک (۳) زائدہ، جیسے فلما اَنْ جاء البشیر (۴) مخفف من المثلثہ ”مشکل ترکیبوں کا حل“ ص ۳۸۔

أَمَّا مَنْ اسْتَعْنَى ۖ فَآنتَ لَهُ تَصَدَّى ۖ وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا يَزْكَى ۖ وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ

تو جو شخص بے پردہ ای کرتا ہے • آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں • حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنوے • اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا

يَسْعَى ۖ وَهُوَ يَخْشَى ۖ فَآنتَ عَنْهُ تَلْهَى ۖ

ہوا آتا ہے • اور وہ ڈرتا ہے • آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں •

**تشریح** ان آیات میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ کو مطلع کیا گیا ہے آپ سے اجتہادی لغزش یہ ہوئی کہ آپ نے عبداللہ ابن ام مکتوم کی طرف توجہ نہیں کی اور وہ اس لیے کہ وہ تو مسلمان تھے ہی، کسی دوسرے وقت میں بھی اپنا سوال کر سکتے تھے، برخلاف رؤسائے مشرکین کے کہ وہ کافر تھے اور آپ ان سے مذہب اسلام کے متعلق خاموشی کے ساتھ

۱۔ تفسیر مظہری اور جلالین میں ہے کہ تنفعہ جواب لعل ہے بناء بریں منصوب ہے، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ تنفعہ سے پہلے اَنْ مقدر ہے، اور یہ مصدر مؤول محل رفع میں ہے کیونکہ اس کا عطف اس مصدر پر ہے جو مائل ترحی سے مشرّع ہے اَنْ عَنِ لَذِيكَ تَزْكِيَةً اَوْ تَذْكِيَةً فَتَنْفَعُ مِنْ ذِكْرِي۔ بعض نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے، اور یذکّرُ پر عطف ہے۔ **تذکرہ:** فا کے بعد اَنْ مقدر ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے امر، نہی، تمنی، استفہام، تمنی، عرض ہو اس میں ترحی کا ذکر نہیں لہذا ترحی تمنی میں داخل ہے، شرح جامی ص ۳۲۸ پر ہے۔ و یدخل فی التمنی ما وقع علی صیغۃ الترحی نحو لعلی ابلغ الاسباب اسباب السلوت فاطلع الی العموسی پھر حاشیہ شرح جامی میں لکھا ہے المراد من التمنی هو طلب حصول الامر لم یکن حاصلًا سواء کان علی سبیل التمنی او الترحی وسواء کان محتقًا او ممکنًا مزید تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل ص ۲۲ و مصطلحات الخوم ص ۶۱



گفتگو کر رہے تھے اس لیے آپ نے کفر کی شدت کو اہم کام سمجھا اور اہم ہی کو مقدم کیا جاتا ہے مگر اہم کو مقدم کرنے کا ضابطہ اس وقت ہے جب دونوں فریق طالب اصلاح ہوں، حالاں کہ رؤسائے مشرکین طالب نہیں تھے اور عبداللہ بن ام مکتوم طالب تھے اور دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تھے اس لیے انہیں کو مقدم اور اہم سمجھنا چاہیے تھا۔ اور انہیں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے تھی۔

بے وفا سمجھیں تمہیں اہل حرم اس سے بچو ☆ دیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی  
تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”اَمَّا مَنْ اسْتَغْنٰی ﴿۱﴾ فَاَنْتَ لَهُ تَصَدٰی ﴿۲﴾ وَمَا عَلَیْكَ اِلَّا یَزِکٰی ﴿۳﴾“ تو جو شخص بے پرواہی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالاں کہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے (جیسے رؤسائے مشرکین) ”وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ یَسْئِلُ ﴿۴﴾ وَهُوَ یَخْشٰی ﴿۵﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهٰی ﴿۶﴾“ اور جو شخص آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے، آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں (یعنی بے توجہی کرتے ہیں جیسے عبداللہ بن ام مکتوم سے کی، تو آپ کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا)

**فائدہ** استغنی اور جاءك اگرچہ ماضی کے صیغے ہیں مگر بوجہ شرط ان کا ترجمہ مضارع سے کیا گیا ہے۔

**لغات** اسْتَغْنٰی: (استفعال) ماضی واحد مذکر غائب، استغنی عنہ: بے نیاز ہونا، پرواہ نہ کرنا، ماذه غنیع ہے۔ تصدٰی (تفعیل) مضارع واحد مذکر حاضر، تصدٰی له تصدیثاً: درپے ہونا، کسی کی فکر میں پڑنا، دراصل تصدٰی ہے ایک تا حذف ہوگئی۔ یسئلی (رکوع: ۳ میں گذر چکا، ثم اذ بریسغنی کے تحت) یخشی (رکوع: ۳ میں گذر چکا) تلهٰی (تفعیل) مضارع واحد مذکر حاضر، دراصل تلتہٰی ہے، ایک تا حذف ہوگئی تلتہٰی بالشئ تلتہٰی: مشغول ہونا، عنہ: بے توجہ ہونا، مادہ لہو ہے۔

**ترکیب** اَمَّا مَنْ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهُ تَصَدٰی وَمَا عَلَیْكَ اَنْ لَا یَزِکٰی... اَمَّا حرف شرط و تفصیل من اسم موصول استغنی فعل اپنے فاعل ضمیر ہو مستتر سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (لا محل لہا) فاجزائیہ کیونکہ یہاں مبتدا میں شرط کے معنی ہیں (اہل عرب عموماً اس فاکورابطہ سے تعبیر کرتے ہیں آی رابطۃ لجواب اَمَّا) آت

۱۔ مجرد میں باب مع سے ہے، غنی فلان (س) غنی وغناۃ: مالدار ہونا، بے نیاز ہونا۔

۲۔ اصلہ تَصَدَّقْ بقاعدہ اسْتَعْلِیْثْ داؤ یا ہو گیا، قاعدہ استعلیث یہ ہے کہ جو داؤ چوتھے یا چوتھے سے زائد نمبر پر ہو اور ضمہ اور واؤ ساکن کے بعد نہ ہو تو وہ یا ہو جاتا ہے (علم المصیغہ) بیان القرآن میں ہے کہ (تصدی) کی اصل تَصَدَّدَ ہے، مشتق من الصَّدَد ایک دال کو حرف علت سے بدل دیا، پھر یا متحرک ماقبل مفتوح یا کوالف سے بدل دیا موقیل من الصدی و هو الصوت المسموع غنی الاماکن الخالیۃ اعراب القرآن) یعنی صدی کے معنی آواز بازگشت کے بھی آتے ہیں، اس اعتبار سے تصدی کے معنی ہوئے کسی چیز کے اس طرح مقابل ہونے کے جس طرح صدائے بازگشت مقابل ہوتی ہے۔ اس وقت اس کے مادہ میں دال نہ آئے گا (لغات القرآن)

۳۔ مجرد میں ہے لہا ولہی عن الشئ (ن، س) لہیثا ولہیثا: غافل ہونا، تلتہٰی میں قاعدہ ے بھی جاری ہوا ہے اصلہ تَلَتْہُو داؤ کو یا ہ سے بدلا اور یا ہ کو الف سے بدل دیا۔

مبتدا، لہ متعلق مقدم تصدی کا، (اور وجہ تقدیم رعایت فواصل ہے) تصدی فعل، ضمیر انت ذوالحال وما علیک ان لایزکی جملہ اسمیہ ہو کر حال، (واو حالہ مانافیہ علیک الزام مصدر محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم ان ناصبہ مصدر یہ لایزکی فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مبتدا مؤخر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال) ذوالحال اپنے حال سے مل کر تصدی کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر من استغنی کی خبر (حل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واما من جاک یسعی وهو یخشی فانت عنه تلہی... واو حرف عطف اما حرف شرط وتفصیل من اسم موصول جاء فعل ضمیر ہو ذوالحال کاف مفعول بہ یسعی فعل اس کے اندر ضمیر ذوالحال واو حالہ ہو یخشی مبتدا خبر، جملہ اسمیہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر یسعی کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل جاء کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مبتداء جزائیہ، انت مبتدا، عند متعلق مقدم تلہی کا، تلہی فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا مع خبر کے جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا اول کی خبر (من جاک کی) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ (وہو یخشی، یہ جاء کی ضمیر سے حال مترادفہ بھی بن سکتا ہے) (کلہ من اعراب القرآن)

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمِنْ شَاءَ ذِكْرُهُ ۝۱۲ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴

ہرگز ایسا نہ کیجئے، قرآن نصیحت کی چیز ہے • سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے • وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو کرم ہیں • رفع المکان ہیں، مقدس ہیں •

بِأَيِّدِي سَفَرَةٍ ۝۱۵ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۶

جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں • کہ وہ کرم، نیک ہیں •

**تشریح** ما قبل میں عبداللہ بن ام مکتومؓ کے واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ آں حضرت ﷺ نے ان کی طرف توجہ نہیں فرمائی بلکہ رؤسائے مشرکین کے ساتھ مشغول رہے، لہذا ان آیات میں مشرکین کی طرف اس قدر توجہ ضروری نہ ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ آپ آئندہ ہرگز ایسا نہ کیجئے۔ ”کَلَّا“ ہرگز ایسا نہ کیجئے ”إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ“ (کیوں کہ) قرآن (محض ایک) نصیحت کی چیز ہے (اور آپ کے ذمہ صرف اس کی تبلیغ ہے، زبردستی ایمان میں داخل کرنا نہیں، انتہا کی ضمیر کا مرجع قرآن ہونا اس لیے درست ہے کہ اس کی خبر مؤنث ہے، یا پھر مرجع سورۃ یا آیات ہیں) (جلالین) ”فَمِنْ شَاءَ ذِكْرُهُ“ ”سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے (اور جو قبول نہ کرے وہ جانے در فیض محمد ہے وہ آئے جس کا جی چاہے ☆ نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے آگے قرآن کے اوصاف بیان فرماتے ہیں کہ ”فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴“ وہ ایسے



صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں (یعنی قرآن کریم لوح محفوظ کے ایسے صحیفوں میں ثبت ہے کہ جو عند اللہ مکرم اور مقبول ہیں، اور لوح محفوظ اگرچہ شئی واحد ہے مگر اس کو باعتبار اجزاء کے جمع سے تعبیر فرمایا کہ اس کے اجزاء میں سب صحائف آسمانی لکھے ہوئے ہیں) (روح و بیان) مَرْفُوعَةٌ وہ صحیفے رفیع المکان یعنی اونچے رکھے ہوئے ہیں (کیوں کہ لوح محفوظ ساتویں آسمان کے اوپر تحت العرش ہے) مُطَهَّرَةٌ (۱۷) وہ صحیفے مقدس ہیں (یعنی نہایت صاف ستھرے ہیں کہ شیاطین کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی) ”بِأَيْدِي سَفَرَةٍ“ (۱۸) کِرَامٍ بَرَرَةٍ (۱۹) جو ایسے لکھنے والوں یعنی فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں کہ جو مکرم ہیں، نیک ہیں، (سَفَرَةٌ، سافر کی جمع ہے بمعنی لکھنے والے، مراد فرشتے ہیں، اور فرشتوں کو لکھنے والے اس لیے کہا کہ یہ فرشتے لوح محفوظ سے اپنے صحیفے بحکم الہی نقل کرتے ہیں اور پھر اسی کے موافق وحی اترتی ہے کِرَامِ کریم کی جمع ہے یعنی عند اللہ مکرم و باعزت، بَرَرَةٍ، بَرّ صفت مشبہ کی جمع ہے یعنی نیک کہ ذرہ برابر خدا کی نافرمانی نہیں کرتے)

**خلاصہ کلام:** یہ ہے کہ قرآن من جانب اللہ نصیحت کے لیے ہے، آپ نصیحت و تبلیغ کر کے اپنے فرض منصبی سے بری ہو جائیں گے خواہ کوئی ایمان لائے یا نہ لائے لہذا رؤسائے مشرکین و کفار قریش کو مقدم رکھنے اور کسی کو مؤخر رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بیان القرآن)

**لغات** تَذْكِرَةٌ نصیحت، باب تفعیل سے مصدر ہے (قرآن کریم کو بطور مبالغہ تذکرہ کہا گیا ہے) ذَكَرَ النَّاسُ: تَذْكِرًا و تَذْكِرَةً: وعظ و نصیحت کرنا، شَاءَ: (رکوع: ۲ میں گذر چکا) ضُفِّ: اوراق جن میں کوئی تحریر ہو، کتابیں، صحیفے، واحد، صَحِيفَةٌ مُكْرَمَةٌ (عزت دے ہوئے) باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مؤنث، كَرَّمَ فَلَانًا (تفعیل) عزت کرنا، كَرَّمَ (ک) كَرَّمًا و كَرَامَةً: صاحب عزت ہونا، مَرْفُوعَةٌ: (اونچے رکھے ہوئے، کیونکہ لوح محفوظ تحت العرش ہے کما فی الدر المنثور) باب فتح سے اسم مفعول واحد مؤنث، رَفَعَ الشَّيْءَ (ف) رَفَعًا و رَفَاعًا: (اوپر اٹھانا، بلند کرنا) مُطَهَّرَةٌ: (مقدس، نہایت ستھرے، یعنی شیاطین کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی) باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مؤنث، أَيْدِي، يَدٌ کی جمع (ہاتھ) سَفَرَةٌ (لکھنے والے، مراد فرشتے ہیں) سَافِرٌ کی جمع، سَفَرُ الْوَرَقِ او الْكِتَابِ (ض) سَفَرًا: لکھنا۔ کِرَامٍ: (عزت والے) کریم کی جمع (ابھی ابھی مُكْرَمَةٍ کے تحت اس کا استعمال مجرد گذر چکا ہے) بَرَرَةٍ: (نیک) بَرّ صفت مشبہ کی جمع، وَقِيلَ جمع بار، بَرّ (ض، س) بَرًّا: نیک ہونا۔

**ترکیب** كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهَا... کَلَّا حرف رد و اعتراض، إِنَّ حرف مشبہ بالفعل، هَا ضمیر اس کا اسم (ضمیر کا اس کا استعمال اس طرح ہے طَهَّرَ الشَّيْءَ بِالْمَاءِ وَغَيْرِهِ: پانی وغیرہ سے دھو کر صاف کرنا) (۲) مَيُوبٌ و فُتَاتٌ سے پاک کرنا مجرد میں باب کرم سے آتا ہے طَهَّرَ (ک) طَهْرًا و طَهَارَةً: پاک صاف ہونا۔

**حکمت:** کرم، اللہ کی بھی صفت ہے، بندوں کی بھی، فرشتوں کی بھی، قرآن اور دوسری چیزوں کی بھی، اللہ کے کریم ہونے کا مطلب اس کا بندوں پر احسانات کرنا ہے اور بندوں کے کریم ہونے کا مطلب اس کا اخلاق پسندیدہ اور صفات حمیدہ کا حامل ہونا ہے، اور فرشتوں کے کریم ہونے کا مطلب دربار الہی میں ان کا صاحب عزت ہونا ہے، اور قرآن کے کریم ہونے کا مطلب عزت اور شرف والا قرآن ہونا ہے۔

مرجع قرآن ہے اور ضمیر کو خبر کی رعایت میں مؤنث لایا گیا ہے) تَذَكَّرَ خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (لا محل لها، استثنافیه) فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ، فامعترضہ، مَنْ اسم شرط مبتدأ شاء: فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط، (شاء کا مفعول بہ محذوف ہے ای الاتعاظ) ذَكَرَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، ضمیر غائب، مفعول بہ (مرجع قرآن ہے) جملہ فعلیہ جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا سیہ ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ (الجملة اعتراض) جیسے بِهِ لِلتَّوْبَةِ فِي الْقُرْآنِ (روح المعانی) فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ کرامہ بَرَّة... فی حرف جار صُحُفٍ موصوف مُكَرَّمَةٍ صفت اول، مَّرْفُوعَةٍ صفت ثانی مُطَهَّرَةٍ صفت ثالث، با حرف جار بِأَيْدِي مضاف، سَفَرَةٍ موصوف کرامہ صفت اول بَرَّة صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائیدہ محذوف کے متعلق ہو کر صفت رابع، موصوف اپنی چاروں صفات سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہو کر ان حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی، یا مبتدأ محذوف ہو کر خبر۔

**قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا أَكْفَرَهُ ۝۱۵ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝۱۶ مِنْ نُّطْفَةٍ ۝ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۝۱۷ ثُمَّ**

آدمی پر خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے • اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا • نطفہ سے • اس کی صورت بنائی پھر اس کو انداز سے بنایا • پھر اس کا راستہ

**السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۝۱۸ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝۱۹ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۝۲۰ كَلَّا لَيَأْقِضَ مَا أَمَرَهُ ۝۲۱**

آسان کر دیا • پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا • پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا • ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بھانپیں لایا •

**تشریح** ما قبل آیت كَلَّا إِنَّهَا تَذَكَّرُ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ میں آداب تذکیر و تبلیغ اور پھر اوصاف قرآن کا ذکر تھا، اب مذکورہ آیات میں عدم تذکر یعنی نصیحت قبول نہ کرنے پر کفار کی مذمت بیان کی جا رہی ہے فرمایا: ”قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا أَكْفَرَهُ“ آدمی پر خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے قَتَلَ بمعنی لعین منکر و کافر آدمی پر خدا کی مار اور اس کی لعنت کہ وہ کیسا ناشکرا ہے کہ قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کی کچھ قدر نہ کی اور نہ نصیحت حاصل کی جیسے ابو جہل وغیرہ جن کو آپ سمجھاتے تھے مگر وہ نہیں مانے، ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ پیدا کس چیز سے ہوا، فرمایا: ”مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ“ اللہ نے اس کو کیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا۔ چوں کہ اس کا جواب متعین ہے اس لیے خود ہی فرمایا ”مِنْ نُّطْفَةٍ“ نطفہ سے یعنی اس کو ایک نا چیز اور بے قدر قطرہ منی سے پیدا کیا، آگے اس کی کیفیت مذکور ہے کہ ”خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ“ اس کی صورت بنائی، پھر اس کو انداز سے بنایا یعنی یہی نہیں کہ نطفہ سے ایک جاندار کا وجود بنا دیا بلکہ اس کو پیدا کیا اور پھر اس کے اعضا اور قد و قامت میں ایک خاص انداز اور تناسب رکھا کہ اگر آنکھ کان ناک کی تخلیق و ترتیب اس کے خلاف ہو جائے تو انسان کی صورت بگڑ جائے اور کام کاج دشوار ہو جائے۔

۱۔ قَوْلُهُ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ غیر ذوی العقول کی جمع چونکہ واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے صغف کی صفات واحد مؤنث لائی گئی (دیکھئے آپ ترکیب نحوی کیسے کریں)



صورت بنائی احسن آنکھیں بنائی روشن ☆ شیریں دہن بنایا کیا خوش نما اُگایا  
 ”ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ“ پھر اس کا راستہ آسان کر دیا یعنی بطنِ مادر سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا کہ تنگ مقام  
 سے اچھا خاصا نومند بچہ باہر نکل آیا جو صاف دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور بندہ کے مقدور ہونے کی، ”ثُمَّ  
 آمَاتَهُ فَاقْبَرَهُ“ پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا یعنی عمر ختم ہونے کے بعد اس کو موت دی، اور پیدا کرنا  
 جس طرح نعمت ہے، موت دینا بھی نعمت ہے کہ یہ دارالقرار اور محبوب حقیقی تک پہنچانے والی ہے، حدیث میں ہے  
 الموت تحفة المؤمن (موت مؤمن کا تحفہ ہے) اور احسان براحسان یہ کیا کہ مرنے کے بعد اس کو قبر میں رکھوا دیا، عام  
 جانوروں کی طرح نہیں کہ زمین پر سڑتا رہے۔

قبر سے مراد عالم برزخ ہے | یاد رکھنا چاہیے کہ قبر سے مراد گڑھا نہیں بلکہ وہ عالم ہے جو اس دنیا اور آخرت کے  
 درمیان ہے یعنی عالم برزخ لہذا اگر کوئی ڈوب کر مرے یا جل کر جان دے دے بہر حال جائے گا وہ قبر یعنی عالم برزخ  
 ہی میں اور بالآخر وہ خاک ہی میں مل جائے گا ”ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشُرَهُ“ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ  
 زندہ کر دے گا کیوں کہ جو خدا اول پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ قبر سے زندہ اٹھانے کی بھی قدرت رکھتا ہے، اگر حشر  
 اور جزائے ہو تو شا کر بھی کافر کی طرح ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ یہ سب تصرفات اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے اور انسان  
 کے داخل قدرت ہونے کی دلیل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ طرح طرح کی نعمتیں بھی ہیں، بعض حسی، بعض  
 معنوی، جس کا مقتضایہ تھا کہ انسان ایمان لا کر اطاعت بجالاتا مگر کافر انسان نے کوئی توجہ نہیں کی چنانچہ فرمایا ”کَلَّا  
 “ ہرگز نہیں یعنی ہرگز شکر ادا نہیں کیا اور ”لَنَبْلُوَنَّ مَا أَمْرَهُ“ اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا یعنی یہ بد نصیب  
 کافر انسان نہ ایمان لایا اور نہ شکر ادا کیا۔

**اشکال:** قِيلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ سے بددعا کا وہم ہوتا ہے حالاں کہ دعایا بددعا کرنا عاجز کی شان ہے جب کہ اللہ تعالیٰ  
 قادر مطلق ہے اور عاجز ہونے سے وراء الراء ہے۔

**الجواب:** اللہ تعالیٰ کے کلام میں بددعا کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑا تو کوئی ہے نہیں جس  
 سے وہ بددعا مانگے لہذا کلام کو محاورہ عرب پر محمول کیا جائے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ یہ شخص مستحقِ قتل ہے اور ماضی بمعنی  
 مستقبل ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل کیا جانا یا اس کو اپنی رحمت سے دور کرنا مقرر کر لیا۔

**اھم اشکال:** مَا أَفْعَلَهُ کے وزن پر فعل تعجب ہے، اور تعجب مجہول السبب کے ادراک کا نام ہے حالاں کہ اللہ  
 تعالیٰ سے کوئی چیز مجہول و مخفی نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیوں تعجب ہوا۔

**جواب:** یہاں تعجب بمعنی تعجب ہے یعنی دوسروں کو تعجب دلانا کہ یہ لوگ ایسے ناشکرے اور نمک حرام ہیں کہ لوگوں کو ان پر  
 تعجب کرنا چاہیے۔

**ذکر:** قِيلَ الْإِنْسَانُ یہ جملہ دعائیہ ہے، قَتَلَهُ (ن) قَتَلًا: مار ڈالنا، الْإِنْسَانُ (آدمی) یہاں کافر مراد ہے

لِکُونِ اللَّامِ لِلْهَدِّ، جمع اَنَاسِیْ (قال تعالیٰ وَاَنَاسِیْ کَثِیْرًا) ۱ ما اَکْفَرَهُ (کیسا ناشکرا ہے وہ) یہ فعل تعجب ہے، آتی، (بفتح الهمزة وتشدید الیاء) پانچ معانی کے لئے آتا ہے: (۱) برائے استفہام جیسے آیت مذکورہ میں (۲) برائے شرط جیسے آیات تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (۳) موصولہ جیسے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْءٍ آیٰتَهُمْ أَشَدُّ عَلٰی الرَّحْمٰنِ عِیْنًا (۴) برائے بیان کمال جیسے محمدٌ رَجُلٌ اِیُّ رَجُلٍ، اس صورت میں یہ ترکیب میں نکرہ کی صفت بنے گا، ای کامل فی صفیات الرجال، اور معرفہ کے بعد حال بنے گا، جیسے مررتُ بَعْدَ اللّٰهِ اِیُّ رَجُلٍ (۵) جس پر الف لام داخل ہو اس کی نداء کا وصلہ اور رابطہ ہوتا ہے، جیسے یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْم۔ (معنی اللیب) نطفۃ (قطرہ منی) جمع نُطْفٌ، قَدَّرَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، قَدَّرَ تَقْدِیْرًا: اندازہ لگانا۔ السَّبِیْل اسم جامد (راستہ) جمع سُبُل (المراد ہینا طریق الخروج من بطن الام) یَشْرَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، یَشْرَ تِیسیرًا: آسان کرنا۔ اَمَات (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَمَاتَ اِمَاتَةً: موت دینا، مَادَ مَوْتُتٌ ہے، مَاتَ مَوْتًا (ن): مرنا (در اصل اَمَوْتُتٌ ہے، واو کی حرکت ماقبل کو دیدی اب واو کا ماقبل مفتوح ہے اور واو دراصل متحرک تھا، ماقبل مفتوح اس لئے واو کو الف سے بدل دیا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اَقْبَرُ (اس نے قبر میں رکھ دیا) (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَقْبَرُ فَلَانًا (کسی کے لئے قبر بنانا) قَبَرَ الْمِیْتَ (ن) قَبَرًا: مردہ کو قبر میں رکھنا، اَنْشَرَهُ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَنْشَرُ اِنْشَارًا: زندہ کر کے اٹھانا۔ لَمَّا یَقْضِ (ض) نفی جحد مضارع کا واحد مذکر غائب، قَضٰی (ض) قَضٰی و قِضَاءً: ادا کرنا، اَمَرَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، اَمَرَهُ (ن) اَمَرًا و اِمَارَةً: حکم دینا۔

۱ لفظ انسان مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، انسان، اُنس سے مشتق ہے جس کے معنی مانوس ہونے کے ہیں، چونکہ انسانی زندگی بغیر اُنس و محبت کے گذرنا ممکن نہیں اس لئے آدمی کو انسان کہا گیا ہے، اُنس (ض) اُنْشَا و اُنْس (ک) اُنْشَا: مانوس ہونا، امل عرب کبھی مؤنث بھی استعمال کرتے ہیں چنانچہ بولتے ہیں اُنْشَا لُ۔

۲ مجرد میں باب ضرب، سمع، کرم سے آتا ہے یَسْرَ (ض) یَسْرًا و تِیسیر (س) یَسْرًا و تِیسِر (ک) یَسْرًا: آسان ہونا۔

۳ مجرد میں ہے نَشَرَ الشَّیْءَ (ک) اَنْشَرًا: پھیلا نا منتشر کرنا، نَشَرَ اللّٰهُ الْمَوْتِی (ن) نَشَرًا و نَشْرًا: مردوں کو زندہ کر کے اٹھانا۔

۴ لتا تین قسم کا ہوتا ہے: (۱) حرف جازم، لہذا لَم کی طرح فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو مجزوم بنا دیتا ہے اور اس کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے، لَم اور لتا میں پانچ طریقے سے فرق ہے: (۱) لَم مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور لتا کلم کے وقت تک کی نفی کرتا ہے۔ (۲) لَم کے اوپر حرف شرط داخل ہو جاتا ہے، جیسے فَاَن لَم تَفْعَلْ (۳) لَم سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے آئندہ اس کے وقوع کی توقع ہوتی ہے۔ (۴) لتا کا دخول جائز الخذف ہوتا ہے۔ (۵) لتا کی نفی نہیں ہوتی مگر حال سے قریب لہذا لَم یکن زید فی العام الماضی مبیحا درست ہے مگر لتا یکن الخ درست نہیں۔ (۲) لتا کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ ماضی کے ساتھ خاص ہے لہذا اس وقت یہ دو جملوں کا تقاضا کرے گا جن میں سے دوسرا پہلے کے وجود کے وقت پایا جائے گا جیسے لتا جانسی زید اکرم مثلاً و یقال فیہا حرف وجود و وجود و بعضہم یقول حرف وجوب لوجوب، ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ لتا نفیہ ہے بمعنی جنہ اور یہ چونکہ محض بمعنی الشرط ہوتا ہے اس لئے اس کا جواب بالاتفاق فعل ماضی ہوگا، ابن مالک کے نزدیک جملہ اسمیہ بھی ہو سکتا ہے جس کے شروع میں اذا ماضی جاتی ہو، یا قا ہو جیسے فلما نَجَّاهُمْ اِلٰی الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُسْرِکُوْنَ، فَلَمَّا نَجَّاهُمْ اِلٰی الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ، اور ابن عصفور کے نزدیک اس کا جواب فعل مضارع بھی ہو سکتا ہے۔ (۳) تیسری قسم لتا کی یہ ہے کہ وہ حرف استثناء ہو لہذا اب جملہ اسمیہ پر داخل ہوگا، جیسے اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلٰیہَا حَافِظٌ۔ (مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۲۷۷)



**ترکیب** قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا أَكْفَرَهُ... قَتَلَ فعل مجہول الا لسان نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ دعائیہ ہوا (لا محل لها) (صورۃ خبریہ، معنی انشائیہ) مَا اسم استفہام مبتدا بمعنی آئی شیء (الاستفہام للتوہین) أَكْفَرَهُ فعل فاعل مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ انشائیہ مستانفہ ہوا (لا محل لها) مِنْ آتِي شَيْءٍ خَلَقَهُ... مِنْ آتِي شَيْءٍ متعلق مقدم ہے خَلَقَ کا (الاستفہام للتقرير مع التحقيق) خَلَقَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ مستانفہ ہوا مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَ محذوف کے متعلق اور یہ جملہ فعلیہ ماقبل استفہام کا جواب ہے، ماقبل استفہام حقیقی استفہام نہیں بلکہ تحقیر کے لئے ہے مگر چونکہ صورۃ استفہام ہی ہے اس لئے مِنْ نُطْفَةٍ سے اسی مبہم استفہام کا جواب دیا، پھر مابعد آیت سے انسان کے مبداً خلق سے لے کر اس کے منتہی تک کا حال اور کیفیت کو بیان کیا ہے۔ (مظہری) خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ... خَلَقَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ فاء عاطفہ قَدَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف ثُمَّ حرف عطف السَّبِيلَ فعل محذوف يَسْرَهُ کا مفعول بہ (از قبیل مَا أَصْبَرَ عَامِلُهُ عَلَى شَرِيطَةِ التَّفْسِيرِ) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفسر، معطوف علیہ معطوف يَسْرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفسر، ثُمَّ حرف عطف أَمَاتَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف فاء عاطفہ أَقْبَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، ثُمَّ حرف عطف إِذَا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط شاء فعل، ضمیر ہو فاعل (اور مفعول بہ محذوف ہے آئی انشاء) فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ اور پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب انشاء کا (آئی انشاء إذا شاء) (شاء کا ظرف نہیں ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ ہے، اور مضاف الیہ اپنے مضاف میں عمل نہیں کرتا) أَنْشَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرف مقدم سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ (لا محل لها من الاعراب) (یہ ترکیب بیان القرآن کی تفسیر کے مطابق ہے جس کو اہل عقل ہی سمجھ سکتے ہیں نہ کہ اہل سفاہت) اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں دوسری ترکیب مذکور ہے کہ مِنْ آتِي شَيْءٍ متعلق مقدم خَلَقَ کے اور وہ مبدل منہ، مِنْ نُطْفَةٍ متعلق مقدم خَلَقَ کے اور وہ تمام معطوفات سے مل ملا کر بدل، بعض نے مِنْ نُطْفَةٍ کو مِنْ آتِي شَيْءٍ سے بدل بنایا ہے۔ كَلَّا لَنَبَا يُقْضَىٰ مَا أَمَرَهُ... كَلَّا حرف ردع وزجر (آی رَدْع لِلْإِنْسَانِ عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنْ كُفْرَانِ النَّعْمِ) لَنَبَا حرف نفی يُقْضَىٰ فعل ضمیر مستتر فاعل مَا اسم موصول أَمَرَهُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ (مرجع انسان) سے مل کر صلہ، (عائد محذوف ہے آئی مَا أَمَرَهُ بِهِ) اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۱۔ یا ما بمعنی شیء مبتدا اور مابعد خبر اور شیء میں تخصیص شرط آخر ذانا پ کے طریقے سے ہے۔

۲۔ قولہ مَا أَمَرَهُ الخ ایک قول یہ ہے کہ امرہ کی ضمیر منصوب کا مرجع اسم موصول ہے اور انسان کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے آئی ایتانہ اور عائد کے حذف کرنے سے مفعول کا حذف کرنا ہون ہے۔ (روح المعانی)

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ﴿٢٧﴾ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٨﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٩﴾

سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے • کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا • پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا •

فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٣٠﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٣١﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٣٢﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٣﴾

پھر ہم نے اس میں غلہ • اور انگور اور ترکاری • اور زیتون اور کھجور • اور گنجان باغ •

وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣٤﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٥﴾

اور میوے اور چارہ پیدا کیا • تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدہ کے لئے •

**تشریح** ماقبل آیات میں انسان کی تخلیق، موت، گویا مختلف نعمتوں کا ذکر تھا، اب ان آیات میں ان نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں جو اس کی زندگی کی بقاء کے سامان ہیں، فرمایا: ”فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ﴿٢٧﴾ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٨﴾“ سو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا۔ ”ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٩﴾“ پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا (یعنی زمین سے غلہ اور ننھے ننھے پودے وغیرہ نکلنے کے وقت) ”فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٣٠﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٣١﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٣٢﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٣﴾ وَأَبًّا ﴿٣٤﴾“ پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری (قضب یعنی ساگ سبزی، ترکاری) اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ، اور میوے اور چارہ پیدا کیا ”مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٥﴾“ تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدہ کے لئے یعنی ان میں سے بعض چیزیں تمہارے لیے ہیں جیسے غلہ یعنی گیہوں وغیرہ اور بعض چیزیں تمہارے چوپاؤں کے لیے ہیں جیسے چارہ یعنی گھاس وغیرہ، لہذا ان سب انعامات پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے اور اپنے خالق و منعم کی عبادت کرنی چاہیے اور کافر انسان کو کفر سے باز آ جانا چاہیے۔

ہمیشہ تیرے در پر ہو سر تسلیم خم میرا ☆ رہے تیرے تصرف میں زباں میری تسلیم میرا

**لِیَنْظُرِ** (ن) امر واحد مذکر غائب، نَظَرَ إِلَى الشَّيْءِ (ن) نَظَرًا وَنَظَرًا: غور سے دیکھنا۔ الْإِنْسَانُ (آدمی) جَمْعُ أَنْاسٍ طَعَامٌ (اطلاقاً للمصدر على المفعول) (کھانا) اِی الْمَطْعُومُ جَمْعُ أَطْعَمَةٍ، طَعِمَ (س) طَعْمًا وَطَعَامًا: کھانا (۲) چکھنا۔ صَبَبْنَا (ن) ماضی جمع متکلم صَبَّ الْمَاءَ (ن) صَبًّا: اوپر سے پانی ڈالنا صَبًّا: مصدر از باب نصر۔ شَقَقْنَا (ن) ماضی جمع متکلم (اسنادہ الی ضمیرہ تعالیٰ مجاز من باب الاسناد الی السبب) شَقَّ الشَّيْءِ (ن) شَقًّا: پھاڑنا۔ أَنْبَتْنَا (افعال) ماضی جمع متکلم أَنْبَتَ بِأَنْبَاتًا: اُگانا، مجرد میں باب نصر سے آتا ہے نَبَتَ الزَّرْعُ (ن) نَبَاتًا وَنَبْتًا: اُگنا، حَبًّا غلہ، اَنَاج، گیہوں، جو، وغیرہ جمع حبوب (حبًّا کا مفرد حَبَّةٌ ہے ایک دانہ) عِنَبًا (انگور) واحد کے لئے عِنَبَةٌ استعمال ہوگا جمع أعناب۔ قَضْبًا (ترکاری) اس کے معنی لمبی اور پھیلی



ہوئی شاخوں والے درخت کے بھی آتے ہیں، (تفسیر مظہری) قَضَبَ (ض) قَضَبًا، کاٹنا، سبزی کو بھی چونکہ بار بار کاٹا جاتا ہے اس لئے مصدر کے نام کے ساتھ سبزی کا نام قَضَب رکھ دیا (تفسیر مظہری) زَيْتُونًا: (زیتون ایک پھل ہے جو عناب کی شکل کا ہوتا ہے اس کو کھایا جاتا ہے اور اس کا تیل استعمال کیا جاتا ہے، اس کے درخت کو بھی زیتون کہتے ہیں) واحد زَيْتُونَةٌ بمعنی زیتون کا ایک درخت۔ تَحْلًا اسم جنس ہے (کھجور) (۲) کھجور کے درخت اور النَّخْلَةُ بمعنی کھجور کا ایک درخت، جمع نَخْلٌ وَنَخِيلٌ۔ حَدَائِقُ (باغ) واحد حَدِيقَةٌ غُلْبًا أَغْلَبَ صفت مشبہ کی جمع ہے (موٹی گردن والی، مجازاً گھنے باغ کو کہتے ہیں) غَلَبَ الْحَدِيقَةُ (س) غَلَبًا: باغیچہ کا گھنا اور گنجان ہونا، فَاكِهَةٌ (میوے، پھل) جمع فَوَاكِهُ، فَكَّةَ (س) فَكَاهَةٌ وَفَكْمَةٌ: ہنس مکھ ہونا، میوے کو اسی مناسبت سے فاکہہ کہتے ہیں کہ وہ مفرح قلب ہوتا ہے۔ اَبَا (چارہ، گھاس) جمع اُؤُبُ (وفی بیان القرآن اَبَا مِنْ اَبَّ يَأْبُ (ن) اَبَا: قصد کرنا لِأَنَّهُ يُقْصَدُ۔ وفی اعراب القرآن اَبَا المرعى الذی لم یزرعه الناس) متاعًا (اس کی تحقیق گذر چکی) اَنْعَامَ (اس کی تحقیق گذر چکی)

**ترکیب** فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ أَكَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا..... فاء استینافیہ، لینظر فعل امر الانسان فاعل الی حرف جار طعامہ مرکب اضافی مبدل منہ اکا حرف مشبہ بالفعل مع اسم صَبَبْنَا فعل ضمیرنا فاعل (عائد محذوف ہے آی لہ) المَاءَ مفعول بہ صَبًّا مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ (محل رفع میں) ثُمَّ حرف عطف شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَعَدَبًا وَقَضَبًا وَزَيْتُونًا وَتَحْلًا وَحَدَائِقِ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا..... فاء عاطفہ اَنْبَتْنَا فعل ضمیرنا فاعل فیہا (ای فی الأرض) متعلق، حَبًّا وَعَدَبًا وَقَضَبًا وَزَيْتُونًا وَتَحْلًا وَحَدَائِقِ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر اَنْبَتْنَا کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر طعام سے بدل اشتمال (محل جر میں) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر لینظر کے متعلق اور وہ جملہ انشائیہ متانفہ (لا محل لہا)۔ (غُلْبًا صفت ہے حَدَائِقِ کی) مَتَاعًا لَكُمْ وَلَا نَعَامِكُمْ کی ترکیب سورۃ النازعات میں گذر چکی ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَّةُ ﴿٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ

پھر جس وقت کانوں کو بہسرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا • جس روز آدمی اپنے بھائی سے • اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے • اور اپنی بیوی سے

۱۔ فلینظر کا فاجزائیہ بھی ہو سکتا ہے ای ان ارد تم معرفۃ قدرۃ اللہ و تدبیرہ فلینظر الانسان الخ اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ قاطعہ ہے اور المل کے مفہوم پر عطف ہے ای لینظر اولاً لی نفسہ من مبدأ خلقہ الی منتہاہ و ما أنعم علیہ فیدفینظر الانسان الی طعامہ الخ اور روح البطلی میں ہے اذا کان هذا حال الانسان و هو أنما الی الآن لم یقض ما أمرہ الخ

۲۔ ہولہ متاعاً لکم الخ یہ عبارت فعل مذکور اَنْبَتْنَا کا مفعول لہ بھی بن سکتی ہے۔ (تفسیر مظہری)

وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ۝

اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں ہر شخص کو اس دن ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ بہت سے چہرے اس روز روشن •

ضاحکہ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولَٰئِكَ هُمُ

خنداں، شاداں ہوں گے • اور بہت سے چہروں پر اس روز غلبہ ہوگی • ان پر کدورت چھائی ہوگی • یہی لوگ •

### الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

کافر قاحل ہیں •

**تشریح** ما قبل میں انعامات یا دولا کر انسان کو بار بار تنبیہ کی گئی تھی اب آخر میں پھر قیامت اور نصیحت قبول کرنے اور

نہ کرنے پر جزا و سزا کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَّةُ ۝“ پھر جس وقت کانوں کو بہرہ

کردینے والا شور برپا ہوگا صَاحَّةُ اسم فاعل ہے یعنی ایسا شور اور سخت آواز جو کانوں کو بہرا کر دے، مراد اس سے شور

قیامت اور دوسرے مرتبہ کا نفخ صور ہے، صَاحَّةُ میں تا برائے مبالغہ ہے، اور اذا کا جواب محذوف ہے ای یشتغل کل

واحد بنفسہ (جلالین، اعراب القرآن و صرفہ و بیان) یعنی محشر میں نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور ہر شخص اپنی اپنی فکر

میں مشغول ہوگا۔ حتیٰ کہ انسان دنیا کے اندر جس پر اپنی جان قربان کرنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتا تھا آج قیامت کے دن

اس سے بھی گریز کرے گا، گویا ایک چیخ نے سب رشتوں کو کاٹ کر رکھ دیا، آگے اسی دن کا بیان ہے کہ ”يَوْمَ يَفِرُّ

الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبْنَيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝“ یہ اذا جاءَتِ الصَّاحَّةُ سے بدل ہے اور ترجمہ

یہ ہے کہ جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے

گا۔ یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہیں کرے گا بلکہ منہ چھپاتا بھاگتا پھرے گا، اس وجہ سے کہ ”لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ

يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝“ ان میں ہر شخص کو اس دن ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا (شأن

بمعنی فکر، اہم معاملہ و مشغلہ، یعنی ہر ایک کو اپنی ہی فکر اور اپنا ہی ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو دوسری طرف متوجہ ہی نہ ہونے

دے گا، کقولہ تعالیٰ لَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا، اور واضح رہے کہ یہ کافر انسانوں کا حال ہوگا جس کا ذکر ”قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا كُفَّرَهُ“ میں ہوا، مؤمنین اس طرح کی بے رخی نہیں کریں گے، بلکہ ایک دوسرے کے کام آئیں گے) (بیان

القرآن) آگے مؤمنین و کفار دونوں کی تفصیل ہے فرمایا ”وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝“

بہت سے چہرے اس روز (ایمان کی وجہ سے) روشن اور (خوشی و مسرت سے) خنداں، شاداں ہوں گے (یہ مسکراتے

چہرے ایمان والوں کے ہوں گے جو اپنے پالنے والوں کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے) ”وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝“ اور بہت سے چہروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) ظلمت ہوگی، ان پر



کدورت چھائی ہوگی (یعنی غم کی وجہ سے کدورت و سیاہی چھائی ہوئی ہوگی، یہ کالے کلوٹے جھلسے جھلسائے منہ کافروں کے ہوں گے جو نہ اللہ پر ایمان لائے، نہ رسول پر) ”أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرَةُ الْفَجْرَةُ“ یہی لوگ کافر، فاجر ہیں (کافر کے لفظ سے اشارہ فساد عقائد کی طرف ہے اور فاجر کے لفظ سے فساد اعمال کی طرف) لہٰذا انسان کو عقل سے کام لینا چاہیے اور اپنی آخرت کو سدھارنے کی فکر کرنی چاہیے۔

یہ کافر کیا سمجھتے ہیں یہ اپنے دل میں ہنستے ہیں ☆ ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے قرآن کا زور بیان | یَوْمَ يَنْفِرُ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ الْخ میں کم محبوب کو مقدم اور زیادہ محبوب کو مؤخر کیا ہے اور اس سے کلام میں زور اور قوت پیدا کرنا مقصود ہے گویا یوں فرمایا کہ اس روز آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا بلکہ ماں باپ سے بھی بھاگے گا، بلکہ بیوی اور اولاد سے بھی بھاگے گا۔

**لغات** صَاحَّة (ن) اسم فاعل واحد مؤنث، صَحَّ سَمْعُهُ (ن) صَحَّ: بہرا کر دینا۔ يَفِرُّ (ض) مضارع واحد مذکر غائب، فَتَرَفِرُّ (ض) فَتَرَاوَفَرَاوَا وَمَفَرَا بھاگنا، الْهَرَّة (اس کی تحقیق یوم بنظر المرء رکوع ۲ میں گزر چکی ہے) أَخ (بھائی) أَخ کی اصل أَخُو ہے جمع إِخْوَانٌ وَاخْوَةٌ ہے۔ (مجازاً ہر اس شخص کو بھی اخ کہہ دیتے ہیں جو قبیلہ یا مذہب یا صنعت و حرفت یا تعلق و دوستی وغیرہ میں کسی دوسرے کا شریک ہو، حالت جری میں یاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے) اُمُّ (ماں) جمع اُمَّهَات۔ (ثانی اور پر ثانی کو بھی اُم کہتے ہیں، قال تعالیٰ: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ) اَب (باپ) جمع اَبَاء (اصلہ اَبَو) صَاحِبَةٌ (بیوی) دراصل اسم فاعل ہے بمعنی ساتھ رہنے والی، مگر اس پر اسمیت کا غلبہ ہو گیا اس لیے اسم جامد کے حکم میں ہے، جمع صَوَاحِب، صَحْبَةٌ (س) صَحَابَةٌ وَصُحْبَةٌ: ساتھ ہونا، بدین اِئْتِ کی جمع ہے، اور جمع مذکر سالم کے ساتھ ملحق ہے، بنا بریں اسی کا اعراب دیا گیا اور اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا، دوسری جمع ابناء آتی ہے شَأْن: فکر، حال، کسی اہم معاملہ کو شَأْن کہتے ہیں خواہ وہ برا ہو یا بھلا جمع شُئُونٌ يُغْنِي (افعال) مضارع واحد مذکر غائب، اَغْنَى اِغْنَاءً: بے نیاز کرنا، مالدار کر دینا، کافی ہونا، غَنَى فُلَانٌ (س) غَنَى وَغْنَاءً: مالدار ہونا، عَنِ الشَّيْءِ۔ بے نیاز ہونا۔ وَجُوَّة (بہت سے چہرے) وَجْهٌ کی جمع ہے۔ مُسْفِرَةٌ (روشن) (افعال) اسم فاعل واحد مؤنث، اُسْفَرَ الْوَجْهَ (افعال) چہرہ چمکنا۔ سَفَر (ض) سَفُرَا: روشن ہونا، صَاحِكَةٌ (خنداں) (س) اسم فاعل واحد مؤنث، ضَحِكٌ (س) ضَحِكًا وَضَحِكًا: ہنسا، باب افعال سے بمعنی ہنسانا، مُسْتَبْشِرَةٌ (شاداں) (استفعال) اسم فاعل واحد مؤنث، اور مجرد میں ہے (بَشِيرٌ بہ (س) بَشَرًا خوش ہونا) غَبْرَةٌ اسم (ظلمت، گرد) (غَبْرُ الشَّيْءِ (س) غَبَرًا وَاغْبَرَةً: گرد آلود ہونا) تَرَهَّقُ (س) مضارع واحد مؤنث غائب، رَهَقَ الشَّيْءُ فُلَانًا (س) رَهَقًا: لگ جانا، لاحق ہونا، قَتَرَةٌ اسم (کدورت، سیاہی دھویں کی طرح) (قَتَر (ن، ض) قَتَرَا وَقَتَرَا، وَقَتَر (س) قَتَرَا: النَّارُ، آگ کا دھویں والی ہونا) الْكَفْرَةُ (کافر لوگ، یعنی ناشکرے لوگ) كَافِرٌ کی جمع ہے الْفَجْرَةُ (بدکار لوگ) فَاجِرٌ کی جمع، فَجَر (ن) فَجَرَا وَفُجُورًا: بدکار ہونا۔

**ترکیب** **فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَّةُ** یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ... فاء استئنافیہ (والکلام مستأنف مسوق للشروع فی بیان احوالہم یوم المقاد) اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف جَاءَتِ الصَّاحَّةُ فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہے اپنے محذوف جواب یَسْتَعِیْلُ کُلُّ وَاحِدٍ بِنَفْسِهِ کا یوم مضاف یَفِرُّ الْمَرْءُ فعل فاعل مِنْ حرف جار أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل ہے **إِذَا جَاءَتِ** الخ سے لے لکَلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَأْنٌ یُغْنِيهِ... لام حرف جار کَلِّ مضاف امْرِئٍ موصوفٍ مِنْهُمْ (أی مِنَ النَّاسِ) کائن محذوف کے متعلق ہو کر امرء کی صفت، موصوف مع صفت کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائن محذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم یَوْمَئِذٍ اسی خبر محذوف کا ظرف۔ شَأْنٌ یُغْنِيهِ شَأْنٌ موصوف یغنیہ فعل فاعل مفعول بہ، پھر جملہ فعلیہ ہو کر صفت (محل رفع میں) پھر مرکب توصیفی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانہ ہوا (لا محل لہا) لے۔ **وَجُوهٌ یَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ** وَوُجُوهٌ یَوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبْرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ... وجوہ مبتدا (توین برائے تنويع آئی وجوہ المؤمنین او وجوہ کثیرہ) یَوْمَئِذٍ مسفرہ کا ظرف مقدم مسفرہ ضاحکہ مستبشرہ تینوں خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف وجوہ مبتدا یَوْمَئِذٍ خبر محذوف ثابتہ کا ظرف اور علیہا بھی ثابتہ کے متعلق اور پھر ثابتہ خبر مقدم غبرۃ مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول لے۔ **تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ** جملہ ہو کر خبر ثانی (اور قترۃ فاعل ترہق کا) مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ **أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرَةُ الْفَجَرَةُ... أُولَئِكَ** مبتداہم ضمیر فصل (اشارۃ الی اصحاب تلک الوجوہ آئی اولئک الموصوفون بما ذکروا، والاشارة للبعید للایذان ببعید درجتہم فی سوء الحال) (روح المعانی) الکفرۃ الفجرۃ دونوں خبر، مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لا محل لہا) (الجملۃ مستانفۃ کأنہا جواب من اصحاب تلک الوجوہ، تفسیر مظہری)

**الحملہ** **یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ** عزیز طلبہ! اخیه، امہ، ابیہ وغیرہ میں اضافت معنوی ہے، اضافت لفظی و معنوی کی تعریف تو آپ حضرات جانتے ہی ہیں، بس اتنا ضرور یاد رکھیں کہ اضافت لفظی محض تخفیف کا فائدہ دیتی ہے،

۱۔ اس فاء کو عاطفہ کہنا بھی صحیح ہے مابعد کی ماقبل پر ترتیب کو بیان کرنے کے لئے (اعراب القرآن)

۲۔ یومئذ کو یغنیہ کا ظرف مقدم بھی بنا سکتے ہیں **قَوْلُهُ لِكُلِّ امْرِئٍ ذِكْرُ الْمَرْءِ بِنَاءٌ عَلَى أَنَّهُ الرَّجُلُ لِيَعْلَمَ مِنْهُ حَالُ الْمَرْئَةِ مِنْ بَابِ أُولَى (روح المعانی)**

۳۔ یومئذ اس کو اعراب القرآن میں ترہق کا ظرف لغو قرار دیا ہے لیکن تفسیر مظہری میں اس کو ظرف مستقر ہی مانا ہے سہولت کے پیش نظر ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ **قَوْلُهُ** علیہا غبرۃ ایک ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ثبت یا استقر فعل محذوف مانا جائے اور علیہا اور یومئذ اسی کے متعلق اور غبرۃ اس کا فاعل پھر جملہ ہو کر مبتدا کی خبر، نیز ترہقہا مبتدا کی خبر ثانی بھی بن سکتا ہے، اور غبرۃ کی صفت بھی بن سکتا ہے۔ (تفسیر مظہری)



الایہ کہ مضاف معرف باللام ہو جیسے مررت بالرجل الحسن الوجه (الاشباہ ص: ۴۴ ج: ۲) (تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ اضافت کے بعد مضاف پر سے تئیں اور نون تشبیہ جمع حذف ہو جاتا ہے) اور اضافت معنوی میں مضاف الیہ اگر معرفہ ہے تو تعریف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہے، تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، مگر عزیز من! ایک سخن بندہ عاجز کی رہے یاد، اور وہ یہ ہے کہ اگر اضافت معنوی میں مضاف لفظ مثل، شبہ، غیر وغیرہ ہو یا مضاف نکرہ کی جگہ واقع ہو، مثلاً حال، تمیز، یا لائے نفی جنس کے اسم کی جگہ تو اب یہ اضافت نکرہ کے حکم میں ہوگی۔

## سورۃ الشکویر مکیہ

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳

جب آفتاب بے نور ہو جائے گا • اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے • اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے •

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶

اور جب دس مہینے کی گاہیں اونٹیاں چھٹی پھریں گی • اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جائیں گے • اور جب دریا بھڑکائے جاویں گے •

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَإِذَا الْبُوءُءُ دَا سُبُلَتْ ۝۸ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَإِذَا الصُّحُفُ

اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جاویں گے • اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جاوے گا • کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی • اور جب نامہ اعمال

نُشِرَتْ ۝۱۰ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝۱۳

کھول دئے جاویں گے • اور جب آسمان کھل جاوے گا • اور جب دوزخ دھماکی جاوے گی • اور جب جنت نزدیک کر دی جاوے گی •

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝۱۴

ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے •

**دیکھو** اس سورت کے اندر بھی سورت سابقہ کی طرح قیامت کا ذکر کرنا مقصود ہے اور اسی کی تقویت کے لیے آخر میں قرآن کی حقانیت مذکور ہے، اور چوں کہ اس سورت کا ایک لفظ کُوِّرَتْ ہے تو اسی کی مناسبت سے پوری سورت کا نام سورۃ الشکویر رکھ دیا۔

**تشریح** اس سورت کی شروع کی تیرہ آیات میں احوال قیامت کا ذکر ہے، جن میں سے شروع کی چھ آیات یعنی إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ سے وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ تک میں ان چھ احوال کا ذکر ہے جو پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت پیش آئیں گے جب کہ یہ دنیا آباد ہوگی اور اس کے بعد کی سات آیات یعنی وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝۷ سے وَ

اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ تک میں ان چھ احوال کا ذکر ہے جو دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد پیش آئیں گے، (گویا تیرہ آیات میں بارہ احوال ہیں) پھر جواب شرط لایا گیا یعنی عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ کہ ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱۱﴾“ جب آفتاب بے نور ہو جائے گا یعنی سورج جو آج ساری دنیا کو روشنی پہنچا رہا ہے ایک دن بے نور ہو کر رہ جائے گا۔ ”وَ اِذَا النُّجُومُ اُنْكَدَرَتْ ﴿۱۲﴾“ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اِنْكَدَرَتْ، اِنْكَدَار سے مشتق ہے بمعنی ٹوٹ کر گرنا، مطلب یہ ہے کہ آسمان کے سب ستارے سمندر میں گر پڑیں گے، ”وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۱۵﴾“ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے دیکھتے چلائے جانے کے لیے یہ بات لازم اور ضروری ہے کہ ان کو ان کی جگہ سے ہٹایا جائے لہذا یہاں یہی لازمی معنی مراد ہے کہ پہاڑوں کو مضبوط و مستحکم ہونے کے باوجود ان کی جگہ سے ہٹا دیا جائے گا اور وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ ”وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۱۶﴾“ اور جب دس مہینے کی گا بھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی۔ یہ بات عرب کی عادت کے مطابق بطور مثال کے بیان فرمائی کیوں کہ قرآن کریم کے پہلے مخاطب عرب لوگ تھے، ان کے نزدیک دس مہینے کی گا بھن اونٹنی ایک بڑی دولت سمجھی جاتی تھی کہ اس سے بچہ اور دودھ کا انتظار ہوتا تھا، مگر قیامت کے جگر خراش منظر کے سامنے ایسے نفیس و عمدہ مال کی کوئی شخص پر واہ نہ کرے گا اور دس ماہ کی گا بھن اونٹنیاں یوں ہی بغیر چرواہے کے بیکار چھٹی پھریں گی۔ ”وَ اِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿۱۷﴾“ اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جائیں گے یعنی جب نفعہ اولیٰ ہوگا تو جنگلی جانور جو انسان سے بدکتے ہیں اور اس کے سایہ سے بھی بھاگتے ہیں وہ مارے گھبراہٹ کے سب جمع ہو جائیں گے جیسا کہ خوف کے وقت اکثر ہوتا ہے، اندازہ کیجئے جب جانوروں کا یہ حال ہوگا تو انسانوں کا کیا حال ہوگا اور کیسی گھبراہٹ چھائی ہوئی ہوگی۔ ”وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۱۸﴾“ اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے سَجَرَتْ تسجیر سے مشتق ہے۔ جس کے معنی آگ لگانے اور بھڑکانے کے بھی آتے ہیں، اور خلط ملط کرنے کے بھی، اور ان دونوں معنی میں کوئی تضاد نہیں ہے، اولاد دریاؤں میں طغیانی پیدا ہوگی اور زمین میں دراڑیں جس سے میٹھے اور کھاری دریاؤں کے پانی آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے، پھر شمس و قمر اور ستاروں کو اس میں ڈال دیا جائے گا، اور پھر اس تمام پانی کو آگ بنا دیا جائے گا جو جہنم میں شامل ہو جائے گا اور اس کو بھڑکا دیا جائے گا اور بس عالم فنا ہو جائے گا، ”وَ اِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴿۱۹﴾“ اور جب ایک ایک قسم کے لوگ سب اکٹھے کیے جائیں گے اب یہاں سے نفعہ ثانیہ کے بعد کے چھ احوال کا بیان ہے کہ حاضرینِ محشر کے جوڑے جوڑے اور جتھے بنا دیے جائیں گے یعنی کافر الگ، مسلمان الگ، پھر ان میں بھی ایک ایک طبقہ کے لوگ الگ الگ ہوں گے مثلاً علماء الگ، عابدین الگ، مجاہدین الگ، وغیرہ وغیرہ اسی طرح چور ڈاکو ایک جگہ، زنا کار دوسری جگہ علیٰ ہذا القیاس۔

”وَ اِذَا الْمَوْءِدَةُ سُيِّلَتْ ﴿۲۰﴾ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴿۲۱﴾“ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ

ل قرآن میں دوسری جگہ ہے اُحْشِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَاَزُواْ وَاجْهَهُمْ قَالُمُوْا كُوْا وَاَنْتُمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ اَنْتُمْ كُنْتُمْ كُوْجَعُ كُرُو۔



وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔ ”موءدہ“ وہ لڑکی جس کو زندہ دفن کر دیا گیا ہو، اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عرب کے اندر یہ رسم بد تھی کہ باپ نہایت بے رحمی اور سنگ دلی سے اپنی بیٹی کو زندہ زمین کے اندر گاڑ دیتا تھا، بعض لوگ تنگ دستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کی وجہ سے اور بعض اس عار اور شرم سے کہ کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔

اگر لڑکی کی پیدائش کا گھسہ میں ذکر سن لیتے ☆ تو اس معصوم کو زندہ زمیں میں دفن کر دیتے ایک اہم سوال اور جواب | آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال لڑکی سے ہوگا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی حالانکہ یہ ظلم تو ظالم باپ نے ڈھایا ہے تو یاد رکھئے کہ اس سے مقصود اس لڑکی کو تسلی دینا ہے کہ وہ اپنی بے گناہی اور مظلوم ہونے کی پوری فریاد بارگاہ رب العزت میں پیش کرے تاکہ اس کے قاتل سے انتقام لیا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ موءدہ لڑکی کے بارے میں اس کے قاتل سے سوال کیا جائے کہ اس کو تم نے کس جرم میں قتل کیا؟

”وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ“ اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے یعنی موت واقع ہونے کی وجہ سے جو نامہ اعمال لپیٹ دیا گیا تھا، اب وہ کھول دیا جائے گا تاکہ سب لوگ اپنے اپنے عمل دیکھ لیں۔ ”وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ“ اور جب آسمان کھل جائے گا۔ کُشِطَ کے لغوی معنی جانور کی کھال اتارنے کے ہیں اور جب کسی چیز کی کھال اتاری جاتی ہے تو اس کے اندر کی چیزیں کھل جاتی ہیں لہذا آسمان کے کھلنے سے اس کے اوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی، نیز اس کے کھلنے سے غمام کا نزول ہوگا یعنی سائبان کی طرح ایک بدلی ہوگی، اور اس بدلی کے ساتھ آسمان سے فرشتے زمین پر بکثرت اتارے جائیں گے، اور اسی وقت حق تعالیٰ حساب و کتاب کے لیے تجلی فرمائیں گے، ”وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِرَتْ“ اور جب دوزخ دہکائی جائے گی دوزخ اگر چہ اب بھی دہک رہی ہے مگر اس وقت دشمنانِ خدا کے لیے اس کو اور زیادہ دہکایا جائے گا۔ ”وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ“ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی یعنی اتنی قریب کہ اس کی تروتازگی اور رونق و بہار نظر آئے گی جس کے دیکھنے سے مومنین کو عجیب مسرت و فرحت حاصل ہوگی، (واللہ قادر علی نقل الجنة من السماء الى الارض. روح) ”عَلِمْتُ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرْتُ“ ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔ یعنی جب قیامت کے حالات مذکورہ پیش آویں گے اس وقت ہر انسان جان لے گا کہ وہ اپنے ساتھ کیا نیک یا بد عمل لایا ہے جو اس نے دنیا میں کئے تھے (خواہ اس طرح جان لے گا کہ صحائف اعمال اس کے ہاتھ میں آجائیں گے یا اس طرح کہ یہ اعمال کسی خاص شکل و صورت میں اس کے سامنے آجائیں گے، (معارف)

### اختیاری مطالعہ

زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کی کیا خصوصیت ہے؟ | قیامت کے دن تو سب کا کچا چٹھا کھل جائے گا تو موءدہ لڑکی کے معاملہ کی ہی کیا خصوصیت ہے؟ خصوصیت یہ ہے کہ اس مظلوم لڑکی کو خود اس کے مان باپ نے قتل کیا ہے لہذا اس کی طرف سے اس کے خون کے انتقام کا کوئی دعوے دار بھی نہیں ہے مگر وہ ایسی عدل و انصاف کی عدالت الہیہ ہے جو ایسے مظالم کو بھی سامنے لائے گی جس کے اوپر نہ کوئی شہادت ہے اور نہ ان مظلوموں کا کوئی پرسان حال۔

وہ دنیا تھی چاہاں تم بسند کرتے تھے زباں میری ☆ یہ عقبتی ہے یہاں سننی پڑے گی داستاں میری  
**استقاط حمل بحکم قتل** چار ماہ کے بعد وضع حمل کرانا بحکم قتل ہے کیوں کہ چوتھے مہینہ میں حمل کے اندر روح پڑ جاتی ہے اسی طرح  
 ایسی کوئی صورت اختیار کرنا جس سے حمل قرار نہ پائے جیسے آج کل ضبط تولید کے نام سے اس کی سیکڑوں شکلیں رائج ہو گئیں اس کو بھی  
 رسول اللہ ﷺ نے وادخنی فرمایا ہے یعنی خفیہ طور سے بچہ کو زندہ درگور کرنا اور چار ماہ سے پہلے بھی بغیر ضرورت شدیدہ کے استقاط حمل حرام  
 ہے۔ اور عزل کا حکم احقر کی دوسری کتاب نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی میں ہے۔

**ایک اشکال:** جب آفتاب بے نور اور ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے تو جانوروں کا وجود ہی کہاں رہے گا کہ گا بھن اونٹنیاں چھٹی پھریں  
 اور وحوش جمع ہوں، جواب یہ ہے کہ واد مطلق جمع کے لیے ہے لہذا ان واقعات و حادثات میں ترتیب نہیں کہ پہلے سورج بے نور ہو اور  
 ستارے ٹوٹ کر گریں جس کی بنا پر مذکورہ اشکال پیدا ہوا، بلکہ ان کی اہمیت کی بناء پر ان کو مقدم کر دیا، اور اولاً انس و جن اور حیوانات  
 ہلاک ہوں گے پھر سورج ستارے وغیرہ۔

**تکویر** الشمس سورج، (۲) دھوپ، (مجازی معنی) جمع شمس، یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، **کُوِّرَتْ** (تفعیل)  
 ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، **کُوِّرَتْ الشمس تکویراً:** سورج کی روشنی سمیٹ کر گولا بنا دینا (۲) سورج کی  
 روشنی دھبی یا بالکل ختم ہو جانا۔ **النجوم اسم جامد (ستارے) نَجْمٌ** کی جمع ہے، **انْكَدَرَتْ**، **اِیْ انْقَضَتْ** و **سَقَطَتْ**  
 (انفعال) ماضی واحد مؤنث غائب، مجرد میں ہے **كَدَرُ الْمَاءِ (س) كَذَرًا** و **كَدَرُ الْمَاءِ (ک) كَذَارَةً** و **كَدُورَةً:** گدلا  
 ہونا۔ **الْجِبَالُ سُيِّرَتْ** (دونوں کی تحقیق رکوع میں گذر چکی ہے) **الْعِشَاءُ** (دس مہینے کی گا بھن اونٹنیاں) **عُشْرَاءُ** صفت  
 مشبہ کی جمع، جیسے نفاس، نفساء کی جمع۔ **عُظِّلَتْ** ای تُرِكَتْ مُهْمَلَةً لَا رَاعِيَ لَهُ وَلَا طَالِبَ (یعنی یونہی چھٹی پھرنا)  
 (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، **عُظِّلَ الْاِبِلَ تَغْطِيلاً:** اونٹوں کو چرانے کے لیے بلا چرواہا چھوڑنا۔ **الوَحُوشُ**  
 اسم جامد، جنگلی جانور کہ ان کی طبیعتوں میں انسانوں سے کوئی انس نہیں ہوتا، مراد مطلق جانور (روح المعانی) **الوَحْشُ** کی جمع  
 ہے **حُشِرَتْ (ن، ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، حَشَرَ (ن، ض) حَشَرًا:** جمع کرنا، **الْبَحَارُ (دریا، سمندر) الْبَحْرُ**  
 کی جمع و **يُجْمَعُ، بُحُورٌ، وَابْحُورٌ، سُبْحَرَتْ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بَهْرَكَانَا**۔ **النفوس اسم جامد**  
**(اشخاص) الْنَفْسُ** کی جمع، **زُوجَتْ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، زَوَّجَ تَزْوِيجًا** و **زَوَّجًا:** باہم ملانا، جوڑ لگانا۔  
 ۱۔ یہ صیغہ **كُوِّرَتْ** العمامۃ سے مشتق ہے بمعنی پگڑی کو لپیٹنا، اور یہ مجاز ہے اس کو اٹھانے اور ہٹانے سے کیونکہ جب کسی چیز کو لپیٹ دیا جاتا ہے تو اس کو  
 اس کی جگہ سے ہٹا دیا جاتا ہے لہذا تکویر شمس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی لمبی شعاعیں جن سے دھوپ اور روشنی پھیلتی ہے لپیٹ کر رکھ دی جائیں گی اور  
 آفتاب بے نور ہو جائے گا حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ یا پھر لپیٹنے سے مراد اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دینا ہے۔ (روح المعانی) مجرد میں  
 باب نصر سے ہے کار العمامۃ (ن) **كُوِّرَ:** پگڑی لپیٹنا۔

۲۔ مجرد میں باب سج سے ہے **عُظِّلَ الْاِبِلَ (س) عَطَّلًا:** اونٹوں کا بغیر چرواہے کے ہونا۔

۳۔ مجرد میں ہے **سُبْحَرَتْ (ن) سَبَحَرًا** و **سُبْحُورًا:** بھر جانا، و **سَبَحَرَتِ النَّوْرُ:** بتور کو گرم کرنا۔

۴۔ مجرد میں باب نصر سے ہے، **زَوَّجَ (ن) زَوَّجًا:** پھوٹ ڈالنا۔



اَلْمَوْدُودَةُ (زندہ گاڑی ہوئی لڑکی) (ض) اسم مفعول واحد مؤنث، وَاِذَا ابْتَدَيْتُمْ (ض) وَاِذَا: اپنی لڑکی کو زندہ  
 دُفِن کرنا۔ سُمِلْتُ (ف) ماضی واحد مؤنث غائب، سَأَلَ (ف) سُؤَالًا: پوچھنا ذَنْبُ (گناہ) جَمْعُ ذُنُوبٍ، قُتِلْتُ  
 (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، قَتَلَ (ن) قَتْلًا: مار ڈالنا، الصُّحُفُ (نامہ اعمال) الصَّحِيفَةُ کی جمع ہے۔  
 نُشِرَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، نَشَرَ (ن) نُشُورًا: کھولنا پھیلانا۔ كُشِطَتْ (ض) ماضی مجہول واحد  
 مؤنث غائب، كَشَطَهُ عَنْهُ (ض) كَشَطًا: ہٹانا، کھال اتارنا۔ الْجَحِيمُ (رکوع ۳ میں تحقیق گذر چکی) سُعِرَتْ  
 (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بِمَعْنَى دِهْكَانًا، سَعَرَ النَّارَ تَسْعِيرًا: آگ بھڑکانا، سَعَرَ النَّارَ (ف) سَعَرًا:  
 آگ جلانا، الْجَنَّةُ (تحقیق گذر چکی رکوع ۳ میں) اُزْلِفْتُ (افعال) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، اُزْلِفَهُ اِزْلَافًا:  
 نزدیک کرنا، مجرد میں ہے، زَلَفَ اِلَيْهِ (ن) زَلَفًا وَزَلِيفًا: نزدیک ہونا، الشَّيْءُ، نزدیک کرنا، (لازم و متعدی) عَلِمْتُ  
 (س) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، عَلِمَ (س) عَلِمًا: جَانَا نَفْسٍ اِی کُلِّ نَفْسٍ (ہر شخص) جَمْعُ نَفُوسٍ وَاَنْفُسٍ۔  
 اَحْضَرْتُ (افعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، اَحْضَرَ الشَّيْءُ: حَاضِر کرنا) حَضَرَ (ن) حَضُورًا: حَاضِر ہونا۔

**ترکیب** اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۱ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۲ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۳ وَاِذَا  
 الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۴ وَاِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۵ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۶ وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۷  
 وَاِذَا الْمَوْءِدَةُ سُبِلَتْ ۸ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۹ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۱۰ وَاِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۱۱ وَاِذَا  
 الْجَحِيمُ سُعِرَتْ ۱۲ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۱۳... اِذَا ظَرْفِہِ متضمن بمعنی الشرط مضاف الشمس فعل  
 محذوف کانائب فاعل جس کی مابعد فعل تفسیر کر رہا ہے اِی کُوِّرَتْ الشمس کُوِّرَتْ (الشمس مبتدا ہونے کی بناء پر  
 مرفوع نہیں ہے کیونکہ جمہور بصرین کے نزدیک اذا شرطیہ فعل کے ساتھ خاص ہے) کُوِّرَتْ الشمس فعل فاعل سے مل کر  
 مفسر کُوِّرَتْ تفسیر، مفسر اپنی تفسیر سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہے اپنے جواب و جزا  
 عَلِمْتُ نَفْسٍ مَا اَحْضَرْتُ کا اور اذا الشمس کُوِّرَتْ کے مابعد گیارہ جملے باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر اذا الشمس  
 کُوِّرَتْ پر عطف ہے (اور ہر جگہ اذا کے مابعد، بعد والے فعل جیسا ایک فعل محذوف ہے مثلاً وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا  
 الْجِبَالُ سُيِّرَتْ کی تقدیری عبارت وَاِذَا انْكَدَرَتْ النُّجُومُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا سُيِّرَتْ الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ہے وعلیٰ هذا  
 القیاس اور بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ میں بِأَيِّ ذَنْبٍ متعلق مقدم ہے قُتِلَتْ کا، اور قُتِلَتْ سُمِلْتُ کے لئے بمنزلہ مفعول ثانی  
 کے ہے عَلِمْتُ نَفْسٍ مَا اَحْضَرْتُ... عَلِمْتُ فعل نفس فاعل ما اَحْضَرْتُ اسم موصول صلہ سے مل کر مفعول  
 بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب شرط (اذا الشمس) کے اندر چونکہ ظرفیت کے معنی بھی ہیں لہذا وہ اپنے جواب

۱۔ جب کسی چیز کی کھال اتاری جائے تو اندر کی چیزیں کھل جاتی ہیں اور ظاہر ہو جاتی ہیں اسی لئے حضرت تھانویؒ نے اس کا ترجمہ کھلنے سے کیا ہے۔

۲۔ قولہ علمت نفس، النكرة تعم فی الاثبات بالقرائن (۲) النكرة ہنا وقعت فی سیاق الشرط و سیاق النكرة فی  
 ان النكرة للعموم اذا وقعت فی کل منهما... دیکھئے ”مشکل ترکیبوں کا حل“۔

وجزا کا ظرف ہے۔ عبارت یہ ہوگی: علمت نفس ما اخصرت اذا كورت الشمس كورت، پھر یہ جملہ مستانفہ ہوگا) **فائدہ** یہاں علم سے مراد مطلع ہونا اور مشاہدہ کرنا ہے علمت کا تعلق فعل قلب سے نہیں ہے۔ (روح المعانی)

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ ۝۱۶ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷ وَالصُّبْحِ إِذَا

تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں • چلتے رہتے ہیں، جا چھپتے ہیں • اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے • اور قسم ہے صبح کی جب

تَنْفَسَ ۝۱۸ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝۱۹ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝۲۰ مُطَاعٍ ثَمَّ

وہ آنے لگے • کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا • جو قوت والا ہے مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے • وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانت

أَمِينٍ ۝۲۱ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝۲۲ وَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝۲۳ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ

دار ہے • اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں • اور انہوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے • اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر غفل کرنے

بِضَنِينٍ ۝۲۴ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝۲۵ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝۲۶

والے بھی نہیں • اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے • تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو •

**تشریح** ماقبل آیات یعنی اذا الشمس كورت الخ قیامت کی شان میں نازل کی گئیں کہ ایک خوفناک واقعہ پیش

آنے والا ہے، سو جان لو کہ وہ آیات جن میں یہ واقعہ مذکور ہے وہ کلام اللہ ہے جو کسی کا گھڑا ہوا نہیں ہے چنانچہ مذکورہ آیات میں قسم کھا کر قرآن کی صداقت و حقانیت کو بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ ۝۱۶“ تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے

لگتے ہیں، چلتے رہتے ہیں، جا چھپتے ہیں (الخُنُوس، خائس کی جمع ہے بمعنی پیچھے کو ہٹنے والے، یعنی وہ ستارے جو سیدھے چلتے چلتے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں الجوار جاریۃ کی جمع، یعنی پھر وہ ستارے پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں۔ الْكُنُوس کانس کی جمع، یعنی پھر وہ ستارے کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں جا چھپتے ہیں اور یہ بات پانچ ستاروں کو پیش آتی ہے جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں زُحَل، زُہْرَة، مِرْيَخ، مُشْتَرِی، عِطَارِدُ۔

”وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنْفَسَ ۝۱۸“ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم

ہے صبح کی جب وہ آنے لگے آگے جواب قسم ہے یعنی ”إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝۱۹“ کہ یہ قرآن کلام ہے ایک

معزز فرشتہ کا لایا ہوا یعنی اللہ کا کلام ہے جو ایک معزز فرشتہ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لایا ہوا ہے، کسی شیطان کے

ذریعہ آپ تک نہیں پہنچا، یہاں رسول سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

۱۔ متحیرہ کی وجہ تسمیہ: ان پانچ ستاروں کو متحیرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی رفتار دنیا میں کچھ اس طرح کی دکھائی دیتی ہے کہ مشرق سے مغرب کی طرف جاتے جاتے لوٹ پڑتے ہیں، اور کبھی یہ ٹھہرے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔



**فائدہ** قرآن مجید کی احتیاط کی کہاں تک داد دیجئے لفظ استعمال کیا ہے ”رسول“ جس سے صاف ظاہر ہے کہ جبریل محض ایک قاصد تھے۔

آگے جبریل علیہ السلام کی کچھ مزید صفات بیان کرتے ہیں کہ ”ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ“ جو قوت والا ہے۔ ان کی قوت کا حال یہ ہے کہ قوم لوط کی بستیوں کو اکھاڑ پھینکا، لہذا یہ احتمال بھی جاتا رہا کہ کلام الہی کو لے کر تو فرشتہ ہی چلا ہو مگر جبریل کو کمزور سمجھ کر کسی شیطان جن نے درمیان میں تصرف کر دیا ہو، مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ مالک عرش یعنی اللہ کے نزدیک جبریل ذی رتبہ ہیں ”مُطَاعٌ ثُمَّ آمِينَ“ وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے، امانت دار ہے، مطاع یعنی اطاعت کیا ہوا کہ آسمان کے فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کہنے سے فرشتوں نے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے، اور امانت دار ہے کہ وحی کو صحیح پہنچا دیتا ہے، یعنی کمی بیشی اور خیانت کا امکان نہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہم تک دو واسطوں سے پہنچا ہے ایک لانے والا فرشتہ یعنی جبریل اور دوسرے پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم، لہذا آگے چند صفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذکور ہیں، ”وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ“ اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہے۔ جیسا کہ منکرین نبوت کہتے ہیں کہ اَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ (پ ۲۲) (معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوتا ہے، یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے یعنی دماغ ٹھکانے نہیں کہ دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتا ہے)

**نکتہ:** لفظ محمد کے بجائے صاحبکم کے استعمال میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ رسول تمہارے ساتھ کے رہنے والے ہیں یعنی بعثت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم ان کے ساتھ رہے ہو اور ان کے احوال سے تم اچھی طرح واقف ہو، اتنی طویل مدت میں ان کا تم نے کوئی جھوٹ اور فریب نہیں دیکھا، بلکہ ہمیشہ ان کے صدق و صفا اور عقل و دانائی کے معترف رہے ہو، تو اب بلا وجہ انکو جھوٹا یا دیوانہ کیوں کہتے ہو۔

”وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ“ اور انھوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے۔ رای کی ضمیر فاعل کا مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو ان کی اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے، صاف کنارہ سے مراد بلند کنارہ ہے کہ صاف نظر آتا ہے یعنی بجانب مشرق بالائی کنارہ پر دیکھا۔ (مظہری) اس آیت میں پہلی مرتبہ کا دیکھنا مذکور ہوا، دوبارہ کا دیکھنا اس آیت میں ہے ولقد رآه نزلة اخری الخ یعنی انھوں نے اس کو ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا ہے جس کے قریب جنة الماویٰ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس فرشتہ سے خوب واقف تھے اس لیے اس وحی میں اس شبہ کی بھی گنجائش نہیں کہ ممکن ہے جس کو فرشتہ سمجھ لیا ہو وہ واقع میں فرشتہ نہ ہو۔ ”وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ“ اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں یعنی غیب کی باتیں جو بذریعہ وحی معلوم ہوئیں ان کے بتلانے میں بخل بھی نہیں ہیں جیسا کہ کاہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیب کی کسی جزئی اور نامکمل بات کو اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں اور اس پر بھی بخل سے کام لیتے ہیں

اور رقم اور اجرت کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ (اس سے کہانت کی بھی نفی ہوگئی) ”وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ“ اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے ظاہر ہے کہ شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھائے گا جن میں خود اس کی مذمت مذکور ہو اور بنی آدم کا فائدہ ہو۔ ”فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ“ تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو یعنی جب قرآن اور حضور ﷺ کے متعلق تمام باتیں تمہارے سامنے آگئیں تو تم کدھر کو چلے جا رہے ہو کہ نبوت کے منکر ہو رہے ہو، (خدا کے بند و ایسا نہ کرو)

قسم و جواب قسم کے درمیان مناسبت | ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا مشابہ ہے فرشتے کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت (فرشتوں کی دنیا) میں جا چھپنے کے، اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا مشابہ ہے قرآن کے بسبب ظلمت کفر کے رفع ہو جانے اور نور ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے۔

**لغات** فلا أقسم الخ (میں قسم کھاتا ہوں) سباب افعال سے مضارع واحد متکلم، أَقْسَمَ بِاللَّهِ إِقْسَامًا: خدا کی قسم کھانا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔ الْخُنُسُ (پیچھے کو ہٹنے والے ستارے، موصوف محذوف ہے، ای الکواکب) خَائِسُ کی جمع ہے، خَنَسَ (ن) خَنَسًا وَخُنُوسًا وَخِنَاسًا: پیچھے ہٹنا (خَنَسَ فَلَانًا: پیچھے کرنا) (لازم و متعدی) (المعجم الوسيط) الجوار (پیچھے ہی کو چلتے رہنے والے) الجارية کی جمع، جَرَى النجوم (ض) جَرِيًا: ستارہ کا چلنا۔ الْكُنُسُ (چھپ جانے والے ستارے یعنی اپنے مطالع میں) الْكَائِسُ کی جمع، كَنَسَ الظُّبَى (ض) كَنَسًا: ہرن کا اپنی پناہ گاہ میں جانا، - النجوم كُنُوسًا: ستاروں کا اپنے راستہ پر ٹھہر کر واپس آ جانا۔ عَسَعَسَ باب فعللة (عسعة) یعنی رباعی مجرد سے ماضی واحد مذکر غائب عَسَعَسَ اللَّيْلُ۔ رات ہو جانا (حضرت تھانویؒ نے بقرینہ واللیل اذا دبوا الصبح اذا اسفر ترجمہ کیا ہے کہ جب رات جانے لگے) الصبح (صبح یعنی دن کا ابتدائی حصہ) جمع أَصْبَاحٌ تَنَفَّسَ (صبح آنے لگے) (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب تنفس الصبح: صبح کی روشنی ہو جانا (مجرد میں

۱۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے وَمَا تَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ وَمَا يَنْتَفَعُونَ لَّهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ إِنَّمَا عَنِ الشَّعْبِ لَعْنَةُ لَوْلَا نَدَا سَ لَے کر شیطان اترے، نہ انھیں یہ لائق ہے، نہ اس کی انھیں طاقت ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی محروم اور دور ہے۔

۲۔ لا أقسم کے شروع کا لا زائد ہے اور قسموں پر یہ حرف زائد لانا عربوں کے محاورہ میں معروف ہے مگر اصح قول یہ ہے کہ یہ حرف مخاطب کے باطل خیال کی تردید کے لئے شروع قسم میں لایا جاتا ہے۔ (معارف القرآن) جمہور مفسرین کے نزدیک یہ لا برائے تاکید ہے (لغات القرآن) حروف قسم تین ہیں۔ واو، با، تا جیسے وَاللَّهِ بِاللَّهِ تَاللَّهِ کبھی جملہ پر لام قسم داخل کر کے قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعَنَكَ الخ۔

حافظہ: بندے جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں تو مقصد قسم اپنے بیان پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کسی چیز کی حقانیت کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ جب کسی چیز کی قسم کھاتے ہیں تو مقصد اس چیز کو بطور دلیل اور شہادت کے پیش کر کے مقسم علیہ کو ثابت کرنا ہوتا ہے گویا جن چیزوں کی قسم کھائی جاتی ہے وہ سب بزبان حال اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی عظمت اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔ (عرب والوں کے یہاں جھوٹی قسم کھانا باعث بلاکت شمار ہوتا تھا اسی بناء پر اگر کوئی شخص قسم کھا کر کوئی بات کہتا تو اہل عرب بلاچوں و چرا اس کو مان لیتے تھے، اسی بناء پر قیامت کے ہولناک واقعات کے بعد آیات مذکورہ کو قسم کے ساتھ شروع کیا گیا)



دوسرے معنی ہیں) قَوْل (یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے، کہا ہوا) جمع اقوال رسول پیغمبر (حضرت جبریلؑ مراد ہیں) رسول بمعنی مُرْسَل ہے (المعجم الوسیط) شیخ شمس الدین قہستانی لکھتے ہیں کہ رسول بروزن فَعُول صیغہ مبالغہ ہے مُرْسَل کا مگر فَعُول کا استعمال اس طرح پر نا در ہی ہوتا ہے (لغات القرآن) واضح رہے کہ قرآن مجید میں رسول سے کہیں فرشتہ مراد ہے اور کہیں نبی، اس لئے حسب موقعہ معنی لئے جائیں گے، رسول کی جمع رُسُل آتی ہے۔

**نوٹ:** اگر رسول اور نبی کا فرق جاننا چاہیں تو ”نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی“ (ص: ۶) کا مطالعہ فرمائیں۔

\_\_\_\_\_ **گریہ** (معزز) باب کرم سے صفت مشبہ، جمع کیرام، کَوزَمُ فُلَانُ (ک) کَوزَمًا و کَوزَامَةً: صاحب عزت ہونا قُوَّة (طاقت) جمع قُوی (طاقتیں) قُوی (س) قُوَّة: طاقتور ہونا (قوة بمعنی طاقت ور ہونا مصدر ہے اور بمعنی طاقت حاصل مصدر یعنی اسم ہے، اور قُوی دراصل قُویو تھا قاعدہ نمبر/ ۱۱، جاری ہوا) الْعَرْش (عرش اللہ) بشر کو بجز نام کے اس کی کچھ حقیقت معلوم نہیں اور عوام کے ادہام اس بارے میں جس طرف جاتے ہیں وہ صحیح نہیں عَرْشُ الْعَرْش (ن) تخت بنانا مُکِین (صاحب رتبہ) مکانہ سے صفت مشبہ ہے مَکُن (ک) مکانہ: بلند مرتبہ ہونا، جمع مُکِنَاءٌ مُطَاع (جس کی بات مانی جائے، باب افعال سے اسم مفعول، اطاع فلاناً اطاعة: فرماں برداری کرنا طَوْعُ مادہ ہے طاع (ن) طَوْعًا: فرماں بردار ہونا ثَمَّ (وہاں آی عند ذی العرش) ظرف مکان برائے بعید (دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل) اَمِین (امانت دار) باب گرم سے صیغہ صفت، جمع اَمَنَاءُ، اَمْن (ک) اَمَانَةٌ دیانت دار ہونا۔

صَاحِب (رفیق، یعنی ساتھ رہنے والا، اضافت برائے عہد ہے اور مراد حضور ﷺ ہیں) اسم فاعل واحد مذکر، جمع صَاحِبٌ وَاصْحاب، صَاحِبہ (س) صَاحِبَةٌ وَصَاحِبَةٌ: ساتھ رہنا۔ مَجْنُون (دیوانہ) (ن) اسم مفعول واحد مذکر، جمع مَجَانِبِین، جُنَّ (ن) جُنَّا، وَجُنُونًا وَجَنَّةً وَمَجَنَّةً: عقل زائل ہونا، دیوانہ ہونا، یہ اس معنی میں مجہول استعمال ہوتا ہے اَلْأَفْق (کنارہ آسمان) جمع اَفَاق، اَلْمُبِین (کھلا ہوا، ظاہر) (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، اَبَان (افعال) اَبَانَةٌ: ظاہر ہونا، ظاہر کرنا (لازم و متعدی دونوں، اسی وجہ سے مبین کے معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی، اور الافق المبین سے مراد یہاں بلند کنارہ ہے کما فی سورۃ النجم و هو بالافق الاعلیٰ)۔

۱۔ مفسرین کے اقوال یہ ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہے، جو ایک مجسم شئی ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کو اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعے عبادت کو بجالائیں، عبد الوہاب شعرانی الیواقیت والجوہر میں رقم طراز ہیں کہ عرش کو اس کے احاطہ کے اعتبار سے دیکھو تو وہ لفظ عظیم سے موصوف ہوگا کیونکہ وہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کو ان سب پر فوقیت دی گئی ہے کہ جن کا وہ احاطہ کئے ہوئے ہے تو وہ کریم ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی جسم اس کا احاطہ کرے اس سے وہ بالاتر ہے تو وہ مجید ہے۔ (بحوالہ لغات القرآن مطبوعہ پاکستان)

۲۔ لغات القرآن میں ہے کہ مکین (ذی مرتبہ) کون سے صفت مشبہ ہے۔

۳۔ اَمِین (س) اَمَنًا، اَمَنًا، اَمَانًا، اَمَانَةً: مطمئن ہونا۔

۴۔ (بَانٌ مِنْهُ) (ض) بَینًا وَبَینًا وَبَینًا: الگ ہونا بَانُ الشَّیْءِ بَینًا: واضح ہونا، بَانُ الشَّیْءِ: واضح کرنا) **نوٹ:** آپ حضرات کی اگر طبیعت چاہے تو مجرد بھی یاد کر لیں ورنہ نہیں۔

الْغَيْبِ (مخفی بات، غیب کی بات) یہ دراصل باب ضرب غاب (ض) غَيْبًا وَغَيْبَةً وَغَيْبُوتَةً کا مصدر ہے، مگر مجازاً اسم فاعل یعنی غائب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ضَبْنِی (بخیل، یعنی وحی کے معاملہ میں) صفت مشبہ، جمع اضنّاء۔ ضَنَّ (س) ضَنًّا وَضَنَانَةً: بخل کرنا۔ شیطان (شیطان، سرکش) صفت مشبہ جمع شیطین، لفظ شیطان کے مشتق منہ میں اختلاف ہے یعنی بھریوں کے نزدیک اس کا وزن فِیْعَال ہے لہذا اس کا وزن اصلی ہے اور یہ شَطْن سے مشتق ہے اس کے معنی دور ہونے کے ہیں چونکہ وہ خیر اور نیکی سے دور ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں شَیْطَن: (فِیْعَلَة) شیطان بن جانا۔ اور کوفیوں کے نزدیک وہ شاط (ض) شَیْطًا سے مشتق ہے جس کے معنی جلنے کے ہیں چونکہ وہ آگ میں جلے گا اور آگ سے ہی بنا ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں، اس وقت اس کا وزن فَعْلَان ہے اور نون زائدہ ہے۔

نوٹ: ہر شریر جن وانس کو شیطان کہتے ہیں قرآن میں ہے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ، رَجِیم (مردود) فَعِیْلُ بمعنی مفعول ہے از باب نصر رَجَمَ (ن) رَجَمًا: لعنت بھیجنا، دھتکارنا، آئین (کہاں) برائے ظرف، لفظ آئین سے مکان دریافت کیا جاتا ہے۔

**ترکیب** فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ... فاء استینافیہ (اعراب القرآن) (تفسیر مظہری میں ہے لَمَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْآيَاتِ فِي شَأْنِ السَّاعَةِ فاعملوا أَنَّهُ كَلَامُ اللَّهِ غیر مُتَقَوِّل) لا زائدہ أقسم فعل ضمیر انا فاعل با حرف جار الخنوس موصوف الجوار الكنس دونوں صفت، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ اللیل، سے پہلے مضاف محذوف ہے آئی عظمۃ اللیل، اذا عسعس مرکب اضافی ہو کر عظمۃ کا ظرف، مضاف اپنے مضاف الیہ اور ظرف سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ الصبح سے پہلے بھی لفظ عظمۃ مضاف محذوف مانا جائے، الصبح مضاف الیہ اور اذا تنفس مرکب اضافی ہو کر عظمۃ کا ظرف، مضاف اپنے مضاف الیہ اور ظرف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا، الخنوس کا، پھر معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر أقسم کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم اذہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکیں مطاع ثم امین... ان حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم لام قسمیہ برائے تاکید بعوض مزحلۃ قول مضاف رسول موصوف کریم صفت اول۔ ذی قوۃ مرکب اضافی ہو کر صفت ثانی، عند ذی العرش مرکب اضافی ہو کر ظرف مقدم مکیں کا، اور مکیں صفت ثالث مطاع صفت رابع اور ثم مطاع کا ظرف (امین کا ظرف بنانا بھی درست ہے) امین صفت خامس، موصوف اپنی صفات خمسہ سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وما صاحبکم بمجنون... واو عاطفہ ما مشابہ بلیس صاحبکم مرکب اضافی ہو کر ما کا اسم بازائدہ برائے تحسین کلام و تاکید مجنون لفظاً مجرور محلاً منصوب ما کی خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف علیہ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ... واو



حرف عطف لام، لام القسم (ای باللہ تعالیٰ) قَدْ حرف تحقیق رَامی فعل ضمیر ہو مستتر فاعل (جس کا مرجع صاحب ہے یعنی حضور ﷺ) اور ضمیر مفعول کا مرجع رسول کریم ہے والمراد بالرسول جبرئیل علیہ السلام ضمیر منصوب متصل مفعول بہ باجاء الافق المبین مرکب توصیفی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ... واو عاطفہ ماثبہ بلیس ہو ضمیر اس کا اسم علی الغیب متعلق مقدم ضنین کے بضنین بازائدہ ضنین صفت مشبہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ماثبہ بلیس کی خبر (جو کہ لفظاً مجرور اور محل منصوب ہے) پھر یہ جملہ معطوف علیہ معطوف وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِیمٍ... کی ترکیب بھی حسب سابق ہے پھر یہ جملہ معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر جواب قسم اور قسم کو جملہ قسمیہ انشائیہ کہا جائے یا مستانفہ یا ابتدائیہ اور جواب قسم کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ: ص ۲۵۶، ج ۱۵) فَأَیْنَ تَذْهَبُونَ... فارابطہ اور شرط مقدر ہے ای اذاتبتین لکم أمرٌ محمدی و القرآن۔ آئین اسم استفہام منصوب ظرف مکان مقدم تذهبون کا اور وہ جملہ جزائیہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) (اور این کو صدر کلام کا مقتضی ہونے کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے)

### اختیاری مطالعہ

**تحقیق مفید** واللیل اذا عَشَقَسَ والصُّبْحُ اذا تَنَفَّسَ جیسی ترکیب میں اذا مضاف مجرد عن الشرط ہے، اور مابعد جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر یہ مرکب اضافی ظرف ہے اللیل کے مضاف محذوف عَطْمَةُ کا، کیوں کہ کسی شئی کی قسم کھانا اس کی عظمت و اہمیت پر دلالت کرتا ہے کہ نہ قیل اُقْسِمُ بِعَظْمَةِ اللَّیْلِ زمان عَشَقَسَ وَتَعَطْمَةُ النَّهَارِ زمان تَنَفَّسَ، اگر اذاً عَشَقَسَ کو فعل اُقْسِمُ کا ظرف بنایا جائے تو معنی میں فساد لازم آتا ہے، اور وہ فساد یہ ہے کہ یہ قسم زمانہ کے ساتھ مقید ہو جائے گی کیوں کہ ترجمہ ہوگا کہ میں قسم کھاتا ہوں رات کی اس وقت میں کہ وہ جانے لگے، دیکھئے یہ قسم زمانہ لیل یعنی رات کے وقت کے ساتھ مقید ہو گئی حالاں کہ قسم کو زمانہ کے ساتھ مقید کرنا مراد نہیں ہے خواہ زمانہ حال ہو یا استقبال (روح)

**تحقیق:** وما صاحبکم بمجنون، بازائدہ ہے اور بازائدہ ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) قیاسی (۲) سماعی۔ قیاسی زیادتی مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتی ہے، (۱) حل استفہامیہ کے بعد مبتدا کی خبر پر، (۲) ماثبہ بلیس کی خبر پر (۳) لیس فعل ناقص کی خبر پر (لائی نفی جنس کی خبر پر بازائدہ نہیں ہوتا) سماعی زیادتی مندرجہ ذیل مقامات میں مسوع ہے (۱) فاعل پر جیسے کفی باللہ شہیداً، (۲) مفعول بہ پر جیسے ولا تلقوا ابائیکم الی التہلک (۳) مبتدا پر جیسے بحسبک درہم (۴) خبر پر جیسے بحسبک زید، مجرور پر جیسے عن سابعہ درہم عن مابہ ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۲۸﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ﴿۲۹﴾ وَ مَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ

بس یہ تو دنیا جہان والوں کے لئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے • ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلتا چاہے • اور تم بدون خدائے

يَشَاءُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۰﴾

رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو •

**تشریح** کفار لوگ قرآن کے متعلق جو احتمالات پیدا کرتے ہیں وہ سب غلط ہیں کیوں کہ فرمان باری ہے ”اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ۝۱۵ لِّمَنۡ شَاءَ مِنْكُمۡ اَنۡ يَّسْتَقِيْمَ ۝۱۶“ بس یہ تو دنیا جہان والوں کے لیے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے۔ (یعنی انسان و جنات سب کے لیے اور بالخصوص!) ایسے شخص کے لیے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ یعنی عناد اور کج روی اختیار نہ کریں کہ ایسے ہی لوگ اس سے فائدہ اٹھایاتے ہیں، ”وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنۡ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ۝۱۷“ اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو۔ یعنی استقامت علی الحق، مطلب یہ ہے کہ فی نفسہ تو قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لیے متعلق ہوتی ہے اور بعض کے لیے کسی حکمت سے ان کی سوء استعداد کی بناء پر متعلق نہیں ہوتی۔

**نکات** ذِکْر (نصیحت) مصدر از باب نصر، (مذکورہ معنی بطور حاصل مصدر کے ہیں) (باقی تحقیق رکوع ۳ میں فینم اَنْتَ مِنْ ذِکْرَهَا کے تحت ملاحظہ فرمائیں) الْعَالَمِيْنَ (سب جہان، دنیا بھر) عَالَم کی جمع ہے بمعنی جاننے کا آلہ (اسم آلہ) چونکہ جہان کو دیکھنے سے اس کے بنانے والے کی عظمت و جلالت کا علم حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے عالم کہتے ہیں۔ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ باب استفعال سے مضارع واحد مذکر غائب، اِسْتَقَامَ الشَّيْءُ استقامۃ: سیدھا ہونا، درست ہونا، قام (ن) قَوْمًا و قِيَامًا و قَوْمَةً: سیدھا ہونا، درست ہونا۔

**ترکیب** اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ لِمَنۡ شَاءَ مِنْكُمۡ اَنۡ يَّسْتَقِيْمَ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنۡ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ اِنْ نَافِيہ، (اِنْ چار قسم کا ہوتا ہے دیکھے حاشیہ ۱ میں) ہو مبتداء، (ای القرآن) اِلَّا اداة حصر ذِکْر موصوف

۱۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت تمام جن و انس کے لیے تھی، بلکہ آپ کی ذات رحمۃ للعالمین تھی اور قرآن کا فیض ملائکہ کو بھی حاصل ہے جس پر یہ آیت دال ہے۔ بایں سفرۃ کرام ہر رۃ۔

۲۔ عالمین کو جمع اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کی ہر نوع اپنی جگہ مستقل عالم ہے مثلاً عالم الانسان، عالم الماء، عالم النار، وغیرہا، اور جمع سالم جو ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے اس لئے لائی گئی کہ عالمین میں عالم انسان بھی شامل ہے اس لئے اس کو غلبہ دے کر جمع سالم لائی گئی، علم بلاغت میں آپ حضرات پر دہیں گے کہ کبھی کلام کو مقتضی الظاہر کے خلاف پیش کیا جاتا ہے اور اس کی متعدد اقسام ہیں جن میں سے ایک تغلیب ہے پھر تغلیب کی متعدد صورتیں ہیں ان میں سے ایک شکل یہ ہے کہ ایسے مذکر لفظ کو مؤنث پر ترجیح دی جائے کہ ان دونوں کا مادہ اشتقاق اور ہیئت علیحدہ علیحدہ ہوں، جیسے ”ابوان“ اب اور اُم کے لئے، اب کا مادہ اشتقاق اَبُوۃ ہے اور اُم کا اُمُوۃ کبھی دو ہم شکلوں میں سے مذکر کو مؤنث پر ترجیح دیتے ہیں، جیسے قرین، قر اور قرین کے لئے، کبھی دونوں لفظوں کا مادہ اشتقاق ایک ہوتا ہے مگر پھر بھی مذکر کو مؤنث پر ترجیح دیدیتے ہیں جیسے وکانت من القانتین، بجائے وکانت من القانتات کے (حضرت مریم کے لئے) دیکھئے قانت اور قانتہ کا مادہ ایک ہے یعنی قنوت، تغلیب کی ایک شکل یہ ہے کہ ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر ترجیح دیتے ہیں جیسے رب العالمین، کبھی مخاطب کو غیر مخاطب پر ترجیح دے کر کلام کرتے ہیں اور بعض کا قول یہ ہے کہ عالم سے مراد فرشتے، جن اور انسان ہیں لہذا اس صورت میں جمع سالم لانا قرین قیاس ہے بقیہ تفصیل در لغات القرآن۔

۳۔ اِنْ چار قسم کا ہوتا ہے (۱) ان شرطیہ خواہ مضارع پر داخل ہو یا ماضی پر، (۲) ان نافیہ، یہ جملہ فعلیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ اسمیہ پر بھی، جیسے اِنْ يَّسْتَقِيْمُوا اِلَّا الظن وان ہم الا یخبر صون بان نافیہ کے بعد عموماً اِلَّا یا لَعَنَّا آتا ہے۔ مگر ہر جگہ ضروری نہیں جیسے اِنْ المرء مینثا یا نقضاء حیونہ اس وقت اِنْ بمعنی ما مشابہ ملیس ہوگا (۳) اِنْ مخفف من افعلہ جیسے وَاِنْ کَادُوا لِيَسْتَفْزِزُوْكَ مِنَ الْاَرْضِ (۴) اِنْ زائدہ جیسے: وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِیْہَا اِنْ مَكَّنَّکُمْ فِیْہِ (مشکل ترکیبوں کا حل)



لِلْعَلَمِينَ جار مجرور مبدل منہ لام حرف جر من اسم موصول شَاء فعل ضمیر ہو مستتر فاعل مِنْكُمْ شَاء کے متعلق اَنْ یَسْتَقِیْمَ بتاویل مصدر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر متعلق کائن کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ ما تَشَاءُونَ فعل منفی، ضمیر واو فاعل، اور مفعول بہ محذوف ہے ای الاستقامۃ علی الحق الا اداة حصر اَنْ ناصبہ مصدر یہ یَشَاء فعل اللہ مبدل منہ رَبُّ الْعَلَمِیْنَ مرکب اضافی بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر منصوب بنزع الخافض اَیْ بَاَنْ یَشَاءَ اللہ الخ جار مجرور فعل مذکور تَشَاءُونَ کا متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ۔

## سورۃ الانفطار مکیہ

اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳

جب آسمان پھٹ جاوے گا • اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے • اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے •

وَاِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵

اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی • ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا •

**ربط** اس سورت کے اندر بھی مثل سورت سابقہ کے قیامت اور جزا و سزا کا بیان ہے اور درمیان میں غفلت پر تفریع ہے۔

**تشریح** ان آیات میں احوال قیامت کا ذکر ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝۱“ جب

آسمان پھٹ جاوے گا (یعنی بوقت نفعہ اولیٰ) ”وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲“ اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے

(یعنی ٹوٹ کر گر جائیں گے، یہ بھی بوقت نفعہ اولیٰ ہوگا) ”وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳“ اور جب سب دریا بہہ پڑیں

گے۔ (یعنی بیٹھے اور کھاری دریا بہہ پڑیں گے یعنی سمندر کا پانی زمین پر زور کرے گا اور دونوں قسم کے دریا بہہ کر ایک

ہو جائیں گے، یہ بھی بوقت نفعہ اولیٰ ہوگا) ”وَاِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝۴“ اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی۔ (یعنی

ان کے اندر کے مردے نکل نکل کر کھڑے ہو جاویں گے، اور یہ نفعہ ثانیہ کے بعد ہوگا، اس کے بعد جزا و سزا کا ذکر ہے) یعنی

”عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵“ ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا (اور پھر ان اعمال کی جزا

و سزا پائے گا، مَّا قَدَّمَتْ میں مَّا اسم موصول ہے اور قَدَّمَتْ الخ صلہ، اور قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ کی ضمیر کا مرجع نفس ہے، لفظی

۱۔ قولہ: اَنْ یَشَاءَ اللہ۔ یہ وقت مضاف محذوف کا مضاف الیہ بن کر فعل مذکور کا ظرف بھی بن سکتا ہے اور تَشَاءُونَ اور تَشَاءُ کا مفعول بہ محذوف ہے ای الاستقامۃ علی الحق، قولہ مِنْكُمْ یہ متعلق ہو کر شَاء کی ضمیر سے حال بھی واقع ہو سکتا ہے۔

ترجمہ ہوگا کہ ہر نفس یعنی ہر شخص جان لے گا ان اعمال کو جو اس نے آگے بھیجے اور پیچھے چھوڑے، آگے بھیجنے سے مراد اس پر عمل کر لینا ہے، کہ جس کا اس کو مکلف بنایا گیا تھا، اور پیچھے چھوڑنے سے مراد ترک کرنا ہے، اور آگے بھیجنے کی دوسری مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو خود اس نے اچھے یا برے عمل کئے، اور پیچھے چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جو اس نے اچھی یا بری رسم دنیا میں جاری کی، اور اس کے مرنے کے بعد اس پر عمل ہوتا رہا، لہذا اگر کسی نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تھا، مثلاً مدرسہ بنوایا، کسی غیر مسلم کو مسلمان بنادیا وغیرہ وغیرہ تو اس کا ثواب اس کو آخرت میں ملتا رہے گا اور اگر کوئی بری رسم جاری کر کے مر گیا مثلاً سنیما، فلم وغیرہ تو اس کی سزا بھی بھگتے گا۔ (روح المعانی)

**نکات** السماء رکوع ۳۱ میں تحقیق گذر چکی انْفَطَرَتْ (انفعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب بمعنی پھٹنا الکواکب (ستارے) کوکب کی جمع ہے۔ انْتَشَرَتْ (افتعال) ماضی معروف صیغہ واحد مؤنث غائب، جھڑنا، بکھرنا۔ نَشَرَ الشَّيْءَ (ن، ض) نَشَرًا: بکھیرنا، البحار (سورۃ التکویر میں تحقیق گذر چکی) فُجِّرَتْ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، فَجَّرَ النَّهْرَ (تفجیر) نہر جاری کرنا، بہانا۔ مجرد میں ہے فَجَّرَ الْمَاءَ (ن) فَجَّرًا: چشمہ جاری کرنا۔ القبور (قبریں) واحد قَبْرٌ، قَبْرًا (ن) قَبْرًا: دفن کرنا بُعْثِرَتْ باب فَعْلَلہ (رباعی مجرد) سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب بُعْثَرَ بَعْثَرَةً: منتشر کرنا، الٹ پلٹ کرنا۔ (یعنی قبر کی مٹی کو متفرق کرنا تاکہ اس کے مردوں کو نکال لیا جائے اسی کو حضرت تھانویؒ نے قبروں کو اکھاڑ دینے سے تعبیر کیا ہے) نَفْسٌ (شخص) جمع نُفُوسٌ و أَنفُسٌ قَدَّمَتْ (اس نے آگے بھیجا) باب تفعیل سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، قَدَّمَ فلاناً: آگے کرنا، پہلے بھیجنا۔ قَدَّمَ الْقَوْمَ (ن) قُدُّومًا: آگے آگے ہونا۔ أَخَّرَتْ (اس نے پیچھے چھوڑا) باب تفعیل سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، أَخَّرَ الشَّيْءَ تاخیراً: پیچھے کرنا، مؤخر کرنا، (لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے) (دونوں صیغوں میں ضمیر کا مرجع نفس ہے)

**ترکیب** إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَشَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ کی ترکیب بعینہ اذا الشمس کُوِّرَتْ الخ کی طرح ہے ای اذا انفطرت السماء انفطرت پھر اذا السماء الخ تمام مل ملا کر اپنے جواب و جزا عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ کا ظرف ہے (ای علمت کل نفس وقت هذه المذکورات وهو يوم القيامة جلالین) ماقدمت وَاخَّرت، اسم موصول مع صلہ علمت کا مفعول بہ (جملہ علمت نفس لامحل لها، جواب شرط غیر جازم) (اعراب القرآن و صرفہ)

**نوٹ:** یہاں علم سے مراد مطلع ہونا اور مشاہد کرنا ہے۔ لہذا دو مفعولوں کا محتاج نہیں ہوگا۔ (روح المعانی)

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ رَبِّكَ الْكَرِيمُ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّبَكَ فَعَدَلَكَ ۝

اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کیساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔ جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا۔

فِي آيِ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝

جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا۔



**تشریح** ماقبل میں احوال قیامت کا ذکر تھا جس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان خواب غفلت سے بیدار ہوتا اور خدا اور رسول پر ایمان لے آتا اور ان کے احکام کی بجا آوری کرتا، مگر افسوس کہ انسان خواب غفلت سے باز نہ آیا، اس لیے اب مذکورہ آیت میں غفلت پر تنبیہ اور زجر و توہین ہے کہ ”يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ“ اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو پیدا کیا (یعنی انسان بنایا، اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ یہاں ”انسان“ سے کافر مراد ہے، اہل اسلام و ایمان سرے سے مراد ہی نہیں) ”فَسَوِّدْكَ“ پھر تیرے اعضاء کو درست کیا (یعنی اعضاء کو ٹھیک بنایا ای جعلك مستوی الخلق، سالم الاعضاء) ”فَعَدَّلَكَ ۝“ پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا (یعنی مناسب اعتدال پر بنایا کہ اعضاء میں تناسب رکھا، ایسا نہیں کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے یا ایک پیر دوسرے پیر سے زیادہ طویل ہو، اور مزاج اور طبیعت میں بھی تناسب رکھا) ”فِي آيٍ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝“ اور جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا یعنی پیدا ہونے اور اعضاء کی درستگی اور اعتدال میں اگرچہ سب شریک ہیں مگر باوجود اس اشتراک کے ہر ایک کی صورت میں کچھ نہ کچھ تفاوت رکھا ورنہ باہم امتیاز دشوار ہو جاتا۔

یہ بھی اس کی شان یکتائی کا ہے بین ثبوت ☆ ایک کی صورت کسی بھی ایک سے ملتی نہیں ان تمام انعامات کا تقاضا یہ تھا کہ انسان راہ راست پر آتا اور دھوکہ اور بھول میں نہ پڑتا، مگر انسان اپنے پالنے والے کو ردگار ہی کو بھول بیٹھا۔

نکتہ: یا ایہا الانسان ما غرَّكَ میں انسان سے سوال ہے کہ تو نے کیوں کر دھوکہ کھایا اور بھول میں پڑ گیا، لہذا آیت بالابریک الکریم میں رب کی صفت کریم ذکر کر کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا کہ انسان کے دھوکہ کھانے کا سبب حق تعالیٰ کا کریم ہونا ہے کہ وہ اپنے لطف و کرم سے گناہ پر فوری سزا نہیں دیتا تو یہ لطف و کرم اس کے دھوکہ کا سبب بن گیا۔

مرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت ☆ کریم تو ہی بتادے حساب کر کے مجھے

**فائدہ** یا ایہا الانسان میں اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ اس سے کافر انسان مراد ہے، بغویٰ کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول ولید بن مغیرہ کے حق میں ہوا، بعض نے کہا کہ ابی ابن خلف کے بارے میں نازل ہوئی۔

**لغات** الانسان (تحقیق گذر چکی ہے) غَرَّ (ن) ماضی معروف واحد مذکر غائب غَرَّ فُلَانًا (ن) غَرَّ او غُرِّوْا: دھوکہ دینا، بہکانا رَت (رکوع ۲) میں تحقیق گذر چکی) الکریم (اس کی تحقیق سورۃ التکویر میں اِنَّہ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کریم کے تحت گذر چکی) سَوَّی (تفعیل) ماضی معروف واحد مذکر غائب، سَوَّی الشَّیْءَ تَسْوِیَةً: درست کرنا، ٹھیک کرنا سَوَّی الرَّجُلُ (س) سَوَّی: درست کام والا ہونا، عَدَّلَ (اس نے برابر کیا، یعنی اعتدال پر بنایا) (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب، عَدَّلَ الشَّیْءَ (ض) عَدَّلًا: سیدھا کرنا، برابر کرنا، صَوَّرَ (شکل، صورت) جَعَّ صُوْرًا، رَكَّبَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب رَكَّبَ الشَّیْءَ تَرْکِیْبًا، جوڑنا، (مجرد میں دوسرے معنی ہیں)

**ترکیب** یَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ... یا حرف ندا آئی موصوف  
 ہا برائے تنبیہ بعوض مضاف الیہ الانسان صفت (وقیل انه بدل وقیل عطف بیان، زنی زادہ: ص ۹۵، اعراب  
 القرآن و صرفہ و بیانہ: ص ۲۶۲) موصوف اپنی صفت سے مل کر منادی ما اسم استفہام بمعنی آئی شیء مبتدا (والاستفہام  
 بمعنی الاستہجان والتویخ جلالین) غَرَّ فعل ضمیر ہو مستتر فاعل کاف مفعول بہ، یا جارہ (بمعنی عن) رَبِّكَ  
 مرکب اضافی ہو کر موصوف الکریم صفت اول الذی اسم موصول خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ معطوف و معطوف علیہ  
 ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق  
 فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب ندا  
 (لاحل لہا) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ مستانفہ ندائیہ ہوا۔ (لاحل لہا) فی آئی صُورۃ مَا شَاءَ رَبُّكَ... فی جارہ آئی  
 مضاف صُورۃ شَاءَ مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ، ما زائدہ ہے برائے تاکید تنکیر والتکثیر (مظہری) مضاف  
 اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق مقدم رتیب کے (جار مجرور کو رعایت سجع کی وجہ سے  
 مقدم کیا گیا ہے) رتیب فعل اپنے فاعل اور کاف ضمیر مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ عدل کا بیان،  
 والتقدير فَعَدَلَكَ رَبُّكَ فی آئی صُورۃ مِنَ الصُّورِ الْعَجِیْبَةِ الْحَسَنَةِ الَّتِي شَاءَهَا جَلَالِین حاشیہ ۱  
**نکتہ:** ربک الکریم میں با بمعنی عن ہے واضح رہے کہ با مختلف معانی کے لیے آتا ہے مثلاً الصاق،  
 استعانت، تعلیل، مصاحبت، تعدیہ، مقابلہ، قسم، ظرفیت اور زیادتی وغیرہ کے لئے۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالذِّينِ ① وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ② كِرَامًا كَاتِبِينَ ③ يَعْلَمُونَ مَا

ہرگز نہیں بلکہ تم جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو • اور تم پر یاد رکھنے والے • معزز لکھنے والے مقرر ہیں • جو تمہارے سب افعال

تَفْعَلُونَ ④ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ⑤ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ⑥ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ

کو جانتے ہیں • نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے • اور بدکار لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے • روز جزا کو اس میں

الذِّينِ ⑦ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ⑧

داخل ہوں گے • اور اس سے باہر نہ ہوں گے •

**تشریح** ان آیات سے پہلی آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ انسان اپنے رب کریم کے سلسلہ میں دھوکہ میں پڑا ہوا

ہے، اب اس پر ڈانٹ اور تنبیہ ہے کہ ہرگز مغرور نہ ہونا چاہیے اور اللہ کے لطف و کرم کو ذریعہ کفر و معصیت نہ بنانا چاہیے  
 تفسیر ملاحظہ فرمائیں ”کَلَّا“ ہرگز نہیں یعنی تم کو ہرگز مغرور نہیں ہونا چاہیے، مگر تم اس اغترار اور غفلت سے باز نہیں آتے۔

۱۔ قولہ فی ای صُورۃ، ترکیب الثانی از متعلق بمعذوف علی انہ محال آئی رَبُّكَ حال کو نک حاصل فی بعض الصور۔



”بَلْ تُكْذِبُونَ بِالذِّينِ“ (تمہارا حال تو یہ ہے کہ) تم جزا و سزا (ہی) کو جھٹلاتے ہو اور یہی تمہارے دھوکہ میں پڑے رہنے کی وجہ ہے کہ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انصاف کا کوئی دن آنے والا نہیں اور ہم جو حرکتیں کرتے ہیں ان کو کون لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا بس مر گئے تو قصہ ختم ہوا۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ”وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ“ (۱۰) ”کَوَامًا كَاتِبِينَ“ (۱۱) اور تم پر یاد رکھنے والے، معزز، لکھنے والے، مقرر ہیں (یعنی ہماری طرف سے تم پر تمہارے سب اعمال کے یاد رکھنے والے یعنی نگہبانی کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو ہمارے نزدیک کرام یعنی معزز ہیں اور وہ تمہارے اعمال کو لکھتے ہیں۔ ”يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ“ (۱۲) جو تمہارے سب اعمال کو جانتے ہیں (اور ان کو لکھ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور قیامت میں یہ سب اعمال پیش ہوں گے اور سب پر مناسب جزا و سزا ملے گی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ) ”إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ“ (۱۳) ”وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ“ (۱۴) نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے، (یعنی اللہ کی نعمتوں میں سرور ہوں گے) اور بدکار یعنی کافر لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے ”يُضَلُّونَهَا يَوْمَ“ (۱۵) ”الذِّينِ“ دوزخ میں روز جزا کو داخل ہوں گے ”وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ“ (۱۶) اور اس سے باہر نہ ہوں گے یعنی دوزخ میں داخل ہو کر پھر اس سے باہر نہ نکل سکیں گے کیوں کہ ان کے لیے عذاب دائمی ہوگا

**تفصیل** کَلَّا سَيَعْلَمُونَ کے تحت گزر چکی، یہاں غفلت پر ڈانٹ ڈپٹ ہے، بَلْ (بلکہ) بَل کے بعد مفرد واقع ہوگا یا جملہ، اگر مفرد ہو تو اس صورت میں یہ حرف عطف ہوگا مگر قرآن شریف میں بَل کے بعد کہیں مفرد نہیں آیا، اور اگر بَل کے بعد جملہ واقع ہو تو اب یہ حرف اضرب ہوگا یعنی ماقبل سے اعراض کے لیے ہوگا، اور تدارک یعنی اصلاح کے لیے استعمال ہوگا، بَل یہاں تصحیح ثانی و ابطال اول کے لیے ہے (روح) تفصیل در حاشیہ لُ تُكْذِبُونَ (تفعیل) مضارع جمع مذکر حاضر كَذَّبَ بالامر تکذیباً و کِذَاباً تسلیم نہ کرنا، جھٹلانا کَذَّبَ (ض) کِذْبًا و کِذْبًا: جھوٹ بولنا۔ الذین (جزا و سزا، بیان القرآن) ومنه قول العرب ”کما تدين تدان“ اس کے معنی اطاعت، شریعت، مذہب اور اطاعت کرنا، بدلہ دینا بھی آتے ہیں ذَانِ يَدِينُ دِينًا: فرماں بردار ہونا (۲) بدلہ دینا لہذا اصل کے اعتبار سے دین مصدر ہے، اور بمعنی بدلہ یعنی بمعنی جزا و سزا اسم ہے، حافظین (یاد رکھنے والے) باب سمع سے اسم فاعل جمع مذکر، حَفِظَ (سمع)

۱۔ تدارک کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ مابعد ماقبل کا منقض ہو لیکن اس صورت میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مابعد کے حکم کی تصحیح سے ماقبل کا ابطال مقصود ہوتا ہے، اور کبھی اس کے برخلاف ثانی کا ابطال اور ماقبل کی تصحیح منظور ہوتی ہے، جیسے اذا تلتی علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین کلا تُلْ رَانَ علی قلوبہم ما کانوا یکسبون یہاں رنگ کے اثبات سے اساطیر الاولین ہونے کا ابطال ہے، اور فاما الانسان اذا ما ابتلہ ربہ فاکرمہ و نقمہ فیقول ربی اکرم من و اما اذا ما ابتلہ فقذر علیہ رزقہ فیقول ربی اهانن کلا تُلْ لا تُکْرِمُونَ الیتیم میں دوسرے امر کا ابطال منظور ہے اور اول کی تصحیح یعنی آزمائش کا اثبات کیا جا رہا ہے اور روزی کی کشائش یا تنگی کی بنام پر عزت یا اہانت کا ابطال ہو رہا ہے، پھر اس فعل تصحیح کے ابطال سے انتقال کیا فعل ارجع کے ابطال کی طرف اور فرمایا بل لا تکرمون الخ یعنی یتیم کا اکرام نہ کرنا اور زیادہ تصحیح ہے۔ بَل کی دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے جیسے بَلْ قَالُوا اضغاثِ احلامٍ بَلْ افترؤا بَلْ ہو شاعرو (بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ پریشان خیالات ہیں بلکہ اس کو آنحضرت ﷺ نے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے، راغب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے ان ہی دو معنی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حفظاً: یاد رکھنا، حفاظت کرنا، کراماً صیغہ صفت (معزز) کریم کی جمع (مزید تحقیق سورہ تکویر میں اِنَّہ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِيْمٍ کے تحت) کاتبین (لکھنے والے) باب نصر سے اسم فاعل جمع مذکر کَتَبَ الْکِتَابَ (ن) کَتَبُوا و کَتَابُوا و کِتَابَةٌ: لکھنا، کاتب کی جمع کُتِبَ و کَتَبَتْ، يَعْلَمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، عَلِمَ (س) عَلِمْنَا: جانتا، تَفْعَلُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ فَعَلَ (ف) فَعَلُوا و فَعَالًا: کرنا، بنانا، کام کرنا الْاَبْرَارَ (نیک لوگ) واحد بَرٌّ، بَرٌّ (ض، س) بَرًّا: نیک، ہونا، نَعِيْمَ (عیش و آرام، نعمت) نَعِمَ الرَّجُلُ (س) نَعَمًا و نَعْمَةً و نَعِيْمًا: خوش حال ہونا۔ (لہذا نعيم بمعنی خوشحال ہونا مصدر ہے اور بمعنی خوشحالی و عیش و آرام حاصل مصدر یعنی اسم ہے) الْفُجَّارَ (بدکار لوگ) واحد فَاجٍ، فَجَرٌ (ن) فَجَرُوا و فُجُورًا: بدکار ہونا، گناہ کرنا۔ جَحِيْمٌ (دوزخ) بروزن فَعِلٌ بمعنی فاعل (صیغہ صفت) جَحِمَتِ النَّارُ (س) جَحَمًا و جَحَمًا و جَحُوْمًا: آگ بھڑکنا۔ يَصْلُوْنَ باب سمع سے مضارع جمع مذکر غائب، صَلَّى النَّارُ و سَهَا (س) صَلَّى و صَلَّيْنَا: آگ میں جلنا، آگ میں داخل ہونا، اس صیغہ میں تعلیل ہوئی ہے اصلہ يَصْلِيُوْنَ، تعلیل آسان ہے۔ غائبین (جدا ہونے والے) باب ضرب سے اسم فاعل جمع مذکر غائب، (ض) غَيَّبَا و غَيْبَةً و غَيْبُوْنَهٗ: غیر موجود ہونا۔ پوشیدہ ہونا۔

**ترکیب** کَلَّا هَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالَّذِيْنَ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحِفَظِيْنَ کِرَامًا کَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ... کَلَّا حرف ردع (ردع علی الاغترار بکرم اللہ تعالیٰ، تفسیر مظہری) ہَلْ برائے اضراب و انتقال یعنی ان کے اغترار کے سبب اصلی کو بیان کرنے کی طرف انتقال ہے (آئی لا تَزِدْ غُوْنًا عَنْ ذٰلِكَ بَلْ تُكَذِّبُوْنَ، اِزْدَاع، افتعال، باز رہنا تَکْذِبُوْنَ فعل، ضمیر ذوالحال (آئی اہل مکہ) بالذین متعلق، واو حالہ اِنْ حرف مشبہ بالفعل علیکم متعلق مَوْجُوْدُوْنَ کے ہو کر اِنْ کی خبر مقدم لام برائے تاکید حَفَظِيْنَ موصوف کراماً صفت اول، کاتبین صفت ثانی، یَعْلَمُوْنَ فعل با فاعل ما تَفْعَلُوْنَ اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفات سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تُكَذِّبُوْنَ کی ضمیر سے حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر، جملہ مستانفہ (لاحل کہا) اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ (۱۶) اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الْاَبْرَارَ اس کا اسم لام برائے تاکید مزحلقة، فی نعيم متعلق کائنون کے ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ (لاحل کہا) واو عاطفہ، اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ جملہ ہو کر معطوف (اس کی ترکیب اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ کی طرح ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ بیانیہ

۱۔ وقيل تقدير الكلام انكم لا تستقيمون على ما توجبون نعيمي عليكم وارشادي لكم بل تكذبون الخ وعن الراغب بل طهنا التصحيح الثاني وابطال الاول كانه قيل ليس هنا مقتضى لغو وهم ولكن تكذبتهم ختمهم على ما ارتكبوه (روح المعاني)

۲۔ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ الْخَیْ مِیں واو استینافیہ بھی مانا جاسکتا ہے ای الجملہ مستانفہ مسوقہ لاخبار ہم بذلک لیتر تدعوا عما هم علیہ، (اعراب القرآن) قوله الخ فظین، اسکو ملا تکه موصوف محذوف کی صفت بھی بنایا جاسکتا ہے۔

۳۔ الجملہ مستانفہ مسوقہ للاجابة عن سوالی مقدر تقدیرہ لم یکتبون ذلک؟ فکانہ قیل لیجازی الْاَبْرَارَ بِالنَّعِيْمِ وَالْفُجَّارَ بِالْجَحِيْمِ



يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ... يَصْلَوْنَ فاعل ما مفعول فيه یا مفعول بہ یوم الدین مرکب اضافی ہو کر یصلون کا مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ ما مشابہ بلیس ہم اس کا اسم (ای الفجار والمراد بالفجار الکفار) عنہا (ای عن الجحیم) متعلق مقدم غائبین کے، بازائدہ غائبین صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (غائبین لفظاً مجرور اور محلاً منصوب ہے) ما مشابہ بلیس اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ بیانیہ ہوا، استیناف مبنی علی سوال نشأ من تہویلہا کائنہ قیل ما حالہم فیہا (روح المعانی) ۱

وَمَا آذُرُكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝۱۶ ثُمَّ مَا آذُرُكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝۱۷ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ

اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے • پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے • وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے

لِنَفْسٍ شَيْئًا ۝ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝۱۸

کچھ بس نہ چلے گا • اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی •

**تشریح** ما قبل میں فجار کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا ”يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝۱۵“ اب ما یوم الدین سے بطور استفہام اس دن کی ہولناکی اور عظمت شان کو بیان کر رہے ہیں ”وَمَا آذُرُكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝۱۶“ اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے پھر بطور تاکید کے مکرر فرماتے ہیں کہ ”ثُمَّ مَا آذُرُكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝۱۷“ پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے۔ آگے یوم لا تملک سے خود اس کا اجمالی بیان فرماتے ہیں، رہی اس کی پوری تفصیل اور کیفیت تو وہ محض سوچنے، سننے اور غور کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتی، فرمایا: ”يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا“ وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا، یعنی محشر میں اپنی مرضی سے کوئی کسی کو نہ نفع پہنچا سکے گا اور نہ کسی کی تکلیف کو کم کر سکے گا، اس سے شفاعت کی نفی نہیں ہوتی، کیوں کہ کوئی کسی کی شفاعت محض اپنے اختیار سے نہ کر سکے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اجازت نہ مرحمت فرمادیں، ”وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝۱۸“ اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی یعنی دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر، ماں باپ کا حکم اولاد پر، اور آقا کا حکم نوکر پر جاری ہوتا ہے، اس دن یہ سب احکام ختم ہو جائیں گے اور اس شہنشاہ مطلق کے سامنے کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی۔

۱۔ قولہ یصلون الخ یہ حیم کی صفت بھی بن سکتا ہے اور ان الفجار الخ میں حرف مشبہ بالفعل کی خبر محذوف کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)  
۲۔ قرآن میں دوسری جگہ ارشاد باری ہے لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار، ایک جگہ ارشاد ہے الملک یومئذ الحق للرحمن اور فرمایا ملک یوم الدین گو آج بھی اسی کی ملکیت ہے وہی تنہا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے مگر وہاں تو کوئی ظاہری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے نبوہاشم اپنی جانوں کو جہنم سے بچانے کے لیے نیک اعمال کی تیاریاں کرو، میں تمہیں اس دن کے عذاب سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔

**لغات** مَا أَذْرَكَ (آپ کو کیا خبر) مَا استفہامیہ برائے انکار بمعنی آی شیء (ما کی پوری تفصیل مشکل تریوں کا حل ص: ۱۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں) أَذْرَى: باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، لفظی ترجمہ ہوگا ”کیا ہے وہ شیء جس نے آپ کو خبر دی“ یعنی آپ کو اس کی خبر نہیں ہے، اذراہ وہ: باخبر کرنا۔ لَا تَمْلِكُ باب ضرب سے مضارع واحد مؤنث غائب، مَلَكَ الشَّيْءَ (ض) مُلْكًا مَالِكٌ ہونا۔ نَفْسٌ (شخص) جمع، نَفُوسٌ وَأَنْفُسٌ شَيْءٌ (چیز) جمع اَشْيَاءُ الْاَمْرُ (حکم) جمع اَوَامِر، دوسرا معنی ہے کام، معاملہ، جمع اُمُور، اَمْرٌ كاللفظ تمام اقوال و افعال کیلئے عام ہے۔

**ترکیب** وَمَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ثُمَّ مَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ... واو استینافیہ (دوسرا قول، واو عاطفہ ہے) مَا اسم استفہام بمعنی ای شیء مبتدا (محل رفع میں) (الاستفہام لانکار) أَذْرَى فعل ضمیر ہو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول، مَا اسم استفہام برائے تہویل و تعظیم۔ (اعراب القرآن، جلالین) مبتدا یَوْمَ الدِّینِ مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر بمنزلہ مفعول بہ ثانی برائے أَذْرَى، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف مَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّینِ کی ترکیب بھی اسی طرح ہے اور یہ جملہ معطوفہ، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا... یَوْمَ مضاف لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ فاعل لِّنَفْسٍ، لَا تَمْلِكُ کا متعلق پھر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر اَعْنٰی فعل محذوف کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ۱ والا مَرُّ یَوْمَئِذٍ لِلّٰہِ... واو استینافیہ الْاَمْرُ مبتدا یَوْمَئِذٍ ثابت شبہ فعل محذوف کا ظرف اور لِلّٰہِ جار مجرور اس کا متعلق، شبہ فعل اپنے فاعل اور ظرف اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا ۲

## سورۃ التَّطْفِیْفِ مکیہ

وَيْلٌ لِّلطَّافِقِينَ ۝۱ الذِّینَ اِذَا اُكْتَالُوا عَلٰی النَّاسِ یَسْتَوْفُونَ ۝۲ وَاِذَا کَالُوْهُمْ

بڑی حسرتی ہے • ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں • اور جب ان کو

۱ لغات القرآن میں ہے کہ شیء ہر اس چیز کے لیے آتا ہے کہ جس کو معلوم کیا جاسکے اور اسکے متعلق خبر دی جاسکے خواہ کچھ بھی ہو، علامہ حسن بن محمد نظام نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں کہ لفظ شیء اعم العام ہے جس طرح کہ لفظ اللہ خاص الخاص ہے اور یہ جو ہر عرض قدیم و حادث بلکہ محال و معدوم تک کے لیے آتا ہے۔

۲ یَوْمَ، اَذْکُرَ فعل محذوف کا مفعول بہ بھی مانا جاسکتا ہے۔

۳ یَوْمَئِذٍ، کاننا محذوف کا ظرف ہو کر الْاَمْرُ سے حال بھی ہو سکتا ہے۔



## أَوْزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿٥﴾

ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں •

**ترجمہ** اس سورت میں بھی مثل سورت سابقہ کے اعمال کی جزا و سزا کا بیان ہے، اور اعمال کی جزا و سزا کا تعلق چونکہ عدل سے ہے اس لیے شروع سورت میں بعض ان چیزوں پر وعید فرمائی جو نحل عدل ہیں یعنی ناپ تول میں کمی کرنا۔

**تشریح** روح المعانی میں ان آیات کا نزول بروایت نسائی و ابن ماجہ و بیہقی اہل مدینہ کے متعلق لکھا ہے چنانچہ امام نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کی یہ عادت دیکھی کہ وہ کم ناپتے ہیں تو اس پر ویل للمطففین نازل ہوئی، اس سورت کے نزول کے بعد وہ لوگ ناپ تول میں کمی کرنے سے باز آ گئے اور ایسے باز آئے کہ آج تک وہ لوگ ناپ تول پورا کرنے میں مشہور ہیں (اس سورت کے متعلق مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف اگر دیکھنا ہو تو روح المعانی ص ۱۹ ج ۱۶ کا ملاحظہ فرمائیں) ”وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ﴿٦﴾ وَإِذَا كَالُوا لَهُمْ أَوْزَنُوا لَهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿٧﴾“ بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں مطففین تطفیف سے مشتق ہے جس کے معنی ناپ تول میں کمی کرنے کے ہیں اور ایسا کرنے والے کو مطفف کہا جاتا ہے، جمع اس کی مطففین، اور یستوفون استیفاء سے مشتق ہے جس کے معنی پورا وصول کرنے کے ہیں۔ یعنی جب لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیتے ہیں یعنی کوئی سامان خریدتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں ایک دو گرام بھی کم کرنا نہیں چاہتے، واضح رہے کہ لوگوں سے اپنا حق پورا لینا کوئی عیب کی بات نہیں اور نہ یہاں اس کے ذکر سے مقصود خود اس بات پر مذمت کرنا ہے کہ اپنا حق پورا کیوں وصول کیا بلکہ اس کو بیان کر کے اس کے مقابل آیت و اذا کالوا الخ میں جو مضمون ہے یعنی دوسروں کو کم دینے کی جو مذمت ہے اس کو مؤکد کرنا ہے کہ جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں یعنی کوئی سامان فروخت کرتے ہیں تو اس میں کمی اور چوری کرتے ہیں، دیکھئے کس قدر بری بات ہے کہ یہ شخص اپنا حق تو پورا وصول کرے اور دوسروں کا حق دیتے وقت کمی کرے، برخلاف اس شخص کے کہ اگر وہ دوسروں کو کم ناپ تول کر دیتا ہے اور اس میں یہ واقعی عیب کی بات ہے لیکن اگر یہ اپنا حق وصول کرتے وقت بھی کم وصول کرے تو یہ اس میں ہنر اور خوبی کی بات بھی ہے کہ دوسروں کے ساتھ رعایت کا برتاؤ کیا، اب ظاہر ہو گیا کہ اوّل شخص کا عیب جس کو آیت میں بیان کیا زیادہ شدید ہے کہ اس میں عیب تو ہے یعنی دیتے وقت کم دینا اور خوبی نہیں کہ اپنا حق لیتے وقت دوسروں کی رعایت کرنا اور کم وصول کرنا۔

۱۔ قرآن کریم نے ناپ تول درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے اَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ یعنی جب ناپ تول پورا، اور وزن بھی سیدھے ترازو سے تو کر دیا کرو، دوسری جگہ ہے اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ الخ یعنی ناپ تول انصاف کے ساتھ کیا کرو، ایک آیت میں ہے وَاقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ، یعنی تول کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں، حضرت شعیبؑ کی قوم کو خدا نے اس بری عادت کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا۔

پہلی آیت میں صرف کیل اور دوسری میں کیل اور وزن دونوں کا ذکر | مقصود اصلی کم دینے کی مذمت ہے اس لیے اس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا تا کہ خوب صراحت ہو جائے کہ ناپ میں بھی کم دیتے ہیں اور تول میں بھی کم دیتے ہیں، اور چوں کہ اپنا حق پورا لینا فی نفسہ مذموم نہیں ہے، اس لیے پہلی آیت میں صرف ایک کا ذکر کیا، پھر ناپ اور تول دونوں میں سے ناپ کی تخصیص شاید اس لیے کی کہ عرب میں اور خصوصاً مدینہ میں زیادہ دستور کیل یعنی ناپ کا تھا۔

**مسئلہ:** مزدور اور ملازم نے جتنے وقت کام کرنے کا معاہدہ کیا ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف کی وعید میں داخل ہے، نیز کسی حقدار کے ادائے حق میں کمی کرنے کا بھی یہی حکم ہے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا لکل شیء وفاء و تطفیف یعنی پورا حق دینا یا کمی کرنا ہر چیز میں ہے یہاں تک کہ نماز، وضو اور طہارت میں بھی (طلبہ عزیز کو بھی اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرنا چاہئے:

**لغات** وَيْلُ اسم بمعنى خرابی، (۲) جہنم میں ایک وادی، (اور اگر ویل کے معنی یہ ہوں "شر اور بدی میں داخل ہونا" مصیبت زدہ بنانا، دردمند کرنا، تو ان معانی میں یہ مصدر ہے، بقیہ تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل مع قواعد و نکات المطففین (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکر، طَفَّفَ المکیال تطفیفًا: کم ٹانپنا (بجرد میں دوسرے معنی آتے ہیں) اِكْتَالُوا (افتعال) ماضی جمع مذکر غائب، اِكْتَالٌ منه وعلیه: ناپ کر لینا (اصلہ اِكْتَالٌ قاعدہ، ے، جاری ہے) الناس (لوگ) اسم جمع، واحد انسان ہے خلاف قیاس، بعض کا خیال یہ ہے کہ الناس کی اصل أناس ہے، ہمزہ محذوفہ کے عوض الف لام حرف تعریف داخل کر دیا گیا۔ نکرہ کی صورت میں ناس اور اناس دونوں مستعمل ہیں، یَسْتَوْفُونَ (استفعال) مضارع جمع مذکر غائب، (در اصل یَسْتَوْفُونَ تھا، بوجہ ثقل یاء کی حرکت فاکو دیدی اس کی حرکت زائل کر کے، پھر بوجہ اجتماع ساکنین یاء ساقط ہو گئی) اِسْتَوْفَى حَقُّہ: پورا حق وصول کرنا، مجرد میں ہے، وفی بفی (ض) وَفِیْنَا ووفاء: پورا اور مکمل ہونا، کَالُوا (ناپ کر دیں وہ) (ض) ماضی جمع مذکر غائب (اصلہ کَالُوا، قاعدہ، ے، جاری ہوا ہے) کَالٌ (ض) کَیلاً: ٹانپنا، کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے کَلْتُ فَلَانًا الطعام، کبھی مفعول اول پر لام داخل ہوتا ہے جیسے کَلْتُ لَهُ الطعام، وَزَنُوا (ض) ماضی جمع مذکر غائب، وَزَنَ الشَّيْءُ (ض) وَزَنًا وَزَنَةً: تولنا، یُخْسِرُونَ (افعال) مضارع جمع مذکر غائب، أَخْسَرَ الشَّيْءُ: کم کرنا، گھٹانا، مادہ خُسْرٌ (خسر) (ض، س) خَسِرَا وَخُسْرًا وَخُسْرَانًا وَخَسَارَةً: نقصان اٹھانا، تجارت میں گھٹانا ہونا۔

**ترکیب** وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُواهُمْ أَوْ زَنَوْهُمُ يُخْسِرُونَ ۝ ..... وَيْلٌ مَبْتَدَأ (مرفوع) دعایا بد دعا کے مقام میں بلا تخصیص، نکرہ مبتدا بن جاتا ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ یہاں تنوین برائے تعظیم ہے آی وَيْلٌ عَظِيمٌ لام حرف جار المطففین موصوف الذین اسم

۱۔ یا یہ جواب دیا جائے کہ نکرہ کے مبتدا ہونے کا مدار افادہ و استفادہ پر ہے لہذا مخاطب کو کوئی نئی بات معلوم ہو تو پھر نکرہ کا مبتدا بننا صحیح ہوگا، "مشکل ترکیبوں کا حل"۔



موصول اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف اِکْتَالُوا فاعل ضمیر واد بارز فاعل علی الناس متعلق (ای من الناس) متعلق اِکْتَالُوا کے غیدی بعلی لتضمنین الاکتیال معنی الاستیلاء دوسرا قول یہ ہے کہ متعلق ہے بستوفون کے (۱) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط، پھر جملہ شرطیہ مضاف الیہ ہے اذا کا اور وہ ظرف ہے اپنے جواب و جزا بستوفون کا اور پھر یہ مکمل جملہ معطوف علیہ (لا محل لها) یا بالفاظ دیگر شرط و جزا مل کر معطوف علیہ (واو عاطفہ اذا مضاف متضمن بمعنی الشرط کالوهم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ (فی محل جر) او حرف عطف وزنوهم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، پھر یہ جملہ شرطیہ مضاف الیہ اور وہ ظرف ہے اپنے جواب و جزا میخسرون کا اور پھر مکمل جملہ معطوف، (لا محل لها) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت (صفت محضہ، یا صفت کاشفہ برائے احوال آنها) موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ثابت کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ابتدائیہ (لا محل لها) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) ۱

أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ﴿٥﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٦﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ

کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے • جس دن تمام آدمی رب العالمین

الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ وَمَا أَذْرُكَ مَا سِجِّينٌ ﴿٨﴾

کے سامنے کھڑے ہوں گے • ہرگز نہیں، بدکار لوگوں کا نامہ عمل سجین میں رہے گا • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے •

### كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾

وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے •

**تشریح** یہاں سے مطفین پر تہدید و توہین یعنی ڈانٹ ڈپٹ اور انھوں نے کم تو لئے اور ناپے کا جوار تکاب کیا ہے

اس کی ہولناکی کو بیان کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ: ”أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ﴿٥﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٦﴾

۱۔ قولہ علی الناس، لفظ علی کی دو قسمیں ہیں، (۱) اسی، (۲) حرفی، اسی فوق کے معنی میں ہوتا ہے جب کہ اس پر من داخل ہو جیسے مرث میں علیہ ای فوقہ، میں اس کے اوپر کی جانب گذرا، اور حرفی آٹھ معانی کے لیے آتا ہے (۱) یعنی استعلاء کے لیے جیسے زید علی السطح، (۲) بمعنی با جیسے مرث علیہ، (۳) بمعنی فی جیسے ان کنتم علی سفر (۴) مصاحبت کے لیے جیسے واتی المال علی خبہای مع خبہ (۵) برائے تعلیل جیسے ولتکبروا اللہ علی ما ہد اکم، ای لاجل ہدایتہ ایا کم (۶) بمعنی عن جیسے اذا رضیت علی (۷) بمعنی میں جیسے اذا اکتالوا علی الناس (۸) برائے اضراب یعنی کلام سابق سے اعراض کرنے کے لیے۔

۲۔ قولہ کالوہم ای کالوہم او کالوہم کیلہم ہکنا وزنوہم، منصوب بزع الخافض ہے وفی الروح أنمن العذف والایصال یعنی حرف جار کو حذف کر دیا اور فعل کا مابعد کلمہ کی طرف ایصال کر دیا والضمیر المنصوب راجع الی الناس۔

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١﴾ ”کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے سے مراد حساب کتاب اور فیصلہ کے لیے کھڑا ہونا ہے، یعنی اس عظیم دن سے ڈرنا چاہیے اور تطفیف سے توبہ کر لینی چاہیے، مگر اس بعث بعد الموت کی خبر سن کر کفار انکار کرنے لگے کہ ایسا دن نہیں آئے گا لہذا اس انکار پر لفظ ”مکلا“ سے ردع یعنی زجر و توبیخ فرمائی کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا تم سمجھتے ہو بلکہ جزا و سزا کا وقوع ضرور ہوگا اور جن اعمال پر جزا و سزا ہوگی وہ سب منضبط اور محفوظ ہیں، جس کا بیان یہ ہے کہ ”إِنَّ كِتَابَ الْفُجَارِ لَفِي سَجِينٍ ﴿٢﴾“ بدکار یعنی کافر لوگوں کا نامہ عمل سجین میں رہے گا یعنی کفار و فجار کے اعمال نامے مہر لگا کر سجین میں محفوظ کر دیئے جائیں گے کہ ان میں کسی کی بیشی اور تغیر کا امکان نہ رہے۔ ”وَمَا أَذْرٰكَ مَا سَجِیْنٌ ﴿٣﴾“ (ای و ما ادراك، ما کتاب سجین) اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ اعمال کیا چیز ہے۔ ”كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٤﴾“ ای ہو کتاب مرقوم ای مختوم وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے (جواب میں چوں کہ کتاب مذکور ہے اس لیے سوال میں بھی کتاب کا لفظ محذوف مانا گیا، اور دفتر سے مراد ہے اعمال نامہ یعنی وہ کتاب جس میں اعمال کی تفصیل درج ہو، اور نشان سے مراد ہے مہر، اور مہر لگانے کے بعد چوں کہ کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اس لیے جب اعمال نامہ پر مہر لگ گئی تو اب ان اعمال میں کمی بیشی اور تغیر کا امکان نہ رہا لہذا اعمال کی سزا بھی کفار کو پوری دی جائے گی)

**سجین:** ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام ہے جہاں کفار و فجار کی ارواح رہتی ہیں اور اسی مقام میں ان کے اعمال نامے رہتے ہیں لہذا اس تفسیر کے اعتبار سے لفظ سجین ایک متعین مقام (قید خانہ) کا اسم علم ہے مشتق من السجین، (ن) قید کرنا اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ لفظ سجین کتاب کا اسم علم ہے لہذا ممکن ہے کہ اس جگہ ایسی کوئی کتاب ہو جس میں تمام دنیا کے کفار و فجار کے اعمال لکھ دیئے جاتے ہوں۔

**فَالَّذِينَ لَا يَظُنُّوا أَلَّا يَمُوتُوا** اولئك انهم مبعوثون، بعث بعد الموت تو یقینی چیز ہے تو یقین کے مقام میں یظُنُّ کا لفظ کیوں لایا گیا۔

**جواب:** یقین کے مقام میں ظن کا لفظ بایں مصلحت لایا یا گیا کہ جو شخص بعث بعد الموت کا محض گمان ہی رکھتا ہو اس کو بھی اس دن کی مصیبت کے اسباب کا ہرگز ارتکاب نہ کرنا چاہیے، چہ جائے کہ وہ شخص ارتکاب گناہ کرے جو اس کا یقین رکھتا ہے، مگر ان انجام سے بے فکر لوگوں نے ایسی ایسی نازیبا حرکتیں صادر ہوتی ہیں گویا انکو اس دن کا بالکل وہم و گمان اور خوف بھی نہیں ہے، فیاللعجب (منظہری، بتغیر یسر)

۱۔ اس تفسیر کے اعتبار سے جب سجین ایک مقام کا نام ہے تو ما ادراك ما سجین کے جواب میں کتب مرقوم کیوں آیا، جب کہ کتاب کسی مقام کا نام نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ و ما ادراك ما سجین میں سجین سے پہلے مضاف محذوف ہے ای و ما ادراك ما کتب سجین لہذا جواب سوال کے مطابق ہے۔



سوال و جواب: سچین کو مفرد اور علیین کو جمع کیوں لایا گیا۔

جواب: سچین کو بایں مصلحت مفرد لایا گیا تاکہ اس کے تنگ و تاریک ہونے کی طرف اشارہ ہو جائے کہ ایک مکان بہت سی مخلوق کے اثر و دام سے تنگ و تاریک ہو جاتا ہے، اور علیین کو جمع بایں مصلحت لایا گیا کہ اس کی فراخی و کشادگی کی طرف اشارہ ہو جائے کہ جنت ہر ایک مرد مومن کو وسیع ترین اور کشادہ جگہ کے ساتھ عنایت کی جائے گی۔

**نکات** لا یظن، (ن) مضارع منفی واحد مذکر غائب، ظن الشیء (ن) ظنًا: گمان کرنا، مبعوثون (ف) اسم مفعول جمع مذکر بعث المیت (ف) بَعَثًا وَبَعَثَةً دوبارہ زندہ کرنا، عظیم (رکوع ۱، میں گذر چکا، اتنا ضرور یاد رکھئے کہ یوم قیامت کو یوم عظیم اس لیے قرار دیا کہ اس دن کے واقعات عظیم ہوں گے، لہذا مقدار میں بڑا ہونا مراد نہیں بلکہ سختی و حیرانی میں بڑا ہونا مراد ہے) یَقُومُ (رکوع ۲ میں گذر چکا) رب اللعلمین (دونوں لفظوں کی تحقیق علیحدہ علیحدہ گذر چکی) کتاب بروزن فعال بمعنی مفعول (لکھا ہوا) جمع کُتِبَ (یہاں مراد نامہ اعمال ہے) بقیہ تفصیل رکوع ۱ میں گذر چکی۔ الفجار (بدکار لوگ) واحد فاجر، فَجَرَ (ن) فُجُورًا: بدکار ہونا، گناہ کرنا۔ سِجِّین تشریح کے ضمن میں دیکھئے مرقوم اسم مفعول، نشان لگایا ہوا، رَقَمَ (ن) رَقْمًا: نشان لگانا۔

**ترکیب** لَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ﴿٦﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ ... ہمزہ برائے استفہام انکاری وفيہ تویسح و تعجیب (روح المعانی) لا یظن فعل منفی اولئک (ای المطففون) فاعل آن حرف مشبہ بالفعل هم ضمیر اس کا اسم، مَبْعُوثُونَ صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل لام حرف جر یوم عظیم مرکب توصیفی مجرور، جار مجرور متعلق ہوا مَبْعُوثُونَ کا یوم مضاف یقوم الناس لرب العالمین جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا مَبْعُوثُونَ اسم مفعول کا صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر یظن کے لیے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ مستانفہ ہوا۔

(لاکل لہا) (استیناف وارڈ لتہویل ما ارتکبہ من التطفیف روح المعانی) کَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٨﴾ وَ مَا أَذْرٰكَ مَا سِجِّينٌ ﴿٩﴾ کِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿١٠﴾ کَلَّا حَرْفٌ رَدْعٌ (ردع عن التطفیف والغفلۃ عن البعث

۱۔ (وقیل النون عوض من اللام والأصل سجیل وهو مشتق من السجل وهو الكتاب) اور یہ لفظ منصرف ہے کیونکہ اس میں صرف ایک سبب ہے یعنی تعریف، وسمی سجینا من السجن وبسبب الحبس والتضييق لقب به الكتاب لأنه سبب الحبس والتضييق فی جہنم اسم علم منقول من وصف کحاتم (بعض نے کہا کہ صیغہ صفت ہے بروزن سجین) بمعنی دوائی سخت قید، انفس نے کہا کہ سچین سجین سے بروزن سجین سے جیسے شرب، بہت پینے والا اور فسیق بڑا فاسق، بس ایسے ہی ہے سچین، دوائی سخت قید۔

۲۔ ہوا یوم الخ یہ أغنی فعل محذوف کا مفعول یہ بھی بن سکتا ہے، نیز اگر اس کو مرفوع المحل مان لیا جائے تو یہ مبتدا محذوف ہو یا ذلک کی خبر بھی بن سکتا ہے، اور اگر اس کو مجرور مانا جائے تو پھر یہ یوم عظیم سے بدل بنے گا۔

والحساب روح المعانی یا کلاً بمعنی حقاً، جلالین) اِنْ حرف مشبہ بالفعل کِشَبَ الفُجَّارِ مرکب اضافی حرف مشبہ بالفعل کا اسم لام مزحلّہ فی سَجِّینَ جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، وما اَکْذٰکَ اِنْحَ وَاَوَّسْتِنَا فِیْہِ یا اَعْتَرٰضِیْہِ، ما اسم استفہام برائے تہویل بمعنی آئی شئی مبتدا (محل رفع میں) اَکْذٰی فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول ما اسم استفہام مبتدا سَجِّینَ خبر، (مضاف کو مقدر ماننا زیادہ رائج ہے ای ما کتاب سَجِّینَ) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر اَکْذٰی کا مفعول بہ ثانی، (محل نصب میں) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (یہ جملہ استینافیہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور اعتراضیہ بھی یعنی کتاب الفجار اور کتاب مرقوم کے درمیان اعتراضیہ، دونوں احتمال اعراب القرآن و صرفہ و بیلہ میں ہیں) کتاب مَرْقُومٌ مبتدا محذوف ہو کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانہ ہوا۔

**جملہ معترضہ کی تعریف** جملہ معترضہ وہ جملہ ہے جو ایک کلام کے اجزایا ایسے دو کلاموں کے درمیان کسی نکتہ کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہو کہ وہ دو کلام آپس میں مربوط ہوں، یعنی دوسرا کلام اوّل کلام کا بدل ہو یا بیان ہو یا معطوف ہو۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵ الَّذِيْنَ يُكْذِبُوْنَ بِيَّوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۶ وَمَا يُكْذِبُ بِہٖۤ اِلَّا كُلُّ

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی • جو کہ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں • اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے

مُعْتَدٍ اٰثِمٍ ۝۱۷ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلٰیْنَ ۝۱۸ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی

والا ہو مجرم ہو • جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جادیں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں انگوں سے منقول چلی آتی ہیں • ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان

قُلُوْبِہُمْ مَّا کَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝۱۹ کَلَّا اِنَّہُمْ عَنْ رَبِّہُمْ یَوْمَئِذٍ لَّمْ یَحْجُبُوْنَ ۝۲۰

کے دلوں پر ان کے اعمال کا رنگ بیٹھ گیا ہے • ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جادیں گے •

ثُمَّ اِنَّہُمْ لَصَالُوْا الْجَحِیْمِ ۝۲۱ ثُمَّ یُقَالُ ہٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکْذِبُوْنَ ۝۲۲

پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے • پھر کہا جادے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے •

۱۔ کتاب مرقوم، حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی بھی بن سکتا ہے۔

۲۔ المعترضۃ بین الشیئین لافادۃ الکلام تقویۃ و تسدیداً و تحسیناً و قد وقفت فی مواضع (جملہ معترضہ کے چند مواقع استہمال (۱) فعل اور اس کے مرفوع کے درمیان (۲) فعل اور اس کے مفعول کے درمیان (۳) مبتدا اور خبر کے درمیان جیسے زیذاظن قائم (۴) شرط اور جواب شرط کے درمیان جیسے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار الخ (۵) قسم اور جواب قسم کے درمیان جیسے فلا أقسم بمواقع النجوم و انہ لقسم لو تعلمون عظیم انہ لقرآن کریم میں انہ لقسم الخ قسم اور جواب قسم کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور لو تعلمون موصوف و صفت کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ (۶) موصوف اور اس کی صفت کے درمیان جیسے و انہ لقسم لو تعلمون عظیم میں لو تعلمون (۷) موصول اور اس کے صلہ کے درمیان (۸) دو مستقل جملوں کے درمیان وغیرہ وغیرہ (معنی اللیب)



**تشریح**

ما قبل میں یہ بیان کیا تھا کہ سچین کے اندر اعمال نامے محفوظ و منضبط ہو جائیں گے لہذا اب یہاں سے ان اعمال کی جزاء کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ ہو: ”وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٥﴾ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بَيُّومِ الدِّينِ ﴿١٦﴾“ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو کہ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں (اس روز سے مراد قیامت کا روز ہے، اور روز جزاء کو جھٹلانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس کی قدرت اور اس کے عدل و حکمت سب کو جھٹلانا ہے) ”وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٧﴾“ اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا ہو، مجرم ہو۔ یعنی حد عبدیت سے گزرنے والا، اور مجرم و گناہ گار ہو، اور تیسری صفت اس کی یہ ہے کہ ”إِذَا تَثَلَّى عَلَيْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلٰیْنَ ﴿١٨﴾“ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آئی ہیں اساطیر اسطوڑہ کی جمع ہے یعنی بے سند و من گھڑت باتیں، یعنی یہ شخص یہ کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آرہی ہیں، پہلے سے لوگ باگ ایسی باتیں کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کہانیوں اور بے سند باتوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں، مذکورہ تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو روز جزاء کی تکذیب کرتا ہے اس میں تین صفتیں ہیں: (۱) معتدی یعنی حد عبدیت سے گزرنے والا (۲) اثم یعنی مجرم و گناہ گار (۳) قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والا یعنی مکذب بالقرآن، (بیان القرآن) ”کَلَّا“ ہرگز ایسا نہیں لفظ کَلَّا کے ذریعہ مکذبین پر ڈانٹ ڈپٹ ہے اور مکذبین سے مراد قرآن کو کہانیاں کہہ کر جھٹلانے والے ہیں، اس میں یوم الدین کو جھٹلانا بھی داخل ہے، لہذا فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یوم الدین برحق نہیں اور قرآن اساطیر الاولین ہے، اور اس پر نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے بلکہ تکذیب کی اصل وجہ دلوں کا زنگ آلود ہونا ہے چناں چہ فرمایا کہ ”بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٩﴾“ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے جس سے قبول حق کی استعداد فاسد ہوگئی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اگر توبہ کر لے تو وہ مٹ جاتا ہے اور اگر گناہوں میں زیادتی کرتا چلا گیا تو وہ سیاہی اس کے سارے قلب پر چھا جاتی ہے اور اس کو حق و باطل کی تمیز نہیں رہتی، بس یہی حال ان مکذبین کا ہے۔ ”کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّحُجُوْبُونَ ﴿٢٠﴾“ لفظ کَلَّا کے ذریعہ پھر دوبارہ مکذبین کے انکار پر رد و اور زجر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا یہ سمجھ رہے ہیں، اب آگے اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ میں وَّیْلٌ کا مجمل ذکر ہے کہ یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جاویں گے یعنی اپنے رب کا دیدار کرنے سے روک دیئے جائیں گے اور یہ روک دینا اور دیدار سے محروم کر دیا جانا سب سے بڑا عذاب ہے کہ اس قدر بد قسمت کہ اس کی نظر اس قابل بھی نہیں کہ اپنے پروردگار کو دیکھ سکے۔

حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس آیت سے بطور مفہوم مخالف معلوم ہوا کہ مومنین اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوں گے جس سے ان کے دل مسرور اور آنکھیں پرنور ہو جائیں گی، اللھم ارزقنا سعادة زیارتك۔ ”ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيْمِ ﴿٢١﴾“ پھر یہ لوگ (جن کو دیدار خداوندی سے روک دیا گیا تھا) دوزخ

میں داخل ہوں گے، ”ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۱۵﴾“ پھر کہا جائے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، یعنی ان کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ عذاب جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، اب بے شرمو! چکھو مزہ، بہت انکار کیا کرتے تھے، (والقائلون اهل الجنة والملائكة)

### اختیاری مطالعہ

**کفار کو بھی دیدارِ خدا کا شوق** | اگر کفار کو حق تعالیٰ کی زیارت کا شوق نہ ہوتا تو ان کی سزا میں یہ نہ کہا جاتا کہ وہ زیارت سے محروم رہیں گے کیوں کہ جو شخص کسی کی زیارت کا طالب ہی نہیں بلکہ متنفر ہے تو یہ اس کے لیے کوئی سزا نہیں کہ اس کو اس کی زیارت سے محروم کیا جائے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت ہر انسان کے دل میں ہوتی ہے مگر تلاش حق کا راستہ غلط اختیار کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اہل کفر منزل مقصود پر نہیں پہنچتے۔ (معارف)

**دیدارِ خداوندی** | عام مومنوں کو جمعہ کے دن دیدار ہوا کرے گا (آخرت میں جمعہ کا نام یوم المزید ہوگا) اور خواص کو روزانہ دو بار صبح و شام دیدار ہوگا، اور اخص الخواص کو ہر لمحہ یہ دولت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ نصیب ہوگی۔

**نکات** المکذبین جھٹلانے والے (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکر، کَذَّبَ فُلَانًا تَکْذِيبًا وَکِذَابًا: کسی کو جھٹلانا۔ یُکَذِّبُونَ (تفعیل) مضارع جمع مذکر غائب، یوم الدین (روز جزا) تحقیق گذر چکی ہے، مُعْتَدٍ حد سے گزرنے والا، (افتعال) اسم فاعل واحد مذکر، اعتدی اعتداءً: حد سے گذرنا، مَادَهُ عَدُوٌّ ہے عَدَا عَلَیْهِ (ن) عَدُوًّا وَعَدُوًّا وَاعْدُوًّا: زیادتی کرنا، اِثْمًا کثیر الاتام یعنی بڑا گنہگار (روح المعانی) مبالغہ کا صیغہ ہے (جلائین) اِثْمٌ (س) اِثْمًا وَاِثْمًا: گنہگار ہونا، جرم کرنا۔ تُثَلِّی (ن) مضارع مجہول واحد مونث غائب، تَلَا (ن) تِلَاوَةً: پڑھنا، اِیَّائِنا واحد آيَةً، اَسَاطِيرُ واحد اُسْطُورَةٌ، بے سند باتیں، من گھڑت باتیں۔ اَوَّلِین (پہلے، اگلے) واحد اَوَّلٌ۔ خلیل ﷺ کا بیان ہے کہ یہ لفظ ہمزہ، واو اور لام سے بنا ہے اس لیے یہ فَعَّلَ کے وزن پر صیغہ صفت ہے مشتق من الاول، اس کی اصل اَوَّلٌ ہے، ادغام کے بعد اَوَّلٌ ہو گیا۔ اَوَّل (س) اَوَّلًا: سبقت لے جانا، پہلے ہونا اَوَّلَ (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب (اصلہ رَبِّیْنَ قَاعِدَہ/ے، جاری ہوا ہے، اجوف یائی) رَانَ عَلٰی قَلْبِہ الذَّنْبُ یَرِیْنُ (ض) رَبَّنَا وَرَبُّنَا: دل پر گناہ چھا جانا، بالفاظ دیگر گناہ کا زنگ لگنا، قلوب، واحد قَلْبٌ (تحقیق رکوع ۳ میں قلوب یومئذ واجفہ کے تحت گذر چکی ہے) یُکْسِبُونَ (ض) مضارع معروف جمع مذکر غائب، کَسَبَ الاِثْمَ (ض) کَسَبًا: گناہ کرنا۔

**نوٹ:** قرآن شریف میں نیکی اور بدی دونوں کے لیے کَسَبَ کا لفظ استعمال ہوا ہے، مذکورہ لفظ میں بدی مراد

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ اس میں دو واو اور ایک لام تھا اس لیے اَفْعَل کے وزن پر اسم تفضیل ہے لیکن اوپر والی شکل زیادہ فصیح ہے کیوں کہ قادر عین کا ایک ہی حرف ہونا قلیل الوجود ہے (لغات القرآن: مولانا عبدالرشید پاکستان) مشکل ترکیبوں کا حل میں بحوالہ الفوائد الحمیہ لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک اس کی اصل اَوَّلٌ بَدِیلِ اَوَّلِ اور بعض کے نزدیک اس کی اصل اَعْوَلٌ ہے دونوں صورتوں میں خلاف قیاس ہمزہ کو واو سے بدل کر ادغام کر دیا، لہذا اَوَّلٌ ہو گیا۔



ہے اور لہا ما کسبت میں کسب سے نیکی مراد ہے، نیز صلات کے بدلنے سے معافی بدل جاتے ہے چنانچہ کسب کے معنی لغات کی کتابوں میں بہت سارے لکھے ہیں۔ (مثلاً کوئی عمل کرنا، کمائی کرنا)

محبوبون، (ن) اسم مفعول جمع مذکر، حَبَبَ (ن) حَبَّبًا وَحَبَّبَاتًا چھپانا، اندر آنے سے روکنا (حاجب بمعنی دربان، اسی سے ہے) صَلُّوا، داخل ہونے والے، اسم فاعل (در اصل صَالِیْنُو تھ، بعد کسرہ یاء پر ضمہ دشوار ہوا اس کی حرکت ماقبل کو دیدی بعد ازالہ حرکت او، پھر یاء بوجہ اجتماع ساکنین ساقط ہوگئی) (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں یَصْلُونَهَا کے تحت) الْجَحِیم رکوع ۳ میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

**ترکیب** وَيَلْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بَيُّومِ الدِّينِ... وَيَلْ مبتدایہ مبدئ مرکب اضافی ہو کر ماقبل یَوْمَ يَقُومُ الْحُجُّجُ سے بدل (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) لام جارہ، المکذبین موصوف الذین اسم موصول یُکَذِّبُونَ، بیوم الدین جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، (لا محل لہا) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت (صفت ذاتہ) (محل جر میں) موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار مع مجرور متعلق ثابت محذوف کے ہو کر خبر، مبتدایہ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، وَمَا یُکَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِیمٍ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ... واؤ استینافیہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) مَا یُکَذِّبُ فعل منفی بہ اس کا متعلق اِلَّا اَدَاۃ حصر کل مضاف مُعْتَدٍ موصوف اِثِیم صفت اول اِذَا تُتْلٰی الخ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط تُتْلٰی فعل علیہ اس کا متعلق اٰیٰتُنَا مرکب اضافی ہو کر اس کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر مضاف الیہ پھر یہ مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب قال کا، قَالَ فعل اپنے فاعل ضمیر ہو مستتر سے مل کر قول اساطیر الاولین مرکب اضافی ہو کر مبتدایہ محذوف ہی کی خبر، مبتدایہ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جواب شرط، پھر یہ جملہ شرطیہ صفت ثانی ہے مُعْتَدٍ کی، موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لا محل لہا) کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا کَانُوْا یُکْسِبُوْنَ..... کَلَّا حرف ردع، ردع عن التکذیب وعمّا قالوا (مظہری) بَلْ برائے اِضْرَابِ اَیْ لَیْسَ فِیْ اٰیٰتِنَا مَا یُصَحُّ اَنْ یُّقَالَ فِیْ شَانِہَا مِثْلُ تِلْکَ الْمَقَالَةِ الْبَاطِلَةِ (روح المعانی) رَانَ فعل، علی قلوبہم اس کے متعلق مَا اسم موصول کانوا فعل ناقص، واؤ ضمیر بارز اس کا اسم، یکسبون فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر رَانَ کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ مستانفہ (لا محل لہا) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

کَلَّا اِنَّہُمْ عَنْ رَبِّہُمْ یَوْمَئِذٍ لِّمُحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّہُمْ لَصَالُوْا الْجَحِیْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ یُقَالُ ہٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہِ تُکَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾... کَلَّا حرف ردع عن التکذیب بیوم الدین۔ (مستفاد از تفسیر

بیان القرآن) وفی اعراب القرآن ردع عن کسب المعاصی الموجبة للترین، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هُم ضمیر اس کا اسم عَنْ رَبِّهِمْ، (اَی عَنْ رَویۃ ربہم) اور یومئذ (اَی یوم اذ یقوم الناس) دونوں مَحْجُووْنَ کے متعلق، لام مزحلۃ مَحْجُووْنَ شبہ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ثم حرف عطف اِنَّہم حرف مشبہ بالفعل مع اسم لام مزحلۃ صَالُوا الْجَحِیْمَ مرکب اضافی ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف علیہ معطوف ثم، حرف عطف یُقَالُ فعل مجہول ہذا مبتدأ الذی اسم موصول کنْتُمْ فعل ناقص مع اسم بہ متعلق مقدم تُکَذَّبُوْنَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، (فی محل نصب) فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ بتاویل مفرد ہو کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ (لا محل لہا)

كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عَلَیِّیْنَ ﴿۱۸﴾ و مَا اَدْرٰیكَ مَا عَلَیُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾

ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے • وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے •

یَشْہَدُہُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلٰی الْاَرَاٰیكِ یَنْظُرُونَ ﴿۲۳﴾

جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں • نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے • مسہروں پر دیکھتے ہوں گے •

**تشریح** ماقبل میں یوم الدین کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر تھا اور وہ لوگ جس طرح اپنی سزا کو جھٹلاتے تھے اسی طرح مومنین کی جزا کو بھی جھٹلاتے تھے، لہذا یہاں لفظ ”کَلَّا“ کے ذریعہ اس پر ردع فرماتے ہیں کہ یہ جو مومنین کے اجر و ثواب کے منکر ہیں تو وہ غور سے سن لیں کہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کو اجر و ثواب ضرور ملے گا اور ان کا ٹھکانا علیین ہے جو کہ جہنم کے بالکل برعکس ہے چناں چہ فرمایا ”کَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عَلَیِّیْنَ ﴿۱۸﴾“ نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا۔ (علیین ساتویں آسمان میں زیر عرش ایک جگہ ہے جو مومنین کی ارواح کا مستقر ہے، کذا فی تفسیر ابن کثیر عن کعب اور وہیں نیک لوگوں کا نامہ عمل بھی رکھ دیا جاتا ہے) ”وَمَا اَدْرٰیكَ مَا عَلَیُّوْنَ ﴿۱۹﴾“ اب نامہ عمل کی عظمت شان کو ظاہر کرنے کے لیے سوال ہے کہ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے یہ ترجمہ عَلَیُّوْنَ سے پہلے مضاف محذوف مان کر کیا گیا ہے اِی وَا اَدْرٰیكَ مَا كِتٰبُ عَلَیِّیْنَ چناں چہ جواب سوال کے مطابق دیا گیا کہ ”كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾“ اِی ہو کتب مرقوم وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے (دفتر یعنی وہ کتاب جس میں اعمال کی تفصیل درج ہو) اور نشان سے مراد مہر ہے جو انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال نامے پر لگادی جاتی ہے تاکہ اس بات پر دلالت ہو کہ اعمال نامے میں کسی طرح کی کمی بیشی کا امکان نہیں ہے۔

اب واضح ہو گیا کہ کتاب مرقوم علیین کی تفسیر نہیں بلکہ علیین سے پہلے مضاف محذوف کی تفسیر ہے۔



”يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ“ جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں یعنی نیک لوگوں کے نامہ عمل کو مقرب فرشتے شوق سے دیکھتے ہیں، اور یہ بات مومنین کے لیے بڑے اعزاز و اکرام کی ہے، روح المعانی میں ہے کہ جب ملائکہ مومن کی روح کو قبض کر کے لے جاتے ہیں تو ہر آسمان کے فرشتے اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ کر اس روح کو رکھ دیتے ہیں پھر فرشتوں کی تمنا کرنے پر مومن کا نامہ عمل ان کو کھول کر دکھلایا جاتا ہے۔

آگے مومنین کی مختصر اجزائے آخرت کا بیان ہے، فرمایا: ”إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ“ عَلَيَّ الْآرَاءُ يَنْظُرُونَ“ نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے، مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے یعنی مسہریوں پر بیٹھ کر جنت کے عجائب دیکھتے ہوں گے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | بعض صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں اور عام مومنوں بلکہ انبیاء تک کی روحیں قبروں میں ہوتی ہیں تو پھر علیین اور سجین میں ہونے کا کیا معنی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح مومنین کی قرار گاہ علیین ہے اور ارواح کفار کی قرار گاہ سجین، لیکن اس کے باوجود ہر روح کا اپنے قبر والے جسم سے ایک خاص تعلق رہتا ہے جس کی حقیقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، چنانچہ مردہ آنے والے کے سلام کو سنتا ہے۔

**نکات** (سورہ انفطار میں اس کی تحقیق گذر چکی) عَلِيَّيْنِ۔ ساتویں آسمان پر زیر عرش مومنین متقین کی ارواح کا مستقر ہے، اور وہیں مومنین کے صحائف اعمال رکھے جاتے ہیں، قرآن کے نزدیک یہ ایک بلند موضع کا نام ہے، وزن جمع پر ہے جمع نہیں جیسے عشرين، ثلاثين اور عرب کا دستور یہ ہے کہ جب وہ ایسی کوئی جمع بنائیں جس کا واحد وثنیہ نہ ہو تو وہ مذکر و مؤنث دونوں میں واؤنوں کے ساتھ بولتے ہیں، بعض کا قول ہے کہ یہ عَلِيٌّ (فَعِيلٌ) کی جمع ہے غُلُوٌّ سے مشتق ہے اور مبالغہ کے لیے ہے (اعراب القرآن) بقیہ حاشیہ میں۔ يَشْهَدُ (س) مضارع واحد مذکر غائب، شَهِدَ الشَّيْءَ (س) شَهِدَ: دیکھا وَ شَهِدَ الْمَجْلِسَ۔ حاضر ہونا، اگر شہود کے معنی حاضر ہونا لیے جائیں تو اب ضمیر کا مرجع بجائے کتاب الأبرار کے عَلِيَّيْنِ ہوگا۔ الْمُقَرَّبُونَ (مقرب فرشتے، قریب کئے ہوئے، زیادہ عزت والے) باب تفعیل سے اسم مفعول کا جمع مذکر، قَرَبَهُ عِنْدَهُ: کسی کو اپنے قریب کرنا، مقرب بنا قُرْبٌ مِنْهُ وَالِيهِ (ک) قُرْبًا وَقَرَابَةً وَقُرْبَى وَمَقَرَّةً قَرِيبًا هَوْنًا، وَقَرِبَ (س) قُرْبًا وَقُرْبَانًا قَرِيبًا هَوْنًا۔ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (اس کی تحقیق سورہ انفطار میں گذر چکی ہے) الْأَرَائِكُ (مسہریاں، تخت) وَاحِدٌ أَرِيْكَةٌ، (وہ مسہریاں کیسی ہوں گی کوئی نہیں بتا سکتا، کیوں کہ جنت ابھی کسی نے دیکھی نہیں، بس یوں کہیں گے جیسی جنت اسی کے شایان شان مسہریاں ہوں گی)

۱۔ **هَوْنَهُ عَلِيَّيْنِ** ابوالفتح نے کہا ہے کہ قاعدے کے لحاظ سے اس کو علیتہ بہنا چاہئے، مگر جب اس کی تاء حذف کر دی گئی تو اس کے عوض میں اس کی جمع واؤنوں کے ساتھ لے آئے زخمشرقی نے فرمایا ہے کہ یہ نیکی کے رجسٹر کا نام ہے جس میں وہ تمام چیزیں مدون ہیں کہ جو فرشتے اور تمام صلحاء اہل حق و جن انجام دیا کرتے ہیں وہ منقول من جمع عَلِيٍّ (لعلی) مِنَ الْعُلُوِّ سَمِي بِذَلِكَ لِأَنَّهُ مَرْفُوعٌ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ حَيْثُ يَسْكُنُ الْكَرُوبِيُّونَ تَكْرِيماً لَهُ وَتَعْظِيماً اور بھی چند اقوال ہیں۔ (اعراب القرآن)

ینظرون (ن) مضارع جمع مذکر غائب، نظر الیہ نظراً: دیکھنا۔

**تکذیب** کلاً اِنَّ کِشْبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عَلَیِّیْنِ وَمَا اَذْرٰکَ مَا عَلَیُّوْنَ کِتَابٌ مَّرْقُومٌ یَّشْهَدُہُ الْمُقَرَّبُونَ... اس کی ترکیب کلاً اِنَّ کتب الفجار الخ کی طرح ہے، (کلاً حرف ردع آئی ردع عن التکذیب بوعد الفجار و یوعید الابرار جلالین اور تفسیر مظہری میں اس کو بمعنی حقاً بھی لکھا ہے، اور استفہام برائے تفخیم ہے) یشہدہ المقربون مکمل جملہ کشب کی صفت ثانی ہے۔ (فی کل رفع) اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلٰی الْاَرَائِکَ ینظرون (کلام مستأنف مسوق لتسلیة المومنین وتقویة قلوبہم بما اعدہ للابرار فی الجنة) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الابرار اس کا اسم لام مزحلقة برائے تاکید فی نعیم، کائنون وغیرہ محذوف کا متعلق ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر اول علی الارائک، جالسین محذوف کے متعلق ہو کر ینظرون کی ضمیر فاعل سے حال ینظرون فعل اپنے فاعل سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی (اعراب القرآن و صرفہ و بیان) لہ

تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِہُمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۝۲۳ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝۲۴ خِتْمُہُ مِسْکٌ ۝۲۵

اے مخاطب تو ان کے چہروں میں آسائش پہچانے گا • ان کو پینے کے لیے شراب خالص سر بہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی •

وَ فِیْ ذٰلِکَ فَلِیْتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝۲۶ وَ مِزَاجُہُ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۝۲۷ عِیْنًا یَّشْرَبُ بِہَا

اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہئے • اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی • یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے

### الْمُقَرَّبُونَ ۝۲۸

مقرب بندے ہیں گے •

**تشریح** ما قبل آیات سے مومنین کی جزا کا بیان چلا آ رہا ہے، چناں چہ فرمایا: ”تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِہُمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۝۲۳“ تو اے مخاطب ان کے چہروں میں آسائش کی بشارت پہنچانے گا۔ یعنی مومنین کے چہرے جنت کے

عیش و آرام سے ایسے پر رونق اور ہشاش بشاش ہوں گے کہ ہر دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ یہ لوگ نہایت عیش و تنعم میں ہیں اور یہ اس کے مصداق ہیں کہ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ ”یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝۲۴“

خِتْمُہُ مِسْکٌ ۝۲۵“ ان کو پینے کے لیے شراب خالص سر بہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی (رحیق کے معنی ہے خالص شراب یعنی نہایت صاف ستھری، اس میں کسی خرابی کی ملاوٹ نہ ہوگی، اور مہر لگی ہوئی ہوگی اور شراب کے برتن پر وہ مہر

القولہ علی الارائک اس کو دوسرے اعراب القرآن میں ینظرون کے متعلق کیا ہے، نیز علی الارائک کو لفی نعیم کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی بنا سکتے ہیں، (تفسیر مظہری) دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ ینظرون ترکیب میں حرف مشبہ بالفعل کی خبر کی ضمیر سے یعنی لفی نعیم کے متعلق مثلاً کائنون کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے اور جملہ مستأنف بھی ہو سکتا ہے، یہی سب احتمالات تعرف الخ اور یُسْقَوْنَ کے اندر بھی ہیں، (اعراب القرآن و صرفہ و بیان)



مشک کی ہوگی، اور یہ مہر لگنا اکرام مومن کی علامت ہے نہ کہ شراب کی حفاظت کے لیے اور مشک کی مہر کا مطلب یہ ہے کہ جیسے دنیا میں کسی برتن یا بوتل کے منہ پر لاکھ لگا کر مہر کرتے ہیں یعنی اس کو بند کرتے ہیں (لاکھ ایک قسم کی گوند ہوتی ہے جو لاکھ کے کیڑے سے پیدا ہوتی ہے جس کو پگھلا کر مہر لگائی جاتی ہے) تو اسی طرح جنت کے اندر شراب کے برتن کے منہ پر مشک لگا کر اس پر مہر کر دی جائے گی، اور اس کو بند کر دیا جائے گا۔

”وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ“ اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔ (ذلک کا مشار الیہ راجع مختوم ہے) یعنی شراب خالص کی حرص کرنی چاہیے یا پھر مراد کل نعمائے جنت ہوں، یعنی اگر حرص کا ارادہ ہو تو حرص اور حاصل کرنے کی چیز جنت کی نعمتیں ہیں نہ کہ دنیا کی فانی لذتیں، اور ان نعمتوں کی تحصیل کا طریقہ نیک اعمال ہیں، نہ کہ تطفیف، تکذیب اور ارتکاب معاصی وغیرہ۔ ”وَمَزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ“ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ“ اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پیئیں گے (قاعدہ ہے کہ شراب میں پانی ملا کر پیتے ہیں تو اس شراب کی ملاوٹ تسنیم کے پانی سے ہوگی اور تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پیئیں گے، مطلب یہ ہے کہ مقربین یعنی سابقین حضرات کو تو تسنیم کا پانی خالص مل سکے گا اور وہ اس میں سے ہمیشہ پیتے رہیں گے، اور اس کو خالص پینے کی لذت کیا ہوگی اللہ اکبر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور اصحاب الیمین یعنی ابرار لوگوں کو بھی اس کا کوئی جز ضرور ملے گا، چنانچہ ان کو اس چشمہ کا پانی دوسری شراب میں ملا کر ملے گا، ظاہر ہے کہ مقربین کا مرتبہ اصحاب الیمین سے بلند تر ہے۔)

میسری جانب بھی ہو گر نگاہ کرم ☆ پھر تو بگڑے مقتدر سنور جائیں گے

ایک شبہ اور اس کا جواب | تنافس یعنی شدت حرص تو بری خصلت ہے، پھر اس کا مرغوب ہونا شرعاً کس طرح درست ہے؟  
جواب: تنافس اس وقت برا ہے جب اس کا تعلق دنیوی امور سے ہو، اس سے دوسروں کو نقصان پہنچنا ضروری ہے جب کہ دنیا کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک پھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

**لغات** **تَعْرِفُ** ”تو پہچانے گا“ (ض) مضارع واحد مذکر حاضر، عَرَفَ (ض) عَرَفْنَا وَمَعْرِفَةٌ: پہچانا۔ وَجُوهٌ (چہرے) واحد وَجْهٌ نَظَرَةٌ (تازگی) باب نصر و سمع و کرم سے مصدر نَصَرَ (ن) نَصْرَةٌ وَنُصُورًا، وَنَضَرَ (س) نَضْرًا، وَنَضَرَ (ک) نَضَارَةٌ: تروتازہ ہونا۔ النَّعِيمُ (آرام، نعمت) تحقیق گزر چکی ہے۔ يُسْقَوْنَ (ض) مضارع مجہول جمع مذکر غائب، سَقَى (ض) سَقَيْنَا: پلانا۔ رَجِيْقٍ (شراب خالص) اسم جامد، مَحْتَمُومٌ (مہر لگی ہوئی) (ض) اسم مفعول واحد مذکر غائب، خَتَمَ الشَّيْءَ وَعَلَيْهِ (ض) خَتَمًا وَخَتَامًا: مہر لگانا خَتَامُهُ مِسْكٌ (جس پر مشک کی مہر ہوگی) لفظی ترجمہ ہوگا، اس کے مہر کرنے کی چیز مشک ہے، خَتَامٌ (مہر کرنے کی چیز یعنی مسالہ) جمع خَتَمٌ

۱۔ ختم الاناء: برتن کے منہ کوٹی یا موم وغیرہ سے بند کر دینا۔

۲۔ قوله خَتَامًا اسما للشيء الذي يختم به أو هو مصدر بمعنى الخلط والمزج أو بمعنى الختم بفتح الخاء وزنه فعال بكسر الفاء (اعراب القرآن و صرفہ)

مِسْك (اسم جاد بمعنی مشک ای الرائحة الطيبة) جمع مِسْك۔ لِيَتَنَافِسَ (تفاعل) امر غائب کا واحد مذکر غائب تنافس فی کذا: ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، حرص کرنا مِزَاج (آمیزش) مصدر از نصر مِزَج (ن) مِزَجًا و مِزَاجًا: ملانا (آمیزش حاصل مصدر) تَسْنِيم (جنت میں پانی کے ایک چشمہ کا نام ہے) عَيْنًا (چشمہ) جمع عُيُون، عَيْنٌ کے کثیر معانی ہیں، دیکھئے احقر کی کتاب نجوم الخواشی شرح اصول الشاشی: ص ۵۰۔ قرآن کے اندر عین کا استعمال آنکھ اور چشمہ کے معنی میں ہوا ہے۔ يَشْرَبُ مضارع معروف واحد مذکر غائب، شَرِبَ (س) شَرَبًا: پینا۔ الْمُقَرَّبُونَ (چند سطور قبل گذر چکا)

**ترکیب** تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ترکیب بالکل ظاہر ہے اور یہ ماقبل حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثالث ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ خَتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ... يُسْقَوْنَ فعل، واؤ ضمیر نائب فاعل من حرف جر رحيق موصوف مختوم صفت اول۔ خَتْمُهُ مِسْكٌ مبتدا و خبر ہو کر معطوف علیہ، اس کا معطوف و مِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ہے اور درمیان میں واؤ اعتراضیہ ہے، فی ذَلِكَ (ای فی الرحيق) متعلق مقدم (و تقدیم الظرف لیکون عوضاً عن الشرط) اور فا شرط محذوف کے جواب میں ہے ای اِنْ اُرِيدَ تَنَافَسَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ فی ذلک (بیان القرآن، روح المعانی) اور یہ جملہ درمیان میں معترضہ ہے۔ و مِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ واؤ عاطفہ مِزَاجُهُ مرکب اضافی ہو کر مبتدا، مِنْ تَسْنِيمٍ کائن کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف (عطف علی خَتْمُهُ مِسْكٌ، روح المعانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ثانی رحيق کی، موصوف اپنے دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر یُسْقَوْنَ کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر رابع، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا (تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ اِلْحَ اور یُسْقَوْنَ اِلْحَ کو جملہ متائفہ بھی بنایا جاسکتا ہے) عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ..... عَيْنًا موصوف يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ جملہ ہو کر صفت، (فی محل نصب) موصوف اپنی صفت سے مل کر فعل محذوف اَعْنِي يَا مَدْحُ کا مفعول بہ ہے

۱۔ نفس الشئ (ک) نَفَاسَةً و نَفَاسًا: نفیس و عمدہ ہوتا۔ لام امر مکسور ہوتا ہے لیکن اگر اس سے پہلے واو، فاء، ثم میں سے کوئی حرف ہو تو ساکن ہوتا جائز ہے جیسے ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلِيَطَوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔

۲۔ مزاج کے ایک معنی ہے ملانے کی چیز جیسے پانی در شراب، جمع آمیزجہ اس وقت یہ اسم آلہ ہوگا۔

۳۔ تَسْنِيم دراصل تفعیل کا مصدر ہے جس کے معنی بلند کے ہیں چونکہ اس چشمہ کی شراب نہایت اعلیٰ اور بلند درجہ کی ہوگی اس لیے اس کا نام تَسْنِيم رکھا (اعراب القرآن) ہکذا روی عن ابن عباس روح المعانی

۴۔ وَقَالَ الْاَخْفَشُ اَصْلُهُ يُسْقَوْنَ عَيْنًا، نیز عَيْنًا اِلْحَ بقول زجاج تَسْنِيم سے حال بھی ہو سکتا ہے اور یہ اگرچہ غیر مشتق ہے مگر چونکہ اس کی صفت موجود ہے یعنی يَشْرَبُ اس لیے اس کا حال بنانا درست ہوگا یا پھر اس کو مشتق کی تاویل میں کر لیا جائے گا مثلاً جاریہ کی، اور يَشْرَبُ بہا کی یا تو زائدہ ہے یا من کے معنی میں ہے، یا پھر تَسْنِيم مانی جائے ای يَشْرَبُ راوین بہا الْمُقَرَّبُونَ۔ (روح المعانی)



إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ

جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے • اور جب ان کے سامنے سے ہو کر گذرتے تھے تو آپس میں

يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٢﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣٣﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ

آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے • اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگیاں کرتے • اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ

هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٤﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ﴿٣٥﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ

یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں • حالانکہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے • سو آج ایمان والے کافروں

يَضْحَكُونَ ﴿٣٦﴾ عَلَىٰ الْآرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٣٧﴾ هَلْ تُؤِيبُ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٨﴾

پر ہنستے ہوں گے • مسہیوں پر دیکھ رہے ہوں گے • واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا •

**تشریح** ما قبل میں مومنین و مکذبین کی جزائے اخروی کا علیحدہ علیحدہ بیان تھا اب ان آیات میں فریقین کا دنیوی

واخروی حال ذکر کرتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا

يَضْحَكُونَ ﴿٣١﴾“ جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے یعنی جو لوگ مجرم و کافر تھے وہ دنیا میں بطور تحقیر

و تمسخر ایمان والوں کو ہنسا کرتے تھے۔ ”وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٢﴾“ اور جب ایمان والے ان کے سامنے

سے ہو کر گذرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے۔ گویا مومنین کو ہنسنے اور اشارہ سے ان کا مذاق اڑانے

کی وجہ یہ تھی کہ یہ کفار مومنین کو بے وقوف سمجھتے تھے کہ انھوں نے اپنے آپ کو جنت کے ادھار پر دنیا کی نقد نعمتوں اور

لذتوں سے محروم کر رکھا ہے۔ ”وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣٣﴾“ اور جب اپنے گھروں کو جاتے

تھے تو دل لگیاں کرتے۔ یعنی جب یہ کافر لوگ اپنے گھروں کو جاتے تو وہاں بھی ان کا تذکرہ کر کے دل لگیاں کرتے اور

باتیں بناتے، مطلب یہ ہے کہ غیبت و حضور ہر حالت میں ان کی تحقیر و استہزاء کا مشغلہ رہتا، مسلمانوں کے حاضر ہونے

کے وقت اشارے و کنائے چلا کرتے اور غیر موجودگی میں صراحتاً برائیاں کرتے ”وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ

لَضَالُّونَ ﴿٣٤﴾“ اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں۔ (یعنی یوں سمجھتے کہ یہ دین اسلام

کوئی دین نہیں) ”وَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ﴿٣٥﴾“ حالاں کہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے

گئے۔ لہذا ان کفار ناہنجار کو اپنی فکر کرنی چاہیے تھی نہ کہ اہل حق کے درپے آزار ہوتے۔ ”فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا

مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٦﴾ عَلَىٰ الْآرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٣٧﴾“ سو آج ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے،

مسہریوں پر دیکھ رہے ہوں گے یعنی اگر مجرمین دنیا کے اندر مومنین کو ہنتے تھے تو آج قیامت کے دن بطور انتقام ایمان والے کفار و مجرمین کو ہنسیں گے، اور مسہریوں پر بیٹھے ان کافروں کا برا حال دیکھ رہے ہوں گے، درمنثور میں قتادہ سے منقول ہے کہ جنت میں کچھ درتے اور جھرو کے ایسے ہوں گے جن سے اہل جنت اہل نار کو دیکھ سکیں گے اور اپنی خوشحالی اور کفار کی بدحالی کا نظارہ کریں گے، ”هَلْ ثَوْبَ الْكُفَّارِ مَا كَانَُوا يَفْعَلُونَ“ واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا اس آیت میں ان کی سزا کا اثبات ہے کہ جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا، انھیں آخرت میں اپنے کئے کا خوب بدلہ ملا، اب جہنم ہے اور وہ ہیں، عذاب ہے اور وہ ہیں، یہاں استفہام تقریری ہے اسی لیے ترجمہ کیا گیا واقعی ای نغم۔

**لغات** **أَجَزُّمُوا** (افعال) ماضی معروف جمع مذکر غائب، **أَجَزَمَ اجْزَمًا**: مجرم ہونا، **جَزَمَ** (ض) **جَزَمًا**: جرم کرنا، **أَمَنُوا** (افعال) ماضی معروف جمع مذکر، اس میں مہوز کا قاعدہ ۲، جاری ہوا ہے، **يَضْحَكُونَ** (س) مضارع جمع مذکر غائب **ضَحِكَ** (س) **ضَحِكًا وَضَحْكًا**: ہنسنا، **مَرُّوا** (ن) ماضی جمع مذکر غائب، **مَرَّبَهُ وَعَلِيهِ** (ن) **مَرًّا** و **مَرُّورًا وَمَمَرًا**: گذرنا **يَتَغَامَرُونَ** (تفاعل) مضارع معروف جمع مذکر غائب، مادہ غَمَرُ ہے۔ **غَمَرَ فُلَانًا بِالْعَيْنِ** (ض) **غَمَرًا**: آنکھ سے اشارہ کرنا، **انْقَلَبُوا** (افعال) ماضی جمع مذکر غائب، **انْقَلَبَ انْقِلَابًا**: واپس ہونا **لَسْتُ كِهَيْبٍ** (باتیں بناتے ہوئے، اتراتے ہوئے) جمع مذکر، واحد **فَيْكَة** صفت مشبہ **فَيْكَة** (س) **فَكَّهَا وَفَكَاهَةً**: خوش طبع ہونا، مذاقی ہونا، **رَأَوْ** (ف) ماضی جمع مذکر غائب، دراصل **رَأَوْا** تھا، یا متحرک ماقبل مفتوح، یا **كُوِ** الف سے بدل دیا، پھر الف بوجہ اجتماع ساکنین حذف ہو گیا لہذا **رَأَوْ** ہو گیا، **رَأَاهُ** (ف) **رُؤْيَةً**: دیکھنا، **ضَالُّونَ** (بہکے ہوئے، گمراہ) (ض) **ضَلَّ** (ض) **ضَلًّا وَضَلَالًا**: گمراہ ہونا، **رَاهُ** حق سے ہٹا ہوا ہونا۔ **مَا أُرْسِلُوا** وہ نہیں بھیجے گئے (افعال) ماضی مجہول، جمع مذکر غائب، **أُرْسِلَهُ إِزْسَالًا**: بھیجنا **حَفِظِينَ** (س) اسم فاعل جمع مذکر، **حَفِظَ** (س) **حِفْظًا**: حفاظت کرنا، نگرانی کرنا۔ **الْكُفَّارُ** (کافر لوگ) واحد **كَفَرُ** الرجل (ن) **كُفِّرُوا وَكُفِّرَانًا**: کافر ہونا، کفر کرنا، ناشکری کرنا۔ **كَفَّرَ الشَّيْءُ**: چھپانا، کافر بھی چونکہ ایمان کو چھپاتا ہے، اس لیے اسکو کافر کہتے ہیں **تُوبَ** باب تفعیل (تشویب) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب، **تُوبَ فُلَانًا وَآثَابَ** انعام یا بدلہ دینا۔

**نوٹ:** تشویب کا استعمال قرآن میں اعمالِ سیئہ کی سزا ہی کے لیے ہوا ہے۔

**تركيب** إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَصْخَكُونَ... إِنَّ حرف مشبه بالفعل الذين أجمعوا اسم

۱۔ واضح رہے کہ معاد کے بدلنے سے بسا اوقات معنی بدل جاتے ہیں مثلاً مَرَّ (ن) مَرَّادٌ: کے معنی ہیں کڑوا ہونا، قرآن میں ہے بل الساعة موعديهم والساعة أذنبى وأمرٌ۔

۲۔ مجرد میں استعمال ہوگا، قَلْبُ الْقَوْمِ (ض) قَلْبًا: لوگوں کو دواہیں کرنا۔ اس کے اور بھی بہت ہمارے معانی ہیں۔



موصول مع صلہ کے اسمِ ان، کانوا فعل ناقص ضمیر اس کا اسم من الذین آمنوا، یضحکون کا متعلق مقدم (و تقدیم الجار والمجرور اما للقصر اشعاراً بغایۃ شناعۃ ما فعلوا اولرعاۃ الفواصل، یضحکون فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر فعل ناقص کی خبر (محل نصب میں) فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واذا امرؤا بہم یتغامزون۔ واو عاطفہ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط مَرُوا بِہم جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب یتغامزون کا اور پھر مکمل جملہ معطوف علیہ معطوف اسے واذا انقلبوا الیٰ اہلہم انقلبوا فیکہین۔ واو عاطفہ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط انقلبوا الیٰ اہلہم جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب انقلبوا فیکہین کا، پھر مکمل جملہ معطوف علیہ معطوف (فیکہین صفت مشبہ اپنے متصل انقلبوا کی ضمیر سے حال ہے) واذا راؤہم قالوا ان ہولاء لّضالون۔ واو عاطفہ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی شرط راؤہم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے مابعد جواب قالوا کا قالوا فعل ضمیر ذوالحال ان ہولاء لّضالون جملہ ہو کر مقولہ (لام مزحلّہ) وَمَا اُرْسِلُوا عَلَیْہُمْ حَفِیْظِیْنَ۔ واو حالیہ ما اُرسلوا فعل، ضمیر ذوالحال علیہم، متعلق مقدم حَفِیْظِیْنَ کا حَفِیْظِیْنَ شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر اُرسلوا کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ ہو کر قالوا کی ضمیر سے حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، قالوا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ (مقولہ) اور ظرف مقدم (جو کہ ایک اعتبار سے شرط بھی ہے اور قالوا اس کی جزا ہے) سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لاحل لہا) فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّارِ یُضْحَکُوْنَ۔ فا جزائیہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور شرط مقدر ہے ائی ان کان الذین اٰجَرمُوا یضحکون من الذین آمنوا فی الدنیا فالذین آمنوا یضحکون الیوم من الکفار، (بیان القرآن کے ترجمہ کے اعتبار سے اس فاء کو عاطفہ تفریعیہ کہنا چاہئے) الیوم مابعد یضحکون کا ظرف، الذین آمنوا اسم موصول مع صلہ کے مبتدا من الکفار، مابعد یضحکون کے متعلق (و تقدیم الجار والمجرور قیل للقصر تحقیقاً للمقابلۃ) یضحکون، فعل، ضمیر ذوالحال علی الارائک ینظرون۔ علی الارائک جالسین مخدوف کا متعلق اور وہ ینظرون کی ضمیر سے حال، ینظرون مکمل جملہ حال ہے یضحکون کی ضمیر سے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل (ای یضحکون حال کونہم ناظرین الیہم جالسین علی الارائک) فعل اپنے فاعل اور ظرف زمان مقدم قولہ واذا امرؤا اس جملہ کا عطف یضحکون پر بھی کر سکتے ہیں جو کہ کانوا کی خبر ہے (ہنے والے لوگ ابو جہل ولید بن مغیرہ، عامر بن وائل وغیرہ تھے، یہ لوگ حضرت عمار، غیب، خباب، بلال وغیرہ کو ہتے تھے) روح المعانی جو جملہ لا یتغامزون لا محل لہا انہا جواب بشرط غیر جازم۔

اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جزاء، شرط محذوف اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ۔ اَلْهُلْ ثُوبُ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ... اَلْهُلْ حرف استفہام (الاستفہام لتقرير المومنین والمعنى قد جوزى الكفار ما كانوا يفعلون) فعل مجہول، الْكُفَّارُ نائب فاعل، مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، (منصوب بنزع الخافض ای مِمَّا كَانُوا، والعائد في الصلة محذوف ای يَفْعَلُونَ) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ مستانفہ (جلائین، روح المعانی ۷)

## سورۃ الانشقاق مکیہ

اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ۝۱ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝۲ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳ وَ اَلْقَتْ مَا

جب آسمان پھٹ جاوے گا • اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے • اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جاوے گی • اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر

فِيهَا وَ تَخَلَّتْ ۝۴ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝۵

اگل دے گی اور خالی ہو جاوے گی • اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے •

**ربط** اس سورت کے اندر بھی مثل سورت سابقہ کے جزائے اعمال کی تفصیل ہے۔

**تشریح** ان آیات میں قیامت کے بعض احوال کو بیان کر کے انسان کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ انسان دنیا کے اندر جیسے اعمال کرے گا آخرت میں اس کو ان اعمال کا ویسا ہی بدلہ ملے گا۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ۝۱“ جب آسمان پھٹ جاوے گا یعنی نفخہ ثانیہ کے وقت، تاکہ اس میں سے غمام یعنی بادل کی شکل کی ایک چیز کا نزول ہو، اس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور فرشتے ہوں گے، اس کو احقر نے صفحہ ۲۲، پر وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ کے تحت بالتفصیل لکھ دیا، اس کو ضرور دیکھ لیا جائے، ”وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا“ اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اِذْنًا کے معنی سننے کے ہیں یعنی آسمان اپنے رب کا حکم سن لے گا اور سننے سے مراد سن کر اطاعت کرنا ہے اور حکم سے مراد انشقاق یعنی پھٹنے کا حکم تکوینی ہے، اور حکم تکوینی کا مطلب یہ ہے کہ جس میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دخل نہ ہو بلکہ جب کسی کام کے ہونے پر اللہ تعالیٰ شانہ کی مشیت واقع ہو جائے تو مخلوق سے بلا اختیار فوراً اس کا وقوع ہو جائے، (قوله لِرَبِّهَا اِیْ لَا مَرِيْرَ لَهَا) ”وَ حُقَّتْ ۝۲“ اور وہ اسی لائق ہے یعنی آسمان بوجہ محکوم قدرت ہونے کے اسی لائق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے کسی چیز کا حکم

۱۔ قوله علی الارائنک، یہ بعض حکون کی ضمیر سے بھی حال ہو سکتا ہے اور ینظرون حال ثانی (مظہری)

۲۔ قوله اَلْهُلْ ثُوبُ، یہ فعل محذوف کا مفعول بہ بھی بن سکتا ہے، ای یقول بعض المومنین لبعض اهل ثوب الخ

قوله ما كانوا الخ یہ منصوب بنزع الخافض بھی ہو سکتا ہے ای مِمَّا كانوا الخ



تکوینی ہو تو فوراً اس کا وقوع ہو جائے۔ (ای حَقَّ لَهَا الانقیاد، یعنی اس کے لیے انقیاد و اطاعت ہی لائق و ثابت کر دی گئی، اس کو بالفاظ دیگر اسی طرح کہا گیا کہ وہ اسی لائق ہے یعنی وہ انقیاد و اطاعت ہی کے لائق ہے۔

”وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۖ“ اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی یعنی محشر کے دن یہ زمین بڑیا چڑے کی طرح کھینچ کر بڑھادی جائے گی، لہذا اپنی موجودہ مقدار سے بہت زیادہ وسیع ہو جائے گی، تاکہ اس پر سب اولین و آخرین سما جائیں۔ (اور حشر اسی زمین پر ہوگا اور ایک آدمی کے حصہ میں صرف اتنی زمین ہوگی جس پر اس کے پاؤں آجائیں) ”وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۖ“ اور زمین اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی یعنی مردوں اور خزانوں کو باہر اگل دے دی اور سب مردوں وغیرہ سے خالی ہو جائے گی ۲ ”وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۖ“ اس کا ترجمہ و تشریح مثل سابق ہے، اب شرط پوری ہونے کے بعد جزا محذوف ہے ای لقی الانسان عمَلَهُ اس وقت انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا (یعنی اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا پائے گا، جیسا کہ آگے ارشاد ہے)

**لغات** انْشَقَّتْ (انشقاق) ماضی واحد مؤنث غائب، بمعنی پھٹنا، شَقَّ الشَّيْءُ (ن) شَقًّا: پھاڑنا، أَذْنَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، أَذِنَ لَهُ وَالْيَهُ (س) أَذْنًا: سنا حُقَّتْ (ن) ماضی واحد مؤنث غائب، حَقَّ الامر (ن) حَقًّا وَحُقُوقًا: ثابت ہونا، حَقَّ بكذا: وہ اسی کے لائق ہے مُدَّتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ”کھینچ کر بڑھادی جائے گی“ مَدَّ الشَّيْءُ (ن) مَدًّا: بڑھانا، کھینچنا، أَلْقَتْ (افعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، اگل دے گی، ڈال دے گی، أَلْقَى الشَّيْءُ الْقَاءَ: ڈالنا، پھینکنا تَخَلَّتْ (تفعّل) (تخلى) سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، بمعنی خالی ہونا، مادہ خَلَوُ ہے، خلا (ن) خُلُوا وَخَلَاءَ، خالی ہونا۔

**ترکیب** إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ... إِذَا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف السماء اس سے پہلے فعل محذوف ہے ای اذا انشقت السماء انشقت کیونکہ اذا شرطیہ کا دخول بصریین کے نزدیک فعل کے ساتھ خاص ہے، انشقت السماء فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ (اور دوسرا انشقت پہلے کی تفسیر ہے) (لا محل لہا) واو عاطفہ أَذْنَتْ فعل (ای استمعَتْ و طاعت) ضمیر ہی فاعل لِرَبِّهَا اس کے متعلق (ای لا امر لربها) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ (فی محل جر) واو حرف عطف حُقَّتْ فعل، ضمیر نائب فاعل (ای حَقَّ اللَّهُ علیہا سَمْعُہا

۱۔ یعنی مخلوق خواہ کتنی ہی بڑی اونچی مضبوط اور مستحکم ہو مگر خالق کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں لہذا آسمان کو بھی یہی لائق ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اور اس کے سامنے سر جھکا دے اور مجبور ہو کر رہ جائے، اب غور کیجئے کہ جب آسمان جیسی مخلوق کا یہ عالم ہے تو انسان کا کیا عالم ہوگا، وہ اپنے پروردگار کے حکم اور قوت سے بچ کر کہاں جاسکتا ہے۔

۲۔ زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے اور دھنیں ہیں مثلاً لوہا، سونا، چاندی، جست، المونیم، کوئلہ، چونا، پتھر، پانی، مٹی، کاتیل، پٹرول، گندھک، ہیرے اور خدا جانے کیا کیا، لاکھوں سال سے انسان کھود رہا ہے اور آئے دن ایک نئی چیز کا سراغ ملتا ہے کیا عجیب سا ہوگا جب زمین کا ایک ایک ان چیزوں کو نکال کر باہر ڈال دے گی۔

وطاعتہا یا حقّ لها الانقیاد، یا حقّت لها السمع والطاعة) ا فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف (فی محل جر) (بعض حضرات نے حقّت کو جملہ معترضہ بھی مانا ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا معطوف علیہ اول کا، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔

وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ... واو حرف عطف اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط الارض فعل محذوف کا نائب فاعل ای مُدَّت الارض مُدَّت فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف علیہ، (فی محل جر) اور دوسرا (مُدَّت) پہلے فعل کی تفسیر ہے، واو حرف عطف، أَلْقَتْ فعل، ضمیر ہی فاعل ما اسم موصول فیہا، جار مجرور ظرف مستقر ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف واو عاطفہ تَخَلَّتْ فعل، ضمیر ہی فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ أَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ حسب سابق مل ملا کر معطوف، معطوف علیہ اول (مدت الارض) اپنے معطوفات سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف (یعنی اذا السماء الخ پر عطف ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر ظرف ہوا اپنے جواب محذوف کا جس پر فملاقینہ دال ہے ای لقی الانسان عَمَلَهُ پھر یہ جملہ ابتدائیہ ہو جائیگا۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدًّا حَافِلِقِيهِ ۖ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۖ

اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جا ملے گا۔ تو جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۖ وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۖ وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ

سو اس سے آسان حساب لیا جاوے گا۔ اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کی

کِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۖ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۖ وَيَصْلِي سَعِيرًا ۖ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ

پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا۔ سو وہ موت کو پکارے گا۔ اور جہنم میں داخل ہوگا۔ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش

۱۔ اعراب القرآن میں ہے اَعْلَمَ أَنَّ الْفَاعِلَ فِي هَذَا التَّرْكِيْبِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَيَّ حَقِّ اللّٰهِ عَلِيْهَا ذَلِكِ اَيَّ سَمْعٍ وَّ طَاعَتٍ، وَاِجَازَ الْبَيْضَاوِي اَرَىٰ كَوْنِ نَائِبِ الْفَاعِلِ هُوَ ضَمِيرُ السَّمَاءِ الْمُسْتَكْنَى فِي الْفِعْلِ مِنْ غَيْرِ تَقْدِيرٍ وَنَصَّ عِبَارَتُهُ وَحَقَّتْ اَيَّ جَعَلَتْ حَقِيقَةً لَا سَمْعَ وَلَا انْقِيَادَ۔

۲۔ ایک قول یہ ہے کہ اذا السماء انشقت الفعل محذوف اذ كثر کا مفعول بہ ہے، بعض کہتے ہیں کہ جواب شرط محذوف بعشتم ہے یا علمت النفوس أعمالها ہے (وانما حذف تنبيها على أنه لا يحيط به الوصف وليذهب المقدر كل مذهب ممكن) (اعراب القرآن) وقيل جواب الشرط مذکور ای قولہ یا ایہا الانسان الخ وقيل قولہ فاما من الخ وقيل فملاقيد

هو اللّٰهُ وَالْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ، يٰہا استعارہ مکنیہ ہے کہ زمین کے حال کو حاملہ عورت کے حال سے تشبیہ دی گئی کہ جوشدت ہول سے اپنے حمل کو ڈال دیتی ہے پھر مشہ بہ کو حذف کر دیا گیا اور زمین کے حال کے لئے لفظ القاء کو مستعار لے لیا گیا اسی طرح وَاَذِنَتْ لِرَبِّہَا وَحُقَّتْ میں بھی استعارہ مکنیہ ہے کہ آسمان کے حال کو اطاعت شعاری و فرماں برداری میں نہایت فرماں بردار شخص کے حال سے تشبیہ دی گئی پھر مشہ بہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کے لئے لفظ اذن کو مستعار لیا گیا۔



مَسْرُورًا ۱۳ إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ۱۴ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهٍ بِصِيرًا ۱۵

خوش رہا کرتا تھا۔ اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے۔ کیوں نہ دے اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا۔

**تشریح** ماقبل میں جزائے محذوف بقی الانسان عملہ کے تحت بتلایا گیا تھا کہ انسان اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا پائے گا، اب ان آیات کے اندر اسی مضمون کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں فرمایا: ”يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدًّا فَمَلِّقِيهِ ۖ“ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جا ملے گا۔ کادح اسم فاعل کدح سے مشتق ہے بمعنی کوشش کرنا، مشقت اٹھانا، اور الی ربك سے مراد ہے الی لقاء ربك، مطلب یہ ہے کہ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے یعنی موت تک کام میں کوشش کر رہا ہے، یعنی دنیا کے اندر کوئی آدمی نیک کام میں دوڑ دھوپ کر رہا ہے اور کوئی برے کام میں۔

پھر فرمایا: ”فَمَلِّقِيهِ“ اس ضمیر کا مرجع کدح بھی ہو سکتا ہے اور مضاف محذوف مانا جائے ای ملاقی جزاء الكدح یعنی انسان آج جو دنیا میں کوشش و کمائی کر رہا ہے کل اپنے رب کے پاس پہنچ کر اس کوشش و کمائی کی جزا و سزا اور اعمال کے اچھے یا برے نتائج سے جا ملے گا۔

☆ آج جو کچھ بوئے گا کاٹے گا کل ☆ تیرے کاموں کے ملیں گے تجھ کو پھل

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع رب ہو اور معنی یہ ہوں کہ ہر انسان آخرت میں اپنے رب سے ملنے والا ہے اور حساب کے لیے اس کے سامنے پیش ہونے والا ہے (رہا ملاقی صیغہ اسم فاعل کی ضمیر مستتر کا مرجع تو وہ انسان ہے) آگے جزائے اعمال کی تفصیل ہے ”فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِرَبِّهِ ۖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيرًا ۝“ اس آیت میں مومنین کا حال مذکور ہے کہ جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا معلوم ہوا کہ مومن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور آسان حساب کے مختلف مراتب ہیں ایک تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے سامنے صرف پیشی ہو جائے، اس میں بحث و مناقشہ اور ہر بات پر باز پرس نہ ہو، اور یہ معاملہ غیر معذبین کے ساتھ ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بعد یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللهم حاسبني حسابا يسيرا، یا اللہ مجھ سے آسان حساب لیجئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس حساب پر دائمی

۱ کوئی جسمانی مشقت اٹھانا ہے تو کوئی ذہنی، کوئی کل میں بیٹھ کر مشقت اٹھانا ہے اور کوئی کلی کو چوں میں، کسی کو حاکم بن کر دیکھ جھیلنے پڑتے ہیں اور کسی کو محکوم بن کر، کسی کے چہرہ پر غم کی گمانیں ہیں تو کسی کے چہرہ پر برکی و عارضی مسکراہٹیں کوئی اولاد سے پریشان ہے تو دوسرا اولاد نہ ہونے سے الغرض کوئی کسی کام میں اور کوئی کسی کام میں کوشاں اور جان کھپا رہا ہے، کل قیامت میں ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ پائے گا لہذا دعویٰ انسان خوش قسمت ہے جو نیک کام میں تکلیف و پریشانی اٹھائے، ایسے لوگوں کو بے شک آج دنیا میں مشکلات کا سامنا ہے مگر آخرت کا آرام انکا منتظر ہے۔

۲ جب آپ ﷺ اس دعا کو مانگ کر فارغ ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا آسان حساب کیا ہے فرمایا صرف نامہ اعمال پر نظر ڈال لی جائے گی اور کہہ دیا جائے گا جاؤ ہم نے درگزر کیا، لیکن اے عائشہؓ جس سے خدا تعالیٰ حساب لے گا وہ ہلاک ہوگا۔ (یعنی جس سے باضابطہ حساب لیا جائے گا وہ برباد ہو جائے گا)

عذاب نہ ہو یعنی خلود فی النار نہ ہو اور یہ عام مومنین کے لیے ہوگا (اور مطلق عذاب اس کے منافی نہیں) ہاں جس سے ہر بات پر باز پرس اور بحث و مناقشہ ہوگا وہ بری طرح پھنسے گا اور مارا جائے گا، یعنی کافر، ”وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا“ اور (مومن حساب سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ اہل سے مراد یا تو جنت کی حوریں ہیں جو کہ جنت کے اندر اس کی اہل ہوں گی، یا مراد متعلقین، دوست و احباب اور اس کے دنیوی اہل و عیال ہیں جن کو دنیا کی عادت کے مطابق خوش خبری سنانے کے لیے ان کے پاس آئے گا۔ (معارف) ”وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَأَاهُ ظَهْرُهُ“ ۱۰ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۱۱ وَيَصْلِي سَعِيرًا ۱۲“ اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا سو وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔ یعنی کفار کو ان کا نامہ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا یعنی بائیں ہاتھ میں اور پیٹھ کے پیچھے سے ملنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک صورت تو یہ کہ اس کی مشکلیں کسی ہوئی ہوں گی یعنی دونوں بازو پشت کی طرف موڑ کر جکڑے ہوئے ہوں گے لہذا بائیں ہاتھ بھی پشت کی طرف ہوگا، دوسری صورت حضرت مجاہد کا قول ہے کہ اس کا بائیں ہاتھ موڑ کر پشت کی طرف نکال دیا جائے گا (بیان القرآن) بعض نے موڑنے کی شکل یہ بیان کی کہ کافر کے سینہ میں سوراخ کر کے اس کا بائیں ہاتھ اس کے اندر کو نکال کر پشت کے پیچھے باندھ دیا جائے گا۔ فسوف يدعوا الخ سو وہ موت کا پکارے گا جیسا کہ مصیبت کے وقت لوگوں کی عادت ہوتی ہے مگر اب موت نہیں آئے گی بلکہ اس کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ ”إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا“ ۱۳ اس عذاب کی علت یہ ہے کہ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب کرنے لگا تھا جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ ”إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَخُورَ“ ۱۴ اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے یعنی خدا کی طرف لوٹ کر نہیں جانا ہے، کون رب، کس کی واپسی، آگے اس خیال فاسد کا رد ہے کہ ”بَلَىٰ“ کیوں نہیں یعنی کیوں لوٹنا نہیں، آگے محذوف ہے لَيَخُورَنَّ کیوں کہ بلی نفی کے بعد ایجاب کے لیے آتا ہے، وہ ضرور بالضرور لوٹے گا، اور لوٹنے کے بعد سزا بھی ہوگی، کیوں کہ ”إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا“ ۱۵ اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا یعنی انسان کے پورے احوال اس کے سامنے تھے اور انھیں احوال و اعمال کی بنا پر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے پر اپنی مشیت متعلق کر چکا تھا، اس لیے مرنے کے بعد آخرت میں لوٹنا بھی ضروری ہے اور جزا و سزا کا سامنا بھی کرنا پڑے گا (لہذا بلی لَيَخُورَنَّ معلل ہے اور إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا اس کی علت ہے)

### اختیاری مطالعہ

ایک شخصہ اور اس کا جواب | إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا کو کفار کی حالت کے ساتھ خاص کیا گیا حالاں کہ ہم تو مومنین کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اپنے بیوی بچوں اور اہل و عیال کے ساتھ نہایت خوش و خرم رہتے ہیں، فہما الجواب؟ جواب یہ ہے کہ مومنین خوشی اور راحت کے وقت بھی فکر آخرت سے غافل نہیں رہتے، خود قرآن نے ان کا حال بیان کیا ہے کہ: إِنَّا كُنَّا فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ یعنی ہم تو



اپنے اہل و عیال میں رہتے ہوئے بھی آخرت کا خوف رکھتے تھے، یاد رکھئے خوشی کی دو قسمیں ہیں (۱) بطور تکبر و تعلیٰ کے خوش ہونا۔ (۲) بطور قدر نعمت و شکرِ منعم کے خوش ہونا، اول مذموم ہے اور دوم مذموم نہیں۔

**لغات** کا دِخ (ف) اسم فاعل واحد مذکر (کام میں کوشش کرنے والا) کَذَحَ فِي الْعَمَلِ كَذَحًا: کوشش کرنا، مشقت اٹھانا، (ای جاہِدُ فِي عَمَلِكَ) (مفاعلت) اسم فاعل واحد مذکر (جا ملنے والا) لِقَاءُ لِقَاءٍ ومِلَاقَاةٌ: پانا، ملنا، ملاقات کرنا، مادہ لَقِيَ ہے لَقِيَّة (س) لِقَاءٌ وَتِلْقَاءٌ: پانا، ملاقات کرنا، اُوتِيَ (افعال) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، اُتِيَ اِيْتَاءً، فلانا الشَّيْءَ: دینا، مادہ اُتِيَ، اُتِيَ (ض) اُتِيَ وَاِثْبَانًا وَاِثْبَانًا: آنا، قریب ہونا، ہمیں، دایاں ہاتھ، جَمَعَ اَيْمُنُ وَاَيْمَانُ، يُحَاسِبُ (مفاعلت) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، حَاسِبُهُ مُحَاسِبَةٌ وَحِسَابَاتَا: حساب لینا۔ حساباً مصدر از باب مفاعلت و نصر، يَسِيرًا آسان، صفت مشبہ واحد مذکر از باب سجع و کرم، يَسِيرُ الشَّيْءُ (س) يَسْرًا: آسان ہونا، وَيَسِرُ الشَّيْءُ (ک) يَسْرًا وَيَسَارَةً: آسان ہونا، کم اور معمولی ہونا، يَنْقَلِبُ (انفعال) مضارع واحد مذکر غائب، اِنْقَلَبَ اِنْقِلَابًا: واپس ہونا۔ اُھلہ، گھر والے، بال بچے، مجازاً متعلقین پر بھی بولا جاتا ہے جَمَعَ اَهْلُوْنَ وَاَهْلَالٍ مَسْرُورًا، (ن) اسم مفعول واحد مذکر سَرَّ (ن) سُرُورًا وَمَسْرَّةٌ خوش کرنا۔ وراء (پیچھے) اس کے معنی (آگے، پیچھے، سواء کے بھی آتے ہیں، اضداد میں سے ہے) ظَهَرَ اسم جامد (پیچھے) جَمَعَ اُظْهَرُ وَظُهُورٌ وَظُهُرَانٌ، يَدْعُوا (ن) مضارع واحد مذکر غائب، دَعَا يَدْعُو (ن) دَعَا وَدَعَا وَدَعَاءٌ وَدَعْوَى پکارنا، طلب کرنا۔ ثَبُورًا (موت، ہلاکت) باب نصر کا مصدر ثَبَرَ فَلَانٌ (ن) ثَبَرًا وَثُبُورًا، ہلاک ہونا، ثَبَرَ فَلَانًا: ہلاک کرنا، (لازم و متعدی) يَصِلُ (س) مضارع واحد مذکر غائب، (سورہ انفطار میں بقیہ تحقیق گذر چکی ہے) سَعِيْرًا، (جہنم) فاعل بمعنی مفعول ہے سَعَرَ النَّارَ (ف) سَعَرًا: آگ جلانا، سَعِيْرُوْهُ کی جمع سَعَرٌ، ظَنَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، (بقیہ تحقیق سورۃ التطفیف میں) لَنْ يَحْجُوْرَ (ن) واحد مذکر غائب حَاَزَ (ن) حَوْرًا، لونٹا۔ بلی دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسا کہ آیت مذکورہ میں، دوسرے اس استفہام کے جواب میں جو نفی پر

۱۔ کذح کے ایک معنی اور بھی ہیں اور اس وقت وہ متعدی ہوگا جیسے کَذَحَ وَجْهَ فَلَانٍ (ف) کسی کا منہ نوچنا، اوپر بیان کردہ معنی میں وہ لازم ہے۔ قولہ کاذح الی ربکا الی لقاء رتکد

۲۔ مجرد میں اس طرح استعمال ہے حَسِبَ الْعَالُ (ن) حَسِبَانًا وَحَسْبَانًا: مال وغیرہ کا حساب کرنا، شمار کرنا، حَسِبَ الشَّيْءُ (س) حَسْبَانًا: گمان کرنا، حَسِبَ الْاِنْسَانُ (ک) حَسْبًا: شریف النسب ہونا، ہو حَسِبْتَ جَمَعَ حَسْبًا۔

۳۔ قَلَبَ (ض) قَلْبًا: پلٹ دینا، لونٹا دینا، نیچے کا اوپر کرنا۔

۴۔ سَرَّ سُرُورًا (ن) خوش ہونا، صفت مشرُور، اَسْرَارًا (افعال) خوش کرنا۔ (یعنی اگر خوش ہونے کا مفہوم و معنی ادا کرنا ہو تو مجہول کا مینہ لائیں گے اور اگر خوش کرنے کا مفہوم ادا کرنا ہو تو معروف کا مینہ لائیں گے)

۵۔ دَعَا فُلَانًا بِصَلَاةٍ: کسی کے لئے خیر کی دعا کرنا، عَلٰی فُلَانٍ بِصَلَاةٍ عَلٰی کسی کے لئے بددعا کرنا۔

واقع ہو خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے الیس زید قائمًا، یا استفہام توہنی ہو جیسے ایحسب الانسان ان لن نجتمع عظامہ بلی قادرین علی ان نسوی بنانہ، یا استفہام تقریری ہو جیسے الست بربکم قالوا بلی شہدنا، نعم اور بلی میں فرق یہ ہے کہ بلی اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو نفی کے ساتھ ملا ہوا ہو، اور نعم مطلق استفہام کے جواب میں آتا ہے، اور ماقبل کی تصدیق کرتا ہے، جیسے اجاء زید، نعم ای جاء، اما جاء زید، نعم ای ما جاء۔ بصیرًا (ک) اسم فاعل، بَصُرَ (ک) بَصَرًا وَتَصَارَةً، پینا ہونا، بالبصیرت ہونا، بَصِيرًا جمعہ بَصَرًا۔

**ترکیب** يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدًّا فَمُلَاقِيهِ... یا حرف ندا، ائی یعنی علی الضم محل منصوب، موصوف یا مبدل منہ ہا برائے تنبیہ بعض مضاف الیہ، الانسان، صفت یا بدل، موصوف اپنی صفت سے مل کر یا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر منادئی، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کاف ضمیر اس کا اسم کَادِحٌ صیغہ اسم فاعل اِلٰی رَبِّكَ متعلق، کَدًّا مفعول مطلق، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ فاعطفہ مُلَاقِيهِ شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف (محل رفع میں) (مُلَاقِيهِ کی ضمیر کا مرجع یا تو کَدِّج ہے مضاف کی تقدیر کے ساتھ ای جزاء کدحہ جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہے، یا پھر اس کا مرجع رَب ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب ندا (لا محل لہا) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا، (تفسیر مظہری میں ہے وجملہ یا ایہا الانسان مستانفہ للوعد والوعید۔ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِرِيبٍ فَسَوْفَ يَحْشَابُ حَسَابًا يُسِيرًا وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مُسْرُورًا... فاء استینافیہ (اعراب القرآن) اَمَّا حرف شرط و تفصیل مَنْ اسم موصول اُوْتِيَ فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل کِتَابَهُ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ ہیئیدہ متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مبتدا (جو کہ شرط کے مشابہ ہے، بناء بریں خبر پر فاداخل ہے جو کہ قائم مقام جزا ہے) فاء رابطہ برائے جواب اَمَّا سَوْفَ حرف استقبال يُحْشَابُ فعل مجہول، ضمیر ہوتا نائب فاعل حَسَابًا يُسِيرًا، مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ، يَنْقَلِبُ فعل، ضمیر ہو ذوالحال اِلٰی اَهْلِهِ يَنْقَلِبُ کا متعلق، مُسْرُورًا صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل (ضمیر ہو مستتر) سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، (جو کہ بمنزلہ جزا ہے) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا وَيَصْلِي سَعِيرًا... آیت مذکورہ کی طرح ترکیب ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مُسْرُورًا إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّنْ

۱۔ یہ جملہ معطوف علیہ بھی مانا جاسکتا ہے اور مابعد معطوف یعنی فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ الخ اس وقت فَأَمَّا مَنْ الخ کی فاء عاطفہ تفریحیہ ہوگی (اعراب القرآن و صرفہ و بیان) قولہ فَمُلَاقِيهِ یہ مبتدا محذوف اَنْت کی خبر بھی ہو سکتا ہے اب اس جملہ کا عطف اِنک کَادِح پر ہوگا اِنّ عطف الجملة علی الجملة اور پہلی فعل میں عطف المفرد علی المفرد ہوگا۔



يَجُوزُ... إِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہا ضمیر اس کا اسم کان فعل ناقص ضمیر اس کا اسم، فی اہلہ، مشروراً کا متعلق مقدم، مشروراً شبہ فعل، ضمیر ہونا ب فاعل، شبہ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص مع اسم و خبر کے حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا (لا محل لہا) (یہ اپنے متصل ماقبل آیت کی تعلیل اول ہے) اِنَّهُ ظَنَّ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم ظَنَّ فعل، ضمیر ہو فاعل، اَنَّ مخففہ من المثقلہ ضمیر شان اس کا اسم (اَی اِنَّہ) لَنْ يَجُوزَ فعل فاعل ہو کر اَنَّ مخففہ کی خبر (حالت رفعی میں) اَنَّ مخففہ اپنے اسم و خبر سے مل کر ظَنَّ کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا (یہ تعلیل ثانی ہے) ہَلْ اِنَّ رَبَّہُ کَانَ بِہٖ بَصِيْرًا... ہل حرف ایجاب (ای لا یجاب ما بعد النفی) اَی بلی لِیَجُوزَنَّ اَی یرجع الی اللہ، یہ معلل ہے اور اِنَّ رَبَّہُ اَنَّ اَی لَکَانَ رَبَّہُ اَنَّ تعلیل ہے، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، رَبَّہُ مرکب اضافی ہو کر اس کا اسم، کان فعل ناقص، ضمیر ہو اس کا اسم، بہ متعلق مقدم بصیراً کے، بصیراً صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔ (لا محل لہا)

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝۱۷ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن

سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی • اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے • اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے • کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت

طَبَقًا ۝۱۹

کے بعد دوسری حالت پر پہنچتا ہے •

**تشریح** ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر انسان کو پھر اس چیز کی طرف متوجہ کیا ہے جس کا کچھ ذکر پہلے اِنَّکَ کَادِیْخ الی رَبِّکَ کَذَّحًا فَلَاقِنِہِ میں آچکا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶“ سو بحث بعد الموت متحقق ہونے کی بناء پر میں قسم کھاتا ہوں شفق کی شفق وہ سرخی ہے جو آفتاب غروب ہونے کے بعد افق مغرب میں نمودار ہوتی ہے۔ ”وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝۱۷“ اور قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ کر جمع کر لیتی ہے وَسَقَ کے اصل معنی جمع کرنے اور سمیٹنے کے ہیں، مراد وہ سب جاندار ہیں جو رات کو آرام کرنے کی غرض سے اپنے اپنے ٹھکانوں پر سمٹ کر جمع ہو جاتے ہیں، ”وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸“ اور قسم کھاتا ہوں چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔ اِتَّسَقَ کا مادہ بھی وَسَقَ ہی ہے جس کے معنی جمع کرنے اور سمیٹنے کے ہیں۔ لہذا قمر کے اتساق کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو جمع کر لے اور روشنی جمع کھل طور پر جب ہوتی ہے جب وہ بدر یعنی پورا چاند بن جائے اور یہ چودھویں رات میں ہوتا ہے لہذا یہاں مرادی ترجمہ کیا گیا ہے کہ ”جب وہ پورا ہو جائے“ ”لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ ۝۱۹“ کہ تم لوگوں کو ضرور

ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے مثلاً دنیا کی زندگی میں مختلف دور سے گذر کر اخیر میں موت کی سیڑھی ہے، پھر احوال برزخ، پھر احوال قیامت، لہذا حساب کتاب اور پھر اعمال کی جزا و سزا سے ضرور واسطہ پڑے گا۔ (لَتَرْکَبُنَّ) رکوب سے مشتق ہے بمعنی سوار ہونا۔ یعنی ایک حالت کے بعد دوسری حالت سے ملنا، اسی کو اس کے مرادی معنی پہنچنے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور عَنْ چوں کہ بعد کے لیے بھی آتا ہے لہذا عبارت ہوگی طَبَقًا کَاثِنًا بعد طبق۔ اب عن طبق کا معنی ہوا ایک حالت کے بعد، اور طبقاً عن طبق کا پورا ترجمہ ہوگا ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر (واضح رہے کہ یہ ایہا الانسان انک کادخ الخ میں جس انسان کو خطاب تھا، اور لَتَرْکَبُنَّ میں جمیع افراد کو خطاب ہے۔

مناسبت بین القسم والجواب | قسم اور جواب قسم میں مناسبت اس طرح ہے کہ جیسے رات کے احوال مختلف ہوتے ہیں کہ اولاً شفق نمودار ہوتی ہے پھر زیادہ رات ہو جاتی ہے تو سب سو جاتے ہیں پھر ایک رات دوسری رات سے قمر کی روشنی میں مختلف ہوتی ہے تو یہ سب مشابہ ہے اختلاف احوال بعد الموت کے نیز جس طرح شفق سے رات شروع ہوتی ہے تو اسی طرح موت سے عالم آخرت شروع ہوتا ہے پھر برزخ میں ٹھہرنا مشابہ ہے لوگوں کے سو رہنے کے، اور چاند کا پورا اور روشن ہونا مشابہ ہے حیات کے، بعد فنائے عالم کے۔

**فَلَا أُقْسِمُ** (اس کی تحقیق سورۃ تکویر میں گذر چکی ہے) الشفق (اسم ہے اور اس کے معنی میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ شفق آسمان کی وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد نمودار ہوتی ہے، بعض نے کہا کہ وہ سفیدی ہے جو اس سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے، جمع اشفاق، امام راغبؒ نے فرمایا ہے کہ غروب شمس کے وقت دن کی روشنی اور رات کی سیاہی کی باہمی آمیزش ”شفق“ ہے، بغرض اختصار مزید اقوال بیان کرنے کو ترک کر رہا ہوں لسم اللیل رات، جمع لیالی، وَسَقَى (ض) ماضی واحد مذکر غائب، وَسَقَى الشَّيْءَ (ض) وَسَقَا: سہیٹا، جمع کرنا، الْقَمَرَ چاند، جمع اقمار، (تیسری تاریخ سے) (قاموس) یا تیسری تاریخ کے بعد سے آخر ماہ تک کا چاند لسم اِشْقَى (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب، اِشْقَى الْقَمَرَ اِشْقَا: چاند کا پورا ہونا، (مراد بدر بن جانا، بیان القرآن) مادہ وَسَقَى ہے جس کی تحقیق ابھی بھی گذری ہے، بمعنی اکٹھا کرنا، اور روشنی اسی وقت اکٹھی ہوتی ہے جب چاند پورا ہو جائے اس لئے اِشْقَى میں مرادی معنی کر دئے گئے، (اس کی اصل اِشْقَى ہے تائے افتعال سے پہلے فاء کلمہ واو واقع ہوا اس کو تائے افتعال سے بدل کر ادغام کر دیا) لَتَرْکَبُنَّ لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ، باب سمع سے مضارع معروف جمع مذکر حاضر، رَکِبَ الشَّيْءَ وعلیہ وفیہ (س) رُکُوتًا وَمَرْکَبًا: سوار ہونا، (المراد بالركوب الملاقاء) (لَتَرْکَبُنَّ کی اصل لَتَرْکَبُونَنَّ تھی، نون جمع کو چند نون جمع ہونے کی بناء پر حذف کر دیا، پھر واو کو بوجہ اجتماع ساکنین (واو اور نون اول) حذف کر دیا (جلا لیں)

۱۔ قولہ الشَّفَقُ شَفَقٌ (س) شَفَقًا: مہربان ہونا۔

۲۔ قولہ القمر قَمَرٌ (ن) قَمَرًا: فخر یا کسی کے مقابلہ میں غالب آنا، شاید چاند کو قمر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی روشنی ستاروں کی روشنی پر غالب آتی ہے پہلی دو یا تین تاریخوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔



طَبَقَ اسم بمعنی حال، درجہ، حالت، طبق در اصل اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے مطابق ہو اور عرف میں یہ لفظ اس حال کے لئے خاص ہو گیا کہ جو دوسرے حال کے مطابق ہو، یہاں یہی معنی مراد ہے، علمائے لغت کی ایک جماعت طَبَق کو طَبَقۃ کی جمع بتلاتی ہے، اور بعض کے خیال میں یہ اسم جنس جمعی ہے جو واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے (القاموس الوحید میں اس کی جمع اَطْباق و طباق لکھی ہے) (اسم جنس جمعی وہ ہے جو جمع کے معنی کو ظاہر کرے اور واحد جمع میں تا کی وجہ سے امتیاز ہو یا یائے نسبتی کی وجہ سے جیسے ثمر کہ اس کا واحد ثَمَرۃ ہے اور روم مشبہ جمع کہ اس کا واحد رومی ہے بمعنی رومیوں میں کا ایک۔

**ترکیب** فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقِ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ لِتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ... فاء تفریعیہ یا فیصحہ آئی اِذَا تَحَقَّقَتِ الرُّجُوعُ بِالْبُعْثِ (اعراب القرآن، روح المعانی) دوسرا قول یہ ہے کہ فاء استینافیہ بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) لازائدہ اُقْسِمُ فعل ضمیرانا فاعل با حرف جر الشفق معطوف علیہ واو حرف عطف اللیل معطوف علیہ معطوف واو عاطفہ ما و سق اسم موصول مع صلہ کے معطوف علیہ معطوف واو عاطفہ القمر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اقسام کے متعلق اذا ظرفیہ مضاف اتسق جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ہو کر ظرف ہوا القمر سے پہلے مضاف محذوف کا، آئی عظمۃ القمر کیونکہ کسی چیز کی قسم کھانا اس چیز کی عظمت پر دلالت کرتا ہے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم لے کر کین الخ لام قسمیہ، ترکین فعل ضمیر واو فاعل طبقاً موصوف عن طبق متعلق مجاوز آیا کائنات کے ہو کر صفت (آئی طبقاً مجاوزاً طبق آئی حالاً بعد حال، عن لفظ بعد کے مترادف ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے اس وقت ترجمہ ہوگا ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر) موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ ۱، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب قسم، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ یا شرطیہ مقدار کی جزا۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿۱۱﴾ بَلِ الَّذِينَ

سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے • اور جب ان کے رب و سرآں پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے • بلکہ یہ

۱۔ **الحوادث:** قوله طبقاً عن طبق، عن تین قسم پر ہے، اول یہ کہ وہ حرف جر ہے اور اس کے دس معانی ہیں، (۱) برائے مجاوزت جیسے زمیث السهم عن القوس (۲) برائے بدل جیسے واتقوا یوماً لاتجزی نفس عن نفس شیناً، (۳) برائے استلاء جیسے فإتماً یسخل عن نفسه، (۴) برائے تعلیل جیسے وما کان استغفار ابراهیم لأبيه إلا عن مؤعدة، (۵) لفظ بعد کے مترادف جیسے لتركبن طبقاً عن طبق، (۶) برائے ظرفیت، (۷) لفظ میں کے مرادف جیسے هو الذی یقبل التوبة عن عبادہ، (۸) برائے استعانت جیسے زمیث عن القوس، (۹) زائدہ جو کہ دوسرے عن کے موجود ہونے کی بناء پر محذوف ہوگا، (۱۰) باء کے معنی میں جیسے وما ینطق عن الہوی ای بالہوی، دوسرے معنی عن کے یہ ہے کہ وہ حرف مصدری ہے اسی وجہ سے بنی تمیم أغببنی أن تفعل کو عن تفعل کہتے ہیں، تیسرے معنی یہ ہے کہ وہ جانب کے معنی میں ہوتا ہے جیسے ہدایۃ النجوم میں ہے من عن یمینہ ای عن جانبہ الخ

۲۔ یا پھر عن طبق ظرف مستقر ہو کر لتركبن کی ضمیر سے حال آئی لتركبن طبقاً مجاوزین لطبقیہ اراکائین بعد طبقیہ۔

كَفَرُوا يُكْذِبُونَ ﴿٢١﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿٢٢﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ

کافر تکذیب کرتے ہیں • اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں • سو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے • لیکن جو لوگ

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٢٤﴾

ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں •

**تشریح** ماقبل میں غافل انسان کو نہایت واضح انداز میں سمجھایا گیا تھا کہ موت کے بعد مختلف احوال سے دو چار ہونا پڑے گا، لہذا جب قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان خوف کرتا اور ایمان لے آتا مگر نہ جانے ان کو ہوا کیا، کہ ایمان نہیں لائے فرمایا: ”فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾“ سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور خود تو ایمان اور حق کی کیا طلب کرتے انکے عناد کی حد یہ ہے کہ ”وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿٢١﴾“ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے یعنی اطاعت و فرماں برداری نہیں کرتے یَسْجُدُونَ کا مصدر سجدہ اور سجدہ ہے، اور اس کے لغوی معنی جھکنے کے ہیں، کنایہ اطاعت کرنا مراد ہوتا ہے۔ لایسجدون میں سجدہ سے سجدہ اصطلاحی مراد نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اطاعت و فرماں برداری کرنا مراد ہے۔

”بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكْذِبُونَ ﴿٢١﴾“ بلکہ یہ کافر تکذیب کرتے ہیں یعنی بجائے سر تسلیم خم کرنے کے یہ کافر لوگ قرآن کی الٹی تکذیب کرتے ہیں۔ ”وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿٢٢﴾“ اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں (یعنی اعمال بد کا ذخیرہ) ”فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٣﴾“ لہذا جب ان کم بختوں کا یہ حال ہے تو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے (بَشِّرْ تبشیر سے بنا ہے اور تبشیر کے معنی اچھی خبر سنانے کے ہیں مگر یہاں بطور تہکم و استہزا بری خبر دینے کو مجازاً تبشیر فرمایا، جیسے کسی شاعر نے کہا ہے نَحْيَةُ بَيْنَهُمْ ضَرْبٌ وَجِيعٌ انکا آپس کا سلام درد انگیز ضرب ہے۔ لیکن اہل ایمان کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ ارشاد ہوتا ہے ”إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٢٤﴾“ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کئے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔ یعنی آخرت میں انکو ایسا اجر ملے گا جو کبھی موقوف اور ختم نہیں ہوگا۔

**فائدہ** جمہور محدثین کے نزدیک ایمان امور ثلاثہ کے مجموعہ کا نام ہے، تصدیق بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان، اور آیت میں وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے اندر عمل صالح کی قید شرط کے طور پر نہیں ہے بلکہ سبب کے طور پر ہے کہ اعمال صالحہ کے سبب ان کو ختم نہ ہونے والا اجر و ثواب ملے گا (بیان القرآن)

**ذات** لا یومنون (افعال) سے مضارع منفی جمع مذکر غائب، آمَنَ بہ: ایمان لانا، یقین کرنا، آمَنَ فلاناً: اس

۱۔ اگر اس سے اصطلاحی سجدہ مراد لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ پورے قرآن کی ہر آیت پر سجدہ لازم ہو جو باجماع امت مراد نہیں ہو سکتا اور سلف و خلف میں کوئی اس کا قائل نہیں۔



دینا، پارہ ۲۸ سورۃ الحشر میں مؤمن اسی سے ہے جو کہ اسماء حسنی سے ہے۔ الْقُرْآن مصدر از باب فتح، اللہ کی کتاب کا خاص نام جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، دیگر کتب سماویہ کا نام قرآن نہیں (مزید تحقیق در نجوم الحواشی: ص ۸) لَا يَسْجُدُونَ (ن) مضارع منفی جمع مذکر غائب، سَجَدَ (ن) سُجُودًا: زمین پر پیشانی رکھنا، سر جھکانا، كَفَرُوا، (ن) ماضی معروف جمع مذکر غائب، كَفَرَ (ن) كُفِّرُوا وَكُفِّرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا، يُكَذِّبُونَ، باب تفعیل سے مضارع مثبت جمع مذکر غائب، كَذَّبَ فُلَانًا: جھٹلانا، (مجرد کا استعمال گذر چکا) أَعْلَمَ (س) اسم تفضیل واحد مذکر، عَلِمَ (س) عِلْمًا: جانتا یوں عَوْن (افعال) مضارع مثبت جمع مذکر غائب، أَوْغَى الشَّيْءُ اِتِّعَاءً: محفوظ کرنا، جمع کرنا، ذہن میں رکھنا، وَوَغَى يَعْصِي (ض) وَوَغَى الشَّيْءُ: برتن میں جمع کرنا، الْحَدِيثُ: بات یا حدیث کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن میں رکھنا، (در اصل يُوعِيُونَ تھا، ضمہ یاء پر ثقیل ہونے کی بناء پر یاء کو ساکن کر دیا گیا اور ضمہ ماقبل کو دیدیا اس کی حرکت زائل کر کے، پھر یا کو بوجہ التقاء ساکنین حذف کر دیا) بَشِّرْ (تفعیل) امر واحد مذکر حاضر، بَشِّرْ بِكَذَا تبشیر: خوشخبری دینا، یہاں بطور تہکم و استہزاء بری خبر دینے کو مجازاً تبشیر فرمایا، عَذَابٌ تَغْذِيبٌ (تفعیل) سے اسم مصدر، بمعنی سزا، ذُكِّهِ عَذَابَهُ: عذاب دینا، الْيَمُّ بروزن فعیل ہے اور یہ مؤلف اسم فاعل کے معنی میں ہے تکلیف دینے والا، مشتق من الایلام باب افعال) تکلیف دینا، لہذا عَذَابُ الْيَمِّ کا ترجمہ ہوگا، تکلیف دینے والا عذاب، دردناک عذاب، (مزید تحقیق در اختیاری مطالعہ)

الصَّلَاحُ (اچھے عمل) باب نصر و کرم سے اسم فاعل جمع مؤنث، صَلَحَ (ن، ک) صَلَحًا وَصُلُوحًا: ٹھیک ہونا، نیک ہونا، أَجْرٌ ثواب، بدلہ، جمع أَجُورٌ، أَجَرَ فُلَانًا عَلَى كَذَا (ن) أَجَّرَا وَأَجُورًا: مزدوری دینا، أَجَرَ اللَّهُ عَبْدَهُ: اجر دینا، غَيْرُ سوائے، نہیں، تفصیل در ”مشکل ترکیبوں کا حل مع قواعد و نکات“ مہنوں (ن) اسم مفعول واحد مذکر، (مضاعف ثلاثی) مَنْ الشَّيْءِ (ن) مَنْثًا: کاٹنا، کم کرنا، لہذا غیر ممنون کا ترجمہ ہوا جو کچھ کمی نہ ہو، اس کو کاٹنا نہ جائے۔ مَنْ کے دوسرے معنی ہیں احسان کرنا)

۱۔ بَشِّرْ (ن) بَشِّرَا: خوش ہونا، بکذا خوش کرنا، بَشِّرْ (س) بَشِّرَا: خوش ہونا، بَشِّرْ (ک) بَشِّرَا: حسین و خوب دہونا، ہو تبشیر جمع بَشِّرَا، ہی تبشیر جمع بَشِّرَا۔

۲۔ عَذَّبَ فُلَانًا عَنِ الشَّيْءِ (ض) عَذَّبَا: روکنا، باز رکھنا، فتح ابو الطیب اہل اشتقاق سے نقل ہیں کہ عذاب کلام عرب میں عذبت سے ماخوذ ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں لہذا عذاب کو عذاب بایں مناسبت کہتے ہیں کہ وہ سزا یافتہ کو دوبارہ اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے سے روک دیتا ہے اور آب شیریں کو عذاب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے۔

۳۔ قرآن میں صرف ایک جگہ لفظ صالحات نیک عورتوں کے لئے مستعمل ہے ارشاد ہے فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ باقی تمام مقامات میں اس کے معنی نیکوں کے ہیں۔ اور اسی معنی میں اس کا استعمال غالب ہو گیا لہذا اب یہ کسی موصوف کی صفت واقع ہونے میں اسم جامد کی طرح ہو گیا اور اس صورت میں اس کا الف لام اسم موصول کے معنی میں بھی نہ ہوگا، بلکہ جنسی ہوگا، مگر جنس کے جملہ افراد مراد نہیں کیوں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو نیک اعمال کے ہر ہر فرد کو بحالائے یعنی نماز، روزہ، حج، عمرہ، صدقہ خیرات، صلہ رحمی و صف اخلاق، اطعام طعام و ایاتہ زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔

**ترکیب** **فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ**... فافصحہ (اعراب القرآن، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور شرط مقدر ہے ایٰ اذا کان حالہم یوم القیمۃ کما أشیر (روح المعانی) ما اسم استفہام (برائے تعجب) بمعنی ایٰ شیع مبتدا (ای ای شیع لہم حال کونہم غیر مومنین ایٰ شیع یمنعہم من الایمان باللہ تعالیٰ و رسولہ و ما جاء بہ) لام حرف جر ہُم ذوالحال (وہوقی حکم المفعول) لا یؤمنون جملہ ہو کر معطوف علیہ (محل نصب میں) واو حرف عطف اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف، قُرِئَ فعل مجہول علیہم قُرِئَ کے متعلق القرآن نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر شرط اور یہ ظرف ہے اپنے جواب و جزا لا یسجدون کا (لا یسجدون ای لا یخضعون) (قولہ لا یسجدون لا محل لہا جواب شرط غیر جازم) پھر شرط و جزا مل ملا کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حال یعنی ہُم ضمیر سے حال، اور عامل اس کے اندر معنی فعل ہے ایٰ مایضنعون، (تفسیری مظہری) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ثبت محذوف کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط مقدر کی جزا (لا محل لہا) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا سیہ ہوا۔ (جلالین کے حاشیہ اور روح المعانی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے، کہ اس فاء کو عاطفہ برائے ترتیب بھی مانا جاسکتا ہے) **بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْذِبُونَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ**... بَلِ برائے اضراب انتقالی (ما قبل کے مضمون سے منتقل کرنے کے لئے، ایٰ ہُم لا یطیعون بل الذین کفروا یکذبون، روح المعانی میں اس طرح ہے و هو انتقال عن کونہم لا یسجدون عند قراتہ الی کونہم یکذبون بہ صریحا) الذین کفروا، اسم موصول صلہ سے مل کر مبتدا، یکذبون جملہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اللہ مبتدا **أَعْلَمُ** صیغہ اسم تفضیل (بمعنی عالم اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) ہا جارہ ما اسم موصول **يُوعُونَ** جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اسم تفضیل کے اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف لہ، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

**فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ**... فافصحہ (روح المعانی) اور شرط مقدر ہے ایٰ اذا کان حالہم ما ذکر فبشرہم) **فَبَشِّرْ** فعل ضمیر انت فاعل، ہم ضمیر متشبی منہ با جارہ عذاب الیم مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق بشر کے، **إِلَّا** حرف استثناء الذین اسم موصول **آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر متشبی منقطع، متشبی منہ اپنے متشبی سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جزا، شرط مقدر اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزا سیہ ہوا، (فبشر کی فاعلہ برائے ترتیب بھی مانی جاسکتی ہے) **لَهُمْ** متعلق کائن کے ہو کر خبر مقدم (وقدیم للتخصیص) **أَجْرٌ** موصوف، غیر مہنون مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا



اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ مستانفہ بیانہ ہوا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)۔

### اختیاری مطالعہ

**تحقیق ایتق** الیم کے بارے میں کچھ تو بھمن لغات لکھ دیا گیا دوسرا قول یہ ہے کہ الیم، اسم مفعول یعنی مؤلم کے معنی میں ہے تکلیف دیا ہوا، لہذا عذاب الیم کا ترجمہ ہوگا وہ عذاب جو تکلیف میں مبتلا ہو، اب سوال پیدا ہوگا کہ تکلیف تو اس کو ہوتی ہے جس کو عذاب دیا جا رہا ہو نہ کہ خود عذاب کو، جواب یہ ہے کہ اس طرح مبالغہ کہہ دیا، یعنی اس کو مبالغہ عذاب کی صفت بنا دیا گیا، درحقیقت یہ معذب کی صفت ہے، اور مبالغہ سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہ تکلیف و آلم اپنی انتہا کو پہنچ گیا، یہاں تک کہ وہ تکلیف معذب سے عذاب کی طرف سرایت کر گئی (جلالین پارہ ۱، رکوع ۲، حاشیہ) اور زنجیری کا قول یہ ہے کہ الیم بروزن فعیل صفت مشہ ہے (مفعیل کے معنی میں نہیں ہے) اور آلم (س) آلما کے معنی ہے، درد ہونا، تکلیف میں ہونا، ترجمہ ہوگا وہ عذاب جو تکلیف میں مبتلا ہو، اب پھر وہی سوال ہوگا کہ تکلیف میں مبتلا تو صاحب عذاب ہوتا ہے نہ کہ خود عذاب تو جواب یہ ہے کہ یہ اسناد مجازی ہے نہ کہ اسناد حقیقی اور وجہ اس اسناد کی مبالغہ ہے اور یہ وصف اشیاء بوصف صاحب اشیاء کے ضابطہ کے تحت ہے۔

## سورۃ البُرُوج مکیّۃ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝۲ وَشَاهِدٍ ۝۳ وَمَشْهُودٍ ۝۴ قَتَلَ أَصْحَابُ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی • اور وعدہ کئے ہوئے دن کی • اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس میں ماضی ہوتی ہے • کہ خدق والے یعنی

الْأَخْدُودِ ۝۵ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝۶ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝۷ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ

بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے • جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے • اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس

بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝۸ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝۹

کو دیکھ رہے تھے • اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست سزاوار حمد ہے •

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝۱۰ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۱۱

ایسا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ شانہ ہر چیز سے خوب واقف ہے •

۱۔ **قوله** إِلَّا الَّذِينَ الْخَ اگر انکو لکن کے معنی میں لیا جائے تو الذین آمنوا و عملوا الصلحت مبتدا ہوگا اور ما بعد اس کی خبر اور جملہ مستانفہ

ہوگا۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور اگر مہارت اس طرح مانیں لَا الذین آمنوا و عملوا الصلحت منهم تو یہ اب مستثنی متصل بن جائے گا (اعراب القرآن، روح المعانی)

**قوله** غیر ممنون، غیر، اضافت کے باوجود مکروہی رہتا ہے اس لئے یہ مکروہ کی صفت بن سکتا ہے۔ (مزید نکات در "مشکل ترکیبوں کا حل")

**رہنما** اوپر کی سورتوں میں فریقین یعنی کفار و مومنین کی جزا و سزا کا بیان تھا اس سورت میں کفار کی جانب سے مسلمانوں کو جو ایذائیں پہنچی تھی اس پر مسلمانوں کو تسلی دی گئی، اور کفار کو عذاب کی وعید سنائی گئی۔

**تشریح و شان نزول:** اس سورت میں ایک قصہ کا اجمالاً ذکر ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے، ایک کافر بادشاہ تھا (یہ یمن کا بادشاہ تھا جس کا نام حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں یوسف ذونواس ہے اس کا زمانہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے ستر سال پہلے ہے) اس بادشاہ کے پاس ایک کاہن تھا (کاہن اس کو کہا جاتا ہے جو شیاطین کے ذریعہ یا نجوم کے آثار کے ذریعہ کچھ مستقبل کی غیبی خبریں معلوم کر کے لوگوں کو بتائے) اس کاہن نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھلا دوں چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا (اس کا نام عبداللہ بن تامر تھا) اس کے راستہ میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا، اور اس زمانہ میں دین عیسائی علیہ السلام ہی دین حق تھا، وہ لڑکا اس راہب کے پاس آنے جانے لگا اور خفیہ مسلمان ہو گیا، ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ شیر نے راستہ روک رکھا ہے اور خلق خدا پریشان ہے تو اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جائے، اور یہ کہہ کر وہ پتھر مارا تو شیر کے لگا اور وہ ہلاک ہو گیا، لوگوں میں شور ہو گیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے، چنانچہ کسی اندھے نے سنا تو آ کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی ہو جائیں، لڑکے نے کہا بشرطیکہ تو مسلمان ہو جائے، چنانچہ اس نے یہ بات قبول کر لی، لڑکے نے دعا کی تو وہ اندھا اچھا ہو گیا اور مسلمان ہو گیا، بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں تو راہب کو اور اس لڑکے کو اور نابینا کو گرفتار کر کے بلایا، اس نے راہب اور نابینا کو قتل کر دیا اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ کے اوپر لے جا کر اس کو گرا دیا جائے مگر جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ خود گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا، پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا مگر وہ اس سے بھی بچ گیا، اور جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ سب ڈوب گئے، پھر لڑکے نے از خود بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو بسم اللہ کہہ کر تیرا رو تو میں مرجاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا مر گیا، پھر اس واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھرا کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو آگ میں جلا دیں گے، چنانچہ بہت آدمی جلائے گئے (بعض روایات میں ان کی تعداد بارہ ہزار ہے اور بعض میں اور زیادہ) پس اس سورت میں ان پر غضب الہی نازل ہونے کا بیان قسم کے ساتھ فرمایا ہے۔

**فائدہ** اس لڑکے نے اپنے مرنے کی تدبیر بتلائی حالانکہ یہ اہلاک نفس ہے تو جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا یا تو اس شریعت میں جائز ہو گا یا پھر لڑکے کی یہ اجتہادی غلطی ہے (بیان القرآن)

**واقعہ:** عبداللہ بن تامر جس جگہ مدفون تھا وہ زمین حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسی ضرورت سے کھودی گئی تو ان کی لاش اس طرح برآمد ہوئی کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا ہاتھ تیر لگنے کی جگہ یعنی کپٹی پر رکھا ہوا ہے، کسی دیکھنے والے نے ان کا



ہاتھ بٹایا تو زخم سے خون جاری ہو گیا پھر دیسے ہی رکھ دیا تو خون بند ہو گیا ان کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس میں لکھا ہوا تھا، اللہ ربی، یمن کے حاکم نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی آپ نے جواب میں لکھا کہ ان کو اس کی ہیئت پر انگوٹھی سمیت اسی طرح چھپا دو جیسے پہلے تھے (ابن کثیر)

”وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝“ قسم ہے برجوں والے آسمان کی (بروج برج کی جمع ہے بمعنی بلند عمارت، شاندار محل، دراصل بروج کے لغوی معنی ظاہر اور نمایاں ہونے کے ہیں لہذا یہاں بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں کیوں کہ وہ بالکل ظاہر اور نمایاں ہوتے ہیں اور ہم سب کو خوب اچھی طرح نظر آتے ہیں، حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؓ، ضحاکؓ، حسن بصریؓ، قتادہؓ اور جمہور مفسرین کا یہی قول ہے) ”وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝“ اور وعدہ کئے ہوئے دن کی، اور حاضر ہونے والے دن کی اور اس دن کی جس میں حاضری ہوتی ہے ترمذیؓ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے، شاہد کے معنی ہے حاضر ہونے والا، توچوں کہ جمعہ کا دن خود آتا ہے اور لوگ اپنی اپنی جگہ پر رہتے ہیں اس لیے شاہد سے جمعہ کا دن مراد لیا، اور مشہود کے معنی ہے جس میں حاضری ہو، توچوں کہ یوم عرفہ میں حجاج کرام اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے عرفات میں اس یوم کے قصد سے جمع ہوتے ہیں اس لیے مشہود سے مراد یوم عرفہ لیا۔

آگے جواب قسم ہے: ”قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝“ کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے (أخدود کے معنی خندق گے ہیں، جمع أَخَادِيد اور النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ مرکب تو صیغی ہو کر الاخدود سے بدل اشتمال ہے، اور قُتِلَ بمعنی لُغِنَ یعنی قتل کے لازمی معنی مراد ہے یعنی ملعون ہونا، رحمت خداوندی سے دور ہونا) ”إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝“ جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے یعنی کفار لوگ کہ وہ اس ظلم و ستم کے انتظام اور نگرانی میں آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ”وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝“ اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے شہود، شاہد کی جمع ہے جیسے: قُعُودٌ قَاعِدٌ کی جمع ہے اور شاہد کا معنی ہے حاضر ہونے والا۔ لہذا شہود کے معنی ہوئے حاضر ہونے والے اور کسی جگہ حاضر رہنا گویا اس معاملہ کو دیکھنا ہی ہے اس لیے حضرت تھانویؒ نے شہود کا ترجمہ دیکھنے سے کیا ہے، اس صورت میں علی بمعنی مع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم و ستم کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے ایسا نہیں کہ مسلمانوں پر جو ستم ڈھایا جا رہا تھا وہ اس سے غافل ہوں۔ دیکھتے کس قدر سنگ دل کہ دیکھ کر بھی رحم نہ آیا پس یہ سنگ دلی علل لعنت سے ہے۔ (ان کے ملعون ہونے کی خبر دینے سے مؤمنین کی تسلی ظاہر ہے کہ جس طرح یہ کافر مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں اسی طرح وہ بھی گرفتار لعنت ہوں گے خواہ اس کا اثر دنیا میں ہی مرتب ہو جیسے غزوہ بدر وغیرہ میں کفار مقتول و مخدول ہوئے، یا صرف آخرت میں جیسا کہ عام کفار کے لیے یقینی ہے۔“

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝  
اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا، بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو  
زبردست سزاوار حمد ہے، ایسا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی (خدا پر ایمان لانا ہی کفار کی نظروں میں عیب  
تھا اور مانند کانٹے کے کھٹکتا تھا، حالاں کہ اپنے پالنہار پر ایمان لانا کوئی عیب اور خطا کی بات نہیں، پس بلا خطا ہی ان  
بے چاروں پر ظلم کیا، اس لیے وہ لوگ ملعون ہوئے) آگے ظالموں کے لیے عام وعید اور مظلوموں کے لیے عام وعدہ  
ہے کہ ”وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝“ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب واقف ہے لہذا مظلوم کی مدد کرے گا اور  
ظالم کو سزا دے گا، آئندہ آیات میں یہی مضمون آرہا ہے۔

**مناسبت بین القسم والجواب** | والسماء ذات البروج الخ میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی، ان سب  
سے اللہ تعالیٰ کا تمام مکانوں اور زمانوں کا مالک ہونا ظاہر ہے، اور ایسے مالک الكل کی مخالفت کرنے والوں کا مستحق  
عذاب و گرفتار لعنت ہونا ظاہر ہے۔

**ذات السماء** (تحقیق گذر چکی) ذات ذو کا مؤنث بمعنی والا، والی، صاحب، جمع ذوات البروج (برجیں)  
برج کی جمع، اس کے معنی بلند عمارت اور محل کے ہیں (جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہاں بڑے بڑے ستارے  
ہیں) لغوی معنی بروج کے ظہور کے ہیں (المراد بالبروج النجوم العظام وإنما سمیت بروجاً لظہورہا، کذا قال  
الحسن ومجاہد وقتادہ، تفسیر مظہری، روح المعانی) بعض دوسرے ائمہ تفسیر نے اس سے مراد وہ محلات لئے  
ہیں جو آسمان میں پہرہ داروں اور نگراں فرشتوں کے لئے مقرر ہیں۔ الموعود (ض) اسم مفعول واحد مذکر، وعدہ کیا ہوا،  
وَعَدَ يَعِدُ (ض) وَعَدًا وَعِدَةً: وعدہ کرنا (مراد قیامت کا دن ہے) شاہد (حاضر ہونے والا) (س) اسم فاعل واحد  
مذکر، شَهِدَ الْمَجْلِسُ (س) شَهِودًا: حاضر ہونا، شَهِدَ کی جمع شُہُودٌ وَأَشْهَادٌ شَهِودٌ (جس میں حاضری ہو مراد  
یوم عرفہ، بعض کے نزدیک یوم القیامۃ مراد ہے) (س) اسم مفعول کا واحد مذکر (طریقہ استعمال ابھی ابھی گذر چکا)

**نوٹ:** شاہد و شہود کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں دیکھئے روح المعانی، اصحاب صاحب کی جمع ہے، والے (دوسرے معنی  
ہیں ساتھی، صَاحِبٌ صَحْبَةً وَصَحَابَةً) (س) ساتھ رہنا) الْأُخْدُوْدُ خندق، کھائی، جمع أَخَادِيدُ، خَدَّ الْأَرْضِ (ن)  
خَدًا: زمین پھاڑنا، النَّارُ، آگ، جمع نِیرَانٌ وَأَنْوَارٌ۔ الوقود اسم بمعنی ایندھن (القاموس الوحید) وَقَدَّتِ النَّارُ (ض)  
وَقَدَّ وَأَوْقَدًا وَقِدَّةً: آگ جلنا، قُعُودٌ قَاعِدًا اسم فاعل کی جمع، قَعَدَ (ن) قُعُودًا، کھڑے ہوئے کا بیٹھنا ۳۔ شُہُودٌ

۱۔ جمع کا استعمال جیسے جَنَاتٌ ذَوَاتُ أَفْنَانٍ اور وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ میں ذوات، ذات کا ثنیہ ہے۔ کیوں کہ لفظ ذات دراصل  
ذَوْبَةٌ ہے، یا متحرک ماقبل مفتوح یا کوالف سے بدل دیا پھر واو جو عین کلمہ ہے بوجہ کثرت استعمال حذف کر دیا ذات ہو گیا۔

۲۔ مزید استعمال ملاحظہ ہو شَهِدَ (س) وَشَهِدَ (ک) شَهِادَةً: گواہی دینا شاہد کے معنی گواہ اور دلیل کے بھی آتے ہیں اور شاہد کی جمع شُہُودٌ وَشَهِدَ بھی  
آتی ہے اور غیر عاقل کی جمع شواہد۔ طلبہ عزیز کی سہولت کے پیش نظر احقر نے صرف دو جمع بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

۳۔ قُعُودٌ اور جلوس میں تھوڑا سا فرق ہے قُعُودٌ میں طول مکث کی قید ہے اور جلوس مطلق مکث کا نام ہے، اسی وجہ سے ایانج آدمی کو مُقْعَدُ کہا جاتا ہے۔



شاہد کی جمع، اور شاہد کے معنی ابھی ابھی گزر چکے ہیں حضرت تھانویؒ نے شہود کا ترجمہ دیکھنے سے کیا ہے، تو اس وقت اس آیت میں علی بمعنی مع ہوگا اور شہود بمعنی حضور، یعنی حاضر و موجود، (حضور حاضر کی جمع ہے) اور کسی جگہ حاضر رہنا گویا اس معاملہ کو دیکھنا ہی ہے۔ مَا نَقْمُوا (ض) ماضی منفی جمع مذکر غائب، نَقَمَ مِنْهُ الْأَمْرَ (ض) نَقَمًا وَنَقْمًا: کسی کی کوئی بات پسند نہ کرنا، عیب نکالنا، العزیز (زبردست) بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ ہے، صیغہ مبالغہ ہے (لغات القرآن) عَزَّ فلان (ض) عِزًّا وَعِزَّةً: طاقتور ہونا، صاحب عزت ہونا، عَزِيزٌ کے اور بھی دیگر معانی آتے ہیں لَمْ يَجْعَلْهُ عِزَّةً وَاعِزًّا و عِزًّا الحَمِيد، بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ بمعنی مفعول یعنی محمود، بِزٍّ اور حمد، حَمِيدَهُ (س) حَمْدًا: تعریف کرنا، مُلْك اسم بمعنی سلطنت، مَلِكِ الشَّيْءِ (ض) مِلْكًا: مالک ہونا، السَّمَوَاتِ واحد سماء، (آسمان) الارض، زمین، جمع أَرْضُونَ، أَرَاضٍ، کُلٌّ، تمام، سب۔ شئی موجود چیز، جمع اشیاء، شَهِيدٌ بمعنی حاضر، خوب باخبر، بروزن فَعِيلٌ ہے بمعنی فاعِلٌ اوزان مبالغہ سے ہے، شَهِدَ (س) شَهِدَا (حاضر ہونا، اور حاضر ہونا علم اور خبر رکھنے سے کنایہ ہوتا ہے اس لیے شہید کے معنی ہوں گے خوب واقف و باخبر۔ (دوسرا معنی ہے راہ خدا میں مارا جانے والا، جمع شہداء و اشہاد)

**فائدہ** قولہ شہید: حق تعالیٰ کے اسماء میں شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو، جب مطلق علم کا اعتبار ہو تو اللہ تعالیٰ علیم ہیں، اور اگر امور باطنہ کا خیال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ خبیر ہیں، اور اگر امور ظاہرہ کی طرف نسبت ہو تو اللہ تعالیٰ شہید ہیں، اور بھی اس معنی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ ہوتا ہے کہ وہ قیامت میں خلق پر گواہ ہوگا۔

**ترکیب** وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ... واو جارہ قسمیہ السماء موصوف ذات البروج مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف الیوم الموعود مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف شاہد معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف مشہود معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اُقسِم فعل محذوف کے متعلق، اُقسِم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، اور جواب قسم کے متعلق اختلاف ہے، جو حاشیہ نمبر (۲) میں ہے، ایک قول یہ ہے کہ جواب قسم قُتِلَ اصْحَابُ الْاُخْدُودِ الخ ہے اس وقت لام اور قَدْ محذوف ہوگا، ای لَقَدْ قُتِلَ اصْحَابُ الْاُخْدُودِ الخ (کیونکہ جب ماضی مثبت متصرف جس کا معمول اس پر مقدم نہ ہو، جواب قسم بنے تو اس کے شروع میں لام اور قَدْ کا آنا ضروری ہے الا یہ کہ طول کلام کا خوف ہو، لہذا اگر طول کلام کا خوف ہو تو پھر لام اور قَدْ میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا درست ہے جیسے وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا کا جواب قَدْ اَفْلَحَ الخ ہے) الغرض اگر جواب قسم قُتِلَ اصْحَابُ الْاُخْدُودِ الخ ہو تو اب یہ جملہ، جملہ خبریہ ہوگا، نہ کہ جملہ دعاویہ انشائیہ۔ قُتِلَ اصْحَابُ الْاُخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ...

۱۔ عزیز کے معنی، سخت، کیاب، معزز، محبوب، حاکم مصر کا قدیم لقب کے بھی آتے ہیں۔

۲۔ بعض نے کہا ہے کہ جواب قسم ان بطش ربک بشدید ہے، اس وقت قسم اور جواب قسم کے درمیان تمام جملے معترضے مانے جائیں گے دوسرا قول یہ ہے کہ جواب قسم محذوف ہے اِذْ اِنَّ الْجَزَاءَ لَوَاقِعٌ عَلَى الْكَافِرِينَ۔

قَتَلَ فَعْل، أَصْحَابُ مضاف الْأَخْدُودِ مبدل منه النار موصوف (ای النار فیہ) ذات الوقود مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر بدل اشتمال، مبدل منه اپنے بدل سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر نائب فاعل، اِذْ مضاف هُمْ مبتدا، علیہا جار مجرور متعلق مقدم قُعُودُ کے (قُعُودُ، قاعد اسم فاعل کی جمع) قُعُودُ اپنے متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ (فی محل جر) وَهُمْ عَلٰی مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ... واو عاطفہ هُمْ مبتدا علی جارہ ما موصولہ یفعلون بالمؤمنین جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر شہود کے متعلق مقدم، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، (فی محل جر) وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ... واو حرف عطف، مَا نَقَمُوا فَعْل، واو ضمیر فاعل، مِنْهُمْ (آی من المؤمنین) جار مجرور متعلق فعل مذکور کے، إِلَّا اِدَاة حصر ملغی، اَنْ ناصبہ يُؤْمِنُوا فعل و فاعل با حرف جار اللہ موصوف العزیز صفت اول الحمید صفت ثانی، الذی اسم موصول لہ جار مجرور متعلق ثابت کے ہو کر خبر مقدم ملک مضاف السموات والارض معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر یُؤْمِنُوا کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر نَقَمُوا کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف ثلث معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر اِذْ کا مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا قَتَلَ کا، فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر جواب قسم۔ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ... واو استینافیہ، (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اللہ مبتدا، علی کل شیء متعلق مقدم شہید کے، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

البلاغۃ: قَوْلُهُ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا الخ یہ آیت توکید المدح بما يشبه الذم کے قبیل سے ہے و هو أَنْ يُسْتَشْنَى مِنْ صِفَةٍ ذَمٍّ مِّنْ صِفَةٍ مَدَحٍ۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ لَمْ يَشُوبُوا لَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے

۱۔ قولہ علیہا، بعض نے کہا ہے کہ مضاف مقدر ہے آئی علی حافاتہا، جمہور نے کہا کہ مراد تو یہی ہے مگر تقدیر عبارت کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ قولہ وَمَا نَقَمُوا الخ بعض حضرات نے کہا ہے کہ مَا نَقَمُوا سے پہلے ہم مقدر ہے تاکہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہو جائے۔ (روح المعانی)

۳۔ قولہ وَمَا نَقَمُوا الخ میں اَنْ یُؤْمِنُوا کو ترکیب میں بدل اور مستثنیٰ بھی بنایا جاسکتا ہے آئی وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ شَيْئًا إِلَّا اَنْ یُؤْمِنُوا الخ و صیغۃ المضارع "اَنْ یُؤْمِنُوا" بمعنی الماضی بقرینۃ نَقَمُوا ای لِأَنْ آمَنُوا (تفسیری مظہری)



عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ

لئے جلنے کا عذاب ہے • بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝

جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے •

**تشریح** یہاں سے ظالموں کے لیے عام وعید اور مظلوموں کے لیے عام وعدے کا ذکر ہے۔ فرمایا: ”إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝“ جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔ یہ ان ظالموں کی سزا کا بیان ہے جنہوں نے مسلمانوں کو صرف ان کے ایمان کی بناء پر آگ کی خندق میں ڈال کر جلایا تھا کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور عذاب میں ہر طرح کی تکلیف داخل ہے یعنی سانپ بچھو، طوق، زنجیریں، جیم، غساق وغیرہ، اور سب سے بڑھ کر جلنے کا عذاب ہے اس لیے اس کو بطور خاص فرمایا، حریق باب نصرت کا مصدر ہے بمعنی جلانا، اور جب کسی چیز کو جلایا جائے گا تو یقیناً وہ جلے گی اسی لیے حضرت تھانویؒ نے اس کا لازمی ترجمہ کر دیا کہ ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے، اور اضافت بیان یہ ہے۔

ثم لم يتوبوا کی قید کا فائدہ | یعنی یہ عذاب ان لوگوں پر پڑے گا جو اپنے فعل پر تادم ہو کر تائب نہیں ہوئے، اس میں ان لوگوں کو توبہ کی طرف دعوت دی گئی، جنہوں نے یہ حرکت مذمومہ انجام دی تھی، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس جو دو کرم کو دیکھو کہ ان لوگوں نے اللہ کے اولیاء کو زندہ جلا کر ان کا تماشا دیکھا اور حق تعالیٰ اس پر بھی ان کو توبہ اور مغفرت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، واقعی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آ جاتے ہیں کہ۔

میری خو خطا تری خو عطا ☆ نہ وہ مجھ میں کم نہ یہ تجھ میں کم

آگے مومنین کے حق میں ارشاد ہے جن میں مظلوم بھی آگے کہ ”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ“ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (یعنی جنت کے اندر ایسے ایسے باغات و محلات ہیں جن کے نیچے نہریں

اب معارف القرآن میں لکھا ہے کہ دوسرا جملہ پہلے ہی جملہ کی تاکید و بیان ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس دوسرے جملہ یعنی ولیم عذاب الحریق میں ان کی اسی دنیا میں سزا کا ذکر ہو جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ جن مومنین کو انہوں نے آگ کی خندق میں ڈالا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو تو تکلیف سے اس طرح بچالیا کہ آگ کے چھوٹنے سے پہلے ہی ان کی رو میں قبض کر لی گئی آگ میں مردہ جسم پڑے، پھر یہ آگ اتنی بھڑک اٹھی کہ خندق کی حدود سے نکل کر شہر میں پھیل گئی اور ان سب لوگوں کو جو مسلمانوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے اس آگ نے جلادیا صرف بادشاہ یوسف ذوالواس بھاگ نکلا اور آگ سے بچنے کے لیے اپنے کو دریا میں ڈال دیا، اس میں فرق ہو کر مرا۔ (بحوالہ مظہری)

جاری ہوں گی) ”ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝“ یہ بڑی کامیابی ہے (یعنی دنیا کی تکلیفوں سے نہ گھبراؤ بڑی کامیابی مومنین ہی کے لیے ہے، آپ خود فیصلہ کرو کہ ایک طرف تو انسانوں کا وہ گروہ جس کے لیے ہمیشہ جلائے والا عذاب ہے اور دوسری طرف انسانوں کی وہ جماعت جس کے لیے ایسے محلات اور باغ کہ جن میں ہر طرف نہریں دوڑ رہی ہیں، فیصلہ کیجئے کامیاب کون ہوا، اور گھائے میں کون رہا؟)

نکتہ: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَلْحُ كے اندر فائز نہیں لائی گئی جیسے اس سے پہلی آیت فَلَهُمْ عَذَابُ اَلْحُ میں لائی گئی، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اعطائے جنت اور ثواب آخرت محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے عمل پر اس کا ترتیب نہیں ہے۔

**فَتَنُّوْا** (ض) ماضی معروف جمع مذکر غائب، فَتَنَ فَلَانًا، (ض) فَتَنَّا وَفْتَنُوْنَا: تکلیف دینا، (والمرادُ لَهْنًا حرقوهم بالنار والعرب تقول فتّن فلان الدينار اذا دخله الكور لينظر جودته) المؤمنین باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر، المؤمنات، باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث لَمْ يَتُوبُوا نفی جحد بلم در فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب، تاب، (ن) تَوَّابًا وَتَوْبَةً وَمَتَابًا: توبہ کرنا۔ عَذَابُ (سورہ انشقاق میں فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابِ اَلِيْمٍ میں تحقیق گذر چکی) جہنم، جہنم، دوزخ کے ایک طبقہ کا نام، غیر منصرف ہے۔ الْحَرِيقُ حضرت تھانویؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے جلنا، لہذا اس ترجمہ کے اعتبار سے یہ مصدر ہے اور روح المعانی میں بھی اس کی صراحت ہے، حَرَقَ (ن، ض) حَرَقًا، وَحَرِيقًا، جلانا، جھلس دینا۔ (مصباح) ۲ (لازمی معنی ہے جلنا) عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (سورہ انشقاق کے آخر میں دونوں کی تحقیق گذر چکی) تَجَرَّوْا (ض) مضارع معروف واحد مذکر غائب، جَرَّوْا (ض) جَرَّوْنَا وَجَرَّوْنَا: جاری ہونا، تحت، اسم بمعنی نیچے (ظرف مکان) الانہار نہریں، واحد نَهَوْ، نَهَرٌ، (ف) نَهَرًا: زور سے بہنا، الْفَوْزُ مصدر از باب نصر، فَازَ (ن) فَوْزًا وَمَفَازًا وَمَفَازَةً: کامیاب ہونا، (الفوز بمعنی کامیابی حاصل مصدر ہے) الْكِبِيرُ (ک) صفت مشبہ، کَبَرٌ (ک) کَبَرًا: شان میں بڑا ہونا، کَبِيرٌ کی جمع کیاؤ۔

**تَرْكِب** اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوْا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اللّٰہی اسم موصول فَتَنُوْا فعل، ضمیر داؤ فاعل المؤمنین والمؤمنات معطوف ومعطوف علیہ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عطف لَمْ يَتُوبُوا فعل فاعل ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم، فَازًا

۱ دوبارہ گناہ نہ کرنے کے عزم کا نام توبہ ہے، مقولہ ہے التوبۃ ثلث حب الحویۃ، توبہ گناہ کو مٹا دیتی ہے، تاب اللہ علی عبدہ: معاف کرنا، توبہ کی توفیق دینا، فاللہ تواب والعبد تائب، قرآن میں ہے اِنَّہٗ كَانَ تَوَّابًا۔ تائب، بمعنی توبہ کنندہ، تواب بمعنی بہت توبہ کرنے والا (بندہ) (۲) توبہ کی توفیق دینے والا، معاف کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

۲ لغات القرآن میں ہے کہ حریق روزِ نازل فعیل صفت مشبہ ہے بمعنی فاعل (آگ) حَرَقَ النَّارَ (ن) حَرَقًا: جلانا۔

۳ کَبَرٌ (ن) کَبَرًا: عمر میں بڑا ہونا، کَبَرٌ (س) کَبَرًا، عمر رسیدہ ہونا، کَبَرٌ جمع کیاؤ۔



مشابہ برابطہ کیونکہ اسم موصول میں شرط کے معنی کی جھلک ہے، لہم ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، عذاب جہنم مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ لہم ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، عذاب الحریق مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر، (عذاب جہنم کے بعد عذاب الحریق تخصیص بعد التعمیم ہے) مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا (لا محل لہا) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ... إِنَّ حرف مشبہ بالفعل الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اسم موصول صلہ سے مل کر اسم إِنَّ، لہم متعلق ہو کر خبر مقدم جنت تھری من تحتہا الانہار، مبتدا مؤخر (جنت موصوف، تھری الخ جملہ ہو کر صفت الانہار فاعل تھری کا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا، ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ الخ مبتدا (ای ماذکر) الفوز الکبیر مرکب توصیفی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا۔ (لا محل لہا)

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ ۝

آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے • وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا • اور وہی بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے •

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝ فَعَالٌ لِّمَآ يُرِيدُ ۝

عرش کا مالک، عظمت والا ہے • وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے •

**تشریح** إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ سے پہلی آیات میں دو مضمون تھے (۱) کفار کے لیے جہنم ہونا (۲) مومنین کے لیے جنت ہونا، اب یہاں سے اللہ تعالیٰ اس مضمون سابق کے مناسب اپنے بعض افعال و صفات ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ ”إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝“ آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے پس کفار پر سزائے شدید اور ان کے لیے عذاب جہنم اور عذاب حریق ہونا کوئی بعید نہیں۔

سوال: بَطْشَ کے معنی سخت گرفت اور پکڑ کے ہیں تو پھر آیت مذکورہ میں لفظ شدید اس کا وصف کیوں لایا گیا؟

جواب: لفظ شدید لا کر یہ واضح کر دیا کہ اللہ کی پکڑ کئی گنا سخت اور انتہائی دل آزار و جگر خراش ہوگی خود رب ذوالجلال نے فرمایا فِيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابُهُ أَحَدٌ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقُهُ أَحَدٌ (پارہ: ۳۰) (روح بخیر یسر)

”إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ۝“ وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا۔ لہذا مجرم اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ مرنے سے قصہ تمام ہو جائے گا اور ہمارا تو نام و نشان بھی ختم ہو جائے گا، لہذا سزا کس کو ہوگی اور کس کی بات، ”وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝“ یہاں سے وعدہ مومنین کی تقریر و وضاحت ہے۔ اور وہی

بڑا بخشنے والا، بڑی محبت کرنے والا ہے، عرش کا مالک، عظمت والا ہے۔ (پس ایمان والوں کی مغفرت کر دے گا اور ان کو اپنا محبوب بنائے گا)

**نوٹ:** آخری دو لفظ یعنی ذوالعرش اور مجید کا تعلق گو عذاب دینے اور ثواب دینے دونوں سے ہو سکتا ہے لیکن یہاں ذوالعرش اور مجید کے مقابل بطش ہے، جس کا تعلق سزائے کفار سے ہے، تو اب اس قرینہ سے ذوالعرش اور مجید کا تعلق ثوابِ مومنین سے ہوگا۔ آگے ثواب اور عذاب دونوں کے اثبات کے لیے فرمایا۔ ”فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ“ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے اس کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں اس کی یہ شان بادشاہی رات دن ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لہذا اس کے انعام پر مغرور نہ ہونا چاہیے اور نہ انتقام سے بے خوف۔

**تطش** (پکڑ، پکڑنا، داروگیر) مصدر از باب ضرب، تطش (ض) بطشاً: سخت گیری کرنا۔ (تطش بمعنی پکڑ، داروگیر، حاصل مصدر ہے) شَدِيدٌ سخت، مضبوط، باب ضرب سے صفت مشبہ، شَدَّ الشَّيْءُ (ض) شِدَّةً: سخت ہونا، مضبوط ہونا، جمع: أَشَدَّاءُ وَشِدَادٌ۔ يُبْدِي وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے، باب افعال (ابداء) سے فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب، أَبَدَّ الشَّيْءُ: پیدا کرنا، بَدَّ (ف) بَدَّءًا: پیدا کرنا۔ يُعِيدُ باب افعال (اعادة) سے فعل مضارع واحد مذکر غائب، أَعَادَ: لوٹانا، دوبارہ کرنا، عَادَ إِلَيْهِ (ن) عَوْدًا: لوٹنا (مادہ عَوْدٌ ہے) الْغَفُورُ صیغہ مبالغہ از باب ضرب، بڑا بخشنے والا۔ غَفَرَ (ض) غَفَرًا وَغُفْرَانًا وَمَغْفِرَةً: معاف کرنا۔ الْوَدُودُ صیغہ مبالغہ از باب سمع، بڑی محبت کرنے والا، وَدَّ (س) وَدًّا وَمَوَدَّةً: محبت کرنا۔ ذُو والا، صاحب، اسماء ستہ مکثرہ میں سے ہے، ہمیشہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ العرش (سورۃ التکویر میں اس کی تحقیق گذر چکی) الْمَجِيدُ عظمت والا، صفت مشبہ، از باب کرم، مَجَّدَ (ک) مَجَادَةً، باعظمت ہونا، ہو مجید جمع: أَمْجَادٌ۔ فَعَالٌ صیغہ مبالغہ، خود مختاری سے کام کرنے والا، از باب فَعَلَ الشَّيْءُ (ف) فَعْلًا وَفَعَالًا: کرنا، بنانا، کام کرنا۔ يُرِيدُ باب افعال سے مضارع واحد مذکر غائب، أَرَادَ الشَّيْءُ ارَادَةً: چاہنا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔

**ترکیب** اِنَّ بِطَشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ اِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بِطَشَ رَبِّكَ مرکب اضافی ہو کر اسم لام مزحلہ برائے تاکید شدید خبر، پھر جملہ مستانفہ اِنَّهُ هُوَ اِنْ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم ہو، مبتدا یُبْدِي فعل بافاعل (مفعول بہ محذوف ہے اِنّی الخلق) جملہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ یُعِيدُ فعل بافاعل جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ

۱۔ ذُو اور صاحب میں فرق یہ ہے کہ ذُو تالیف کی طرف مضاف ہوتا ہے اور صاحب مکتوب کی طرف جیسے ابو ہریرہ صاحب النبی بولتے ہیں۔

۲۔ مَجَّدَ (ن) مَجْدًا: بلند کر دیا ہونا، باعزت و باعظمت ہونا، شریف ہونا، ہو ماجد، مَجَّدَ فَلَانًا: کسی سے عزت و شرافت میں بڑھ جانا۔

۳۔ رَادَّ الدَّابَّةُ (ن) رَوْدًا: مویشیوں کا چراگاہ میں گھومنا۔



بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف ہو مبتدا الغفور خبر اول الوجود خبر ثانی ذوالعرش مرکب اضافی ہو کر خبر ثالث المجید خبر رابع فقال لما یرید خبر خامس، یا مبتدا مخدوف ہو کی خبر (لام جارہ ما یرید اسم موصول مع صلہ کے مجرور، جار مجرور متعلق فقال صیغہ اسم مبالغہ کے) مبتدا اپنی اخبار خمسہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں اِنَّہ ہو بیدی الخ کو جملہ تعلیلیہ لکھا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں، لہذا یہ جملہ ماقبل میں بیان کردہ دونوں مضمونوں کی تعلیل ہو جائے گا)

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ۝۱۸ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹

کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے • یعنی فرعون اور ثمود کا • بلکہ یہ کافر تکذیب میں ہیں •

وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُحِيْطٌ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲

اور اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے • بلکہ وہ ایک با عظمت مقرر ہے • جو لوح محفوظ میں ہے •

**تشریح** یہاں سے مومنین کے لیے مزید تسلی اور کفار پر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے لیے بعض خاص مضمونین کا حال دریافت فرماتے ہیں تفسیر ملاحظہ ہو: ”هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ۝۱۸“ کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون اور ثمود کا۔ فرعون اور قوم ثمود کی طوطی بولتی تھی یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ زمین پر ہمارے مقابل کون آسکتا ہے، ایسا طنطنہ اور دبدبہ تھا اور دعویٰ تھا کہ ہم چنیں دیگرے نیست، مگر انجام کیا ہوا سنو! فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبوا گیا، اور قوم ثمود کے چند افراد کو بچا لیا گیا اور باقی قوم کو موت کی نیند سلا دیا گیا، لہذا ان لشکروں کے عبرت ناک انجام سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قدرت رکھتے ہیں اور کس طرح سے کفار اور دشمنان اسلام کو کفر کردار تک پہنچاتے ہیں، اس سے مومنین کو تسلی حاصل کرنی چاہیے کہ ان کو ستانے والے بھی بخشتے نہیں جائیں گے، اور کفار کو ڈرنا چاہیے مگر کفار عذاب سے بالکل نہیں ڈرتے۔ ”بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹“ بلکہ یہ کافر تکذیب میں ہیں یعنی قرآن کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں، لہذا وہ کان کھول کر سن لیں کہ بالآخر وہ لوگ اس کی سزا ضرور بھگتیں گے کیوں کہ ”وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُحِيْطٌ“ اور اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے لہذا یہ لوگ اس کے قبضہ قدرت اور عقوبت سے بچ نہیں سکتے، ”بَلْ هُوَ“

۱۔ قولہ فقال لما یرید علامہ زنجشیری نے فقال لما یرید کو مبتدا مخدوف ہو کی خبر مانتا ہے تاکہ بطش بالاعداء اور غفر اور وڈ بالا ولیاء کی وضاحت ہو جائے۔ (روح المعانی) اور الودود، ذوالعرش، المجید کے متعلق یہ بھی جائز ہے کہ یہ تینوں الصفات ہوں۔

**نکتہ:** ایک مبتدا کی متعدد خبریں ہو سکتی ہیں، لہذا اگر تعدد صرف لفظاً ہو جیسے الثَّوْمَانُ خَلُوْا حَامِصٌ (انار کھنا میٹھا ہے) ای مژ، فہما بمنزلۃ اسم واحد تو اس وقت دو خبروں کے درمیان میں حرف عطف لانا درست نہیں، اور اگر تعدد لفظاً اور معنایاً دونوں طرح ہو جیسے زید کاتب شاعر تو اس صورت میں حرف عطف لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہے۔

قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ﴿۱﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿۲﴾ ”بلکہ وہ ایک با عظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔ لہذا ان لوگوں کے جھٹلانے سے کوئی ضرر اور فرق نہیں آئے گا اور نہ ہی قرآن ایسی چیز ہے کہ جو جھٹلانے کے قابل ہو بلکہ وہ ایک با عظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، جس میں تغیر و تبدل کا احتمال اور امکان نہیں، اور قرآن شریف لوح محفوظ سے نہایت حفاظت کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے لہذا ایسی حالت میں تکذیب قرآن بلاشبہ جہالت ہے۔“

**لغات** آلی اور حَدِيثُ (دونوں کی تحقیق سورۃ النازعات میں گذر چکی) الْجَنُودِ واحد الْجُنْدُ، فوج، لشکر۔ فِرْعَوْنَ (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی) ثمود حضرت صالح کی قوم کا نام، لفظ ثمود کو بعض عجمی بتلاتے ہیں، اور چونکہ یہ قبیلہ کے معنی میں ہے اس لئے مؤنث بھی ہے تو اب یہ غیر منصرف ہوگا گویا اس میں علیست بھی ہے اور تانیث بھی ہے۔ كَفَرُوا (ن) ماضی جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ انشقاق میں گذر چکی) تَكْذِيبُ باب تفعیل کا مصدر (مزید تحقیق سورۃ انشقاق میں بل الذین کفروا یکذبون کے تحت گذر چکی) وراء آگے، پیچھے، سوائے، اسم برائے ظرف، اضداد میں سے ہے۔ مُحِيطٌ گھیرنے والا، (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، أَحَاطَ إِحَاطَةً: گھیرنا، حَاطَ (ن) حَوْطًا: گھیرنا۔ قُرْآنٌ (سورۃ انشقاق کے آخر میں اس کی تحقیق گذر چکی) مَجِيدٌ با عظمت (چند آیات قبل ذوالعرش المجید کے تحت تحقیق گذر چکی) لَوْحٌ تختی، جمع ألواح۔ مَحْفُوظٌ (س) اسم مفعول واحد مذکر، حَفِظَ الشَّيْءَ (س) حَفِظًا: حفاظت کرنا۔

**ترکیب** هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ: ۰۰: هَلْ حرف استفہام برائے تقریر (یا استفہام برائے تعجب، ویجوز ان یکون بمعنی قد) أَتَاكَ فعل مع مفعول بہ، حدیث مضاف الجنود مبدل منہ فرعون و ثمود بدل (ای جنود فرعون) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ مستانفہ، (استیناف فیہ تقریر لکونہ تعالیٰ فقالا لهما یریدو تسلیۃ لہ ﷺ بالاشعار بانہ سَیُصِيبُ کَفَرَةً قَوْمِهِ مَا أَصَابَ الْجَنُودَ، روح المعانی ۴)

هَلِ الدِّینَ کَفَرُوا فِی تَکْذِیْبِ... ہل حرف اضراب انتقالی اور ہل سے پہلے بیان القرآن کی تفسیر کے اعتبار سے یہ عبارت محذوف مانی جاسکتی ہے ای لا یخاف الکفار العذاب بل الخ الذین کفروا اسم موصول صلہ سے مل کر ۱۔ اگر ثمود عربی لفظ ہو تو یہ نغذ سے مشتق ہوگا، شند ہارش کے اس تھوڑے پانی کو کہتے ہیں جو گڑھے میں جمع ہو جائے، اور سردی میں باقی رہے اور گرمی میں سوکھ جائے چونکہ اس قوم میں پانی کی کمی تھی اس لئے وہ ثمود کے نام سے موسوم ہوئی۔ (لغات القرآن)

۲۔ قرآن چونکہ تمام مکارم دنیویہ و اخرویہ کو عادی ہے، نیز تعبیر اور بیان میں یگانہ ہے، اچھوتے اسلوب کا حامل ہے، اس لئے وہ مجید ہے ۳۔ لوح محفوظ جس کو ام الکتاب بھی کہا گیا ہے، کیا ہے اور کیسی ہے؟ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پس مراد اللہ تعالیٰ کی علمی کتاب ہے جس میں ہر چیز موجود ہے اور یہ کتاب بقول بغوی، شیطین کی دسترس اور ہر تغیر سے محفوظ ہے۔ لوح محفوظ میں جو باتیں لکھی ہوئی ہیں وہ آکھ سے نظر نہیں آسکتیں۔

۴۔ قولہ فرعون و ثمود الخ الجنود مبدل منہ جمع ہے اور فرعون واحد، تو مطابقت نہ رہی، لہذا ایک جواب یہ ہے کہ مضاف محذوف ہوئی جنود فرعون اور ایک احوال یہ ہے کہ مضاف محذوف نہ ہو بلکہ فرعون سے مراد قوم فرعون ہو اور اس کے متبوع ہونے کی وجہ سے اسکے ذکر پر اکتفا کر لیا گیا ہو، اور ایک احوال یہ ہے کہ بدل فرعون و ثمود کا مجموعہ ہے نہ کہ معطوف و معطوف علیہ میں سے ہر ایک، مگر یہ خلاف ظاہر ہے یا پھر اغنیٰ فعل محذوف ہے جس کی وجہ سے فرعون و ثمود منصوب ہے، روح المعانی



مبتدا، فی تکذیب، ثابتون شبه فعل کے متعلق، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واللہ من ورائہم محیط... واو عاطفہ اللہ مبتدا من ورائہم من حرف جار ورائہم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار مع مجرور متعلق مقدم محیط کے اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف لہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ (بعض کتابوں میں اس طرح ہے ہل حرف اضراب ای اضراب انتقالی عن مماثلتہم ای لیسوا مثلہم بل الذین کفروا من قومک اشد منہم) ہل ہو قرآن مجید فی لوج محفوظ... ہل حرف اضراب (ای انتقال عن الاخبار بشدة تکذیبہم وعدم ارجوائہم الی وصف القرآن للإشارة الی آتہ لاریب فیہ ولا یضرة تکذیبہ ہولا بل ہو قرآن الخ) ہو مبتدا قرآن موصوف مجید صفت اول فی جارہ لوح محفوظ (ای محفوظ من وصول الشیاطین الیہ) مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ بل سے پہلے لا یضرة تکذیب ہولا مقدر مانا جائے۔ (روح)

**الحکمہ** فرعون و ثمود عزیزم آپ اجراء کرتے وقت یہ تو ضرور کہیں گے کہ یہ دونوں لفظ غیر منصرف ہیں اور غیر منصرف پر تئوین نہیں آتی، لہذا ان دونوں پر تئوین نہیں آئی، مگر یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ غیر منصرف پر جس تئوین کا آنا منع ہے وہ تئوین ممکن ہے، لہذا دیگر تئوین غیر منصرف پر آسکتی ہے، دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص ۱۸۰، نکتہ نمبر: ۱۲۸ اور تئوین کی پانچ قسمیں ملاحظہ ہوں مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۵۷ پر۔

## سورۃ الطارق مکیہ

و السَّمَاءِ وَ الطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النُّجُومُ الثَّاقِبُ ۝

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے • اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے • وہ روشن ستارہ ہے •

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّنَا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ

کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو • تو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے • وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا

دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝

گیا ہے • جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے • وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے •

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝

جس روز سب کی قلبی کھل جاوے گی • پھر اس انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا •

۱۔ قولہ واللہ من ورائہم الخ یہ جملہ، جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے اور فی تکذیب کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔

**ترجمہ** سورت سابقہ میں مومنین کے لیے تسلی کے ساتھ ساتھ کفار کے لیے عذابِ خداوندی کی وعید کا ذکر تھا۔ اور وعید و عذاب کو نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اعمال اور برے کرتوت محفوظ ہوں اور قیامت بھی واقع ہو جہاں ان برے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی لہذا اس سورت میں اعمال کا محفوظ رہنا اور بعث بعد الموت یعنی قیامت کا امکان وقوع اور بعث کی دلیل یعنی قرآن کا حق ہونا مذکور ہے اور سورت سابقہ کے اخیر میں بھی قرآن کا حق ہونا مذکور تھا یعنی بل ہو قرآن مجید الخ۔

**تشریح** **وشان نزول:** ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور چمکدار ستارہ کی قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر انسان پر ایک حافظ یعنی ایک نگران مقرر ہے جو اس کے اچھے برے تمام اعمال کو جانتا اور لکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اعمال پر محاسبہ ہونے والا ہے۔

**شان نزول:** تفسیر مظہری میں ہے کہ حضور ﷺ کے چچا ابوطالب آپ ﷺ کے پاس آئے آپ نے روٹی اور دودھ سے ان کی تواضع کی آپ دونوں کھانا کھا رہے تھے کہ آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا جس کی چمک سے وہاں کی ہر چیز روشن ہو گئی ابوطالب نے گھبرا کر کہا یہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ تارا ہے جو کسی شیطان کے مارا گیا تھا اور یہ قدرت خداوندی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، ابوطالب کو یہ سن کر تعجب ہوا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، اشارہ اس طرف ہے کہ ان نشانیوں اور دلائل سے کام لے کر صحیح راستہ یعنی دین اسلام کی طرف آنا چاہیے کیوں کہ ہر عمل پر محاسبہ ہونے والا ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝۱“ قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے۔ طاری کے معنی رات کو آنے والے کے ہیں، ستارے چوں کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو نمودار ہوتے ہیں اس لیے ستارہ کو طاری فرمایا اور خود قرآن نے اس کی تفسیر کر دی کہ ”وَمَا أَذْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ۝۱ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۲“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے، وہ روشن ستارہ ہے۔ نجم کے معنی ستارہ اور ثاقب کے معنی روشن اور چمکدار کے ہیں، اور قرآن نے کوئی ستارہ متعین نہیں کیا اس لیے ہر ستارہ اس کا مصداق ہو سکتا ہے جب کہ بعض حضرات مفسرین نے نجم سے خاص ستارہ ثریا یا زحل مراد لیا ہے۔ آگے جواب قسم ہے ”إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۳“ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو ”إِنْ نَافِيَهُ“ اور لَمَّا کے معنی ”الَّا“ ہے جو قبیلہ ہذیل کی لغت میں استثناء کے معنی دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر کوئی حافظ نہ ہو یعنی ہر شخص پر نگران فرشتہ مقرر ہے جو کاتبِ اعمال ہے لہذا ان اعمال پر محاسبہ بھی ہوگا۔

**نکتہ:** اس آیت میں لفظ حافظ اگرچہ مفرد ہے مگر مراد جنس ہے اور جنس کا اطلاق قلیل و کثیر دونوں پر ہوتا ہے لہذا سورۃ الانفطار کی آیت ”وَإِنْ عَلَيْكُمْ لِحَافِظِينَ مِنْ حَافِظِينَ صِيغَةُ جَمْعٍ“ سے اس کا کوئی تعارض نہیں رہا۔

**قسم و جواب قسم میں مناسبت** | اس قسم کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ جیسے آسمان پر ستارے ہر وقت موجود و محفوظ ہیں مگر ظہور ان کا خاص طور سے شب میں ہوتا ہے اسی طرح اعمال نامہ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں مگر ظہور



ان کا خاص قیامت میں ہوگا اور ان پر محاسبہ ہوگا لہذا انسان کو فکر آخرت کرنی چاہیے۔ ”فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۖ“ اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا تو محال ہے۔ تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا، بے جان قطرۂ منی سے، تو جس خدا نے انسان کو اول مرتبہ نطفہ سے پیدا کر دکھایا تو وہ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے آگے خود جواب دیتے ہیں کہ ”خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۖ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۖ“ وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے، صلب اور ترائب یعنی پشت اور سینہ چوں کہ بدن کی دو طرفیں ہیں اس لیے کنایہ پورے بدن سے ہو سکتا ہے اور چوں کہ الفاظ قرآن میں مرد یا عورت کی کوئی تخصیص نہیں اس لیے آیت کا یہ مطلب بے تکلف ہو سکتا ہے کہ نطفہ مرد و عورت دونوں کے سارے بدن سے نکلتا ہے اور سارے بدن کی تعبیر آگے پیچھے کے دو اہم اعضا سے کر دی گئی یعنی سامنے کے حصہ میں سینہ اور پیچھے کے حصہ میں پشت سب سے اہم اعضا ہیں۔ عام طور سے مفسرین نے من بین الصلب والترائب کا یہ مفہوم لیا کہ نطفہ مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے نکلتا ہے۔

ماء دافق کی مراد آیت کے اندر پانی سے مراد منی ہے خواہ صرف مرد کی یا مرد و عورت دونوں کی، اور دافق سے مراد ہے اچھلنے والا، اور عورت کی منی میں اندفاق یعنی اچھلنا مرد کی منی کے برابر نہ سہی لیکن کچھ اندفاق ضرور ہوتا ہے، اور رہا یہ سوال کہ جب مرد و عورت دونوں کی منی مراد ہو تو لفظ ماء کو مفرد کیوں لایا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ دونوں ماڈے مل کر شے واحد کے مثل ہو جاتے ہیں۔

”إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۖ“ وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔ اِنَّہ کی ضمیر منصوب متصل کا مرجع خالق ہے اور خالق اگرچہ لفظاً مذکور نہیں مگر خَلَقَ مِنْ مَّاءٍ سے اس کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے اور رَجْع کے معنی لوٹا دینے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے کے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب خالق کائنات نے انسان کو پانی کی ایک بوند یعنی نطفہ بے جان سے پیدا کر دکھایا جب کہ نطفہ سے انسان بننا زیادہ عجیب ہے، بہ نسبت انسان کو دوبارہ بنانے کے تو وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے کما قال تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ اور انسان دوبارہ کب پیدا ہوگا سنئے: ”يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۖ“ جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی۔ تبلی کے لفظی معنی امتحان لینے اور آزمانے کے ہیں، سرانہ، سریرۃ کی جمع ہے بمعنی بھید، پوشیدہ باتیں، لفظی ترجمہ ہوگا ”جس دن بھیدوں کا امتحان لیا جائے گا اور امتحان میں چوں کہ آدمی کی قلعی کھل جاتی ہے یعنی اس کی اچھائی، برائی اور حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے

۱۔ اعضاء انسانی کے ماہر اطباء کی بھی یہی تحقیق ہے کہ نطفہ حقیقت انسان کے ہر ہر عضو سے نکلتا ہے اور بچہ کا ہر عضو اس جزو نطفہ سے بنتا ہے جو مرد و عورت کے اسی عضو سے نکلتا ہے البتہ دماغ کو اس معاملہ میں سب سے زیادہ دخل ہے اس لیے مشاہدہ ہوتا ہے کہ دماغ کی کثرت کرنے والے اکثر ضعف دماغ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس لیے ترجمہ کیا گیا کہ جب سب کی قلعی کھل جائے گی اور سب کی قلعی یعنی جمع کا ترجمہ اس لیے کیا کہ لفظ سرائر جمع ہے۔ یعنی سب پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی خواہ وہ عقائد باطلہ ہوں یا نیاں فاسدہ یا کچھ اور، ”فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ“ پھر انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا یعنی جب سب کے راز فاش ہوں گے اور سب کا امتحان لیا جائے گا تو اس وقت انسان کو نہ تو خود عذاب کو دفع کرنے کی قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا جو عذاب کو دفع کر دے۔

**لغات** السَّمَاءُ: آسمان، جمع: السَّمَوَاتُ۔ الطَّارِقُ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ، (ن) اسم فاعل واحد مذکر، طَرَقَ النُّجُومَ (ن) طُرُوقًا: رات کو ستارہ کا نمودار ہونا۔ النُّجُومُ کوئی ستارہ، جمع: النُّجُومُ، الثَّقَابُ جَمْعُ حِمَكْنِے والا (ن) اسم فاعل واحد مذکر، ثَقَبَ الْكَوْكَبَ (ن) ثَقُوتًا وَثَقَابَةً: ستارے وغیرہ کا چمکنا۔ نَفْسُ (شخص) جمع: نَفُوسُ (مزید تحقیق سورہ انفطار کے اندر یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا کے تحت) لَهَا بمعنی اِلا ہے، جو قبیلہ ہذیل کی لغت میں استثناء کے لئے آتا ہے۔ حَافِظٌ یاد رکھنے والا، (س) اسم فاعل واحد مذکر، حَفِظَ فِي الْبَالِ (س) حِفْظًا: یاد رکھنا۔ فَلْيَنْظُرْ (ن) امر واحد مذکر غائب، نَظَرَ إِلَيْهِ (ن) نَظَرًا: دیکھنا۔ الْإِنْسَانُ آدمی، جمع: إِنَاسٌ (مزید تحقیق در رکوع ۵) مَاءٌ پانی، جمع مِيَاءٌ۔ دَافِقٌ اچھلنے والا اسم فاعل واحد مذکر (بمعنی مدفوق ہے، ورنہ دَفِقٌ کے معنی اچھالنے کے ہیں یا پھر فاعل کا یہ صیغہ نسبت کے لئے ہے جیسے لَابِنٌ (ای ذی دَفِقِ) اور یہ اسم فاعل و اسم مفعول دونوں پر صادق ہے) دَفَقَ الْمَاءُ وَنَحْوَهُ (ن) دَفَقًا: پانی گرانا، زور سے ڈالنا۔ (مزید وضاحت ”دراختیاری مطالعہ“) يَخْرُجُ (ن) مضارع معروف واحد مذکر غائب، خَرَجَ (ن) خُرُوجًا: نکلنا۔ بَيْنَ درمیان، ظرف مکان۔ الصُّلْبُ پشت جمع أَصْلَابٌ۔ الثَّرَائِبُ تَرِيْبَةٌ کی جمع ہے، سینہ کی ہڈیاں، یا سینہ کا وہ حصہ جہاں ہار پڑا رہتا ہے، (ترائب کو جمع اور صلب کو واحد لانا شاید اس نکتہ سے ہو کہ ترائب سے دو چیزوں کا تعلق ہے یعنی قلب اور کبد کا اور مافوق الواحد پر جمع کا اطلاق آجاتا ہے، اور صلب سے صرف ایک چیز کا تعلق ہے یعنی دماغ کا۔ رَجَعَ مصدر از باب ضرب، لوٹانا، (دوسرا معنی بارش، جیسا کہ والسماء ذات الرجوع میں آ رہا ہے) رَجَعَ الشَّيْءُ (ض) رَجْعًا وَرُجُوعًا: لوٹانا، رَجَعَ الشَّيْءُ،

۲ ثاقب کے اصل معنی خارق کے ہیں پھر یہ روشن کے معنی میں ہو گیا یا اس تصور کہ روشنی اندھیرے کو پھاڑ دیتی ہے۔ (بیان القرآن)

۳      نظریہ: غور و فکر کرنا، فلینظر کی راہ کو بتا دیا ساکن اذ اخر کی خبر گہ بالکس کمرہ دیا گیا ہے۔

۴۱۔ راغب نے لکھا ہے کہ حلب کے معنی صلابت اور شدت کے ہیں، اور پشت کو حلب شدت ہی کی وجہ سے کہتے ہیں۔

۵۔ اعراب القرآن میں ہے کہ ترائب، تربیۃ کی جمع ہے، ومعنی بہا التریبۃ وما حولہا وما احاط بہا والمراد بالصلب الاصلاب فاكتفى بالواحد عن الجماعة كما قال تعالى اولم ير الذين كفروا ان السنن والارض كانتا رتقا فغولم بغل الارضين۔



لوئنا (لازم و متعدی) قَایِدُ (ض) اسم فاعل واحد مذکر، قَدَرَ علیہ (ض) قُدْرَةُ: قادر ہونا۔ تُبِلُ (ن) مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، بِلَاةُ (ن) بِلَاءٌ و تَلَوَا: آزمانا۔ السرائِرُ واحد سَرِیرَۃٌ بمعنی بھید۔ قُوَّةٌ بمعنی طاقت، قَوِی (س) قُوَّةً: طاقتور ہونا۔ نَاصِر (ن) اسم فاعل واحد مذکر، نَصَرَ (ن) نَصْرًا و نُصْرَةً: مدد کرنا۔

**ترکیب** وَالسَّيِّئَاتِ وَالطَّارِقِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ النُّجْمُ الثَّاقِبُ... واو جارہ قسمیہ السہاء و الطارق معطوف و معطوف علیہ ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل محذوف اُفِیْم کے متعلق، اُفِیْم فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم (جواب قسم ان کل نفس الخ ہے) واو اعتراضیہ ما اسم استفہام مبتدا اُذْی فعل ضمیر ہو فاعل کاف مفعول بہ اول، ما اسم استفہام مبتدا الطارق شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ثانی (بعض محققین نے ما کو خبر اور الطارق کو مبتدا قرار دیا ہے) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ ہو کر مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ (لا محل لہا) (یہ جملہ معترضہ مضمون قسم کی تاکید کے لئے ہے) النجم الثاقب مرکب توصیفی ہو کر مبتدا محذوف ہو کی خبر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا، (استیناف و وقع جوابا عن استفہام نشأ عما قبل کائنہ قیل ما هو فقیل هو النجم الخ) اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ... اِنْ نافیہ کل نفس مرکب اضافی ہو کر مبتدا لَمَّا بمعنی الاداءہ حصر، علیہا، ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم حافظ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر کل نفس مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم (لا محل لہا)۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ... فا فصیحہ ای ان استصعب الانسان البعث فلينظر مِمَّ لينظر فعل امر، الانسان فاعل مِمَّ (ای من ای شی) جار مجرور متعلق مقدم خُلِق کے، خُلِق فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر بمنزلہ مفعول بہ برائے لينظر، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط مقدر کی جزا خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ... خُلِقَ فعل مجہول مِنْ حرف جار ماء موصوف، دافق شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر صفت اول، يَخْرُجُ فعل ضمیر ہو فاعل مِنْ حرف جار بین مضاف، الصلب و الترائب ۱۔ قَدَرَ الشَّيْءَ قَدْرًا: اندازہ لگانا، حیثیت دینا، قَدَرَ فَلَانًا: قدر کرنا، قرآن میں ہے وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ، قَدَرَ الرِّزْقَ عَلَیْهِ، کسی کے رزق میں ٹکلی کرنا، کی کرنا، قرآن میں ہے وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُمُ فَقَدَرَ عَلَیْہِمْ رِزْقُہٗ۔

۲۔ جمع میں یاء کو ہمزہ کر لیا گیا حالانکہ واحد میں ہمزہ نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع میں یاء سے پہلے الف ہے، اب دوسرا کن جمع ہونے کی بناء پر یاء کو ہمزہ سے بدل کر اس کو کسرہ دیدیا، اور اگر یاء اصلی ہو تو جمع میں اس کو ہمزہ سے نہیں بدلا جائے گا جیسے معیشۃ کی جمع مقایش قرآن میں ہے وَوَجَعَلْنَا لِكُلِّمِ فِیْہَا مَقَیْشَ۔

۳۔ قولہ لَمَّا عَلَیْہَا حافظ اس کو لَمَّا (بالتحفیف) بھی پڑھا گیا ہے، اس وقت ان مخففہ ہوگا اور اس کا اسم محذوف مانا جائے گا اور لَمَّا کا مازائد ہوگا اور لام ان نافیہ وان مخففہ میں فرق کرنے کے لئے ہوگا، علیہا حافظ، علیہا متعلق مقدم بھی ہو سکتا ہے حافظ کا، نیز علیہا کو ثبت فعل محذوف کے متعلق بھی کیا جاسکتا ہے اور حافظ اس کا فاعل، اور پھر جملہ فعلیہ خبر (جلالین) بعض نے جواب قسم انفعلی رجحبالخ کو کہا ہے۔

۴۔ اس فاء کو دوسرے اعراب القرآن میں استہانہ لکھا ہے، بلور روح المعانی میں تفریح ہے۔

معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل مذکور کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو اخلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ مستانفہ بیانہ ہوا (گویا یہ جملہ جواب استفہام ہے استیناف وقع جواباً عن استفہام مقدر کانه قيل مع خلق فقیل خلق من ماء الخ۔ روح المعانی)

اِنَّهُ عَلٰی رَجْعِهِ لَقَادِرٌ یَّوْمَ تَبٰی السَّرَیْرُ فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ..... اِنْ حرف مشبہ بالفعل ضمیر اس کا اسم، علی رجعہ متعلق مقدم قادی کے، لام مزحلہ قادر صیغہ اسم فاعل ضمیر ہو مستتر فاعل پھر یہ شبہ فعل خبر ہے حرف مشبہ بالفعل کی، یوم تبلی (یہ ظرف ہے رجع مصدر کا) یوم مضاف تبلی فعل مضارع مجہول السرائر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ، فاء عاطفہ برائے تفریع اسم مانافیہ لہ (ای للانسان) ثابتہ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، من زائدہ، قوۃ معطوف علیہ واو حرف عطف لا زائدہ برائے تاکید نفی، ناصر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا (لفظاً مجرور محلاً مرفوع) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ (تبلی السرائر) اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہو ارجعہ میں رجع مصدر کا یا یرجع فعل محذوف کا، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

### اختیاری مطالعہ

دافق کے معنی ہے اچھلنے والا، کودنے والا، اسم فاعل واحد مذکر از باب نصر مگر دَفَقٌ دَفَقًا کا معنی ہے ”اچھالنا“ لہذا دافق کا اصلی ترجمہ ہوگا اچھالنے والا، اب یا تو یوں کہئے کہ یہاں اسم فاعل بمعنی اسم مفعول ہے، اب ترجمہ ہوگا، اچھالا ہوا، اور اچھالنے کے لیے اچھلنا لازم ہے اس لیے اچھلنے اور کودنے سے ترجمہ کر دیا گیا، یا یوں کہئے کہ دافق، لابن و تامر کی طرح نسبت کے لیے ہے ای ذی دفی یا ذی اندفاق اچھال والا، یا پھر یوں کہئے کہ یہ اسم فاعل اپنے ہی معنی میں ہے اور قطرۃ منی کی طرف اس کی نسبت مجازاً ہے، دراصل اچھالنے والا اور منی کو کودانے والا صاحب منی ہوتا ہے، (کلمہ من الروح جغیر لیسر)

**اجراء** فمالہ من قوۃ ولا ناصر طلبہ عزیز! اجراء کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ قوتہ کر مونث میں سے مونث ہے، کیونکہ اس میں گول تاء علامت تانیث موجود ہے، (مونث لفظی) مگر میرے عزیزو! آنکھ بند کر کے ہر تاء والے لفظ کو مونث نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ کبھی تاء برائے مبالغہ بھی ہوتی ہے، جیسے راویۃ، نابغہ اور کبھی تاء یا اضافت کے بدلہ میں ہوتی ہے جیسے اُبی سے اُبت تاء

۱۔ قولہ فمالہ من قوۃ الخ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فاء شرط مقدر کے جواب میں ہے ای اذا بعث یوم القیامۃ فمالہ الخ۔

۲۔ اگر حسب ترکیب مذکورہ یوم تبلی کو رجع کا ظرف بنایا جائے تو اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں مصدر (یعنی رجع) اور اس کے معمول (یوم تبلی) کے درمیان اجنبی کا فصل ہے یعنی لقادر کا، تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یوم تبلی ظرف ہے، اور ظرف میں وسعت ہونے کی وجہ سے یہ جائز ہے اور عصام الدین نے فرمایا کہ یہ فصل ایسا ہے جیسا کہ فصل ہوئی نہیں کیونکہ اس کو رعایت فواصل کی بناء پر مؤخر کیا گیا ہے لہذا وہ تقدیم ہی کے درجے میں ہے (روح المعانی) ایک جواب یہ ہے کہ لقادر اجنبی ہے ہی نہیں کیوں کہ یہ یا تو علی رجعہ کا عامل مؤخر ہے یا علی رجعہ سے پہلے عامل مقدر کی تفسیر ہے، عبارت یہ ہے اِنَّهُ لِقَادِرٌ عَلٰی رَجْعِهِ لِقَادِرٌ، لقادر کو حذف کر کے بعد میں اس کی تفسیر لقادر کے ذریعہ لائی گئی ہے۔ (بیان القرآن)



تقریباً گیارہ چیزوں کے لئے آتی ہے دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۳۲۶۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝

قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے • اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے • کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے • اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے • یہ لوگ

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَ أَكِيدُ كَيْدًا ۝ فَمَهْلُ الْكُفْرَيْنِ أَمَهُلُهُمْ رُويْدًا ۝

طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں • اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں • تو آپ ان کافروں کو یوں ہی رہنے دیجئے انکو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے •

**تشریح** ماقبل میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اب کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ وقوع قیامت کی خبر قرآن میں ہے اور قرآن تو خود اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ وہ کلام الہی ہے بھی یا نہیں، لہذا یہاں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی قسم کھا کر فرمایا کہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام ہے یعنی وہ حق و باطل میں فیصلہ کرتا ہے اور وہ جو کچھ بیان کرتا ہے وہ بالکل سچ ہوتا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝“ قسم ہے آسمان کی جو بارش لانے والا ہے رَجْع بمعنی بارش، اور دراصل یہ باب ضرب کا مصدر ہے، بمعنی لوٹنا، اور بارش کا نام رَجْع کیوں پڑا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بارش کو اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً لوٹاتا رہتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بارش سے وہ بارش مراد ہے کہ جو پے درپے ہو کہ ایک مرتبہ بارش ہو کر ختم ہو جائے اور پھر لوٹے۔ ”وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝“ اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے یعنی قسم ہے زمین کی جو بیچ نکلتے وقت پھٹ جاتی ہے آگے جواب قسم ہے کہ ”إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝“ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ یعنی حق و باطل اور کھرے کھوٹے میں فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے۔ الغرض ان آیات سے قرآن کا کلام حق من جانب اللہ ہونا ثابت ہو گیا مگر باوجود اس کے ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ ”إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَ أَكِيدُ كَيْدًا ۝“ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں یعنی حق کی نفی کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی ان کی ناکامی اور سزا کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں اور ظاہر ہے کہ میری تدبیر غالب آئے گی۔ ”فَمَهْلُ الْكُفْرَيْنِ أَمَهُلُهُمْ رُويْدًا ۝“ تو آپ ان کافروں کو یوں ہی رہنے دیجئے ان کو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے یعنی مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے میرا تدبیر کرنا سن لیا تو اگر آپ ان کا سوء انجام دیکھنا چاہیں تو ان پر عذاب کی جلدی نہ کیجئے بلکہ ان کو یوں ہی رہنے دیجئے اور زیادہ دن نہیں بلکہ تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے اس کے بعد میں ان پر عذاب نازل کروں گا خواہ قبل الموت یا بعد الموت۔

اہم ازالہ شبہ | تفسیر مظہری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کرنے سے مراد ان کو ڈھیل دینا ہے اس طریقہ سے کہ وہ جانتے نہیں، اوالمعنی اجزیہم فی الآخرة جزاء کیدہم۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | قسم اور جواب قسم میں مناسبت یہ ہے کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہوتی ہے اس کو مال مال کرتا ہے جیسے بارش آسمان سے اترتی ہے اور عمدہ زمین کو فیضیاب کرتی ہے۔

**الزَّجَعُ** مصدر از باب ضرب، لوٹنا، یہاں مراد بارش ہے۔ الصَّدْعُ ای التشقق مصدر از باب فتح، یہاں مراد زمین سے کھیتی کا پھوٹ کر نکلنا ہے، صَدَعَ النِّبَاتُ الارضَ (ف) صَدْعًا: پودے کا زمین پھاڑ کر نکلنا، یا مصدر بمعنی اسم مفعول ہے از صَدَعَ الشَّيْءُ: پھاڑنا۔ قَوْلُ مصدر از باب نصر، قَالَ (ن) قَوْلًا وَمَقَالًا وَمَقَالَةً: بولنا، کہنا۔ فَضَّلَ مصدر از باب ضرب بمعنی فاعل ہے، ای قَوْلُ فاصِل، فیصلہ کن کلام (جیسی بالمصدر للمبالغة کائنہ نفس الفصل) فَضَّلَ (ض) فَضْلًا: فیصلہ کرنا۔ الْهَزْلُ مصدر از باب ضرب بمعنی اسم مفعول، هَزَلَ فِي كَلَامِهِ (ض) هَزْلًا: مذاق کرنا، غیر سنجیدہ بات کرنا، (۲) اسم، غیر سنجیدہ بات۔ يَكِيدُونَ (ض) مضارع معروف جمع مذکر غائب، كَادَ الشَّمْسُ (ض) كَيْدًا: تدبیر کرنا، حل نکالنا۔ كَادَ اللَّهُ كَيْدًا: اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے اعمال پر جزا کی تدبیر کرنا۔ كَيْدًا مصدر از ضرب۔ مَهَلٌ باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، مَهَلْهُ تَمْهِيلًا: مہلت دینا۔ الکافرین الکافر کی جمع بحالت نصی، اسم فاعل جمع مذکر، كَفَرُوا (ن) كُفْرًا وَكُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ اَمْهَلْ باب افعال سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، اَمْهَلْهُ اَمْهَالًا: مہلت دینا۔ رُوِيَ اُ سبوطی نے لکھا ہے کہ روید اسم ہے اور یہ رُوْدُ بروزن عَوْدُ کی تصغیر ہے بمعنی مہلت، لہذا رویداً کے معنی ہوئے تھوڑی سی مہلت ای امہالاً قلیلاً۔

**ترکیب** وَالسَّيَاءُ ذَاتُ الرَّجْعِ وَالْأَرْضُ ذَاتُ الصَّدْعِ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَضْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ... واو جارہ قسمیہ السَّيَاءُ موصوف ذات الرجوع مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف مع صفت کے معطوف علیہ واو عاطفہ، الارض ذات الصدع مرکب توصیفی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل محذوف اقسام کے ہو کر قسم، جواب قسم ہے اِنَّهٗ لَقَوْلٌ اِنْ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم (ای القرآن) لام مزحلقة، قَوْلٌ فَضْلٌ مرکب توصیفی ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ ما مشابہ بیس ہو اس کا اسم ہا زائدہ برائے تاکید نفی و تحسین کلام الھزل لفظاً مجرور محل منصوب، ۱۔ زَجَعٌ، زَجَعٌ زَجَعٌ کا مصدر ہے، بعض نے ذات الرجوع کا ترجمہ چکر مارنے کا کیا ہے، شاہ عبدالقادر اور قاضی بیضاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے، اس اعتبار سے اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آسمان اپنے ہر دور میں جس جگہ سے حرکت کرتا ہے وہیں لوٹ آتا ہے، لیکن اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہاں الرجوع اپنے مصدری معنی میں مستعمل نہیں بلکہ بمعنی بارش ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بارش کا نام زَجَعٌ کیوں پڑا تو قاضی بیضاوی نے اس کی دو جہیں لکھی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ بارش کو وقتاً فوقتاً لوٹا دیتا ہے۔ (۲) ابرسندروں سے پانی لا دیتا ہے اور پھر زمین کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

۲۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ ازواذ (جواب افعال کا مصدر ہے) کی تصغیر ہے، یعنی اِرواد مصدر میں پہلے ترخیم کی کہ زوائد کو حذف کر دیا گیا اور پھر تصغیر لائی گئی، اَزُوْدٌ فَلَانًا کا معنی ہے مہلت دینا لہذا تصغیر کا ترجمہ ہوگا تھوڑی سی مہلت دینا، کیوں کہ تصغیر برائے تقلیل ہے، (اعراب القرآن) اور زُوْدٌ بضم الراء کا معنی ہے آہستہ جیسے بولتے ہیں اُمِش علی زُوْدٍ آہستہ چلو۔ نحو یوں نے کہا کہ کلام عرب میں رویداً کے سلسلہ میں تین اقوال ہیں: (۱) اسم فعل بمعنی امر حاضر معروف ای اَمْهَلْ (۲) مصدر ہو دیگر مصادر کی طرح، لہذا یہ اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوگا جیسے روید زید (۳) مصدر محذوف یا مصدر مذکور کی مفت واقع ہو جیسے ساز و اسیر اور ویدا، یا ساز و ارویدا، مصدر محذوف کے قائم مقام رویداً کو رکھ دیا۔ (بیان القرآن، مشکل ترکیبوں کا حل)



ما مشابہ بلیس کی خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ ہو کر جواب قسم۔  
 اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَّاَكِيدُ كَيْدًا فَمَهْلُ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهَلُهُمْ رُوَيْدًا... اِنْ حرف مشبہ بالفعل ہم ضمیر اس کا اسم (ای اہل مکہ) یکیدون فعل واو ضمیر فاعل، کیداً مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اکید کیداً جملہ فعلیہ معطوف، پھر وہ حرف مشبہ بالفعل کی خبر اور وہ پھر جملہ اسمیہ خبریہ، فمهل الکفرین الخ فا جزائیہ اور شرط محذوف ہے ای ان شئت ان تزدی مغبۃ امر ہم فمهل الخ فمهل الکفرین فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مؤکد یا مبدل منہ (جواب شرط مقدر) امهلهم فعل فاعل مفعول بہ رویداً (ای ارواداً، قولہ رویداً اما مصدر مؤکد للعامل او نعت لمصدره المحذوف ای امہالاً رویداً ای قلیلاً) مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر تاکید یا بدل، مؤکد اپنی تاکید سے مل کر یا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر جزاء، شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا (فمهل کا فاء عاطفہ برائے ترتیب بھی مانا جاسکتا ہے)

## سورۃ الاعلیٰ مکیہ

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی ۝ الَّذِیْ خَلَقَ فَسُوِّیْ ۝ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ وَالَّذِیْ

آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے • جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا • اور جس نے تجویز کیا پھر راہ ہدایتی • اور جس

اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ فَجَعَلَهُ غُثَّاءً اَخْوٰی ۝

نے چارہ نکالا • پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا •

**ترجمہ** سورۃ سابقہ میں اعمال کا محفوظ ہونا اور آخرت میں ان کی جزا و سزا کا بیان تھا، اس سورت میں بھی اصل مقصود فلاح آخرت کے مقصود ہونے اور اس فلاح کے حصول کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے اور وہ طریقہ ہے صوم و صلوٰۃ، ذکر و تسبیح، خدا کی ذات و صفات کی معرفت اور تزکیہ نفوس وغیرہ۔

**تشریح** آیت مذکورہ میں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی پاکی بیان کیجئے اور سبوح میں خاص آپ ہی کی ذات گرامی مراد نہیں بلکہ عموم مراد ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی ۝ الَّذِیْ خَلَقَ فَسُوِّیْ ۝“ آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا۔ یعنی اے محمد ﷺ آپ اور جو مومنین آپ کے ساتھ ہیں اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح و تقدیس بیان کیجئے، تسبیح کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ اس کے نام کی تعظیم و تکریم کیجئے اور نہایت

ادب و احترام سے اس کا نام لیجئے (مزید اختیاری مطالعہ میں) خَلْق کے معنی ہے بغیر کسی سابق مادہ کے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، ظاہر ہے کہ یہ کام کسی مخلوق کے بس میں ہرگز نہیں ہے، اور سَنَوٰی کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو مناسب طور پر ٹھیک ٹھاک بنایا یعنی جسامت، شکل و صورت اور اعضاء میں ایک خاص تناسب رکھا، حیرت تو یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور ان کی انگلیوں میں ایسے جوڑ رکھے اور قدرتی اسپرنگ لگائے کہ وہ ہر طرف موڑے توڑے اور تہ کئے جاسکتے ہیں، ”وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰی“ اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی آیت کے اندر قَدَّرَ تَقْدِيرًا کے معنی ہے اللہ کا فیصلہ اور اس کی تجویز یعنی جس نے جانداروں کے لیے ان کے مناسب چیزوں کو تجویز کیا یعنی ہر چیز کو کسی خاص کام کے لیے پیدا کیا اور پھر ان جانداروں کو ان چیزوں کی طرف راہ بتلائی یعنی ہر ایک کی طبیعت میں جدا جدا ان اشیاء کا تقاضا پیدا کر دیا۔

ہر یکے را بہر کارے ساختند ☆ مسیل اورا در دشن انداختند

چنانچہ ہم لوگ روزمرہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ دنیا کے اندر کوئی کسی کام میں لگا ہوا ہے اور کوئی کسی کام میں، اسی طرح جنگل کے درندوں، پرندوں اور حشرات الارض کو دیکھو کہ ہر ایک کو اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے اور اپنی انفرادی اور جنسی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے رہنمائی حاصل ہے۔ ”وَالَّذِي اَخْرَجَ الْمَرْعٰی“ فَجَعَلَهُ غُثَّاءً اَخْوٰی“ اور جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا۔ مَرْعٰی مصدر میسی بمعنی اسم مفعول ہے، مرادی معنی ہے گھاس، چارہ اور غُثَّاءً وہ کوڑا کباڑ جو پانی کے بہاؤ میں اوپر آ جاتا ہے اور اَخْوٰی بروزن افعِل صفت مشبہ ہے بمعنی سیاہ، مطلب یہ ہے کہ جس نے زمین سے خوشنما چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا، دیکھئے زمین سے نکلتے وقت وہ چارہ کس قدر خوشنما اور سرسبز و شاداب نظر آتا ہے پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ بالکل سیاہ کوڑا یعنی بالکل بے سود ہو جاتا ہے اور اس گھاس کے تنکے سوکھ کر زمین پر پڑے پڑے پھرتے ہیں، جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے بیان کیا ہے کہ ایک دن یہ دنیا اپنے سرسبز و شاداب اور خوشنما ہونے کے باوجود ختم اور بے وقعت ہو جائے گی۔

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ ہے ☆ قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

لہذا ایمان و اطاعت کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنی چاہیے جہاں اعمال پر جزا و سزا ہونے والی ہے۔

مسئلہ: حدیث میں ہے کہ جب سورۃ سُبْحِ اسم ربك الاعلیٰ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجْعَلُوْهُ فِیْ سَجْدَکُمْ یعنی یہ کلمہ سبحان ربی الاعلیٰ اپنے سجدہ میں کہا کرو اور چوں کہ مقصود اسم نہیں بلکہ مسیٰ ہے اس لیے سبحان اسم ربك الاعلیٰ اختیار نہیں کیا بلکہ سبحان ربی الاعلیٰ اختیار کیا (معارف)

### اختیاری مطالعہ

اللہ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں | قولہ سبح اسم ربك، تسبیح کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں لہذا اس کے مقدس نام کو ہر ایسی چیز سے پاک رکھا جائے جو اس کے شایان شان نہیں اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اس کے اسمائے



حسنی ہی کے ساتھ پکارنا چاہیے جن کی تعداد صحیح احادیث میں ننانوے آئی ہے لہذا قرآن وحدیث میں جو نام اللہ کے لیے ثابت نہیں ان کو اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً اللہ کو کریم تو کہہ سکتے ہیں سخی نہیں، نور کہہ سکتے ہیں ابیض نہیں، اسی طرح جو نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کو غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً عبدالرحمن کو رحمان کہنا، عبدالحق کو خالق کہنا، ہرگز درست نہیں، البتہ اسمائے حسنیٰ میں سے وہ اسماء جن کا غیر اللہ کے لیے استعمال قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہ نام غیر اللہ کے لیے بولنا درست ہے جیسے رحیم، رشید، کریم، عزیز، علی، وغیرہ۔

**فائدہ** بعض علماء نے کہا کہ آیت میں لفظ اسم زائد ہے اور مراد ہے سبوح ربك الاعلیٰ اور بعض نے کہا کہ اسم سے ذات مسمیٰ مراد ہے جیسے اس آیت میں ہے ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموها انتم و آباءکم۔

**تفہیم** (تفعیل) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، سَبَّحَ اللہ ولہ: خدا کی پاکی بیان کرنا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔ **الاعلیٰ**: (ن) عَلُو سے اسم تفضیل واحد مذکر، عَلَا الشَّيْءُ (ن) عَلُوًا: بلند ہونا۔ **سَوَّى** (تفعیل) تَسْوِيَةً سے ماضی معروف واحد مذکر غائب، سَوَّى الشَّيْءُ: ٹھیک کرنا، مناسب و معتدل بنانا۔ **قَدَّرَ** (تفعیل) تَقْدِير سے ماضی معروف واحد مذکر غائب، قَدَّرَ اللہ الامر علیہ ولہ: اللہ کا کسی کے لئے کوئی کام مقدر کرنا تجویز کرنا۔ **هَدَى** (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب، هَدَى (ض) هَدًى وَهْدًى وَهْدَايَةً: راہ دکھانا، رہنمائی حاصل کرنا، أَخْرَجَ البرغی (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی، أَخْرَجَ مِنْهَا مَائِهَا وَمَوْعِظَهَا کے تحت) جَعَلَ (ف) ماضی واحد مذکر غائب، جَعَلَ (ف) جَعْلًا: بنانا۔ **عُثَاء** اسم جامد (سیلاب کا کوڑا، اور جھاگ، سوکھی گھاس، مراد بے سود، جمع آغْشَاء۔ **أَخْوَى** خَوْءٌ سے ماخوذ ہے، بروزن أَفْعَلْ، صفت مشبہ، کالاسیاء مائل بسبزی، أَخْوَى الشَّيْءُ (س) أَخْوًى وَخَوْءٌ: سبزی مائل سیاہ ہونا، یا سیاہی مائل سرخ ہونا، هو أَخْوًى وَهًى خَوْءٌ جمع خَوْءٌ۔ (اعراب القرآن و صرفہ)

**ترکیب** سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى وَالَّذِي أَخْرَجَ الْبَرْغِيَ فَجَعَلَهُ عُثَاءً أَخْوًى... سَبَّحَ فعل امر، ضمیر انت مستتر فاعل، اسم مضاف، رَبِّكَ مرکب اضافی ہو کر موصوف، الْأَعْلَى صفت اول الذی اسم موصول خَلَقَ فَسَوَّى معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ (خلق کا مفعول محذوف ہے آئی کل شئی) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ، وَأَوْعَاطِفُ الذی اسم موصول، قَدَّرَ فَهَدَى معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، وَأَوْعَاطِفُ الذی اسم موصول أَخْرَجَ الْبَرْغِيَ فعل، فاعل (ضمیر ہو) اور مفعول بہ ہو کر معطوف علیہ فاعطف برائے تعقیب، جَعَلَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، ضمیر مفعول بہ اول (مرجع

ل غلا الرجل: غالب آنا، علی فی الشرف (س) عَلَا: عزت و مرتبہ میں بلند ہونا، فهو علی۔

ل مجرد میں ہے سَوَّى الرجل (س) سَوَّى: درست کار ہونا۔

ل مجرد میں ہے قَدَّرَ علیہ (ض) قَدَارَةٌ وَقُدْرَةٌ: قادر ہونا (الجم الوسیط، القاموس الوحید) قَدَّرَ الشَّيْءُ، قَدَرًا: اندازہ لگانا (صلوات کی تبدیلی سے اس کے اور بھی بہت سے معانی ہیں)

ل غفا الوادی (ن) غَفُوا وَغَفُوا: وادی کا زیادہ کوڑے کرکٹ والی ہونا۔

المرغی ہے) غشاء احوی مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر، رب کی صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، اسم مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا (لا محل لها)۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى ۝۱۱ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝۱۲ وَنُيَسِّرُكَ

ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے • مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو • وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے • اور ہم اس آسان

### لِيُيسِّرَ ۝۱۳

شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے •

**تشریح** ما قبل میں فجعلہ غشاء احوی کے ضمن میں آپ نے پڑھا تھا کہ طاعات کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنی چاہئے اور اسی طاعت کا طریقہ بتلانے کے لئے ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور آپ ﷺ کو اس کی تبلیغ کے لئے مامور کیا ہے، سو اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ”سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى ۝۱۱ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ“ ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو۔ یعنی ہم جتنا قرآن نازل کرتے جائیں گے آپ کو پڑھا دیا کریں گے یعنی یاد کرا دیا کریں گے (جب ابتداء میں آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تو آپ ﷺ بھول جانے کے خوف سے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ خود بھی الفاظ قرآن پڑھتے جاتے تھے) لہذا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا کہ ہم آپ کو یاد کرا دیا کریں گے پھر آپ اس میں سے کوئی جزء نہیں بھولیں گے مگر جس قدر بھلانا اللہ تعالیٰ کو منظور ہو، اور نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی مضمون کو سب کے ذہنوں سے فراموش کر دیا جائے، ”إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝۱۲“ وہ ہر ظاہر و مخفی کو جانتا ہے یہ یاد رکھنا اور فراموش کر دینا سب قرین حکمت ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر اور مخفی دونوں کو جانتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی مصلحت مخفی نہیں ہے، ”وَنُيَسِّرُكَ لِيُيسِّرَ ۝۱۳“ اور ہم اس آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے یعنی جس طرح ہم آپ کے لئے قرآن کا یاد ہونا آسان کر دیں گے اسی طرح ہم اس آسان شریعت پر چلنے کے لئے آپ کو سہولت دے دیں گے (یعنی شریعت کے حکم کا سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل کرنا بھی آسان ہوگا اور تبلیغ بھی آسان ہو جائے گی) (اور شریعت کی صفت یسری لانا بطور مدح کے ہے یا اس لئے کہ وہ نیر کا سبب ہے یعنی آخرت میں آسانی کا)

**تفہیم** نیسرک کا ایک ترجمہ ہے کہ ہم آپ کو شریعت یسری کے لئے آسان کر دیں گے حالانکہ مقام کا تقاضا یہ تھا

قوله احوی، صفة لغشاء ای غشاء اسود لان الغشاء اذا قدم واصابت الامطار اسود وتقعن فصارت احوی وقل هو حال من المرغی، ای اخرج المرغی اسود من شدة الخضرۃ اس صورت میں احوی کو مؤخر کرنے کی وجہ رعایت فواصل ہے۔



کہ یہ کہا جاتا کہ ہم آپ کے لئے شریعت کو آسان کر دیں گے یعنی آسان ہونا اعمال کی صفت ہے نہ کہ بندہ کی، تو جواب یہ ہے کہ حکمت اس کے اندر یہ بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو طبعی طور پر ایسا بنادیں گے کہ شریعت آپ کی طبیعت بن جائے گی گویا شریعت پر چلنے کے لئے آپ کو آسان بنادیا۔

**لَا تَنْسُوا أَنْتُمْ نَفْسَكُمْ تَنْسَوْنَ** (افعال) مضارع معروف جمع متکلم آقرء فلا تاء: پڑھنا، قرء (ف) قرآنہ و قرآن: پڑھنا۔ لا تَنْسُوا (س) مضارع واحد مذکر حاضر، نَسِيَ الْأَمْرَ (س) نَسِيًا وَ نَسِيَانًا بھولنا، دراصل تَنْسِي تھ، قاعدہ جاری ہوا ہے، يَتَعَلَّمُ (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، عَلِمَ الشَّيْءَ (س) عَلِمًا: جانتا۔ الْجَهْرَ (ظاہر) (خواہ قول ہو یا فعل) باب فتح کا مصدر ہے اور یہاں بمعنی اسم فاعل ہے۔ جَهَرَ الشَّيْءَ (ف) جَهْرًا: ظاہر و آشکارا ہونا، جَهَرَ بِالْكَلَامِ وَ نَحْوِ جَهْرًا وَ جَهْرًا: ظاہر کرنا، اعلان کرنا، قرآن میں دوسری جگہ ہے وَ إِنْ تَجْهَرُوا بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى۔ يَخْفَى (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، خَفِيَ الشَّيْءَ (س) خَفَاءً وَ خُفْيَةً پوشیدہ ہونا۔ يُبَيِّنُ (تفعیل) مضارع معروف جمع متکلم، يَبَيِّنُ الشَّيْءَ: آسان کرنا، يَبَيِّنُ فَلَانًا: سہولت دینا، توفیق دینا، يَبَيِّنُ يَبَيِّنُ (ض) يَبَيِّنُ: آسان ہونا۔ يُبَيِّنُ موصوف محذوف ہے ای للشریعة الیسی (آسان شریعت) اسم تفضیل آیسر کا مؤنث، جمع یسریات یَسِّرُ (ض) يَسِّرُ: آسان ہونا۔

**تَرْكِبُ سَنُقَرُّكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى وَ يُبَيِّنُ لَكَ لِلْيُسْرَى سُبُلَ** برائے استقبال، نُقَرُّكَ (ای نُقَرِّكَ مَا نُوحِي إِلَيْكَ) فعل فاعل مفعول بہ ہو کر معطوف علیہ، فا عاطفہ تفریعیہ لا تَنْسَى فعل مضارع، ضمیر انت فاعل إِلَّا حرف استثناء ما شاء الله (شاء کا مفعول بہ محذوف ہے ای أَنْ تَنْسَاهُ) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ مفرغ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ (انہ یعلم الجہر و ما یخفی) جملہ تعلیلیہ ہے اپنے ماقبل کا، اس میں الجہر معطوف علیہ ہے اور ما یخفی موصول مع صلہ کے معطوف پھر یعلم کا مفعول بہ) وَ يُبَيِّنُ لَكَ الخ واو عاطفہ (عطف علی سَنُقَرُّكَ) نُبَيِّنُ فعل، ضمیر نحن فاعل، کافی مفعول بہ، لِلْيُسْرَى ای للشریعة الیسی جار مجرور متعلق نُبَيِّنُ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ ہے۔ (لا محل لہا)

**فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى ۝ سَيَذَكِّرُ مَنْ يَخْشَى ۝ وَ يَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي**

تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو • وہی شخص نصیحت مانگا ہے جو ڈرتا ہے • اور جو سخت بد نصیب ہو وہ اس سے گریز کرتا ہے • جو بڑی

۱۔ قولہ ما یخفی مضارع اس وجہ سے لایا گیا کہ مضارع استمرار پر دلالت کرتا ہے اور اشیاء میں غالب احوال اخفاء ہی ہے، اظہار کبھی کبھی ہوتا ہے اور اظہار کبھی اگر ہو تو بعد اظہار وہی مخفی ہی ہو جاتی ہے (بیان القرآن) دراصل یخفی تھا، بقاعدہ ۷ تعطیل ہوئی۔

۲۔ یبَيِّنُ الشَّيْءَ (ک) یبَيِّنُ وَ تَبَيَّنَ: آسان ہونا، (۲) کم اور معمولی ہونا۔

۳۔ قَوْلُهُ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ: استثناء مفرغ من اعم المفاعیل آی لا تَنْسَى اصلاً مِمَّا سَنُقَرِّكَ شَيْئًا مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ (روح المعانی) وَقَدْ يُقَالُ لَا اسْتِثْنَاءَ مِنْ أَعْمَالِ الْأَوْقَاتِ آي لَا تَنْسَى فِي وَقْتِهَا مِنَ الْأَوْقَاتِ لَا وَقْتُ مَشِيئَةِ اللَّهِ تَعَالَى۔

## يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝

آگ میں داخل ہوگا • پھر اس میں نہ مری جاوے گا اور نہ جئے گا •

**تشریح** اے پیغمبر ﷺ جب ہم آپ کے لئے قرآن اور شریعت اسلام کو آسان کر دینے کا وعدہ کرتے ہیں تو آپ جس طرح خود تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی نصیحت کیا کیجئے چنانچہ فرمایا: ”فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ۝“ تو آپ نصیحت کیا کیجئے۔ اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو (نصیحت فی نفسہ مفید ہی ہوتی ہے کما فی القرآن وَذَكِّرْ اِنْ اِلَّا تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ، لِهَذَا اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ کا اضافہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی آدمی دوسرے آدمی سے یہ کہے کہ اگر تو آدمی ہے تو فلاں کام کر لہذا اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ کے الفاظ اگرچہ شرط کے الفاظ ہیں مگر درحقیقت شرط مقصود نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کو دوسروں کو نصیحت کرنے کے لیے تاکید حکم دینا ہے) ”سَيَذَكِّرُ مَنْ يَخْشَىٰ ۝“ نصیحت اگرچہ فی نفسہ مفید ہوتی ہے؛ مگر اس سے یہ نہ سمجھئے کہ وہ سب ہی کے لئے مفید ہوگی اور سب ہی اس کو مان لیں گے بلکہ وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے، ”وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشَقَىٰ ۝ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝“ اور جو سخت بد نصیب ہو (یعنی مستحق دوزخ ہو) وہ اس سے گریز کرتا ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا (یعنی آتش دوزخ میں جو دنیا کی سب آگوں سے بڑی ہے) حدیث میں وارد ہے کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے، حضرت حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے کہ نارِ صغریٰ دنیا کی آگ، اور نارِ کبریٰ جہنم کی آگ ہے۔ ”ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝“ پھر اس میں نہ مری جائے گا (کہ مصیبت سے چھٹکارا مل جائے) اور نہ جئے گا یعنی نہ آرام کی زندگی جئے گا، بلکہ ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا، العیاذ باللہ۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے ☆ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

**نکتہ:** جہنم میں موت کا نہ آنا کفار کے ساتھ خاص ہے، گناہ گار مسلمان جو جہنم میں جائیں گے وہاں ان کو موت آجائے گی اور جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں شفاعت کی اجازت ہوگی تو ان کو جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا یعنی نہر حیات میں، اور ان کو از سر نو حیات مل جائے گی۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابوسعیدؓ کی روایت موجود ہے (روح، تفسیر ابن کثیر)

**ذکر** آپ نصیحت کیجئے، باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، ذَكَرَ النَّاسَ: وعظ و نصیحت کرنا، نَفَعَتْ (ف) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، نَفَعَ (ف) نَفْعًا: فائدہ دینا۔ الذِّكْرَىٰ باب نصر کا مصدر، بمعنی نصیحت کرنا۔ سَيَذَكِّرُ (تفعیل) مضارع معروف، واحد مذکر غائب (نصیحت ماننا) دراصل يَتَذَكَّرُ تھا، تاء کو ذال سے بدل کر ذال کا ذال میں ادغام کر دیا۔ يَخْشَىٰ (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، خَشِيَ (س) خَشْيَةً: ڈرنا۔

۱۔ قولہ اِنْ نَّفَعَتْ شرط سے مقصود امر (فَذَكِّرْ) کی تاکید ہے ورنہ نصیحت تو نافع ہی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی کے بیٹے سے کہے کہ آؤ حقہ ان کا نا بالک (بیان القرآن) الغرض تذکیر فی نفسہ نافع ہے مگر کسی وقت شرط تذکرہ پائے جانے کی وجہ سے تذکرہ کا ترتب نہ ہو۔ (بیان القرآن)



يَتَجَنَّبُ (تفعل) مضارع معروف واحد مذکر غائب، تَجَنَّبَ الشَّيْءَ: گریز کرنا، بچنا۔ جَنَّبَ الشَّيْءَ (ن) جَنَّبًا: بچنا (۲)  
 بچانا۔ الْأَشَقَى (سخت بد نصیب) (س) اسم تفضیل واحد مذکر، شَقِيٌّ (س) شَقًا و شَقَاءً و شَقَاوَةً: بد بخت ہونا (در اصل  
 أَشَقَى تھَا) يَصْلِي (سورۃ الانفطار میں تحقیق گذر چکی) النَّارِ آگ، مراد دوزخ، جمع النَّيِّرَانِ وَاَنْوَرُ۔ (نیران کی اصل  
 نُوْران تھی، اور نار کے اندر الف واو سے بدلا ہوا ہے کیونکہ تصغیر نوبہ ہے، اعراب القرآن و صرفہ) الْكِبْرَى (اس کی تحقیق  
 سورۃ النازعات میں فاراہ الآیۃ الکبریٰ کے تحت گذر چکی) لَا يَمُوتُ (ن) مضارع معروف واحد مذکر غائب، مَاتَ  
 (ن) مَوْتًا: مرنا۔ لَا يَحْيِي (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، حَيَّى (س) حَيَاةً و حَيَوَانًا: زندہ رہنا۔

**ترکیب** قَدْ كَرَّ أَنْ تُفْعَلَ الذِّكْرُ... فَافْصَحْ (اعراب القرآن) اِی لَمَّا يَسْرُنَا لَكَ الْقُرْآنَ وَالشَّرِيعَةَ  
 السَّمْحَةَ الْحَ، ذَكَّرَ فَعْلَ امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط مقدر کی جزاء (ذکر کا مفعول بہ محذوف ہے  
 اِی ذِکْرُ النَّاسِ بِمَا يُوْحِي إِلَيْكَ) أَنْ تُفْعَلَ الذِّكْرُ شرط، اور جزاء مقدر ہے جس پر ماقبل ذَكَّرَ دال ہے، اِی ذِکْرُهُمْ  
 شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ۔ سَيِّدٌ كَرَّ مَنْ يَخْشَى وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشَقَى الَّذِي يَصْلِي النَّارَ الْكُبْرَى  
 ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيِي..... سین برائے استقبال یَدَّ کر فعل، مَنْ يَخْشَى اسم موصول مع صلہ کے فاعل، فعل  
 اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، واو عاطفہ یَتَجَنَّبُ فعل ہا مفعول بہ (ای الذکر) الْأَشَقَى موصوف الذی اسم  
 موصول یَصْلِي فعل، ضمیر ہو فاعل، النَّارَ الْكُبْرَى مرکب توصیفی ہو کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر  
 معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف لَا يَمُوتُ فیہا جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ لَا يَحْيِي جملہ ہو کر معطوف،  
 معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہو ایصلی کا، معارف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول  
 اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر فاعل، یَتَجَنَّبُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف  
 ہو سَيِّدٌ كَرَّ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ (لاحل لہا من الاعراب)

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝

• باراد ہوا جو شخص پاک ہو گیا • اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا • بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو •

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَ مُوسَى ۝

• حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پاکدار ہے • یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے • یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں •

**تشریح** ماقبل میں ایک آیت تھی سَيِّدٌ كَرَّ مَنْ يَخْشَى (وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو ڈرتا ہے) اب سوال ہو گا ما

۱۔ بعض حضرات ذکر کو جزائے مقدم قرار دیتے ہیں اور ان نفعات کو شرط مؤخر مگر عربی کتب کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب جزاء کو مقدم  
 نہیں مانتے لہذا اگر کسی جگہ شرط بظاہر مؤخر ہو تو اس کی جزاء علیحدہ سے محذوف مانتے ہیں۔

حَالٌ مِّنْ تَذَكُّرٍ یعنی اس شخص کا کیا حال ہوا جس نے نصیحت قبول کی، تو جواب دیا ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى“ (۱۰) ”بامراد ہوا وہ شخص جو پاک ہو گیا تَزَكَّى زکوٰۃ سے مشتق ہے جس کے اصل معنی پاک کر دینے کے ہیں، مال کی زکوٰۃ کو بھی اس لیے زکوٰۃ کہتے ہیں کہ وہ باقی مال کو انسان کے لیے پاک کر دیتی ہے، لہذا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کامیاب اور بامراد ہو گیا کہ جو قرآن سن کر اور نصیحت مان کر عقائد باطلہ اور اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو گیا، ”وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى“ (۱۱) اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کی نماز شامل ہے خواہ فرض ہو یا نفل یا واجب، اور بعض مفسرین نے جو خاص عید کی نماز سے اس کی تفسیر کی ہے وہ بھی اس میں داخل ہے، اور نماز چوں کہ مومن کی معراج ہے اس لیے بوجہ اہمیت کے اس کا ذکر کر دیا اور نہ مراد جملہ احکامِ شرع کو بجالانا ہے۔

”بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ ۚ وَابْقَى“ (۱۲) مگر اے منکر و تم قرآن سن کر مانتے نہیں اور تم اس کام کو نہیں کرتے جس میں تمہارے لیے صلاح اور بہتری ہے۔ بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو یہی وجہ ہے کہ کافر، پتھر دل سب کچھ کر لے گا مگر اپنے پالنہار کو یاد نہیں کرے گا، حالاں کہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے (دنیا بہتر نہیں بلکہ دنیا کی حقیقت اللہ کے نزدیک پتھر کے پر کے برابر بھی نہیں اور پائیدار بھی نہیں آئے دن ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں کہ آج کا بادشاہ کل تختہ دار پر نظر آتا ہے، آج کا کروڑ پتی کل کا فقیر، اور آخرت پائیدار اور باقی رہنے والی ہے، وہاں کی نعمتیں بھی لازوال اور غیر فانی ہیں خود قرآن نے فرما دیا: وَفَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْدُوعَةٍ (دیکھئے تدریس قرآن پارہ: ۲، سورۃ الواقعہ) ”إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى“ (۱۳) صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى“ (۱۴) یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں یہ مضمون یعنی اس سورت کا مکمل مضمون یا آخری مضمون یعنی والآخرۃ خیر و ابقی کا مضمون ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی ہے، حضرت موسیٰ کو توریت سے پہلے کچھ صحیفے بھی دیئے گئے تھے وہ مراد ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ صحیفہ موسیٰ سے تورات ہی مراد ہو (معارف) روح المعانی میں عبد بن حمید کی روایت سے حدیث مرفوعہ مذکور ہے کہ ابراہیم پر دس صحیفے نازل ہوئے اور موسیٰ پر بھی قبل نزول توریت دس صحیفے نازل ہوئے۔

**﴿۱۰﴾** أَفْلَحَ (افعال) ماضی معروف واحد مذکر غائب، کامیاب ہونا۔ فَلَحَّ (ف) فَلَاتَحًا کامیاب ہونا۔ تَزَكَّى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، (باقی تفصیل فَعَّلَ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ کے ضمن میں گزر چکی) صَلَّی باب تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب، صَلَّی صَلَاةً: دعا کرنا، نماز پڑھنا۔ تَوَزَّوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا: (تحقیق سورۃ النازعات میں

۱۔ قولہ صَلَّی، صَلَّی عَلَیْہِ: کسی کے لئے دعائے خیر کرنا قرآن میں موصَّلٌ عَلَیْہِمْ اِنَّ صَلَاتِکُمْ مِّنْ لَّہُمْ، صَلَّی بِالنَّاسِ نماز پڑھانا، صَلَّی اللہ علی رسولہ: اللہ کا اپنے پیغمبر کو اپنی برکت و رحمت سے ڈھانپنا۔ (باب تفعیل کے مصادر کس کس وزن پر آتے ہیں، دیکھئے مؤلف کی دوسری کتاب ”تواضع الصرف و غامیات الالباب“)



وَأَثَرُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَتُحْتَ دِيكْهُ) تو ثرون، افعال سے مضارع جمع مذکر حاضر "تم ترجیح دیتے ہو"، الآخر کا عالم بقاء یعنی موت کے بعد کا زمانہ (۲) پچھلی۔ دراصل اسم فاعل ہے، مگر لفظ دنیا کی طرح اس پر بھی اسمیت کا غلبہ ہو گیا، اور یہ موت کے بعد والے زمانہ کا نام ہو گیا ملائی مجرد سے اس کا فعل استعمال نہیں ہوتا۔ (اور ما سمعنا بهذا فی الملة الآخرة میں الآخرة بمعنی پیچھے کے ہے۔ خَيْرٌ اسم تفضیل خلافت قیاس (اصلہ اخیر) بمعنی زیادہ بہتر، زیادہ اچھا۔ خَارَ (ض) خَيْرًا و خِيَارَةً: اچھا اور بھلا ہونا، مفید ہونا۔ ابھی (س) اسم تفضیل واحد مذکر، بقی (س) بقاء: دیر پا ہونا، باقی رہنا۔ الصُّحُفُ اوراق، کتابیں، واحد صَحِيفَةٌ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فَعِيلٌ لُکْی جمع فُعُل کے وزن پر نہیں آتی، نادر ہونے میں اس کی نظیر سَفِينَةٌ کی جمع سُفُنٌ ہے۔ الْأُولَى پہلی، جمع أُولَى یہ الْأُولُ کا مؤنث ہے، أُولَ (س) أُولَا: سبقت لے جانا، پہلے ہونا۔ ابراہیم اللہ کے مقدس رسول، اور ہمارے نبی خاتم النبیین ﷺ کے جد امجد اور بجز آپ کے تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں (بر بنائے عجمہ و علمیت غیر منصرف ہے) موسیٰ بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر، باپ کا نام عمران تھا گویا آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوتے کے پوتے تھے، آپ کے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان تقریباً چار سو سال کی مدت تھی، یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل تھا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے، عبرانی زبان میں مُؤْ پانی کو کہتے ہیں اور لُشِی کا معنی درخت، عربی میں شین کو سین سے بدل دیا، حضرت موسیٰ کو پیدائش کے بعد فرعون وقت کے ڈر سے لکڑی کے صندوق میں بند کر کے درخت کے نیچے پانی کی موجوں میں ڈال دیا گیا تھا اس لئے موسیٰ نام ہو گیا، یہ صندوق قصر فرعون کے کنارہ آگاہ فرعون کی بیوی آسیہ نے اس کو نکلوایا تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک چاند سا مکھڑا لیٹا ہوا ہے، بے اختیار اس کو سینہ سے لگالیا، اور مسننی بنا نے کا فیصلہ کر لیا، بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے ہوئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے نکاح ہوا۔

**فَالَّذِينَ** بعض وہ مضامین جو حضرت موسیٰ کے صحفوں میں تھے، عَجِبْتُ لِمَنْ أَيْقَنَ بِالْمَوْتِ كَيْفَ يَفْرَحُ، عَجِبْتُ لِمَنْ أَيْقَنَ بِالنَّارِ كَيْفَ يَصْحَكُ، عَجِبْتُ لِمَنْ رَأَى الدُّنْيَا وَتَقَلَّبَهَا فِي أَهْلِهَا كَيْفَ يَطْمَئِنُّ إِلَيْهَا، عَجِبْتُ لِمَنْ أَيْقَنَ بِالْقَدْرِ ثُمَّ يَنْصِبُ، عَجِبْتُ لِمَنْ أَيْقَنَ بِالحِسَابِ ثُمَّ لَا يَعْمَلُ، وَأُورِدَ النَّسْفِي قَوْلَهُ وَفِي صَحْفِ اِبْرَاهِيمَ، يَنْبَغِي لِلْعَاقِلِ أَنْ يَكُونَ حَافِظًا لِلِّسَانِ، عَارِفًا بِزَمَانِهِ، مُقْبِلًا عَلَى شِئَانِهِ۔ (اعراب القرآن و صرفہ بیانہ)

**تَرْكِبٌ** قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَوَلَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ..... قَدْ حَرْفٌ تَحْقِيقٌ أَفْلَحَ فَعْلٌ مَنْ اسْمٌ مَوْصُولٌ تَوَلَّى

- ۱۔ قولہ خیر، خیر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حسن لذتہ ہو، خیر کبھی بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے، جیسے وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ بِمَعْنَى نِکلی، بھلائی، نیک کام اسی طرح مَنْ یَعْمَلْ مَثَالِ ذَرَّةٍ خَيْرًا میں بِمَعْنَى نِکلی ہے اور کبھی خبراً بِمَعْنَى ہال آتا ہے، جیسے سورۃ العنکبوت میں ہے وَانْهَ لِحَبِطِ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ۔
- ۲۔ قَدْ أَفْلَحَ میں قَدْ برائے تحقیق ہے، کبھی لفظ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تقریب کے لئے آتا ہے یعنی ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے اور لفظ قَدْ مضارع پر داخل ہو کر تعلیل کے لئے آتا ہے جیسے قَدْ یَصْدُقُ الْكَذُوبُ کبھی کبھار بڑا جھوٹا آدمی بھی سچ بول دیتا ہے، مگر تعلیل کے لئے آنا قاعدہ اکثر یہ ہے، ورنہ کبھی کبھی مضارع پر داخل ہو کر تحقیق کا بھی قاعدہ دیتا ہے، جیسے قرآن کریم میں ہے قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ یَقِیْنُ اللّٰهُ تَعَالٰی تم میں سے روکنے والوں کو جانتے ہیں۔

فعل فاعل ہو کر معطوف ذالیہ، واو عاطفہ ذکر اسم ربّہ جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف فاعطفہ صلی جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول باصلہ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ مستانفہ (لا محل لہا)، ہل توثرّون الحیوۃ الدنّیہ والآخرۃ خیرٌ وَاَبْقٰی..... ہل برائے اضراب مقدر سے آئی لا تفعلون مافیہ صلاح امر کم، ہل توثرّون الخ ہل حرف اضراب انتقالی، توثرّون فعل، ضمیر واو ذوالحال، الحیوۃ الدنّیہ مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ، والآخرۃ الخ واو حالہ الآخرۃ مبتدأ خبر وَاَبْقٰی معطوف و معطوف علیہ ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال مع حال کے فاعل، پھر مکمل جملہ، جملہ مستانفہ۔ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُولٰی عَصٰی اِبْرٰهیمَ وَمُوسٰی..... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہذا اسم اِنَّ (والاشارۃ الی ما ذکر) لام مزحلّہ برائے تاکید فی حرف جار الصحف الاولی مرکب توصیفی ہو کر مبدل منہ صف مضاف ابراہیم و موسیٰ معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مرکب اضافی بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائن محذوف کے متعلق ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

## سورۃ الغاشیہ مکیہ

هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ۝۱ وَجُوۃٌ یَّوْمَیْنِ خَاشِعَةٍ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلٰی نَارًا

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے • بہت سے چہرے اس روز ذلیل • مصیبت جھیلے، خستہ ہوں گے • آتش سوزاں میں

حَامِیۃٌ ۝۴ تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اَنْیَیۃٍ ۝۵ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۝۶ لَا یُسْمِنُ وَلَا

داخل ہوں گے • کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جاویں گے • ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا • جو نہ فریب کرے گا

یُغْنٰی مِنْ جُوعٍ ۝۷

اور نہ بھوک کو دفع کرے گا •

**ترجمہ** سورت سابقہ میں آخرت کی تیاری کرنے کا حکم تھا، اس سورت میں آخرت کی تیاری کرنے اور نہ کرنے پر جزا و سزا کا ذکر ہے، اور جزا و سزا چوں کہ قیامت میں ہوگی اس لیے قیامت کے قائم کرنے اور جزا و سزا کو نافذ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اخیر سورت میں اپنی قدرت کا اثبات کیا اور قیامت اور جزا و سزا کے انکار پر جو آپ ﷺ کو رنج ہوتا تھا اس پر آپ ﷺ کو تسلی بھی دی گئی۔

**تشریح** ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور پھر اہل جنت کا حال بیان کیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”حَلّٰی



اَتَمَّكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ① ”کیا آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے غاشیہ صیغہ اسم فاعل غشی سے مشتق ہے جس کے معنی چھا جانے اور ڈھانپ لینے کے ہیں، مراد اس سے قیامت ہے کہ جو تمام عالم پر چھا جائے گی، اور اس کا اثر سارے عالم پر محیط ہوگا، اور آیت کے اندر استفہام برائے تشویق ہے یعنی اس غاشیہ کی خبر سننے کا شوق دلانا مقصود ہے، آگے یہ صورت جواب اس خبر کی تفصیل ہے، فرمایا: ”وَجُودُهُ يَوْمَ يَخْشَعُ ② عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ③“ بہت سے چہرے اس روز ذلیل، مصیبت جھیلے، خستہ ہوں گے بہت سے چہروں سے مراد چہروں والے ہیں اور آیت میں کفار کا حال مذکور ہے کہ وہ اس دن خاشعہ ہوں گے یعنی ذلیل۔ اور عاملہ ہوں گے یعنی مصیبت جھیلے اور تھک جانے والے، عاملہ صیغہ اسم فاعل از باب سمع کے لفظی معنی ہے، عمل اور محنت کرنے والے، محاورہ میں عامل اور عاملہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو مسلسل عمل اور محنت کرنے سے تھک کر چور چور ہو جائے، آیت میں مصیبت جھیلنے سے مراد حشر میں پریشان پھرنا اور دوزخ میں سلاسل اور اغلال یعنی زنجیروں اور طوقوں کو اپنے اوپر لادنا اور دوزخ کے پہاڑوں میں چڑھنا ہے، اور اس مصیبت جھیلنے کی وجہ سے ان کا خستہ حال اور نڈھال ہونا ظاہر ہے۔ جو کہ ناصبہ کا مفہوم ہے، بعض نے کہا عاملہ اور ناصبہ سے ان کی دنیا کی حالت مراد ہے یعنی کتنے ہی لوگ دنیا میں محنت کرتے کرتے تھک جاتے ہیں جیسے ہندوؤں کے جوگی اور نصاریٰ کے راہب کہ جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں مگر طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے وہ سب محنتیں بیکار جاتی ہیں۔

کسی کے ایک آنسو سے دہل جاتی ہے یہ دنیا ☆ کسی کا عمر بھر رونا یوں ہی بیکار جاتا ہے ”تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً ④“ آتش سوزاں میں داخل ہوں گے تصلیٰ الخ وجوہ کی چوٹی خبر ہے۔

نکتہ: آگ کی خاصیت تو گرم ہونا ہی ہے تو پھر آیت میں حامیہ صفت لانا کیوں کر درست ہے تو جواب یہ ہے کہ صفت لانا بطور مبالغہ کے ہے اور یہ بتلانے کے لیے ہے کہ وہ آگ دنیا کی آگ کی طرح کسی وقت کم یا ختم نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ تیز گرم اور دہکتی ہوئی ہوگی۔ ”تُشْقٰی مِنْ عَيْنِ اَنِیَّةٍ ⑤“ کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے عین کے معنی پانی کا چشمہ اور انیہ صیغہ اسم فاعل از باب ضرب اُنیع سے مشتق ہے جس کے معنی تیز گرم یعنی کھولنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ کفار کو جہنم رسید کر کے کھولتے ہوئے چشمہ سے پانی پلایا جائے گا، اور کھولتا ہوا چشمہ وہی ہے جس کو دوسری آیتوں میں حیم فرمایا ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہاں اس کا بھی چشمہ ہوگا۔ ”لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ⑥ لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِی مِنْ جُوعٍ ⑦“ ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو نہ فربہ کرے گا، اور نہ بھوک کو دفع کرے گا۔ ضریع دینا میں ایک خاص قسم کی خاردار گھاس ہے جو زمین پر پھیلتی ہے اور ایسی بدبودار اور زہریلی ہوتی ہے کہ کوئی جانور اس کے پاس نہیں جاتا، دوزخ کے اندر بھی ایک خاردار درخت ہوگا

۱۔ نماز میں بھی خشوع کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے اور ذلت و پستی کے آثار اپنے اوپر طاری کرے، جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و تذلل اختیار نہیں کیا وہ قیامت کے دن ذلت و رسوائی اٹھائیں گے۔

جونہایت کڑوا اور بدبودار ہوگا وہ کفار کو کھانے کے لیے دیا جائے گا، بعض کفار مکہ نے جب یہ آیت سنی تو کہنے لگے کہ ہمارے اونٹ تو ضریح کھا کر خوب فرہ ہو جاتے ہیں، ان کے جواب میں فرمایا کہ لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِی مِنْ جُوعٍ کہ جہنم کی ضریح کو دنیا کی ضریح پر قیاس نہ کرو وہاں کی ضریح کھانے والوں کو نہ فرہ کرے گی اور نہ بھوک کو دفع کرے گی، یعنی اس میں نہ غذا بننے کی صلاحیت ہوگی اور نہ بھوک کو دفع کرنے کی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | ضریح بطور مثال کے ہے لہذا ضریح میں حصر کرنا اس غذا کے مقابلہ میں ہے جو کھانے کے لائق اور خوشگوار ہو، لہذا ضریح کے علاوہ زقوم غسلین وغیرہ کا اہل جہنم کے کھانے میں شامل ہونا اس کے منافی نہیں۔ جہنم میں درخت کیسے؟ | آگ تو درخت کو جلا کر خاک کر دیتی ہے تو جہنم میں ضریح وغیرہ کے درخت کیسے باقی رہیں گے؟ جواب یہ ہے کہ جس خدا نے دنیا کے اندر درخت کو پانی اور ہوا سے پالا پرورش کیا اس کو یہ بھی قدرت ہے کہ جہنم میں درخت کی غذا آگ ہی کو بنادے اور وہ اسی سے پھلے پھولیں (معارف)

**نکات** **ہل ائتک حدیث** (اس کی تحقیق سورۃ النازعات میں ”هل اتاك حدیث موسیٰ“ کے تحت ملاحظہ فرمائیں) الغاشیہ چھا جانے والی، ڈھانپ لینے والی، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، مراد قیامت ہے، کہ اس کی ہولناکی سب پر چھا جائے گی، اس کو وصفیت سے اسمیت کی طرف منتقل کر لیا گیا، اور یہ قیامت کا نام ہو گیا۔ غشیی الامر (س) غشیًا: ڈھانکنا۔ وجوہ وجہ کی جمع، چہرہ۔ خاشعۃ ذلیل، باب فتح سے اسم فاعل واحد مؤنث، خشع (ف) خشوعًا: ذلیل ہونا، عاجزی دکھانا۔ عاملۃ باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، عمل (س) عملاً: کام کرنا، محنت کرنا (یہاں مراد ہے مصیبت جھیلنا) ناصبۃ (تھکے ہوئے، خستہ حال) باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، نصب (س) نصبًا: بہت تھک جانا۔ تصلی (س) مضارع واحد مؤنث غائب (تحقیق اور استعمال سورۃ الانفطار میں یصلونہا یوم الدین کے تحت ملاحظہ فرمائیں) نازا آگ، مراد دوزخ، جمع نیران و انور۔ حامیۃ دہکتی ہوئی، گرم، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، حمیت النار (س) حمیًا وحموًا: آگ کا گرم ہونا۔ تسفی (ض) مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، سقی فلانًا (ض) سقیًا و اسقی: پانی پلانا۔ عین چشمہ، جمع عینوں۔ انیۃ: سخت کھولتا ہوا (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، انی الماء (ض) انیًا: پانی کا کھولنا۔ طعام جمع اطعمۃ ضریح خاردار گھاس، دوزخ کا ایک خاردار درخت جونہایت کڑوا اور بدبودار ہوگا۔ لا یُسْمِنُ باب افعال (اسماں) سے مضارع منفی معروف واحد مذکر غائب، اسْمَنَ و سَمِنَ: فرہ کرنا سَمِنَ (س) سَمِنًا و سَمَانَةً: موٹا ہونا، (صفت سَمِینٌ و سَامِینٌ جمع سَمَانٌ) لَا یُغْنِی باب افعال سے مضارع منفی معروف واحد مذکر غائب، بے نیاز کرنا، غنی فلان (س) غنی و غناء: مالدار ہونا، عَنِ الشَّیْءِ: بے نیاز ہونا۔ جوع اسم بمعنی بھوک، جاع (ن) جَوَعًا و مَجَاعَةً: بھوکا ہونا۔

۱ باب ضرب سے معنی ہیں گاڑنا، نَصَبَ الشَّیْءِ (ض) نَصَبًا: کھڑا کرنا، گاڑنا، والی الجبال کیف نصبت میں اسی باب سے ہے۔

۲ حَتَّى فَلَانًا (ض) حَمِیًا و حَمَیًا: حفاظت کرنا، بچانا، أَخْفَى الشَّیْءِ: گرم کرنا۔



**ترکیب** هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ..... هَلْ حرف استفہام برائے تشویق (یا بمعنی قَدْ برائے اخبار عند بعض)

آئی فعل کاف مفعول بہ، حدیث الغاشیہ مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ

انشائیہ ابتدائیہ (لا محل لها) وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلِي نَارًا حَامِيَةً تُسْقِي مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ.....

وجوہ مبتدا (تنوین برائے تنوید جو بمنزلہ صفت کے ہے، لہذا مبتدا کا نکرہ لانا صحیح ہو گیا، یا تنوین بعض مضاف الیہ ای وجوہ

الکفار) یومئذ (ای یوم اذ غشیت الغاشیہ) ظرف مقدم برائے خاشعہ، خاشعہ شبہ جملہ ہو کر خبر اول، عاملہ

شبہ جملہ ہو کر خبر ثانی، ناصبہ شبہ جملہ ہو کر خبر ثالث، تصلی نارا حامیہ جملہ ہو کر خبر رابع (محل رفع میں) (ناراً حامیہ

مرکب توصیفی ہو کر مفعول فیہ تصلی کا) تُسْقِي مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ جملہ ہو کر خبر خامس (تصلی اور تُسْقِي کی ضمیر کا مرجع وجوہ

ہے مگر مراد اصحاب الوجوہ ہیں اس لیے لہم طعام الا من ضریح لا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِي مِنْ جُوعٍ..... لیس

فعل ناقص لہم ثابتاً کے متعلق ہو کر خبر مقدم، طعام مستثنیٰ منہ الا حرف استثناء من حرف جار ضریح موصوف لا

یُسْمِنُ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف لا یُغْنِي مِنْ جُوعٍ جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے

معطوف سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائناً محذوف کے متعلق ہو کر طعاماً

محذوف کی صفت (ای طعاماً کائناً) موصوف اپنی صفت سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر اسم مؤخر، فعل

ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ بیانیہ، (کائناً قیل ما ہو طعامہم بعد ما ذکر شرابہم) یا خبر سادس

مبتدا اپنی تمام خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (وجوہ الخ جملہ متانفہ بیانیہ ہے، وقع جواباً عن سوال نشأ من

الاستفہام التشویقی) کائناً قیل من جهة النبی ﷺ ما اتانی حدیثہا ما ہو؟ فقیل وجوہ الخ ۲۔

وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِبَةٌ ۝۸ لِّسَعِيهَا رَاضِيَةٌ ۝۹ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝۱۱

بہت سے چہرے اس روز بارونق • اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہوں گے • بہت بریں میں ہوں گے • جن میں کوئی لغوات نہ سنیں گے •

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝۱۳ وَآكُوبٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝۱۴ وَنَبَارِقُ

اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے • اس میں اونچے اونچے تخت ہیں • اور رکھے ہوئے آنکھوں سے ہیں • اور برابر لگے

مَصْفُوفَةٌ ۝۱۵ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝۱۶

ہوئے گدھے ہیں • اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں •

۱۔ ضمیر و مرجع میں مطابقت کا بیان آپ حضرات "مشکل ترکیبوں کا حل" میں دیکھ لیں۔

۲۔ ایک قول یہ ہے کہ خاشعہ، عاملہ، ناصبہ صفات ہیں وجوہ کی، اور تصلی نارا حامیہ اور تسقی الخ اور لیس لہم الخ تینوں خبریں۔

قولہ لیس لہم طعام الا من ضریح متعلق ہو کر طعام کی صفت اور اس سے بدل بھی بن سکتا ہے۔

قولہ من جوع ایک قول یہ ہے کہ من ذاکہ ہے اور ما بعد محلاً منصوب ہے۔

**تشریح** ماقبل میں اہل جہنم کا حال مذکور تھا اب ان آیات میں اہل جنت کا حال مذکور ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَجُودٌ یَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعِیْہَا رَاضِیَّةٌ ۝۹“ بہت سے چہرے اس روز بارونق، اپنے کاموں کی بدولت خوش ہوں گے۔ اس روز سے مراد قیامت کا روز ہے، اور یہ چہرے ایمان والوں کے چہرے ہوں گے جو ناعمہ ہوں گے، یعنی پُر رونق اور تروتازہ کہ نعمتوں کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہوں گے اور چوں کہ ان چہرہ والوں یعنی مومنین نے دنیا کے اندر نیک کاموں میں خوب کوششیں کی تھیں، آج ان کا میٹھا پھل ملا، اس لیے وہ اپنے کاموں اور کوششوں سے خوش و خرم ہوں گے، ”فِی جَنَّةٍ عَالِیَّةٍ ۝۱۰“ بہشت بریں میں ہوں گے۔ بریں فارسی زبان کا لفظ ہے بمعنی بلند، یعنی وہ جنت مرتبہ کے اعتبار سے بھی عالی ہے اور ظاہری اونچائی کے اعتبار سے بھی بلند ہے، ”لَّا تَسْمَعُ فِیْہَا لَاغِیَّةٌ ۝۱۱“ جن میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے لا تسمع صیغہ واحد مؤنث غائب کی ضمیر کا مرجع و جود ہے اور مراد اصحاب الوجوہ ہیں یعنی جنتی جنت کے اندر کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہیں سنیں گے (بلکہ خوشی اور سلامتی کا ماحول ہوگا، جگر خراش، دلا زار، گالی گلوچ اور بہتان بازی والی ترashi جیسی گھناؤنی حرکت وہاں کوئی نہیں کرے گا۔ ”فِیْہَا عَیْنٌ جَارِیَّةٌ ۝۱۲“ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے عَیْنٌ کی تنوین یا توبرائے تعظیم ہے یعنی عظیم الشان چشمہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے چشمے مشک کے پہاڑ سے پھوٹ کر نکلتے ہیں یا برائے تکثیر ہے ای غیون کثیر یعنی کثیر چشمے (روح) یا بالفاظ دیگر یوں کہے کہ عَیْنٌ نکرہ فی الاثبات واقع ہے اس لیے ایک چشمہ مراد نہیں ہے بلکہ جنس پر محمول ہے یعنی کثیر چشمے (ابن کثیر) ”فِیْہَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝۱۳“ اس میں اونچے اونچے تخت ہیں یعنی مرتبہ کے اعتبار سے بھی اونچے اور بلند و برتر اور مکان کے اعتبار سے بھی اونچے، جن کی مسافت حدیث ترمذی میں پانچ سو سال چلنے کی مقدار بتلائی گئی ہے، اور ان کے تختے لکڑی کے نہیں بلکہ سونے کے ہوں گے، اور ان کے کنارے زمرد، موتی اور یاقوت سے آراستہ ہوں گے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | جب جنت کے تخت بہت اونچے ہوں گے تو ان پر چڑھنے میں مشقت بھی اٹھانی پڑے گی اور دیر بھی لگے گی، تو جواب یہ ہے کہ جب بیٹھنے والا ان پر بیٹھنا چاہے گا تو وہ فوراً نیچے ہو جائیں گے اور پھر اٹھ جائیں گے اور اپنے مقام پر چلے جائیں گے۔

”وَ اَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝۱۴“ اور رکھے ہوئے آنخوڑے ہیں یعنی پیالے اور یہ ان کے سامنے ہی موجود ہوں گے تاکہ جب پانی پینے کو جی چاہے تو دیر نہ لگے، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیالے جنت کے چشموں کے کناروں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ ”وَ نِسَارٌ مِّصْفُوفَةٌ ۝۱۵“ اور برابر لگے ہوئے گدے ہیں یعنی نہایت قرینے اور ترتیب سے بچھے ہوئے ہیں۔ ”وَ زَرَاجٌ مَبْنُوثَةٌ ۝۱۶“ اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں تاکہ جس وقت جہاں چاہیں آرام کر لیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کلفت نہ اٹھائیں، خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی، اور تکلیف نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔

**تذکرہ** و جود چہرے، واحد و جند ناعمہ بارونق (س) اسم فاعل واحد مؤنث، نَعِمَ الشَّیْءُ (س) نَعَمًا وَ نَعْمَةً



وَنَعِيْمًا: پُر رونق ہونا۔ سَمِعَ باب فتح کا مصدر سَمِعَ (ف) سَمِعًا: کوشش کرنا، کمائی و کوشش کے معنی میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہوتا ہے، جمع مَسَاعٍ۔ رَاضِيَةٌ خوش و خرم (س) اسم فاعل واحد مؤنث، رَضِيَتْ وَبِهِ وَعَنْهُ وَعَلَيْهِ (س) رِضًا وَرِضَاءً وَرِضْوَانًا وَرِضَاةً: خوش ہونا، راضی ہونا۔ عَالِيَةٌ (ن) اسم فاعل واحد مؤنث، عَلَا (ن) عَلَوًا: بلند ہونا۔ لَا تَسْمَعُ صیغہ واحد مذکر حاضر سَمِعَ (س) سَمْعًا وَسَمَاعًا وَسَمَاعَةً: سنالہ۔ لَا غِيَةَ مصدر ہے بمعنی لغو جیسے عافیۃ (روح المعانی) بیہودہ کلام، لَا غَايَةَ لَغَوًا وَلَا غَايَةَ لَغْيًا وَلَا غَايَةَ لَغْيًا وَلَا غَايَةَ لَغْيًا وَلَا غَايَةَ وَمُلْغَاةً: بیہودہ بات کرنا، بغیر سوچے سمجھے بولنا۔ (لا غیۃ در اصل لَا غِيَوَةٌ تھا، واؤ کو بعد کسرہ واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل دیا) (مزید عمدہ تحقیق بضمین اختیاری مطالعہ) عَيْنٌ جاریۃ: بہتے چشمے، عین سے یہاں جنس مراد ہے اس لئے جمع سے ترجمہ کیا گیا ہے، عَيْنٌ کی جمع اَعْيُنٌ و عِیُونٌ۔ جاریۃ (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، جَرَى الْمَاءُ (ض) جَرَيًا وَجَرَيَانًا: بہنا، جاری ہونا۔ سُرُرٌ واحد سَرِيرٌ تخت۔ مَرْفُوعَةٌ اونچے، (ف) اسم مفعول، رَفَعَ الشَّيْءَ (ف) رَفْعًا وَرَفَاعًا: اٹھانا، اوپر اٹھانا، بلند کرنا۔ اَكْوَابٌ آنخورے جن میں پکڑنے کا دستہ نہ ہو، یعنی پیالے، گلاس، واحد كُوبٌ مَوْضُوعَةٌ (ف) اسم مفعول واحد مؤنث، وَضَعَ الشَّيْءَ (ف) وَضْعًا: رکھنا۔ تِمَارِقُ گدے، واحد تُمْرُقَةٌ (حضرت تھانویؒ نے گدے ترجمہ کیا ہے) بعض حضرات نے تکیے ترجمہ کیا ہے، اس میں تین لغات ہیں: (۱) تُمْرُقَةٌ (نون اور راء کا ضمہ) (۲) دونوں کافیہ (۳) دونوں کا کسرہ، اور بغیر ہاء کے بھی استعمال ہوتا ہے یعنی التُّمْرِقُ (روح المعانی) مَصْفُوفَةٌ برابر لگے ہوئے (ن) اسم مفعول واحد مؤنث، صَفَّ الشَّيْءَ (ن) صَفًّا: ترتیب سے لگانا، زَرَّائِقُ قالین، واحد زَرِّيَّةٌ (زاء کی تینوں حرکتوں کے ساتھ، روح المعانی) مَبْفُوفَةٌ (ن) اسم مفعول واحد مؤنث، بَثَّ الشَّيْءَ (ن) بَثًّا: پھیلانا، بکھیرنا۔

**ترکیب** ۱۔ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ ثَلَاثَةٌ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ... وجوہ مبتدا (توین برائے تلوغ) یومئذ مرکب اضافی ہو کر ناعیمۃ کا ظرف، ناعیمۃ شبہ جملہ ہو کر خبر اول، لِّسَعْيِهَا متعلق مقدم راضیۃ کے (والتقديم للاعتناء مع رعاية الفاصله) ۲۔ اور وہ خبر ثانی فی جَنَّةٍ عَالِيَةٍ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَا غِيَةَ... فی حرف جار جنتہ موصوف عالیۃ صفت اول، لَا تَسْمَعُ فِيهَا لا غیۃ ۳۔ صفت ثانی (لا غیۃ مفعول بہ اور فیہا متعلق لا تسمع کے) فیہا عین جاریۃ... فیہا جار مجرور ثابتہ مخذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم عین جاریۃ مرکب توصیفی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت ثالث، فیہا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ وَاکْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ وَتِمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ وَزَرَّائِقُ مَبْفُوفَةٌ... فیہا جار مجرور ثابتہ مخذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اکواب مَوْضُوعَةٌ مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ تِمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ مرکب توصیفی ہو کر معطوف

۱۔ سَمِعَ لَهُ: اطاعت کرنا سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ: اللہ کا کسی کی حمد کو سننا اور قبول کرنا۔

۲۔ قَوْلُهُ لِسَعْيِهَا الْخ وَقِيلَ الْمَضَافُ مَقْدَرُ الْإِثْرِ لِشَوَابِ سَعْيِهَا الْخ

۳۔ قَوْلُهُ لَا تَسْمَعُ الْخ خَطَابٌ لِكُلِّ مَنْ يَصْلَحُ لِلخَطَابِ أَوْ هُوَ مُسْنَدٌ إِلَى ضَمِيرِ الْغَائِبَةِ الْمُؤَنَّثَةِ وَهُوَ رَاجِعٌ لِلْوَجْهِ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِهَا أَصْحَابُهَا أَوِ الْإِسْنَادُ مُجَازِيٌّ.

علیہ معطوف، واو عاطفہ زراعی مبعوثہ مرکب توصیفی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل ملا کر مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت رابع، جتنے کی، موصوف اپنی چاروں صفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنہ مخدوف کے متعلق ہو کر خبر ثالث، مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

### اختیاری مطالعہ

**عمدہ تحقیق:** قولہ لا غیۃ: لا غیۃ کے بارے میں ایک قول تو بھمن لغات لکھ دیا گیا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مصدر نہیں بلکہ اسم فاعل ہے، اب تین صورتیں ہیں، یہاں پہلی صورت یہ ہے کہ فاعل کا یہ وزن اسم فاعل کے معنی میں نہیں کیوں کہ اسم فاعل ماننے کی صورت میں ترجمہ ہوگا لغو اور بے ہودہ کام کرنے والا، اور اس کا موصوف کلمہ مخدوف ہے تو ظاہر ہے کہ کلمہ کو لغو بولا جاتا ہے نہ کہ خود کلمہ لغو بے ہودہ کام کرنے والا ہوتا، لہذا فاعل کا یہ وزن نسبت کے لیے ہے، جیسے: تامر و لاجن۔ ای ذات لغو یعنی کلمہ ذات لغو۔ ”لغو بے ہودہ بات“ دوسری صورت یہ ہے کہ لا غیۃ اسم فاعل اپنے ہی معنی میں ہے، اور کلمہ کی صفت ہی ہے، اور کلمہ کی طرف اس کی نسبت اسناد مجازی ہے کیوں کہ کلمہ لا غیۃ نہیں ہوتا بلکہ ملغوبہا ہوتا ہے، یعنی کلمہ خود لغو کام کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعہ یعنی اس کو بول کر لغو بے ہودہ کام کیا جاتا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ یہ نفس مخدوف کی صفت ہے ای لا تسمع فیہا نفۃ لا غیۃ یعنی جنتی لوگ کسی شخص کو بے ہودہ بات کرتے نہیں سنیں گے، اب یہ اسناد اسناد حقیقی ہوگی، اور اسم فاعل اپنے معنی میں ہوگا۔ (روح و مظہری ملخصاً)

**نکتہ:** قولہ فیہا عین جاریۃ: چشموں کا پانی تو جاری و ساری ہوتا ہی ہے تو جاریۃ صفت کیوں لائی گئی، جواب یہ ہے یہ صفت بطور مبالغہ کے لائی گئی ہے کہ اس کا پانی ایسا رواں دواں ہوگا کہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٤﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٥﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ

تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے • اور آسمان کو کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے • اور پہاڑوں کو

كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٦﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿١٧﴾

کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں • اور زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی ہے •

**تشریح** ان آیات سے ماقبل آیات میں قیامت اور مومن و کافر کی جزا و سزا کا بیان تھا تو جو بعض لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں جس میں جزا و سزا وغیرہ کے سب واقعات ہوں گے تو یہ ان کی غلطی ہے ان کو اللہ کی قدرت اور اس کی نشانیوں میں غور کرنا چاہیے، چنانچہ مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیوں کو بیان فرمایا ہے جن میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے قیامت کو قائم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٤﴾“ تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے یعنی اونٹ کی ہیئت اور خاصیت دوسرے جانوروں کی بہ نسبت عجیب ہے، ہیئت بایں طور عجیب ہے کہ اپنے ڈیل ڈول کے اعتبار سے سب سے بڑا جانور ہے (ہاتھی بھی اگرچہ بڑا چوپایہ ہے مگر وہ عرب کے اندر ہوتا ہی نہیں اور قرآن کے اولین



مخاطب وہی حضرات ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ اس میں وہ فوائد و خصائص نہیں جو اونٹ میں پائے جاتے ہیں نیز نہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور نہ دودھ پیا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے ہر پاؤں میں دو گھٹنے بنا دیئے جن کی تہہ کر کے وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس پر چڑھنا آسان ہو جاتا ہے، اور باعتبار خاصیت و اوصاف کے بھی وہ عجیب ہے کہ وہ مسکین طبع اور بڑا سادہ مزاج ہے کہ ایک بچی بھی اگر چاہے تو اس کی رسی پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے، نیز تمام پالتو جانوروں میں سب سے زیادہ بھوک پیاس گرمی سردی برداشت کر لیتا ہے اور تھوڑی سی دیکھ بھال سے خوش ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے پیٹ میں ایک ایسی ٹنکی بنا دی کہ وہ سات آٹھ روز کا پانی پی کر اس ٹنکی میں محفوظ کر لیتا ہے اور حسب ضرورت اندر اندر پی لیتا ہے، ”وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝۱۸“ اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے کہ بظاہر نہ کوئی ستون ہے اور نہ کوئی کھمبا۔ ”وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝۱۹“ اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے کہ ذرا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے۔ ”وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝۲۰“ اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے کہ اس پر چلنا پھرنا، رہنا سہنا بھی آسان، اور کھیتی کرنا بھی آسان، خلاصہ یہ ہے کہ کیا منکرین بعث اللہ تعالیٰ کی ان قدرتوں کو نہیں دیکھتے کہ ان میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کا قیامت قائم کرنے پر قادر ہونا سمجھ لیتے۔

**فائدہ** مذکورہ آیات میں بطور خاص چار چیزوں کو بیان کیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن کے اولین مخاطب عرب کے لوگ تھے اور عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے تھے تو اس وقت ان کے سامنے اونٹ ہوتے تھے اور اوپر آسمان اور نیچے زمین اور اطراف میں پہاڑ، اس لیے ان علامات میں غور کرنے کے لیے فرمایا گیا۔

**نکات** الإِبِلِ اونٹ، یہ بطور اسم جنس واحد اور جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے، اِبِل کا کوئی واحد نہیں ہے البتہ اس کی جمع اِبَال آتی ہے، لفظ اِبِل مؤنث ہے اسی وجہ سے اس کی تصغیر میں تا آتی ہے چنانچہ اَبِيلَةٌ بولتے ہیں (روح المعانی) كَيْفَ اسم مبنی برفتحہ ہے، عموماً یہ استفہام کے لئے ہوتا ہے خواہ استفہام حقیقہ ہو یا اعتباراً مثلاً تعجب وغیرہ کے لئے، کیف کے بعد اگر کوئی اسم ہو تو کیف خبریت کی بناء پر محل رفع میں ہوگا، اور اگر کیف کے بعد فعل ہو تو کیف مفعول مطلق یا حال ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہوگا، آیت مذکورہ میں کیف حال ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہے اور الم تر کیف فعل ربک بأصحاب الفیل میں کیف مفعول مطلق ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہے، اور کیف شرط کے لئے بھی آتا ہے، جیسے کیف تصنع اصنع پس یہ ایسے دو فعلوں کا تقاضا کرتا ہے جو لفظاً و معنی متفق ہوں اور مجزوم نہ ہوں۔ (معنی اللیب: ص ۲۰۴، مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۹۳) خَلَقَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، خَلَقَ الشَّيْءَ (ن) خَلَقًا: پیدا کرنا۔ رُفِعَتْ (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، رَفَعَ الشَّيْءَ (ف) رَفْعًا وِرْفَاعًا: بلند کرنا۔ الْجِبَالِ الجبل کی جمع، پہاڑ۔ نُصِبَتْ (ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، نَصَبَ الشَّيْءَ (ض) نَصْبًا: کھڑا کرنا، گاڑنا۔ الْأَرْضِ زمین، جمع أَرْضُونَ، أَرْضٍ، سُطِحَتْ بچھائی گئی۔ (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، سَطَحَهُ

(ف) سَطَحًا: بچھانا، پھیلاتا۔

**ترکیب** اَفَلَا يَنْظُرُونَ اِلَى الْاِبْلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَ اِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ... ہمزہ برائے استفہام انکاری (اعراب القرآن) فاعاطفہ اور معطوف علیہ محذوف ہے ای ایشکرون البعث فلا ينظرون الخ يَنْظُرُونَ فعل، واؤ ضمیر فاعل، الی حرف جار الابل مبدل منہ کیف حال از ضمیر خُلِقَتْ (ای خلقت علی ای حال، اؤ لا ينظرون الی خلق الابل، اوالی کیفیۃ خلقہا) ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بدل اشتمال (محل جر میں) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ الی السماء کیف رُفِعَتْ (اس کی ترکیب بعینہ الی الابل کیف خلقت کی طرح ہے) معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ الی الجبال کیف نُصِبَتْ (حسب سابق) معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ الی الارض کیف سُطِحَتْ (حسب سابق) معطوف، تمام معطوفات باہم مل ملا کر متعلق لا يَنْظُرُونَ فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ، (کلام مستأنف مسوق لتقریر ما مضی من حدیث الغاشیہ)

فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَ كَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ

تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے • آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں • آپ ان پر مسلط نہیں ہیں • ہاں مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا • تو خدا اس

اللَّهُ الْعَذَابُ الْاَكْبَرُ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ ﴿۲۶﴾

کو بڑی سزا دے گا • ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا • پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے •

**تشریح** ماقبل میں چار چیزوں میں غور و فکر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا تھا، مگر جب یہ لوگ باوجود دلائل موجود ہونے کے غور نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ”فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾“ تو آپ (اے پیغمبر) نصیحت کر دیا کیجئے اور ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے، کیوں کہ آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ ”لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ﴿۲۲﴾“ آپ ان پر مسلط نہیں ہے (جو زیادہ فکر میں پڑیں، اور بات منوا کر ہی رہیں) ”اِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَ كَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابُ الْاَكْبَرُ ﴿۲۴﴾“ ہاں مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا تو خدا اس کو بڑی سزا دے گا (یعنی آخرت میں) ”اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ ﴿۲۶﴾“ یہ جملہ ماقبل عذاب کی تعلیل کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑی سزا دے گا کیوں کہ ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا، پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے۔ لہذا آپ صرف نصیحت کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دیجئے اور ان کا مستقبل ہمارے سپرد کر دیجئے کہ ہم ان سے ایک ایک رتی کا حساب لے لیں گے۔



**نکتہ:** وعید کو قوی بنانے کے لیے اِنَّ الینا ایاہم میں الینا کو مقدم ذکر کیا یعنی ان کی واپسی ایسے جبار و قہار کی طرف ہی ہوگی جو ان کو سزا دینے پر قادر ہے۔ (مظہری)

**نکتہ:** اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابُہُمْ عَلٰی لزوم کے لیے آتا ہے لیکن اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں یعنی بالذات لازم نہیں، ہاں اس نے کفار کو معاف نہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے اس لیے اس وعدہ کی وجہ سے کفار کو عذاب دینا اس پر لازم ہے، بس یوں سمجھو کہ اس جگہ علی کا استعمال تاکید و وعید کے لیے ہے۔

**ذِکْرُ** باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، ذِکْرُ النَّاسِ: وعظ و نصیحت کرنا۔ مُذِکِّرُ باب تفعیل سے اسم فاعل کا واحد مذکر۔ لَسْتُ فعل ناقص لَیْسَ سے، واحد مذکر حاضر۔ مُصِیْطِرُ مسلط، اسم فاعل واحد مذکر، از ثلاثی مزید فیہ ملحق بر بائی مجرد صِیْطَرَ صِیْطَرَةٌ بروزن فِیْعَلَةٌ (در اصل سِیْطَرَةٌ ہے، سین کو صا د سے بدل دیا، سِیْطَرَةٌ بمعنی ذمہ دار ہونا، مسلط ہونا) تَوَلَّى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، روگردانی کرنا۔ کَفَرَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، کَفَرَ الرَّجُلُ (ن) کَفَرًا وَکُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ یُعَذِّبُ (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب، عَذَّبَهُ تَغْذِیْبًا وَعَذَابًا: عذاب دینا، سزا دینا۔ العذاب باب تفعیل کا اسم مصدر، بمعنی سزا، دکھ، جمع آعْذِیْبَةٌ۔ الا کَبُرُ باب کرم سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھیے سورۃ النازعات میں فاراہ الایۃ الکبریٰ) اِیَاب مصدر از باب نصر، آتِیَہ (ن) اَوْتَا وَاِیَاتَا، وَمَا تَا: لوٹنا (در اصل اَوَاب ہے، واو بعد کسرہ واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی۔ ثُمَّ (للتراخی الرتبی لا الزمانی) حِسَاب مصدر از باب نصر، حَسَبَ الْمَالِ وَنَحْوَهُ (ن) حِسَابًا وَحُسْبَانًا: مال وغیرہ کا حساب کرنا۔ (مزید تحقیق سورۃ النبأ میں)

**ترکیب** فَذِکْرٍ اِنَّمَا اَنْتَ مُذِکِّرٌ... فاصحیہ (اور شرط مقدر ہے) اَیْ اِنْ کَانُوا لَا یَنْظُرُوْنَ اِلٰی هٰذِهِ الْاَشْیَاءِ نَظْرًا تَدْبِیْرًا فَذِکْرُہُمْ (اعراب القرآن) ذِکْرُ فعل اپنے فاعل سے مل کر جزاء، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ۱۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُذِکِّرٌ (ترکیب آسان ہے) اور جملہ تعلیلیہ ہے (ای تعلیل للامر بالتذکیر) لَسْتُ عَلَیْہُمْ بِمُصِیْطِرٍ..... لَسْتُ (تاکید لمضمون انما انت مذکر) فعل، تاء ضمیر اس کا اسم علیہم جار مجرور متعلق مقدم مُصِیْطِرُ کے بمصیطر بازائدہ برائے تحسین و تاکید مُصِیْطِرُ لفظاً مجرور محلاً منصوب، لیس کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ، اِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَکَفَرَ فِیْعَلِیْہُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ..... اِلَّا بمعنی لکن مَنْ اسم موصول تَوَلَّى وَکَفَرَ معطوف و معطوف علیہ جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، فازائدہ (جو مشابہ ہے فاجزائیہ کے کیونکہ مبتدا میں اس جگہ شرط کے معنی کی جھلک ہے) اور یہ الذی یا تینی فی الدار فلہ درہم کی طرح

۱۔ تَوَلَّى فلاتا: دوست بنانا، محبت کرنا۔

۲۔ قولہ فذکر الخ مفعول بہ کو حذف کر دیا گیا اَیْ ذِکْرُہُمْ مفعول بہ کو کسی غرض کی بناء پر حذف کرنا جائز ہے، لفظی غرض ہو جیسے رعایت فواصل جیسے ما و د عکریک و ما قلی ای قلاک یا معنوی غرض ہو، جیسے: مفعول بہ کے ذکر کو تغیر سمجھنے کی وجہ سے اس کو حذف کرنا جیسے کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی ای لا غلبن الکافرین۔

ہے) یُعَذِّبُهُ اللّٰهُ، فاعل، مفعول بہ، العذاب الا کبر مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ مستانفہ یا پھر مستثنیٰ منقطع (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اِنْ اَلَيْنَا اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنْ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ... اِنْ حرف مشبہ بالفعل الینا جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم ۲۔ ایاہم مرکب اضافی ہو کر اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف اِنْ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (حسب سابق) معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ تعلیلیہ (ای تعلیل للعذاب الا کبر)

**فائدہ** ایاہم اور حسابہم کی ضمیر کا جمع لانا لفظ من کے معنی میں عموم کے اعتبار سے ہے اور بعض جگہ ضمیر کا واحد لانا لفظ من کی رعایت میں ہوتا ہے۔

### اختیاری مطالعہ

**تحقیق لطیف: قولہ اِلَّا مَنْ تَوَلَّى:** عصام الدین نے فرمایا کہ من تولى الخ کو مست علیہم کی ضمیر ہم سے مستثنیٰ منقطع ماننے میں اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ مستثنیٰ منقطع وہ ہوتا ہے جو الا کے بعد واقع ہو اور اس کو متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اسکے متعدد میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے، اور وہ اس متعدد یعنی مستثنیٰ منہ کے حکم میں مخالف ہو، تو دیکھتے یہاں مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ سے کفار مراد ہیں اور مست علیہم میں ہم ضمیر سے بھی کفار مراد ہیں تو یہاں مستثنیٰ منہ متعدد سے نکالا نہیں گیا اور حکم کے اعتبار سے بھی یہاں مستثنیٰ منہ کے مخالف نہیں بلکہ حکم میں شریک ہے کہ مستحق عذاب ہے، اس کا جواب دیا کہ کبھی کبھی مستثنیٰ منقطع کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لیے آتا ہے بغیر اس کے کہ وہ حکم میں مستثنیٰ منہ کے مخالف ہو، پس اس کے لیے حکم کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا حکم مستثنیٰ منہ کے حکم کے خلاف نہیں ہے پس یہاں مستثنیٰ عذاب کے وہم کو دفع کرنے کے لیے ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ مست علیہم میں ہم ضمیر کے جو مصداق ہیں ان کو تو عذاب ہو اور جو من تولى و کفر کے مصداق ہیں ان کو عذاب نہ ہو، لہذا ان کا حکم بیان کیا گیا کہ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الخ۔

## سورۃ والفجر مکیہ

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالْيَلِ إِذَا يَسِرُ ۝۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ

قسم ہے فجر کی • اور دس راتوں کی • اور جفت اور طاق کی • اور رات کی جب وہ چلنے لگے • کیا اس میں عقلمند

۱۔ دوسرا قول یہ ہے کہ الاحرف استثناء من تولى و کفر موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ متصل ذیکر کے مفعول بہ سے آئی ذیکر عبادی الا من تولى الخ یا علیہم کی ضمیر سے، اس صورت میں فی عذاب الخ کی قاعا طغہ ہوگی اور معطوف علیہ محذوف ہوگا آئی تجبئ فی عذاب الخ اور یہ جملہ مستانفہ ہوگا (اعراب القرآن و بیانہ و صرفہ) و قیل الاستثناء منقطع (تفصیل در روح المعانی)

۲۔ والسرفی تقدیم الجار والمجرور التشدید بالوعد وفی العطف بثم للدلالة علی التراخی فی الرتبة لافى الزمان



## لِذِي حَجَرٍ ۝

کے واسطے کافی قسم بھی ہے۔

**رابطہ** سورت سابقہ میں جزائے فریقین کا ذکر تھا اس سورت کا بڑا مقصد فریقین کے ایسے اعمال کو بیان کرنا ہے جو جزا و سزا کے سبب بنتے ہیں، اور تمہید میں بعض ہلاک شدہ امم سابقہ کا ذکر ہے جن کے اعمال موجب سزا تھے اور اخیر میں فریقین کی بعض جزا کا مضمون ہے۔

**تشریح** ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں اور جواب قسم مقدر ہے آی لَتُعَذِّبُنَّ يَا كُفَّارَ مَكَّةَ (جلالین) تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَالْفَجْرِ ۝“ قسم ہے فجر (کے وقت) کی، یعنی ہر روز کے صبح صادق کے وقت کی کہ وہ عالم میں ایک عظیم انقلاب لاتی ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ آدمی سوتے سوتے کیسے بیدار ہو گیا، گویا زندگی کی ایک نئی صبح ہو گئی (حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں اس سے مراد ماہِ محرم کی پہلی تاریخ کی فجر ہے جو اسلامی قمری سال کا پہلا دن ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک یوم النحر کی فجر مراد ہے (جلالین حاشیہ، معارف القرآن) اے ”وَلَيَالٍ عَشِيرٍ ۝“ اور دس راتوں کی دوسری چیز جس کی قسم کھائی وہ دس راتیں ہیں یعنی ذی الحجہ کی شروع کی دس راتیں کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں کہ ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے اور ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ (بہذانی الحدیث) ”وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝“ اور جفت اور طاق کی یعنی قسم ہے جفت کی اور طاق کی شفع کے لغوی معنی جوڑے کے ہیں جس کو اردو میں جفت کہتے ہیں اور جفت سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے اور وتر کے معنی طاق اور فرد کے ہیں۔ اور طاق سے مراد ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنی یوم عرفہ ہے (بہذانی الحدیث) (ایک حدیث میں ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ کسی کی طاق رکعتیں ہیں اور کسی کی جفت، بعض نے کہا کہ طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور جفت سے مراد مخلوق)

”وَاللَّيْلِ إِذَا يَنسَرٍ ۝“ اور رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے یعنی گزرنے اور ختم ہونے لگے، یاد رکھئے کہ رات کا جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ و انعامات کثیرہ پر دلالت کرتا ہے، ”هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِذِي حَجَرٍ ۝“ یہ آیت بطور جملہ معترضہ کے ہے تا کہ اس قسم کا عظیم ہونا معلوم ہو جائے کہ کیا اس (قسم مذکور) میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے (یعنی کیا عقل والے آدمی کے لیے یہ قسمیں بھی کافی ہیں یا نہیں، ذی حجر کا ترجمہ ہے عقل والا، اور قَسَمٌ کی تین برائے تعظیم ہے، بتابریں ترجمہ میں لفظ کافی استعمال کیا گیا) یہ استفہام تقریر

۱۔ دسویں ذی الحجہ یعنی یوم النحر کی تخصیص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دن کے ساتھ ایک رات لگا رکھی ہے جو اسلامی اصول کے مطابق دن سے پہلے ہوتی ہے صرف یوم النحر ایسا دن ہے کہ اس کے ساتھ کوئی رات نہیں، یوم النحر سے پہلے جو رات ہے وہ نویں تاریخ یعنی عرفہ کی رات ہے گویا عرفہ کی دو راتیں ہیں ایک اس سے پہلے کی اور ایک بعد کی یہی وجہ ہے کہ اگر حاجی عرفہ کے دن میدان عرفات میں نہ پہنچ سکا اور رات میں کسی وقت بھی صبح صادق سے پہلے تک پہنچ گیا تو اس کا وقوف معتبر اور حج صحیح ہو جاتا ہے (معارف)

و تاکید کے لیے ہے یعنی واقعہ ان مذکورہ قسموں میں ہر قسم تاکید کلام کے لیے کافی ہے معمولی نہیں ہے گو خدائے پاک کی سب قسمیں ایسی ہی ہیں مگر اہتمام شان کے لیے اس کے کافی ہونے کی تصریح فرمادی کہ کافی قولہ تعالیٰ فی سورۃ الواقعة، وانه لَقَسَمَ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ اب اس کے بعد جواب قسم مقدر ہے ای لتعذببن یا کفار مکہ اے کفار مکہ تم کو ضرور سزا ہوگی اور اس جواب قسم پر آئندہ کلام قرینہ ہے جس میں منکرین سابقین یعنی قوم عاد، ثمود اور فرعون کو عذاب دینے کا ذکر ہے۔ کہ جس طرح وہ منکر خدا تھے تم بھی ہو تو جو حشر ان کا ہوا تمہارا بھی ہوگا۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ سب تصرفات الہیہ کی دلیل ہیں اور جو ایمان و اطاعت کے واجب ہونے کی مقتضی ہیں اور ترک واجب پر عذاب کا مرتب ہونا ظاہر ہے۔

**فَاللَّهِ** قسم کا عظیم ہونا قسم کھانے سے سمجھا گیا اب هل فی ذلک قسم الخ سے تاکید ہے یعنی قسم کے عظیم ہونے کی تاکید ہے۔

**لَا الْفَجْرِ** (مراد وقت فجر) الْفَجْرِ مصدر ہے اور دراصل اس کے معنی پھاڑنے کے ہیں، بطور اسم صبح کو اس لئے فجر کہتے ہیں کہ اس سے رات کی تاریکی چاک ہو جاتی ہے، فَجَرَ اللّٰهُ الْفَجْرَ (ن) فجر طلوع کرنا۔ لیالِ راتیں، واحد لیلۃ دراصل لیالی تھا، یاء بوجہ التقاء ساکنین حذف ہوئی، اور لیالی کو نکرہ لانا اس کی دیگر راتوں پر فضیلت کی وجہ سے ہے۔ (اعراب القرآن) عَشْر دس، یہ بغیر ہا کے مؤنث کا عدد ہے، اور جب اس کے ساتھ آخذ سے لیکر تسعة کا کوئی لفظ استعمال ہوگا تو شین پر فتح ہوگا۔ الشَّفْع بمعنی جوڑا، جفت و ثر کے بالمقابل، یہ مصدر ہے بمعنی جوڑا بنانا، کسی چیز کے ساتھ اس جیسی دوسری چیز ملانا، شَفَعَ الشَّيْءَ (ف) شَفَعًا: جوڑا بنانا۔ پھر یہ بمعنی مشفوع (ملایا ہوا یعنی جفت) استعمال ہونے لگا، شَفَعَ کی جمع أَشْفَاعٌ وَشَفَاعٌ۔ الْوَثْر طاق، اکیلا، ضد شَفَعَ (بکسر الواو و بفتحها) جمع أَوْتَار، یَشْرِ (ض) مضارع واحد مذکر غائب، سزی اللیل (ض) سَرَّيْنَا وَسِرَّيْنَا: جانا، گذرنا، اصلہ یَسْرِیْ حذفت الیاء تخفیفاً، (بیان القرآن) روح المعانی میں ہے حذفت الیاء عند الجمهور وصللاً ووقفاً للتخفیف و لتوافق رؤس الآی، (یعنی رعایت فاصلہ کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا) بعض قراء نے حالت وصل اور حالت وقف دونوں میں یاء کو ثابت مانا ہے اور بعض نے صرف حالت وقف میں یاء کو حذف مانا ہے۔ قَسَمُ اسم مصدر بمعنی یمین، جمع أَقْسَامٌ (قسم کی جمع بھی أقسام ہی ہے) أَقْسَمَ أَقْسَامًا وَمُقْسَمًا: قسم کھانا۔ جَحْر عقل، جمع محجور و أحجار، اصل فَجَرَ الْمَاءَ: چشمہ جاری کرنا، فَجَرَ (ن) فَجَّرًا: گناہ کرنا، أَفَجَرَ: وقت فجر میں داخل ہونا، گناہ کرنا، فَاجَرَ مَفَاجَرَةً: کسی کے ساتھ مل کر بدکاری کرنا، فَجَرَ الْأَرْضَ: چشمہ جاری کرنا۔

**فَاللّٰهُ**: فجور، فجر ہی سے ہے، دیانت کے پردہ کو چاک کر دینا جسکی دوسری تعبیر ہے نافرمانی و گناہ کرنا

۲۔ اللیل کے معنی بھی رات کے ہیں جمع الیالی (یاء کی زیادتی کے ساتھ خلاف قیاس) اور لیانل بھی کہا جاتا ہے، اور اللیلۃ بمعنی ایک رات، جمع لیالیانل، مصباح اللغات میں لکھا ہے کہ لیل، نہار کے مقابل ہے اور لیلۃ، یوم کے مقابل، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیل مثل لیلۃ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیل واحد معنی میں جمع کے ہے، اور اس کا واحد لیلۃ ہے۔

۳۔ معدود اگر دس تک مذکر ہو تو عشرة آئیگا جیسے عشرة رجال اور اگر معدود مؤنث ہو تو عشو آئیگا جیسے عشرة نسوة (المعجم الوسیط، القاموس الوحید)



معنی روکنے کے ہیں، حَجَرَ عَلَیْهِ (ن) حَجَرُوا: روکنا (عقل کو حجب اس لئے کہتے ہیں کیوں کہ وہ نامناسب باتوں میں مشغول ہونے سے روکتی ہے، روح المعانی)

**ترکیب** وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ... واو جارہ تسمیہ، الفجر معطوف علیہ واو حرف عطف لیال عشر مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ معطوف لای واو حرف عطف الشفع معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف الوتر معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف اللیل (ای عظمۃ اللیل) معطوف، معطوف علیہ اپنے تمام معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل محذوف اُقْسِمُ کا، إِذَا مضاف (مجرد عن الشرط) یَسْرِ جملہ ہو کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہوا، عظمۃ اللیل میں عظمۃ محذوف کا، اُقْسِمُ فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم (لا محل لہا)، جواب قسم محذوف ہے آی لثعذبن یا کفار مکہ (دوسرا قول یہ ہے کہ جواب قسم ان رتک لبالمصاد ہے) هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِذِي حِجْرٍ (فی ذلک آی فیما ذکر ثمن القسم المذکور)... هل حرف استفہام برائے تقریر و تاکید (لفخامة الاشياء المذكورة المقسم بها، روح المعانی) فی ذلک ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، قسم موصوف لام جارہ ذی حجب مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائن کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معترضہ ہوا (لا محل لہا)۔ (یعنی قسم اور جواب قسم محذوف کے درمیان)

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ اِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۖ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۚ وَثمودَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخُرَ بِالْوَادِ ۙ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۚ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۚ فَاكْثَرُوا فِيْهَا الْفُسَادَ ۚ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚ اِنَّ شَمْرُوْنَ فِي الْبِلَادِ ۚ اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا • سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا • بے شک

رَبُّكَ لَبِالْبِزْصَادِ ۚ

آپ کا رب کھات میں ہے •

**تفسیر** ان آیات میں موجودین کی عبرت کے لئے منکرین سابقین کے دنیا ہی کے اندر عذاب میں مبتلا ہونے کا قولہ ولایال علامہ جبرہ الفتحۃ نیابۃ عن الکسرة المقطرة علی الیاء المعنوفة لالتقاء الساکنین، یمتنع صرفۃ لقیام الجمع فیہ مقام علتین۔

ذکر ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے، ایک تو قوم عاد کا ذکر کیا، عاد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے جس کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے یعنی عاد بیٹا تھا عاص کا اور عاص بیٹا تھا ارم کا اور ارم بیٹا تھا سام ابن نوح علیہ السلام کا، عاد کی نسل و اولاد بھی اسی نام سے موسوم ہوئی، یعنی اولاد کو باپ کے نام پر عاد بھی کہتے ہیں اور دادا کے نام پر ارم بھی گویا اس قوم کے دو لقب ہیں، عاد اور ارم۔ اور یہ بھی یاد رکھئے کہ عاد کی اولاد میں دو گروہ ہوئے ایک ان کے متقدمین جن کو عاد اولیٰ کہتے ہیں اور دوسرے متاخرین جن کو عاد آخریٰ کہتے ہیں، تو جب عاد کے ساتھ ارم کا لفظ ملتا ہے تو اس سے عاد اولیٰ مراد ہوتی ہے (کہ یہ لوگ اپنے جدا مجد یعنی ارم سے بہ نسبت عاد آخریٰ کے قریب تر ہیں) اسی طرح ارم کا ایک بیٹا تھا عابر اور عابر کا بیٹا تھا ثمود، پھر ثمود کے نام سے بھی ایک قوم موسوم ہوئی گویا عاد و ثمود کا دادا ارم تھا۔

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ اِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۚ“ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستون جیسے تھے، (ہمزہ، استفہام تقریری کے لیے ہے ای قدرایت اور مخاطب آپ ﷺ ہیں یعنی واقعہ آپ کو معلوم ہے گویا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ واقعات اپنی شہرت کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ ہر ایک کو ان کا علم ہونا چاہیے۔ اور لم تر میں روایت سے مراد روایت قلبی یعنی علم ہے، اسی وجہ سے لفظ ”معلوم“ سے ترجمہ کیا گیا اور علم کو روایت سے اس لیے تعبیر کیا کہ یہ علم بدیہی مثل مشاہدہ کے ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ اور عرب کے عام باشندے اس قوم سے خوب واقف تھے کہ کس طرح ان کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا گیا۔ یاد رکھئے کہ آیت کے اندر قوم کی دو صفت لائی گئیں ایک ذات العمد دوسری التی لم یخلق۔ عِمَاد ستون کو کہتے ہیں، قوم عاد کو ذات العمد اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کے قد و قامت ستون کی طرح بڑے طویل تھے، شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ ان میں کم سے کم قد کا آدمی بارہ گز کا ہوتا تھا، (عِمَاد کی جمع عَمَدٌ کما قال تعالیٰ: فِی عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ، سورۃ الہزہ، وقال تعالیٰ: بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا، سورۃ الرعد) ”الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۙ“ جن کی برابر شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا یعنی دنیا بھر کے شہروں میں قوت و طاقت کے اعتبار سے ان جیسا بہادر کوئی نہیں پیدا کیا گیا، مگر بوجہ سرکشی و نافرمانی انجام کیا ہوا آگے خود آ رہا ہے کہ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رِیْکُ سَوَاطِعِ الْعَذَابِ، ”وَتَمُودَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخُرَ بِالْوَادِی ۙ“ اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے، ثمود کا عطف عاد پر ہے یعنی کیا آپ کو معلوم ہے کہ تیرے رب نے قوم ثمود کے ساتھ کیا معاملہ کیا جو وادی القریٰ میں پہاڑ کے پتھروں کو تراشا کرتے تھے، اور مکانات بنایا کرتے تھے اے۔ (ان کا انجام بھی وہی ہوا)

واضح رہے کہ وادی القریٰ ان کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے جیسا کہ ایک کا نام حِمْز ہے اور یہ سب حجاز

۱۔ اللہ نے ان کو یہ فن عطا کیا تھا اور اس سنگ تراشی میں وہ بڑے ماہر تھے معلوم ہوا کہ کسی فن میں مہارت اللہ کی بڑی نعمت ہے مگر انھوں نے اس نعمت کا یہ صلہ دیا کہ اس منعم و محسن کی نافرمانی کی۔ فیاللعجب۔



وشام کے درمیان میں ہیں اور سب میں نمود رہتے تھے (بیان القرآن) جابوا بروزن قالوا ماضی جمع مذکر غائب، بمعنی تراشنا، اور الصخر کا واحد صخرۃ بمعنی پتھر۔ ”وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ“ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ فرعون کا عطف بھی عاد پر ہے یعنی تیرے رب نے فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا، اوتاد و تَد کی جمع ہے بمعنی میخ، فرعون کو ذی الاوتاد یعنی میخوں والا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی کو سزا دیتا تھا تو اس کے چاروں ہاتھ پیر میخوں سے باندھ کر یا خود ہاتھوں پیروں میں میخیں گاڑ کر دھوپ میں لٹا دیتا تھا اور اس پر سانپ بچھو چھوڑ دیتا تھا، (معارف)

”الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ“ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفُسَادَ“ جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا، اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا الذی طَغَوْا الخ عاد، نمود اور فرعون سب کی مشترکہ صفت ہے ای المذکورین، جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا یعنی سرکشی و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا، اور کفر و معاصی سے ایک فساد برپا کر رکھا تھا، چنانچہ ظلم و فساد حد سے بڑھا تو قدرت کو جلال آیا کہ ”فَصَبَّ عَلَيْهِمُ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ“ سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا یعنی عذاب نازل کیا۔

**نکتہ:** سوط کے معنی کوڑا، اور عذاب کو کوڑے سے بایں وجہ تعبیر کیا کہ جس طرح جب کوڑا اور ڈنڈا بدن پر بجنا شروع ہوتا ہے تو بدن کے مختلف حصوں پر بجتا ہے اسی طرح ان ظالموں اور فساد یوں پر عذاب بھی مختلف قسم کے نازل کئے گئے، دوسری بات یہ ہے کہ عذاب کے لیے بجائے لفظ اَنْزَلَ استعمال کرنے کے صَبَّ بمعنی برسانا استعمال کیا تاکہ اشارہ ہو جائے کہ ان پر عذاب بارش کی طرح مسلسل برسا کہ سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا۔

”إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ“ بیشک آپ کا رب گھات میں ہے اس آیت میں عذاب کی علت اور موجودین کی عبرت کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے مرصاد اسم ظرف برائے مکان ہے، یعنی گھات کی جگہ کہ جہاں بیٹھ کر کوئی شخص دور دور تک کے لوگوں کو دیکھ سکے اور ان کے افعال و اعمال کی نگرانی کر سکے، اور وہ لوگ اس کو نہ دیکھ سکیں، یہ کلام بطور تشبیہ کے ہے کہ جس طرح کوئی آدمی گھات میں بیٹھ کر کسی کی نقل و حرکت کی خبر رکھے ہوئے ہو تو بس اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بھی نافرمانوں کی گھات میں ہے یعنی ہر انسان کے تمام اعمال و افعال کو دیکھ رہا ہے اور جب دیکھ رہا ہے تو اسی کے مطابق جزا و سزا دینے والا ہے، لہذا یہ عذاب کی علت ہوئی، چنانچہ عذاب و سزا یہ ہے کہ نافرمانوں میں سے مذکورین کو تو ہلاک کر دیا اور موجودین کو آئندہ عذاب دینے والا ہے۔ (پس ان واقعات سے کفار کو عبرت پکڑنی چاہیے اور ایسے اعمال سے بچنا چاہیے کہ جو عذاب کا سبب ہوں، مگر کفار نے عبرت نہیں پکڑی جیسا کہ اگلی آیات میں تفصیل آرہی ہے)

**فانذار** قوم عاد کی سزا کا ذکر سورۃ اعراف میں ہے فانجینہ والذین معہ برحمة منا وقطعنا دابر الذین کذبوا بآیاتنا وما کانوا مؤمنین، اس قوم پر یعنی عاد اولیٰ پر سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا جس سے تمام کفار ہلاک کر دیے گئے اور قوم ثمود کے متعلق بھی سورۃ اعراف میں ہے فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فی دارہم جثمین (پس آ پکڑا ان کو زلزلہ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے) دوسری آیت میں صیحة یعنی چیخ سے

ہلاک ہونے کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے کہ نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے ہولناک آواز آئی ہو، اور فرعون کی ہلاکت کے متعلق تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دریا قلزم میں غرق کر دیا گیا۔

**لَمَّا تَرَ مِصْرَ نَفْثِ جَدِّ بَلْمٍ وَاحِدٌ مَّا ذَكَرَ حَاضِرٌ، دِرَاصِلٌ تَزَى تَهَا، شُرُوعٌ مِثْلُ لَمْ جَازِ مَہِ كِي وَجْہِ سَے آخِرَ سَے حَرْفِ**  
 علت ساقط ہو گیا، رَأَہُ (ف) رُؤْيَہُ وِ رَأَیَا: آنکھ سے دیکھنا، ادراک کرنا۔ عَادَ رُوحُ الْمَعَانِي مِثْلُ ہِے کہ عَادَ مَنْصَرَفٌ ہِے  
 حَتَّى (قبیلہ) کے معنی کے اعتبار سے، اور حَتَّى تَذْکَرُ ہِے، اور قبیلہ کے معنی کے اعتبار سے اس کو غیر مَنْصَرَفٌ بھی بولا جاتا ہے  
 (اس صورت میں علمیت اور تانیث دو سبب ہو گئے) مگر چونکہ یہ ساکن الاوسط ہِے اس لئے مَنْصَرَفٌ ہونے ہی کو تَرْجِیحُ دِی  
 گئی ہِے، اِزْمَ بَرَبْنَاءِ عِلْمِیَّتِ وَ تَانِیْثِ غَیْرِ مَنْصَرَفٍ ہِے (عجمی لفظ ہِے) اور تانیث قبیلہ مراد لینے کی وجہ سے ہِے۔ الْعِمَادُ  
 تاج العروس میں ہِے کہ آیت شریفہ اِزْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ مِثْلُ بَعْضِ نَے عِمَادِ کے معنی دراز قامت بیان کئے ہیں، ستون کی  
 طرح، اور بَعْضِ نے کہا ہِے کہ اس سے مراد ستونوں والی بلند عمارت والے ہیں اور اس کی جمع عَمَدٌ ہِے (بحوالہ لغات  
 القرآن) اِیْمَلُ مَانِدٌ، مِثَابٌ، جَمْعُ اَمْثَالٍ۔ الْبِلَادُ وَاحِدُ الْبَلَدِ، شہر۔ ثَمُودُ بَرَبْنَاءِ عِلْمِیَّتِ وَ تَانِیْثِ غَیْرِ مَنْصَرَفٍ ہِے ۲  
 (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) جَابُوا (ن) مَاضِیْ جَمْعُ مَذْکَرِ غَائِبٍ، جَابَ (ن) جَوْتَا: تَرَاثَا، (دِرَاصِلٌ جَوْتُوا تَهَا، وَ اَوَّ  
 کُو مَاقْبَلِ مَتَحَرِّکِ ہونے کی وجہ سے اَلْفَ سے بدل دیا) الصَّخْرَ وَاحِدُ الصَّخْرَةِ، پتھر۔ الْوَادِیْ جَمْعُ الْاَوْدِیَةِ مراد وادی  
 القرئی ہِے، دِرَاصِلٌ الْوَادِیْ تَهَا، رُؤْسُ آيَاتِ وَ رَعَايَاتِ فَوَاصِلِ كِي بِنَاءِ پَرِیَاءِ كُو حَذَفُ کر دیا گیا ہِے (تفسیر مظہری، اعراب  
 القرآن و صرفہ و بیانہ) فَرَعُونَ (تحقیق سورۃ النازعات میں اِذْهَبْ اِلٰی فَرَعُونَ کے تحت گذر چکی) الْاَوْتَادِ وَ تَذْ كِي  
 جَمْعُ بِمَعْنٰی مِخْ۔ طَغَوْا (ف) مَاضِیْ جَمْعُ مَذْکَرِ غَائِبٍ (مزید تحقیق سورۃ النازعات میں اِذْهَبْ اِلٰی فَرَعُونَ اِنَّہُ طَغٰی کے  
 ضَمْنِ مِثْلُ) اِکْثَرُوا (افعال) مَاضِیْ جَمْعُ مَذْکَرِ غَائِبٍ، بِمَعْنٰی زَیَادَہُ کرنا، مجرد میں باب کَرَمِ سے ہِے کَثُرَ الشَّیْءُ (ک)  
 کَثْرَۃً: بہت ہونا۔ الْفَسَادُ باب نَصَرِ کا مصدر، فَسَدَ الْاُمُورُ (ن) فَسَادًا: معاملات بگڑ جانا، اِفْرَاقُ فَرِیْ پید ا ہونا۔  
 (یہاں بطور حاصل مصدر مستعمل ہِے بمعنی بگاڑ، خرابی) صَبَّ (ن) مَاضِیْ وَاحِدٌ مَذْکَرِ غَائِبٍ، صَبَّ الْمَاءُ وَ نَحْوُہُ (ن) صَبًّا:  
 اوپر سے پانی ڈالنا، بہانا۔ (باب ضرب سے یہ لازم آتا ہِے بمعنی بہنا اور مصدر صَبَّیْتُ ہِے مگر عبارت بالا میں یہ متعدی  
 استعمال ہوا ہِے) سَوَّطُ اسْمُ جَامِدٌ، کُوڑا، جَمْعُ اَسْوَاطٍ۔ عَذَابُ باب تَفْعِیلِ (تَغْذِیْبِ) کا اسم مصدر، بمعنی سزا، دُکھ وغیرہ جمع  
 اَعْذِیْبٌ (عذاب اور کُوڑا الگ الگ نہیں تھے لہذا اس وقت سَوَّطُ عَذَابٍ میں اضافت بیانِیہ ہِے اِی سَوَّطًا مِّنْ

- ۱۔ **قوله العِمَادُ**، بلند عمارت، واحد عِمَادَةٌ (قاموس القرآن، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ایک قول یہ بھی ہِے) مصباح میں علامہ احمد لکھتے  
 ہیں کہ عِمَادُ وہ چیز ہِے جس کا سہارا لیا جائے، مثلاً ستون، اِکلی جمع عَمَدٌ ہِے، عِینِ اور مِیمِ کے فتح کے ساتھ (بحوالہ لغات القرآن و اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)
- ۲۔ علم چھ مقامات میں غیر مَنْصَرَفٌ بنتا ہِے (۱) مؤنث کا علم ہو (۲) علم عجمی ہو (۳) علم ثلاثی ہو (۴) علم ابرہیم، اور یس، سقراط، (۵) فعل کے وزن پر علم  
 ہو جیسے یثرب (۶) ایسا علم ہو جو مرکب امتزاجی ہو اور وقتہ پر ختم نہ ہو (۷) علم بروزن لُفْلُ ہو جیسے عَمَرُ (۸) ایسا علم ہو جس کے آخر میں الف و نون زائد ہو  
 جیسے عَمَان۔ اور وصف تین مقامات میں غیر مَنْصَرَفٌ ہوتا ہِے (۱) صفت اَفْعَلُ کے وزن پر ہو جس کا مؤنث فَعْلَاءُ ہو جیسے اَفْضَلُ (۲) صفت فَعْلَانُ کے وزن  
 پر ہو اور اس کا مؤنث فَعْلٰی ہو جیسے عَطْشَانُ مؤنث عَطْشٰی ہِے (۳) صفت مندرجہ ذیل الفاظ سے ہو جیسے اُخْرُ (فَعْدَةٌ مِّنْ اَیَّامِ اُخْرٍ، القرآن) لَفْظُ مِثْلٰی  
 وَ ثَلَاثٌ جیسے الفاظ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)



(العذاب) (روح) البہر صَاد (تحقیق سورۃ النبأ میں اِنَّ جہنم کانت مِرْصَادًا کے تحت گزر چکی)

**ترکیب** اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ..... ہمزہ برائے استفہام تقریری ای قدر آیت لان المراد بالروية ههنا روية القلب وهي العلم اور اس کو رویت سے بایں وجہ تعبیر کیا ہے کہ یہ علم بدیہی مثل مشاہدہ کے ہے، (اعراب القرآن) لَمْ تَرَ فعل جازم، ضمیر اَنْتَ مستتر فاعل، كَيْفَ مفعول مطلق از فَعَلَ آئی فعلی فَعَلَ رُبُّكَ (یا فَعَلَ رُبُّكَ فعلاً عظيماً بِعَادٍ اور كَيْفَ کو مقدم کرنے کی وجہ اس کا صدر کلام کا مقتضی ہونا ہے) فَعَلَ رُبُّكَ فعل با فاعل، با جارہ (بمعنی فی) عَادٍ مبدل منہ اِرَمَ موصوف ذات العباد مرکب اضافی ہو کر صفت اول، الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانیہ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر بدل (عطف بیان بنانا بھی درست ہے) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف ثمود موصوف الذین جابوا الصخر بالواد (الصخر مفعول بہ بالواد متعلق جابوا کے، یا فاعل یا مفعول بہ سے حال) اسم موصول مع صلہ کے صفت (معنی ثمود کی وجہ سے صفت کو جمع لایا گیا ہے) موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف فرعون موصوف ذی الاوتاد مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ (عاد) اپنے معطوف سے مل کر موصوف الذین طغوا فی البلادِ فَاكْثَرُوا فِيهَا الْفِسَادَ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ..... الذین اسم موصول طغوا فی البلادِ جملہ ہو کر معطوف علیہ (لا محل لہا) فاعطفہ اکثروا فیہا الفساد جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف (فیہا متعلق فعل مذکور کے) فاعطفہ صَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فَعَلَ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر لَمْ تَرَ فعل مذکور کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ مستانفہ اِنَّ رَبُّكَ لَبِالْهِرْصَادِ..... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل رَبُّكَ مرکب اضافی ہو کر اسم اِنَّ لام مزحلقة بالہر صَاد جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔ (لا محل لہا)

**اجراء** اِنَّ رَبُّكَ لَبِالْهِرْصَادِ عزیز طلبہ! دوران اجراء آپ حضرات یہ کہیں گے کہ اِنَّ شروع کلام میں آتا ہے اور اِنَّ وسط کلام میں، اسی طرح صلہ کے شروع میں، جواب قسم میں، قول کے بعد، جملہ حالیہ کے شروع میں، نداء کے بعد اِنَّ آتا ہے، اور فاعل، مفعول بہ، مضاف الیہ، مجرور میں اِنَّ آتا ہے، مگر یہ بات واضح رہے کہ قول اور اس کے مشتقات کے بعد ہر جگہ اِنَّ نہیں آئے گا، بلکہ اِنَّ جب آئے گا، جب کہ

ل الذین طغوا الخ مبتدا محذوف ہم کی خبر بھی بن سکتا ہے نیز فرعون کی صفت ثانی بھی بن سکتا ہے آئی قوم فرعون نیز منصوب علی الذم بھی ہو سکتا ہے، قولہ فاكثر وافيها، فیہا محذوف کے متعلق ہو کر اکثر و اکی ضمیر سے حال بھی بن سکتا ہے۔

ترکیب میں مقولہ بنے لہذا مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۱۳ پر ایک مثال ہے، أَخْضَكْ بِالْقَوْلِ أَنْكَ فَاضِلٌ، ای لائق فاضل، یہاں یہ جملہ مقولہ نہیں بلکہ برائے تعلیل ہے، اور تین شکلوں میں آن اور ان دونوں کا استعمال برابر ہے، مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۰۸

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَ نَعَّمَهُ ۖ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝۱۵ وَ أَمَّا إِذَا

سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو اکرام انعام دیتا ہے • تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی • اور جب اس کو

مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۖ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝۱۶ كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝۱۷

آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے • تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی • ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو •

وَلَا تَحْضُونَ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ ۝۱۸ وَ تَأْكُلُونَ الثُّرَاثَ أَكْلًا لَّبَّاسًا ۝۱۹ وَ تُحِبُّونَ الْمَالَ

اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے • اور میراث کا مال سارا سیٹ کر کھا جاتے ہو • اور مال سے بہت ہی

### حُبًّا حَبًّا ۝۲۰

محبت رکھتے ہو •

**تفسیر** ما قبل میں إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کے تحت یہ بیان کیا تھا کہ تیرا رب گھات میں ہے کہ مذکورین یعنی عاد و ثمود

کو تو ہلاک کر دیا اور موجودہ کفار کو عذاب دینے والا ہے، لہذا اس کا تقاضا یہ تھا کہ کفار عبرت پکڑتے اور ایسے اعمال سے

پرہیز کرتے جو عذاب کا سبب ہوں مگر کفار کا حال یہ ہے کہ ایسے ہی اعمال کو اختیار کرتے ہیں کہ جو عذاب کا سبب ہوں

اور جن سے دنیا کی محبت ظاہر ہوتی ہو، چنانچہ اب مذکورہ آیات میں کفار کی دو حالتوں کو ذکر کیا، پہلی حالت: ”فَأَمَّا

الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَ نَعَّمَهُ ۖ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝۱۵“ سو آدمی کو جب اس کا پروردگار

آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) انعام و اکرام دیتا ہے مثلاً مال و دولت اور مرتبہ، جس سے اس کی شکر گزاری کو دیکھنا ہوتا

ہے اور اسی وجہ سے اس کو آزمانے سے تعبیر کیا تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی یعنی کافر انسان اس

انعام و اکرام کو اپنا ضروری حق سمجھ کر فخر اور غرور سے کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی کہ میں چوں کہ اس کا

محبوب و مقبول ہوں اس لیے مجھ کو انعام و اکرام سے نوازا، اگر میں مردود ہوتا تو وہ مجھے یہ نعمتیں کیوں دیتا، کفار کی دوسری

حالت: ”وَ أَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۖ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝۱۶“ اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی

اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی یعنی جب اللہ تعالیٰ رزق میں تنگی اور

فقر و فاقہ دے کر آزماتا ہے جس سے مقصد اس کے صبر و رضا کو دیکھنا ہوتا ہے تو وہ بطور شکایت کہتا ہے کہ ربی اہانن

میرے رب نے میری قدر گھٹادی اور میری توہین کر دی کہ میں مستحق انعام و اکرام تھا، مجھے بے وجہ ذلیل و حقیر کر دیا،



مطلب یہ ہے کہ کافر آدمی دنیا ہی کو مقصود سمجھتا ہے کہ خوشحالی کو دلیل مقبولیت اور تنگی کو دلیل مردودیت سمجھتا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ کبھی بطور استدراج اور بطور ڈھیل دینے کے معاملہ بالکل برعکس ہوتا ہے جیسا کہ فرعون کو کہ باوجود اس کے کہ اس کم بخت نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر کبھی اس کے سر میں درد بھی نہ ہوا (حالاں کہ وہ عند اللہ مردود و ذلیل تھا) اور بعض پیغمبروں کو دشمنوں نے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جب کہ وہ عند اللہ مقبول و با عزت تھے، ”کَلَّا“ ہرگز ایسا نہیں لفظ کَلَّا سے زجر و تنبیہ فرمائی کہ ہرگز ایسا نہیں جیسا تم سمجھتے ہو کہ انعام و اکرام حاصل ہونا دلیل مقبولیت ہے اور تنگی رزق دلیل مردودیت ہے۔ ”بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ“ بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے یعنی تمہارے اندر اے کافر وہی مذکورہ اعمال سبب عذاب نہیں بلکہ تمہارے اندر دیگر خصلتیں بھی مذموم ہیں جو سبب عذاب ہیں، مثلاً چند خصلتیں یہ ہیں۔

پہلی خصلت: ”لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ“ تم لوگ یتیم کی کچھ قدر نہیں کرتے، یعنی یتیم بچہ کہ جس کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ گیا تم اس کی اہانت اور اس پر ظلم کرتے ہو، اور ظلم یہ کہ اس کا مال کھا جاتے ہو۔  
دوسری خصلت: ”وَلَا تَحْضُونَ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ“ اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے یعنی تم خود تو کسی مسکین غریب کو کیا دیتے دوسروں کو بھی اس کی ترغیب نہیں دیتے، یعنی دوسروں کے حقوق واجبہ نہ خود ادا کرتے ہو اور نہ دوسروں کو حقوق واجبہ ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہو، طعام بمعنی اطعام ہے (کافر کے لیے ترک واجب زیادتی عذاب کا سبب ہے اور کفر و شرک نفس عذاب کا سبب ہے)

تیسری خصلت: ”وَتَأْكُلُونَ الثَّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا“ اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ تراث کے معنی میراث کے ہیں، اور لَمَّا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا، خوب سمیٹنا، اور لَمَّا ترکیب میں صفت واقع ہے اور صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے حالاں کہ مصدر و صف محض ہوتا ہے اور وصف محض کا حمل درست نہیں ہوتا۔ لہذا یوں کہا جائے کہ یہاں صیغہ صفت کے بجائے مصدر کو بقصد مبالغہ لایا گیا ہے جیسے: زَيْدٌ عَدْلٌ۔ اسی طرح حُبًّا جَمًّا ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر دوسروں کا مال بھی کھا جاتے ہو، ( واضح رہے کہ میراث موجودہ تفصیل کے ساتھ اگرچہ مکہ مکرمہ میں مشروع نہ تھی مگر نفس میراث شریعت ابراہیمی و اسماعیلی سے برابر چلی آرہی تھی، (زمانہ جاہلیت کی مذکورہ مذموم خصلتیں دورِ حاضر کے مسلمانوں کے اندر بھی عام ہوتی جا رہی ہیں، خدا محفوظ رکھے)

چوتھی خصلت: ”وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا“ اور تم مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو کہ اس میں کچھ خرچ ہی نہیں کرتے (جَمٌّ مصدر صفت کے معنی میں ہے ای کثیر معلوم ہوا کہ مال سے کثیر محبت مذموم ہے ایک گو نہ محبت مذموم نہیں بلکہ وہ تو انسان کا فطری تقاضا ہے)

### اختیاری مطالعہ

قوله فاما الانسان | الف لام عہد خارجی کا ہے اس لیے انسان سے کافر انسان مراد ہے، مگر فسوس یہ ہے کہ اس گمراہی

میں بہت سے مسلمان بھی مبتلا ہیں کہ مال کی فراوانی کو محبوب عند اللہ اور تنگی مال کو مردود عند اللہ ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔

**خدا کو امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے؟** **قوله** اِذَا مَا ابْتَلَاہُ: ابتلاء کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں تو اعتراض یہ ہے کہ اللہ کو تو سب کچھ ازل ہی سے معلوم ہے پھر اس کو امتحان لینے کی کیا ضرورت پڑی، تو جواب یہ ہے کہ امتحان لینے کے دو مقصد ہوتے ہیں (۱) خود اس کی قابلیت کو جاننا (۲) اس کی حقیقت و صلاحیت سے دوسروں کو آگاہ کرنا، یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔

**قوله** و تَاكُلُوْنَ التَّرَاثَ | بطور خاص میراث کے مال کا ذکر کیا حالاں کہ ہر ایک مال جس میں حلال و حرام کو جمع کیا گیا ہونا جائز ہے، وجہ خصوصیت شاید یہ ہو کہ میراث کے مال کے درپے ہونا کم ہمتی اور کم حوصلہ ہونے کی دلیل ہے باہمت لوگ مردوں کے مال پر ایسی حریصانہ نظر نہیں رکھتے۔

**لغات** **الانسان** (مَرَّ تَحْقِيقُهُ فِي سُوْرَةِ عَبَسَ) **اِبْتَلَى** (اِفْتَعَال) ماضی واحد مذکر غائب، اِبْتَلَا اِبْتِلَاءً: آزمانا، بَلَا (ن) **بَلَّوْا وَتَلَاءَ**: آزمانا۔ **اَکْرَمَ** (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، **اَکْرَمَ فُلَانًا**: عزت کرنا، **کَرَّمَ فُلَانٌ** (ن) **کَرَّمًا وَکَرَامَةً**: صاحب عزت ہونا (کریم کے پانچ معانی آتے ہیں دیکھئے نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی شروع خطبہ میں بکریم خطابہ کے تحت) **نَعَّمَهُ** (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، **نَعَّمَهُ تَنْعِيمًا**: خوشحال کرنا، **انعام دینا**، **نِعَمَ الرَّجُلُ** (س) **نَعَمًا وَنِعْمَةً وَنَعِيمًا**: خوشحال ہونا۔ **قَدَّرَ** ماضی واحد مذکر غائب، **قَدَّرَ الرِّزْقَ عَلَیْهِ** (ض) **قَدَّرَا**: رزق میں تنگی کرنا، **قَدَّرَ عَلَیْهِ**: قادر ہونا۔ **رِزْقَ اسْمٍ** بمعنی روزی۔ **اَهَانَ** (افعال) واحد مذکر غائب، **اَهَانَ فُلَانًا**: کسی کی بے عزتی کرنا، **هَانَ فُلَانٌ** (ن) **هُوْنَا وَهَوَانًا وَمَهَانَةً**: حقیر و ذلیل ہونا (اَکْرَمَ مَنِ اور اَهَانَ مَنِ کے آخر سے یاء متکلم بغرض اختصار محذوف ہے جس پر کسرۃ **نُونِ دَالِ** ہے) **اَلْیَتِیْمَ** صیغہ صفت، وہ نابالغ بچہ جس کا باپ مر گیا ہو، جمع **اَلْیَتَامٰی**، **یَتَمٌ** (ک) **یَتَمًا**: یتیم ہونا۔ **لَا تَحَاضُّوْنَ** (تفاعل) مضارع منفی جمع مذکر حاضر، تم ترغیب نہیں دیتے ہو، دراصل **تَحَاضُّوْنَ** تھا، باب تفاعل و تفاعل میں ایک تاء کو حذف کرنا جائز ہے، مصدر **تَحَاضَّضَ** ہے، ایک دوسرے کو رغبت دینا، ابھارنا، مجرد میں باب نصر سے ہے **حَضَّهٖ عَلٰی الامر حَضًّا**: ابھارنا۔ **طَعَامٍ** مصدر ہے از باب سمع بمعنی کھانا کھانا۔ یہاں **طَعَامٍ** بمعنی **اِطْعَامٍ** ہے، کھانا دینا، جیسے **عَطَاءٌ** بمعنی **اِعْطَاءٌ** (وَانْ کَانَ بِمَعْنٰی مَا یُوْکَلُ فِیْہُوْ جَامِدٌ جَمْعِ اَطْعِمَہٗ اس صورت میں مضاف پوشیدہ ہوگا ای علی بذل طعام المسکین) **اَلْمَسْکِیْنَ** نادار، مفلس، جلالین میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو جمع: **اَلْمَسَاکِیْنِ**۔ **تَاکُلُوْنَ** (ن) مضارع جمع مذکر حاضر، **اَکَلَالًا** (ن) **اَکَلًا**: کھانا۔ **اَلْثَرَاثُ** میراث، یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال۔ دراصل **وَرَاثَہٗ**، واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا، **وَرِثَ** (حسب) **وَرِثًا وَوَرِثًا وَثَرَاثًا**: وارث ہونا۔

۱۔ ابتلاء کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے قول میں فقدر علیہ رزقہ کے ساتھ **فَاَهَانَہٗ** نہیں ہے جیسا کہ پہلی آیت میں **فَاَکْرَمَہٗ وَنَعَّمَہٗ** دو چیزیں ہیں تو جواب یہ ہے کہ رزق کو تنگ کرنا حقیقت میں اہانت ہے ہی نہیں۔ (بیان القرآن) **قوله** اَکْرَمَ مَنِ میں چونکہ اکرام اور تنعمیم **مَنِ** واحد کے حکم میں ہیں اس لئے اَکْرَمَ مَنِ میں اسی پر اکتفاء کیا و نَعَّمَ مَنِ کو نہیں ملا یا۔ (بیان القرآن)

۲۔ **یَتَمٌ** (ض) **یَتَمًا**: تمہارا جانا، **یَتَمَ الصَّبِیُّ**: نابالغ اولاد کا بے باپ کے رہ جانا۔



اَكْثَرًا مصدر از نصر۔ لَمَّا مصدر از باب نصر، لَمَّ الشَّيْءُ (ن) لَمَّا: اچھی طرح اکٹھا کرنا، خوب سمیٹنا، جمع کرنا (لَمَّا بمعنی جمع، اسْتَعْمِلَ فِي الْآيَةِ اسْتِعْمَالَ الصِّفَةِ مَبَالِغَةً اَي الْجَمْعُ الْكَثِيرُ وَالْمُرَادُ بِهِ هَهُنَا الْجَمْعُ بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ يَعْنِي اَنَّكُمْ تَجْمَعُونَ بَيْنَ نَصِيبِكُمْ وَنَصِيبِ غَيْرِكُمْ) تُحِبُّونَ مَضَارِعَ جَمْعُ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ، اَحَبُّ شَيْئًا: چاہنا، محبت کرنا، حَبَّ (س) حُبًّا: محبوب و پسندیدہ ہونا، حُبًّا مصدر از باب سَمِعَ۔ حُبًّا اَي كَثِيرًا مصدر بمعنی الصِّفَةِ مَبَالِغَةً، از باب نصر، جَمَّ (ن) جَمًّا وَجُمُومًا، بہت ہونا، اکٹھا ہونا۔

**ترکیب** فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ..... فاستئنافیه أَمَّا حرف شرط و تفصیل الانسان مبتدا اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط، ما زائدہ ابتلی فعل ہاء ضمیر مفعول بہ ربُّہ مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فاعاطفہ برائے تفسیر (اکرمہ و نعمہ دونوں جملے ابتلی کی تفسیر ہیں اور اس پر معطوف ہیں) اکرمہ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف واو عاطفہ نَعَّمَهُ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا اپنے جواب و جزا، یَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ کا، فارابطہ برائے جواب أَمَّا یَقُولُ فعل، ضمیر ہو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، رَبِّي مرکب اضافی ہو کر مبتدا اکرمہ فعل، ضمیر ہو فاعل، نون وقایہ یا ضمیر متکلم محذوف مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ ہو کر الانسان مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ..... واو عاطفہ أَمَّا حرف شرط و تفصیل الانسان مبتدا محذوف (یا ہو ضمیر مبتدا محذوف) اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط ما زائدہ ابتلاه جملہ ہو کر معطوف علیہ، فاعاطفہ برائے تفسیر قَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا اپنے مابعد جواب و جزا یَقُولُ کا، فارابطہ برائے جواب أَمَّا یَقُولُ فعل با فاعل ہو کر قول رَبِّي مرکب اضافی ہو کر مبتدا آهَانَنِ فعل فاعل مفعول بہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول مع مقولہ کے مبتدا محذوف الانسان کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستأنفہ ہوا۔

كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحْضُونَ عَلَى طَعَامِ الْيَسْكِينِ وَتَأْكُلُونَ الثَّرَاثَ أَكْلًا لَهَا وَتُحِبُّونَ  
الْمَالَ حُبًّا جَمًّا... كَلَّا حَرَفُ رَدْعٍ (اِی لیس الامر کما تقول ای لیس الاکرام بالغنی والاهانة بالفقر، بَلْ  
برائے اضراب) (فتیح سے اقبح کی طرف) ای لا ترتکبون هذه الافعال الشنیعة فقط بَلْ لَا تُکْرِمُونَ الْيَتِيمَ لَا  
تکرمون الیتیم ۲، فعل فاعل مفعول به جمله فعلیه ہو کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف لا تحاضون علی طعام

۱۔ **قوله** فاما الانسان **مذکورہ ترکیب** سہلت کے پیش نظر ہے درناصل یہ ہے **مہیا** یکن من شیء فالانسان یقول الخ (اعراب القرآن و صرف و بیان)

٢ قوله لا تكرر من الخ واستعمل الجمع باعتبار معنى الانسان اذا المراد هو الجنس.

المسکین فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف واؤ حرف عطف تاکلون التراث فعل با فاعل و مفعول بہ اکلًا لہما مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرف عطف تحبون المال فعل با فاعل و مفعول بہ، حبًا حبًا مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ مستانفہ۔ (لاحل لہا) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۚ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ

ہرگز ایسا نہیں جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا • اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے آویں گے • اور اس روز جہنم کو لایا

بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ۚ يَقُولُ يَلَيْتَنِي قَدَّمْتُ

جاوے گا • اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا • کہے گا کاش میں اس زندگی کے لئے کوئی عمل آگے

### لِحَيَاتِي ۚ

بھیج لیتا •

**تشریح** لفظ ”کلا“ کے ذریعہ کفار کو تنبیہ اور زجر ہے کہ تم جمع مال اور اس کے ساتھ بخل اور دیگر امور جن کا اوپر ذکر ہوا انکے بارے میں یہ سمجھتے ہو کہ ان پر عذاب نہ ہوگا تو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ عذاب ضرور ہوگا، آگے جزا و سزا کا وقت بتلاتے ہیں ”إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا“ جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا دُكَّتِ کے لفظی معنی کسی چیز کو ضرب مار کر توڑنے کے ہیں، اور اَرْض سے مراد اس کے پہاڑ اور عمارتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ بوقت نفع بھائیہ پہاڑوں کو باہم ٹکرا کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور بلند و پست زمین سب برابر ہو جائے گی، دوسرا دُكَّتِ کا پہلے کی تاکید نہیں بلکہ استیعاب و تسلسل پر دلالت کرنے کے لیے ہے۔ ”أَيَّ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا“ یعنی قیامت کا یہ زلزلہ یکے بعد دیگرے مسلسل رہے گا (روح، معارف) ”وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا“ اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے آویں گے باری تعالیٰ کے آنے کی کیا شان ہوگی اور وہ آنا کس طرح ہوگا اس کو کوئی نہیں جانتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے لیے جاء کا لفظ تشابہات میں سے ہے یعنی اس کی مراد کو صرف اللہ ہی جانتے ہیں اور رہا فرشتوں کا آنا تو وہ ظاہر ہے کہ وہ میدان محشر میں حساب کے وقت نظم و انتظام کے لیے صف بصف آئیں گے (یعنی قطار در قطار، اسی کو ترجمہ میں جوق در جوق سے تعبیر کیا، اور الملك میں الف لام جنسی ہے اس لیے جنس ملائکہ مراد ہیں یعنی آسمانوں کے تمام فرشتے (روح) وفي الجلالین وجاء ربك ای امربك۔ ”وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ“ اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا جہنم کے آنے کی کیا حقیقت اور کیفیت ہوگی اس سلسلہ میں کتب تفاسیر میں دو قول



مذکور ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگائیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوئے ہوں گے۔ (ابن کثیر، مظہری، بیان القرآن، سورۃ المدثر) قرطبی نے کہا کہ جہنم کو اس کے پیدائشی مقام سے قید کر کے سرزمین حشر میں لایا جائے گا اور سوائے پل صراط کے جنت میں جانے کا کوئی راستہ نہیں رہے گا، جہنم کو لانے کے سلسلہ میں دوسرا قول وہ ہے کہ جو معارف القرآن میں مذکور ہے کہ اس کو لانے کی کیفیت اور حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ جہنم جواب ساتویں زمین کی تہہ میں ہے اس وقت وہ بھڑک اٹھے گی اور سمندر سب آگ ہو کر اس میں شامل ہو جائیں گے اس طرح جہنم سب کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔ ”يَوْمَ مَيِّدٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ﴿١﴾“ اس روز انسان کو سمجھ آوے گی۔ يَتَذَكَّرُ، إِذَا ذُكِّرَ الخ کا جواب ہے کہ جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے آئیں گے اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا اس روز انسان کو سمجھ آئے گی کہ ہائے افسوس دنیا میں مجھ کو کیا کرنا چاہیے تھا اور میں نے کیا کیا، مگر وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى اور اب سمجھ آنے کا موقعہ کہاں رہا یعنی اب سمجھ آنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے کیوں کہ وہ دارالعمل نہیں دارالجزاء ہے، اور سمجھ آنے کے بعد اس کا قول یہ ہوگا ”يَقُولُ يَلَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢﴾“ کہے گا کاش میں اس زندگی کے لیے کوئی عمل آگے بھیج لیتا آیت میں حیات سے مراد اخروی حیات ہے یعنی اے کاش میں دنیا میں رہتے ہوئے کچھ نیک عمل اخروی زندگی کے لیے کر لیتا، مگر اب کف افسوس ملنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

**ذُكِّرَ** (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ذَكَّهَ (ن) ذَكَّاهُ: کوٹنا، ذَكَّ الْاَرْضَ: زمین کے نشیب و فراز کو دور کر کے ہموار کر دینا۔ ذَكَّاهُ مصدر از باب نصر۔ جاء (رکوع ۳ میں اَنْ جَاءَهُ الْاَعْنَى کے تحت اس کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں) رَبِّ (سورۃ النبأ میں جزاء من رَبِّكَ کے تحت ملاحظہ ہو) الْمَلِكُ فرشتہ جمع، الْمَلَكُ صَفًا (رکوع ۲ میں تحقیق گذر گئی) چاء (ض) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، باء کے صلبہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں لانا۔ يَتَذَكَّرُ (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب، تَذَكَّرَ الشَّيْءُ: یاد کرنا، مادہ ذکر ہے (باب نصر) الْاِنْسَانُ (رکوع ۵ میں تحقیق گذر چکی) اَللّٰی استفہام بمعنی النَفْسِ (جلا لیں) اَللّٰی برائے شرط بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے اَنّی تَذْهَبُ اِذْهَبْ جہاں تو جائے گا میں بھی جاؤں گا، اور برائے استفہام بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی کب، کہاں سے، کیسے، جیسے اَنّی جَنَّتُمْ کب آئے؟ لغات القرآن میں لکھا ہے کہ اَنّی ظرف زمان و مکان دونوں بتاتا ہے اگر ظرف زمان ہو تو بمعنی متنی اور ظرف مکان ہو تو بمعنی اَیْن، اَنّی کبھی کیف کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی: ص ۱۲۶، مصنف حسین احمد قاسمی ہر دواری، استاد دارالعلوم دیوبند) قَدَّمْتُ (تفعیل) ماضی واحد متکلم، قَدَّمَ تَقْدِيمًا: آگے بھیجنا (قَدَّمَ الْقَوْمَ) (ن) قَدَّمُوا: آگے آگے ہونا) حَيَاتِي (مرکب اضافی) باب سَمْع کا مصدر حَیَی (س) حَيَاتًا وَحَيَوَانًا: زندہ رہنا (بمعنی زندگی حاصل مصدر ہے)

**تَرْکِیْب** کَلَّا إِذَا ذُكِّرَ الْاَرْضُ ذُكَّاهُ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلِكُ صَفًا وَجَئِی یَوْمَیْذٍ مُّجْتَمِعًا... کَلَّا

حرف ردع (ردع الکافرین عن جمع المال والبخل به وغیر ذلک) اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط دکت الارض فعل مع نائب فاعل دکتا دکتا اسم مفعول کے معنی میں ہو کر حال، پھر جملہ فعلیہ معطوف علیہ (محل جر میں ال واو عاطفہ جاء فعل ربک مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف الملک (ای جنس الملک) ذوالحال صفاً حال (ای مصطفین او ذوی صفوی) صفاً اول کی تاکید، ذوالحال اپنے حال سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف (فی محل جر)، واو عاطفہ جاء فعل مجہول یومئذ طرف جاء کا، با برائے تعدیہ، جہنم لفظاً مجرور محلاً مرفوع نائب فاعل، جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل بلا کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہے، اپنے جواب و جزایتذکر کا جو کہ اگلی آیت میں ہے، یَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى..... یومئذ طرف مقدم یتذکر کا، یتذکر فعل الانسان ذوالحال واو حالیہ الی اسم استفہام ثابت محذوف کا ظرف مکان ہو کر خبر مقدم، لہ بھی خبر کے متعلق الذکر مبنی مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور ظرف وغیرہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، بالفاظ دیگر یتذکر الانسان بشرط مذکور یعنی اذا دکت الخ کی جزا ہے۔ (لا محل لہا جواب شرط غیر جازم) (انہی له الذکر کری کو جملہ معترضہ بنانا بھی صحیح ہے) ۲

یَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي..... یقول فعل، ضمیر ہو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، یا حرف تنبیہ (یا پھر یا حرف ندا اور منادی محذوف ہے مثلاً ایہا الحاضرون یا لفظ قوم وغیرہ) لیت حرف مشبہ بالفعل، نون وقایہ یا ضمیر اسم لیت، قَدَّمْتُ فعل با فاعل (اور مفعول بہ محذوف ہے ای اعمالاً صالحہ، روح المعانی) لام جارہ حیاتی مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا قَدَّمْتُ فعل مذکور کے، پھر جملہ فعلیہ خبریہ بنی حرف مشبہ بالفعل کی (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ ہوا (فی محل نصب) (اور اگر یا کو حرف ندانا تھا تولیتنی الخ جواب ندا ہو کر مقولہ بنے گا) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ قولیہ مستانفہ۔ (وقع جوابا عن سوال نشأ منه کانه قیل ماذا یقول عند تذکرہ فقیل یقول یلیتنی الخ) ۳

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۝ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۝ يَأْتِيَهَا النَّفْسُ

پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا • اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا • اے اطمینان والی روح تو

۱۔ **قوله** دکتا دکتا ابوحیان اور زحشری نے کہا ہے کہ دکتا دکتا دونوں مصدر محل حال میں ہیں اور ثانی تاکید نہیں ہے بلکہ یہ تکرار استیعاب پر دلالت کرنے کی غرض سے ہے جیسے قرأت النحو بابا بابا۔ (اعراب القرآن) اور بعض نے مفعول مطلق قرار دیا۔

۲۔ **قوله** یومئذ یتذکر، ایک قول یہ ہے کہ یومئذ تاکید ہے اول یومئذ کی، دوسرا قول یہ ہے کہ یومئذ ثانی بدل ہے اذا دکت سے آئی یوم اذا دکت الارض وحای بجہنم (تفسیر مظہری، اعراب القرآن) **قوله** وائی لہ الذکر تفسیر مظہری میں ہے لیس لمنفعۃ الذکر۔

۳۔ **قوله** یقول یلیتنی یہ جملہ یتذکر کے فاعل سے حال بھی ہو سکتا ہے اور یتذکر الانسان سے بدل اشتمال بھی۔ (روح المعانی)



الْمُطْمَئِنَّةُ ۝۷۲ اَرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۷۳ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبْدِيْ ۝۷۴

اپنے پروردگار کی طرف چل • اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش • پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا •

### وَ اَدْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝۷۵

اور میری جنت میں داخل ہو جا •

**تشریح** ما قبل میں بیان کیا تھا کہ کافر انسان تمنا کرے گا ”یا لیتنی قَدَّمْتُ لِحَیَاتِی“ مگر اس وقت یہ تمنا کرنا بے سود ہوگا اور مجبوراً عذاب میں گرفتار ہونا پڑے گا، اور عذاب کیسا ہوگا فرمایا ”فَیَوْمَ مِمَّا لَا یُعَذِّبُ عَذَابُهُ اَحَدٌ ۝۷۲ وَ لَا یُوثِقُ وَ ثِقَاةً اَحَدٌ ۝۷۳“ پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا یعنی اللہ تعالیٰ ایسی سخت سزا دے گا اور قید کرے گا کہ دنیا میں کبھی بھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہوگی اور نہ ایسی قید کی ہوگی (لہذا ایک آدمی بھی ایسا نہیں نکل پائے گا کہ اس نے کسی جانی دشمن کو بھی ایسی خطرناک، روح فرسا سزا دی ہو (العیاذ باللہ) یہاں تک تو کفار کے عذاب کا بیان تھا اب آگے مومنین کے ثواب کا ذکر ہے۔ ”یَا یَّتٰھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝۷۴ اَرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۷۵“ اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ ”یَا یَّتٰھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ“ والا جملہ یا تو بذات خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یا بزبان فرشتہ کہلوایا جائے گا، اور یہ حساب سے فراغت کے بعد کہا جائے گا لفظ نفس سے مراد آدمی ہے اور آدمی کے بدن میں جزء اشرف روح ہوتی ہے اس لیے ترجمہ کیا گیا اے اطمینان والی روح، اور مطمئنہ صیغہ اسم فاعل ہے یعنی ایسی روح کہ جس کو امر حق میں اطمینان و یقین تھا اور کسی طرح کا شبہ نہ تھا، اور وہ روح اس کی اطاعت میں سکون پانے والی تھی، لہذا اس سے کہا جائے گا ارجعی الی ربک، اے الی محل عتایتہ تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت اور اس کے فضل و کرم کی طرف چل، اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش یعنی یہ نفس اللہ تعالیٰ کے تشریف و تکوینی احکام پر راضی ہے، اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہے کیوں کہ بندہ کا اللہ تعالیٰ کے تقدیری احکام پر راضی ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہوتا تو بندہ کو رضاء بالقضا کی توفیق نہ دیتا۔

”فَادْخُلِيْ فِيْ عِبْدِيْ ۝۷۴ وَ اَدْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝۷۵“ پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا یعنی نفس مطمئنہ کو کہا گیا تھا کہ تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل، اب کہا جا رہا ہے کہ ادھر کو چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا (یہ بھی نعمت روحانی ہے کہ انس کے لیے احباب سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں) اور پھر ان خاص بندوں کے ساتھ میری جنت میں داخل ہو جا۔

## اختیاری مطالعہ

**قوله** ارجعی الی ربك: ای الی محل عنایتہ و موقف کرامتہ (روح) یعنی اللہ کی عنایت و رحمت اور اس کے کرم کی جگہ کی طرف لوٹ جا، لوٹنے کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک صالح آدمی حساب و کتاب سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی جوار رحمت میں تھا، تو جواب یہ ہے کہ ہاں نیک صالح آدمی کا حساب و کتاب سے پہلے بھی محشر میں مخصوص مقام تھا، اب حساب سے فراغت پر بھی اس کو اللہ کے جوار رحمت کی طرف چلنے اور لوٹنے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ پھر ادھر کو چل کر میرے خاص بندوں کے زمرہ میں داخل ہو کر جنت میں داخل ہو جا۔ (روح) بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے کہ ارجعی الی ربك الخ۔

**قوله** المطمئنة: آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے، نفس مطمئنة، نفس لوامة، نفس امارہ، تفصیل تدریس قرآن پارہ تبارک الذی میں بضم سورۃ القیامۃ۔

**قوله** ارجعی الی ربك: الی اللہ یا الی نہیں کہا بلکہ رب کا لفظ استعمال کیا تا کہ مزید لطف و کرم پر دلالت ہو کہ وہ تیرا پالنے والا ہے۔ اسی طرح جنت کی نسبت اپنی طرف کی جو بڑا اعزاز و اکرام ہے۔

**سوال:** کافر کو اس قدر سخت سزا کیوں دی جائے گی کہ قرآن نے کہا کہ فیومئذ لا یعذب عذابه احد الخ۔

**جواب:** کفر و شرک بغاوت ہے اور بغاوت جرم عظیم ہے اس لیے سزا بھی عظیم دی جائے گی۔

**لا یُعَذِّبُ** (تفعیل) مضارع منفی واحد مذکر غائب، عذاب دینا۔ (مجرد میں دوسرے معنی ہیں) أَخَذَ کوئی، الْأَخَذُ ایک، آکائی (۲) اکیلا، جمع آحاد۔ لَا یُؤْتِی (افعال) سے مضارع معروف واحد مذکر غائب، رسی وغیرہ سے باندھنا یعنی جکڑنا۔ وَثَاقُهُ (مربک اضافی) وَثَقَ الشَّيْءُ (ک) وَثَاقُهُ: مضبوط ہونا، زنجیر میں باندھنا، جکڑنا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں ہے کہ وثاق یا توباب افعال بمعنی الایشاق سے اسم مصدر ہے یا اسم جامد ہے بمعنی القید او الحبس۔ النَّفْسُ (حضرت تھانویؒ نے روح ترجمہ کیا ہے) اس کے معنی شخص، ذات، اصل، دل، جان کے بھی آتے ہیں، جمع النفوس۔ الْمُطْمَئِنَّةُ اطمینان والی، باب اَفْعِلَال (رباعی مزید فیہ باہمزہ وصل) سے اسم فاعل واحد مؤنث، اِطْمَأَنَّ اِطْمِئْنَانًا: ٹھہرنا، پرسکون ہونا، مادہ طَمُنَ اِزْجَعِ (ض) امر حاضر کا واحد مؤنث حاضر، رَجَعَ الشَّيْءُ وَالرَّجُلُ (ض) رَجُوعًا وَمَرَجَعًا لَوْثًا، رَجَعَ الشَّيْءُ: لوٹنا۔ رَاضِيَةٌ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، رَضِيَتْ وَبِهِ وَعَلَيْهِ وَعَنْهُ (س) رِضًا وَرِضَاءً وَرِضْوَانًا وَمَرْضَاةً: پسند کرنا، قبول کرنا و عنہ: کسی سے خوش ہونا۔ مَرْضِيَّةٌ (س) اسم مفعول واحد مؤنث۔ اَدْخُلِي (ن) امر حاضر کا واحد مؤنث حاضر، دَخَلَ الْمَكَانَ وَنَحْوَهُ وَفِيهِ (ن) دُخُولًا: اندر آنا، داخل ہونا۔

۱۔ وفي الروح النفس قيل بمعنى الذات وقيل هي النفس المؤمنة المطمئنة الى الحق۔

۲۔ قوله راضية اي عن ربك و مرضية عنده، مرضية مؤنث ہے مرضی کا، اس کی اصل مَرْضَوِيٌّ ہے، واو اور یاء دونوں ایک کلمہ میں جمع ہوئے، ان میں سے پہلا ساکن ہے اس لئے اس کو یاء سے بدل کر یا کا یا میں ادغام کر دیا اور یا قبل کو یا کی مناسبت کی بناء پر کسرہ دیدیا گیا۔



**فائدہ** دخول مکانی کے لئے زیادہ استعمال حذف فی کے ساتھ ہوتا ہے جیسے دَخَلَ الدار، اور دخول معنوی کے لئے فی کے ساتھ زیادہ استعمال ہے، جیسے دَخَلَ فِي السِّلْمِ (القاموس الوحید، اعراب القرآن)

**ترکیب** فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابُهُ أَحَدٌ وَلَا يُؤْتِي وَثَاقَهُ أَحَدٌ... (اعراب القرآن و صرفہ و بیانیہ)

یومئذی ظرف مقدم لا یعذب کا (ای یوم اذ یكون ما ذکر من الاحوال والاقوال) لا یعذب فعل، عذابہ مرکب اضافی ہو کر مفعول مطلق (ای کعذاب اللہ) أَحَدٌ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق اور ظرف مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف لا یؤتی فعل، وثاقہ مرکب اضافی ہو کر مفعول مطلق، أَحَدٌ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، يَأْتِيهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ... یا حرف ندا آیتہ مبدل منہ، ہائے تنبیہ، النفس المطمئنة مرکب توصیفی ہو کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مناد کی، ارْجِعِي فعل مؤنث ضمیر ذوالحال الی ربک فعل مذکور کے متعلق راضیہ مرضیہ ضمیر فاعل سے حال مترادفہ، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ، فاعطفہ ادخلی فی عبادی (ای فی زمرة عبادی) جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عطفہ ادخلی فعل با فاعل جنتی مفعول بہ علی السعة (اعراب القرآن) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر جواب ندا (لا محل لها) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ ندائیہ مستانفہ (لا محل لها) ۲

## سورۃ البلد مکیہ

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ وَالْوَالِدُ وَمَا وَلَدَ ۚ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی • اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے • اور قسم بہ باپ کی اور اولاد کی • کہ ہم نے انسان کو

الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۚ أَيْحَسِبُ أَنْ لَنْ يُقَدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۚ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا ۚ

بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے • کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا • کہتا ہے کہ میں نے اتنا دافر مال خرچ کر ڈالا •

أَيْحَسِبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۚ

کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہ دیکھا نہیں •

ل اعراب القرآن مصنف محمد بن عبد اللہ بن اسحاق فاکو عطفہ لکھا ہے۔

ل ا وہی مفعول القول لقول مقدر ای یقول اللہ تبارک و تعالیٰ للنفس المطمئنة یا ایہا النفس الخ

**ترجمہ** سورت سابقہ کی طرح اس سورت میں بھی ایسے ہی اعمال کا بیان ہے جو جزا و سزا کا سبب بنتے ہیں، اور ختم سورت پر اعمال شروخیہ کی جزا و سزا مذکور ہے۔

**تشریح** یہاں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھا کر یہ بتلایا ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ“ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی یعنی شہر مکہ کی، اور شہر مکہ کی قسم کھانا اس کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ رحمت الہی کے نزول کا مقام ہے اور اس میں تمام دنیا والوں کا قبلہ ہے، اور اس میں جنت کا پتھر یعنی حجر اسود لگا ہوا ہے اور اس میں شکار کرنا حرام ہے، اور اس کی شرف و فضیلت کی بناء پر ہی سردار انبیاء و سر تاج اولیاء محمد عربی ﷺ نے ہجرت کے وقت شہر مکہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم تو ساری زمین میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے، اور اگر مجھ کو یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کر دیا جاتا تو میں تیری زمین سے نہ نکلتا۔ (ترمذی، مظہری) ”وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ“ اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے، ابھی دوسری و تیسری قسم باقی ہے درمیان میں یہ آیت بطور جملہ معترضہ کے ہے اور اس میں آپ ﷺ کو بطور تسلی کے پیشین گوئی فرمائی گئی ہے کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں کے نزدیک نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا اور کفار و مشرکین کو مار گرانے اور اس سرزمین مقدس کو کفر و شرک سے پاک کرنے کے لیے آپ کے لیے لڑائی حلال ہوگی چنانچہ ۸ھ میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی یعنی فتح مکہ کے روز صرف ایک دن آپ کے لیے قتال جائز کر دیا گیا اور احکام حرم باقی نہیں رہے چنانچہ جو آپ سے لڑا اسے مار گرایا، پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لیے قائم ہوگئی، مذکورہ ترجمہ و مطلب اس شکل میں ہے جب کہ حِلُّ صِغَہ صفت بمعنی حلال ہوا ز باب ضرب ای حلالٌ لک مالہ یحِلُّ لغيرک من قتل (آپ حلال ہیں یعنی آپ کے لیے وہ چیز حلال ہونے والی ہے جو آپ کے علاوہ کے لیے حلال نہیں ہے یعنی لڑائی آپ کے لیے حلال ہونے والی ہے) (روح، جلالین)

وانت حِلٌّ میں بقیہ احتمالات ”اختیاری مطالعہ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ”وَ اِلٰی وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ سَلَامٌ“ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو سب انسانوں کے باپ ہیں، اور مَا وَلَدَ سے مراد اولادِ آدم ہے جو قیامت تک ہوگی، اس طرح اس لفظ میں حضرت آدم اور تمام بنی آدم کی قسم ہوگئی۔ ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ“ یہ جواب قسم ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا چنانچہ عمر بھر کبھی مرض ہے تو کبھی رنج و غم، اور اس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان میں عاجزی و انکساری آتی اور اپنے کو محکوم اور اپنے پیدا کرنے والے کو قادر مختار سمجھ کر مطیع و فرمان بردار بنتا لیکن کافر انسان کی یہ حالت ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ ”اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ“ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا یعنی کیا اللہ کی قدرت سے اپنے کو خارج سمجھتا ہے جو اس قدر خواب غفلت میں پڑا ہے اور یہ سوچ بیٹھا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس کی سرکشی کی سزا دے سکے، ”یَقُولُ اَهْلَکْتُ مَا لَآ لُبَّدَا“



کہتا ہے کہ میں نے اتنا دافر مال خرچ کر ڈالا یعنی بیک وقت تین گناہ کرتا ہے ایک تو یہ کہ شیخی بھگارتا ہے اور منہ پھیلا پھیلا کر کہتا ہے کہ دیکھو میں نے اتنا کثیر مال خرچ کر ڈالا، دوسرے یہ کہ عداوت رسول و مخالفت اسلام میں خرچ کرنے کو ہنر اور کمال سمجھتا ہے۔ پھر تیسرے یہ کہ جھوٹ بھی بولتا ہے کہ اس کو مال کثیر بتلاتا ہے، یہ حال مطلق کافر کا ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کے مخالفین کے یہی اقوال و احوال تھے (بیان القرآن) ”اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَوْا آحَدًا“ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں یعنی یہ بے وقوف یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال بد کو کسی نے دیکھا نہیں حالاں کہ اس کا خالق اس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس نے معصیت میں خرچ کیا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ خرچ تو کم کیا اور لوگوں کو جھوٹ بول کر زیادہ بتلا رہا ہے پس خدائے قہار اس پر سزا ضرور دے گا۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ اس بلد میں اس وقت افضل الخلق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مشقت میں تھے جس مشقت کے رفع کرنے کے لیے جملہ معترضہ یعنی وانت حلُّ بهذا البلد لایا گیا۔ پس غیر افضل کی مشقت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی جس کا بیان جواب قسم لقد خلقنا الانسان فی کبد میں ہے، اسی طرح والد و ولد محل مشقت ہیں جیسا کہ آدم اور اولاد آدم کے احوال کا مشاہدہ اس کی واضح دلیل ہے۔

### اختیاری مطالعہ

**قوله وانت حلُّ۔** حلُّ کو صیغہ صفت مان کر دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو کفار مکہ نے حلال سمجھ رکھا ہے ای انت مُسْتَحَلٌّ فی زعم الکفار بهذا البلد کہ آپ کے قتل کے درپے ہیں، حالاں کہ وہ اس شہر میں کسی شکار کو بھی حلال نہیں سمجھتے اور اگر حلُّ کو صیغہ صفت یا مصدر مان کر حال اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے تو مطلب دوسرا ہوگا، اور پورا جملہ ترکیب میں حال بنے گا، حَلَّ يَحِلُّ (ن، ض) حَلًّا وَحَلُولًا: ای نَزَلَ نَزُولًا: ای انت نازل بهذا البلد (حلُّ مصدر بھی ہے اور صیغہ صفت بھی) یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہیں۔ یعنی شہر مکہ خود بھی محترم ہے خصوصاً جب کہ آپ بھی اس شہر میں رہتے ہیں کہ مکین کی فضیلت سے بھی مکان کی فضیلت بڑھ جاتی ہے گویا اب تو اس شہر مکہ کی عظمت میں چار چاند لگ گئے (روح، مظہری، معارف) گویا کل تین قول ہو گئے۔ (۱) حَلَّ بمعنی حلال (۲) حَلَّ بمعنی مُسْتَحَلٌّ (۳) حَلَّ بمعنی حال (اسم فاعل)

**نکتہ: قوله لقد خلقنا الانسان فی کبد:** مشقت میں تو جانور بھی ہیں تو انسان کی تخصیص کیوں؟

**الجواب:** انسان شعور و ادراک سب جانوروں سے زیادہ رکھتا ہے اور محنت کی تکلیف بقدر شعور زیادہ ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بڑی محنت و مشقت دوبارہ زندہ ہو کر عمر بھر کے اعمال کا حساب دینا ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں ہے اس لیے بطور خاص انسان کا ذکر کیا، بعض علماء نے کہا کہ انسان کی دماغی قوت سب سے زیادہ ہے اس لیے اسی کی تخصیص کی گئی۔

**لَا اُقْسِمُ** (سورۃ التکویر میں تحقیق گزر چکی) البلد شہر، جمع البلد۔ حلُّ صیغہ صفت حلال کے معنی میں ہے جو حرام کی ضد ہے، حَلَّ الشَّيْءِ (ض) حَلَالًا: جائز و مباح ہونا۔ (مزید تحقیق بغضمن اختیاری مطالعہ گزر چکی)

حَلَّ الدِّينِ حَلُولًا: قرض کا واجب الاداء ہونا، حَلَّ الْمَكَانِ وَبِه (ن، ض) حَلُولًا: قیام کرنا، مقیم ہونا۔

وَالِدٌ (ض) اسم فاعل واحد مذکر، وَلَدَتْ الْاُنْثٰی (ض) وَلَآذَا وِلَادَةٌ: حاملہ کا بچہ جنما۔ وَلَدَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب۔ الْاُنْثٰی (تحقیق گذر چکی ہے) کَبِدَ اسم بمعنی مشقت، تھکاوٹ، یا مصدر از سمع (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) کَبَدَ (س) کَبَدًا: درِ جگر میں مبتلا ہونا، پھر مطلق سختی اور مشقت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (روح المعانی) یَحْسَبُ (س) مضارع واحد مذکر غائب، حَسِبَ الشَّيْءَ كَذَا (س) حَسِبَانَا: گمان کرنا۔ لَنْ يَقْدِرَ (ض) نفی تاکید بلن واحد مذکر غائب، قَدَرَ عَلَيْهِ (ض) قَدَارَةٌ وَقُدْرَةٌ: قادر ہونا۔ آخَذَ (سورۃ الفجر میں گذر چکا) أَهْلَكْتُ (افعال) سے ماضی واحد متکلم، أَهْلَكْتُ أَهْلًا كَذَا: ہلاک کرنا، یہاں مراد ہے خرچ کرنا، اور خرچ کرنے کو ہلاک کرنے سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس نے چوں کہ عداوت رسول میں خرچ کیا ہے جس سے اس کو اس مال کے بدلہ کچھ نفع تو ہونے والا نہیں تو سختی بگھارنے میں ہی کیوں کمی کرے تو بطور فخر یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے کثیر مال اڑا دیا۔ هَلَكْتُ فَلَانٌ (ن، ض) هَلَكًا وَتَهْلُكَةً: ہلاک ہونا، مرجانا۔ مَا لَأَجْعَ اَمْوَالٍ، یہ میل سے مشتق ہے جس کے معنی بصلہ الی مال ہونے کے ہیں اور بصلہ عَنْ اِعْرَاضِ كَرْنِ کے ہیں۔ لُبَدًا اسم بمعنی الكثير، مِنْ تَلَبَّدَ الشَّيْءُ اِذَا اجْتَمَعَ (بیان القرآن، القاموس الوحید، روح المعانی) لَمْ يَرَهُ آخَذَ (مَرَّ تحقیقہ)

**ترکیب** لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ جِلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ... لَا زائدہ ۲، أُقْسِمُ فعل، ضمیر اکنا فاعل، ہا حرف جار، هَذَا الْبَلَدِ اسما اشارہ مبدل منہ، الْبَلَدِ مشار الیہ بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر معطوف علیہ (وَأَنْتَ جِلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ درمیان میں جملہ معترضہ ہے، أَنْتَ مبتدا اور جِلُّ خبر اور بہذا الْبَلَدِ متعلق ہے جِلُّ کے) وَاوْ حرف عطف والد معطوف علیہ معطوف، وَاوْ عاطفہ مَا وَلَدَ (ما بمعنی مَنْ) اسم موصول مع صلہ کے معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار مجرور متعلق أُقْسِمُ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِي كَبَدٍ... لام قسمیہ قَدْ حرف تحقیق خَلَقْنَا فعل، ضمیر کا بارز فاعل، الْاِنْسَانَ (ای جنس الْاِنْسَانَ) ذوالحال فی کَبَدٍ کائناتاً وغیرہ محذوف کے متعلق ہو کر حال (ای مکابداً للمشاق) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جواب قسم۔ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ آخَذَ... ہمزہ حرف استفہام برائے توییخ و انکار۔ یَحْسَبُ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، اَنْ مخففہ من المشقلہ، ضمیر محذوف اس کا اسم لَنْ يَقْدِرَ فعل علیہ جار مجرور اس کے متعلق، آخَذَ فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (محل رفع میں) پھر اَنْ مخففہ اپنے اسم و خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر یَحْسَبُ کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔ (لا محل لہا) يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَا لَأَلْبَدًا... يَقُولُ فعل، ضمیر ہو فاعل، فعل اپنے

۱۔ مال کو مال اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک کی طرف مال ہوتا اور دوسرے کی طرف سے اعراض کرتا ہے یا اس لئے کہ مال میں میلان ہے یعنی زوال (رافع) یا اس لئے کہ لوگوں کی خواہشات یا مطالب کا اس کی طرف میلان ہوتا ہے۔ (تجمل)

۲۔ قیل ہی نانیۃ



فاعل سے مل کر قول، اہلکت فعل، ضمیر تاء بارز فاعل، مالا لہذا مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مقولہ (فی محل نصب) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ متانفہ، یا حالیہ (حال از ضمیر یحسب) آیتحسب آن لم یوہ أحد..... ہمزہ حرف استفہام برائے انکار و تنبیہ، باقی ترکیب آیتحسب آن لن یقدر علیہاخذ کی طرح ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ﴿۸﴾ وَ لِسَانًا وَ شَفَتَیْنِ ﴿۹﴾ وَ هَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ﴿۱۰﴾ فَلَا اقْتَحَمَ

کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں • اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے • اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلا دیئے • سو وہ شخص گمائی میں سے

الْعَقَبَۃُ ﴿۱۱﴾ وَ مَا اَدْرٰیكَ مَا الْعَقَبَۃُ ﴿۱۲﴾ فَکُ رَقَبَۃٌ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعَمُ فِیْ یَوْمِ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ﴿۱۴﴾

ہو کر نہ نکلا • اور آپ کو معلوم ہے کہ گمائی کیا ہے • وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے • یا کھانا کھانا فاقہ کے دن میں •

یَتِّیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مَسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا

کسی رشتہ دار یتیم کو • یا کسی خاک نشین محتاج کو • پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے

بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَۃِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمِیْمَنَۃِ ﴿۱۸﴾

اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی • یہی لوگ دابنے والے ہیں •

وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْۤئِمَۃِ ﴿۱۹﴾ عَلَیْہِمُ نَارٌ مُّؤَصَّدَۃٌ ﴿۲۰﴾

اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں • ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا •

**تشریح**

انسان دو چیزوں سے متاثر ہوتا ہے (۱) رنج و غم اور مشقت سے (۲) انعامات و احسانات سے، چنانچہ شروع سورت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ انسان کی زندگی رنج و غم سے بھری ہوئی ہے کما فی قولہ تعالیٰ لَعَدْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کِبٰی مگر غافل انسان نہ تو رنج و غم اور مشقتوں سے متاثر ہوا کہ راہِ راست پر آجاتا۔ (بلکہ یہ سمجھتا رہا کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا اور یہ سمجھتا رہا کہ اس کے اعمال بد کو کسی نے دیکھا ہی نہیں) اور نہ غافل انسان انعامات و احسانات سے متاثر ہوا جس کا بیان ان آیات میں ہے، فرمایا۔ ”اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ﴿۸﴾ وَ لِسَانًا وَ شَفَتَیْنِ ﴿۹﴾“ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں، اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ ہمزہ حرف استفہام برائے تقریر ہے یعنی ہم نے انسان کو دو آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھتا ہے (واقعی آنکھ بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کی قدر اس سے پوچھئے جس کے پاس آنکھ نہ ہو) اسی طرح زبان بہت بڑی نعمت ہے جس سے انسان بولتا ہے اور اپنی مافی الضمیر کو ادا کرتا ہے، اسی طرح دو ہونٹ دیئے اور ہونٹ کا ذکر اس لیے کیا کہ زبان کے کام میں ہونٹ بڑے مددگار ہیں کہ آواز اور حروف کی ممتاز شکلیں وہی بناتے ہیں اسی طرح کھانے، پینے اور خوبصورتی میں بھی ان کو بہت دخل ہے۔ ”وَ هَدَیْنٰہُ

النَّجْدَيْنِ ﴿۱۱﴾ ”اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلائے (یعنی کیا ہم نے اس کو دونوں راستے نہیں بتلائے) النجدین، النجد کا تشبیہ ہے، نجد کے معنی اس راستہ کے ہیں جو اوپر بلندی کی طرف جاتا ہو مراد کھلا ہوا اور واضح راستہ، یہاں نجدین سے مراد خیر اور شر کے دو راستے ہیں تو اللہ نے دونوں راستے دکھلائے تاکہ انسان خیر اور جنت کے راستہ کو اختیار کرے یعنی صوم و صلوٰۃ اور شریعت کے دوسرے تمام احکام کی تعمیل کرے اور شر اور جہنم کے راستے سے پرہیز کرے یعنی زنا، چوری، حقوق تلفی اور تمام برائیوں سے بچے لہذا ان انعامات و احسانات کا تقاضا یہ تھا کہ انسان احکام الہی کا تابع ہو جاتا مگر کافر انسان نہ مشقتوں سے متاثر ہوا اور نہ احسانات سے، چنانچہ فرمایا ”فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾“ وہ شخص دین کی گھائی میں سے ہو کر نہ نکلا یعنی اس نے دین کے کاموں کو انجام نہیں دیا۔ العقبۃ کے معنی دشوار گزار پہاڑی راستہ یعنی گھائی کے ہیں، یہاں دین کے کاموں کو گھائی سے اس لیے تعبیر کیا کہ وہ نفس پر مشکل اور شاق گذرتے ہیں۔ ”وَمَا آذُرُكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾“ اور آپ کو معلوم ہے کہ گھائی کیا ہے یعنی مذکورہ آیت میں گھائی سے کیا مراد ہے تو کیا آپ کو معلوم ہے، خود فرمایا ”فَلَنْ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ أَوْ اطْعَمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾“ وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے یعنی کسی کی گردن کا غلامی سے چھڑا دینا اور اس کو آزاد کر دینا چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت بلال وغیرہ کو کافروں سے خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا تھا جب کہ بلال حبشی پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے کہ بتتی ہوئی ریت میں ان کو ڈال کر ایک بڑا پتھر سینہ پر رکھ دیا جاتا۔ یا کھانا کھانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو۔

**فائدہ** کھانا کھانا کسی کو بھی ثواب سے خالی نہیں مگر بعض کو کھانا بہت بڑا ثواب رکھتا ہے مثلاً رشتہ دار یتیم کو کھلانے میں دو ہر ثواب ہے ایک تو بھوکے کا پیٹ بھرنا اور دوسرے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی اور اس کا حق ادا کرنا، مسغبۃ مصدر میسی بمعنی سغب ہے یعنی بمعنی بھوک، اور بھوک کی نسبت بجائے یتیم کی طرف کرنے کے یوم کی طرف کی گئی تو وہ مجازاً ہے، مقربۃ مصدر میسی ہے بمعنی قرابت، لہذا مقربۃ کا ترجمہ ہوا قرابت والا، یعنی رشتہ دار۔ مَثْرَبَہ بھی مصدر میسی ہے، از تَرَبِ اِی التَّصَقُّ بِالْتَرَابِ مراد ایسی مفلسی جو مٹی سے چمٹا دے، اب اگلی آیت میں اس گھائی کی سب سے بڑی شرط یعنی ایمان کا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا ”ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾“ پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی، اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی (نفی کا ترجمہ اس لیے ہوا کہ کان فعل ناقص کا عطف اقْتَحَمَ پر ہے اور دونوں صیغے نفی کے تحت ہیں، ای لا اقْتَحَمَ ولا آمن (روح) تو اسی بالصبر سے مراد ہے ایمان پر پابند رہنے کی ایک دوسرے کو نصیحت

۱۔ نجد کے معنی اس راستہ کے ہیں جو اوپر بلندی کی طرف جاتا ہو مراد واضح راستہ، لہذا خیر کے راستہ کی بلندی تو واضح اور ظاہر ہے مگر سوال یہ ہے کہ شر کے راستہ میں کیا بلندی و رفعت ہے، الجواب: اس کو بوجہ تغلیب کے بلند کہہ دیا جیسے باپ کو ماں پر غلبہ دینے کی وجہ سے ابوین اور والدین بولتے ہیں (روح المعانی میں ہے فهو علی التغلیب و علی توهم المتخیلة له صعوداً)



و وصیت کرنا، اور تو اسی بالمرحمة سے مراد ہے ترحم علی الخلق کی ایک دوسرے کو نصیحت و وصیت کرنا، یعنی ایک دوسرے کو لوگوں پر رحم و کرم اور ترک ظلم کی تاکید نصیحت کرنا۔ (بیان القرآن)

**فائدہ** ثم کان من الذین آمنوا، ثم ترتیب ذکر اور ایمان کے مرتبہ کے عظیم ہونے کو بتلانے کے لیے ہے نہ کہ ترتیب زمانی کے لیے ورنہ لازم آئے گا کہ فیک رقبۃ یعنی غلام کو آزاد کرنا ایمان لانے سے بھی مقدم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو تمام اصول و فروع یعنی ایمان و عمل ہر ایک میں اطاعت کرنی چاہیے تھی، نہ صرف یہی کہ اعمال تو اچھے کئے جائیں اور ایمان نام کو بھی نہ ہو بلکہ ایمان کا مرتبہ بڑا ہے اور وہ سب سے مقدم ہے پھر تو اسی بالصبر پھر تو اسی بالمرحمة پھر فیک رقبۃ پھر اطعام طعام (بیان القرآن)

”أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۖ“ یہ الذین آمنوا کی جزاء کا بیان ہے یہی لوگ داہنے والے ہیں یعنی ان کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے دوسروں کو ایمان پر ثابت قدم رہنے اور ترحم علی الخلق کی وصیت کی (مظہری) آگے ان کے مد مقابل لوگوں کا بیان ہے کہ ”وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۖ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ ۖ“ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں، ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا۔ یعنی اصول ہی کے منکر ہیں یعنی نفس ایمان ہی ان کے پاس نہیں، فروع و اعمال تو کیا ہوں گے تو ان کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا یعنی دوزخیوں کو دوزخ میں بھر کر آگے سے دروازے بند کر دیئے جائیں گے، کیوں کہ خلود فی النار کی وجہ سے نار سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

**سوال:** ثم کان من الذین آمنوا ایمان جزاء اشرف ہے اور اعمال کی قبولیت کے لیے شرط اول ہے تو سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کے نیک عمل کا ثواب ملے گا یا نہیں، جواب یہ ہے کہ اگر وہ ایمان لے آیا تو حالت کفر کے کئے ہوئے نیک اعمال مقبول ہو جائیں گے ورنہ تو دنیا میں ہی ان کا صلہ دے دیا جائے گا۔

**نکتہ:** حکماء کا قول ہے کہ اللہ نے انسان کو دو آنکھیں اور ایک زبان دے کر تنبیہ فرمادی کہ بولنا دیکھنے سے کم ہونا چاہیے، دیکھنا تو خیر اور شر دونوں کو عام ہے، لیکن بولنا خیر ہی کا ہونا چاہیے، ورنہ خاموش رہے، اس لیے زبان کو بتیس فوجیوں یعنی بتیس دانتوں کے اندر بند رکھا گیا۔

احْفَظْ لِسَانَكَ إِثْمًا لِلْإِنْسَانِ

لَا يَلْدَغَنَّكَ إِنَّهُ تُعْبَانُ

**تذکرہ:** لَمْ يَجْعَلْ (ف) مضارع نفی جہد بلم جمع متکلم، جَعَلَ اللہ الشیء (ف) جَعَلًا: پیدا کرنا۔ (۲) بَنَانًا، جَعَلَ لَهُ كَذَا: دینا (یہاں لام کے صلہ کے ساتھ ہی استعمال ہوا ہے) عَيْنٌ كَاتِبَةٌ، آنکھ، جمع عُيُونٌ، وَأَعْيُنٌ، لِسَانًا، زبان، جمع أَلْسِنَةٌ، شَفَقَةٌ، شَفَقَتَيْنِ، شَفَقَةٌ كَاتِبَةٌ، ہونٹ، جمع شِفَاهٌ وَشَفَوَاتُ (بعض کے نزدیک لام کلمہ ہاء ہے اور

اس کی اصل شَفْہۃ ہے، ہا اصلِیہ کو حذف کر دیا گیا، اور بعض کے نزدیک اس کی اصل شَفْوۃ ہے، واؤ کا فتح ماقبل کو دیدیا اور اس کو حذف کر دیا۔ هَدَيْنَا (ض) ماضی جمع متکلم، هَدَى فَلَانًا الطَّرِيقَ وَلَهُ وَالْيَه (ض) هَدَى وَهَدَيْنَا وَهَدَايَةً: کسی کو راستہ بتلانا۔ النَّجْدَيْنِ، دو راستے، واحد النَّجْدُ، یعنی خیر و شر کے راستے۔ (روح المعانی) جَمَعَ أَنْجَدٌ وَأَنْجَادٌ وَنَجَادٌ وَنُجُودٌ۔ لَا أَقْتَحِمَ (افتعال) ماضی منفی واحد مذکر غائب، اِی الدخول بسرعیۃ وشدیدۃ، اِقْتَحَمَ الْمَكَانَ: کسی جگہ زبردستی گھسنا، داخل ہونا ۲۔ الْعَقَبَةُ اسمٌ للطریق الصعب فی الجبل، یعنی گھاٹی یعنی دشوار گزار پہاڑی راستہ، جمع عُقَبٌ وَعِقَابٌ یہاں بطور استعارہ اعمال طاعات جو نفس پر شاق ہوں مراد ہیں، (مطلب یہ ہے کہ جس طرح عقبہ دشمن سے نجات دلانے کا سبب ہوتا ہے اسی طرح اعمال صالحہ آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ بنتے ہیں) فَلَاکَ باب نصر کا مصدر، فَنَکَ الشَّيْءَ (ن) فَنَکَا: کھولنا، فَنَکَ الرِّقْبَةَ: قیدی کو رہا کرنا، غلام کو آزاد کرنا۔ (یہاں آخری معنی مراد ہے) رَقَبَةٍ گردن، مراد غلام و باندی، تسمیۃ الکُل باسم الجزء کے قاعدہ سے، جمع رِقَابٌ۔ إِطْعَامٌ مصدر از باب افعال أَطْعَمَ فَلَانًا: کھلانا۔ طَعِمَ (س) طَعَمًا وَطَعَامًا: کھانا، چکھنا۔ مَسْغَبَةٌ مصدر میمی بمعنی الجوع مع التعب۔ سَغَبَ (ن) و سَغِبَ (س) سَغَبًا وَسُغُوتًا وَسَغَبًا وَمَسْغَبَةً: بھوکا ہونا۔ يَتِيمًا (مر فی سورۃ الفجر) مَقْرَبَةٍ مصدر میمی از باب کرم بمعنی قرابت، رشتہ داری، قُرْبُ الشَّيْءِ (ک) قَرَابَةٌ وَقُرْتًا وَقُرْتَةً وَقُرْبَى وَمَقْرَبَةً، قریب ہونا، جمع مَقَارِبٌ۔ مِسْكِينًا (مر فی سورۃ الفجر) مَثْرَبَةٍ مصدر میمی از سمع (بیان القرآن) تَرِبَ (س) تَرْتًا وَمَثْرَبَةً، مٹی لگ جانا، محتاج ہونا، ایسی مفلسی جو زمین سے چمٹا دے) تَوَاصَوْا (تفاعل) ماضی جمع مذکر غائب، (در اصل تَوَاصَّيُوا تھا، قاعدہ ۷ جاری ہوا ہے پھر بوجہ اجتماع ساکنین الف حذف ہو گیا) تَوَاصَّي الْقَوْمَ: ایک دوسرے کو وصیت کرنا، نصیحت و تلقین کرن ۳۔ الصَّبْرُ باب ضرب کا مصدر بمعنی ہمت سے کام لینا اور نہ گھبرانا۔ (مراد استقامۃ علی الایمان والطاعة واحتراز عن المعاصی)۔ الْمَرْحَمَةُ باب سمع سے مصدر میمی، رَحِمَ فَلَانًا: (س) رَحْمَةً وَرُحْمًا وَمَرْحَمَةً: کسی پر شفقت کرنا، معاف کرنا۔ أَصْحَابٌ صاحب کی جمع بمعنی والا، دوست۔ الْمَيِّمَنَةُ اسم بمعنی داہنی جانب، جمع مِیَامِنٌ۔ (اس کے معنی برکت و خوش بختی کے بھی آتے ہیں يَمَنٌ (ض) يَمَنًا: دائیں طرف ہونا یا آنا)

۱۔ قولہ النجدین، النجد اسمٌ بمعنی الطریق المرتفع، وقَصَدَ بِهِ هُنَا طَرِيقَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَقِيلَ هُمَا الشَّدْيَانِ رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَلَى لَانِهِمَا كَالطَّرِيقَيْنِ لِحَيَاةِ الْوَلَدِ وَرِزْقِهِ

۲۔ مجرد میں از باب نصر، قَحَمَ (ن) قَحَمًا: اپنے کو مشکل میں ڈالنا، قَحَمَ فِي الْأَمْرِ وَعَلَيْهِ: کسی کام میں انجام سوچے بغیر کود پڑنا۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۳۔ وَضَى فَلَانٌ (ض) وَضَبًا: ترقی کے بعد تنزلی ہونا، الشیء: ملنا۔

۴۔ شریعت میں مبر کہتے ہیں عقل اور شریعت جن امور کا حکم دیتی ہیں ان پر نفس کو جمائے رکھنا، اور جن سے منع کرتی ہیں ان سے باز رہنا، مبر ایک عام لفظ ہے جس کے مختلف مواقع کے اعتبار سے مختلف نام ہو جاتے ہیں، مثلاً اگر جنگ میں مبر ہو تو اس کو شجاعت کہتے ہیں اور اگر بات کو روکے رکھنے کے بارے میں مبر ہو تو اس کو کتمان کہتے ہیں (مبر کی تین قسمیں ہیں: صبر عن المعاصی، صبر علی الطاعات، صبر علی المصائب)



الْمُشْتَمَةِ اسم بمعنی یاکیں جانب۔ (دوسرے معنی ہیں کبھتی) مُؤَصَّدَةً باب افعال سے اسم مفعول واحد مؤنث، اَصَدَّ اِيَصَادًا: بند کرنا (مجرد میں دوسرے معنی ہیں وَصَدَ (ض) وَصَّدًا: قائم رہنا)

**ترکیب** اَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ..... ہمزہ حرف استفہام تقریری، (لَاَنَّ نفی النفی اثبات و تقریر) لم جازمہ، نجعل فعل، ضمیر نحن فاعل، له جار مجرور متعلق نجعل کے (نجعل نخلق کے معنی میں ہے) عینین ولساناً وشفَتین باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، واو عاطفہ، ہدینا فعل با فاعل یا ضمیر مفعول بہ اول النجدین مفعول بہ ثانی یا منصوب بنزع الخافض، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، معطوف فاعلفہ، لا نافیہ اقتحمہ فعل، ضمیر ہو فاعل العقبۃ مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف

علیہ معطوف لہ، وَمَا اَذْرَكَ مَا الْعَقَبَةُ فَك رَقَبَةً اَوْ اطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا اِذَا مَقْرَبَةً اَوْ مَسْكِينًا اِذَا مَتْرَبَةً..... واو اعتراضیہ، ما اسم استفہام بمعنی ای شئی، مبتدا، اذری فعل ضمیر ہو فاعل کاف مفعول بہ اول، ما العقبۃ ما اسم استفہام مبتدا، العقبۃ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ثانی اذری فعل کا (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، (فی محل رفع) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ، فَك رَقَبَةً مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ، او حرف عطف، اطعام مصدر کاف جار یوم موصوف ذی مسغبۃ مرکب اضافی ہو کر صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اطعام مصدر کے، یتیمًا موصوف اِذَا مَقْرَبَةً مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ او حرف عطف مسکینًا اِذَا مَتْرَبَةً مرکب توصیفی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ، اطعام مصدر اپنے متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف (مصدر کا فاعل حذف کرنا جائز ہے لہذا اطعام مصدر کا فاعل حذف کر دیا گیا ہے، مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۱۲۳) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا مخدوف ہی کی خبر (ای ہی فک الخ اور ہی ضمیر کا مرجع العقبۃ ہے

۱۔ لا اقتحم ماضی پر لا داخل ہے جبکہ ماضی پر دخول لا کے لئے تکرار کا ہونا لازم ہے جب کہ یہاں بظاہر تکرار نہیں ہے اس کا جواب بیان القرآن میں یہ لکھا ہے کہ تکرار کا لازم ہونا اکثری قاعدہ ہے، واجب نہیں ہے، لیکن اگر اس کو لازم ہی سمجھا جائے تو علامہ زنجشکی نے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ یہاں معنی تکرار ہے، کیونکہ فلا اقتحم العقبۃ کے معنی یہ ہیں فلا فک رقبۃ ولا اطعم مسکینا اور زجاج کا قول یہ ہے کہ ثم کان من الذین الیہ قائم مقام تکرار کے ہے کیونکہ اس کا عطف لا اقتحم منفی پر ہے اور یہ بھی منفی ہی کے تحت ہے گویا معنی یہ ہیں فلا اقتحم العقبۃ ولا آمن احقر نے علامہ زنجشکی اور زجاج کا یہ قول اعراب القرآن سے نقل کیا ہے، تفسیر مظہری میں ہے کہ یہاں لا بمعنی ہلا ہے والمعنی فہلا اقتحم الخ۔

۲۔ یاد رکھئے کہ ہدینا الخ کا عطف نجعل لہ الخ پر ہے نہ کہ لم نجعل پر اور جس طرح نجعل نفی کے تحت ہے اسی طرح ہدینا بھی نفی کے تحت ہے۔ ای ما ہدینا النجدین کیا ہم نے اس کو دونوں راستے نہیں بتلا دیئے۔

۳۔ مصدر تین حالتوں میں عمل کرتا ہے: (۱) مضارع ہونے کے وقت جیسے عجبث من ضربک عمرا (۲) جب مصدر پر توین ہو جیسے عجبث من ضرب عمرا (۳) جب اس پر الف لام ہو جیسے عجبث من الضرب عمرا

ای اقتحام العقبة مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا) یہ ترکیب درمیان میں آگئی تھی، الحاصل ہم نے اقتحام العقبة کو معطوف علیہ بنایا تھا۔ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ..... ثُمَّ حَرَفَ عَطْفَ كَانَ فَعْلَ نَاقِصٍ، ضمیر ہو اسم من حرف جار الذین اسم موصول آمنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر ثابتاً مخذوف کے متعلق ہو کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، اقتحام پر، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا، ہدینا الخ کا، پھر وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا ان جعل الخ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ اُولَئِكَ اصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ اصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ..... اُولَئِكَ مبتدا، اصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ۲ واو حرف عطف الذین اسم موصول كفروا فعل بافاعل باجارہ آیاتنا مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور كفروا کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، ہم مبتدا اصحاب المشئمة مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر اول علیہم جار مجرور ثابتہ مخذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم نَارٌ مؤصدة مرکب توصیفی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی، مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ۳۔ (اعراب القرآن و صرفہ)

## سورۃ الشمس مکیہ

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ۝۱ وَالْقَمَرُ إِذَا تَلٰهٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارُ إِذَا جَلٰهٰهَا ۝۳ وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشٰهٰهَا ۝۴ وَالسَّمَاءُ وَمَا بَنٰهٰهَا ۝۵ وَالْأَرْضُ وَمَا طَحٰهٰهَا ۝۶ وَنَفْسٌ وَمَا سَوٰهٰهَا ۝۷

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی • اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے • اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے • اور رات کی جب

یغشٰہا ۱ وَالسَّمَاءُ وَمَا بَنٰهٰهَا ۲ وَالْأَرْضُ وَمَا طَحٰهٰهَا ۳ وَنَفْسٌ وَمَا سَوٰهٰهَا ۴

وہ اس کو چھپالے • اور آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا • اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا • اور جان کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا •

۱۔ توفہ ثم کان ایک قول یہ ہے کہ کان صیغہ ماضی بتاویل مصدر ہو کر فکّر رقبۃ پر عطف ہوا، ای کونہ من الذین آمنوا الخ، دوسری بات یہ ہے کہ

جب کان کا عطف اقتحام پر ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ کان کے تحت جو ایمان کا ذکر ہے وہ ایمان عقبہ میں داخل نہیں اور بس عقبہ میں توفک رقبۃ اور اطعام ہی ہے۔ لہذا عطف کرنے سے یہ لازم نہیں آئے گا، بلکہ ایمان چوں کہ عقبہ کا جزء اشرف ہے اس لیے اس کو بصورت عطف علیحدہ سے ذکر کر دیا۔

۲۔ یہ جملہ الذین آمنوا الخ کے لئے بطور جزا کے ہے۔ (بیان القرآن)

۳۔ علیہم نَارٌ مؤصدة جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے۔



فَالْهَمَّهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۚ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۚ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۚ

پھر اس کی بد کرداری اور پرہیزگاری کا اس کو الٹا کیا • یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کر لیا • اور نامراد ہوا جس نے اس کو بدادیا •

**ترجمہ** سورۃ سابقہ میں اعمال ایمانیہ کی جزائے اخرویہ کا بیان تھا، اس سورت میں قصداً کذبت ثمود الخ سے یہ بتلانا ہے کہ اعمال کفریہ پر دنیا میں بھی سزا کا احتمال ہے، اور قَدْ أَفْلَحَ الخ میں جزائے اخرویہ کا بیان ہے۔

**تشریح** ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ وہ انسان کامیاب ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لیا اور وہ ناکام ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں کی دَل دَل میں دھنسا دیا اسے تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

**پہلی قسم:** ”وَالشَّٰمِسُ وَضُحَاهَا“ قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ سورۃ النازعات میں وَاعْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا کے تحت لکھا گیا ہے کہ ضحیٰ کے تین معنی ہیں چناں چہ یہاں ضحیٰ کے معنی روشنی کے ہیں یعنی وہ روشنی جو سورج کے کچھ بلند ہونے یعنی چاشت کے وقت ہوتی ہے۔

**دوسری قسم:** ”وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَّهَا“ اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آئے یعنی قسم ہے چاند کی جب کہ وہ سورج کے غروب ہونے کے بعد نکلے، اس سے مراد وسط ماہ کی بعض راتوں کا چاند ہے کہ سورج کے چھپنے کے بعد طلوع ہوتا ہے جب کہ چاند تقریباً مکمل ہوتا ہے اور اس کی چاندنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے۔

**ثالث** والقمر کے بعد اذا تلا کی قید شاید اس لیے لگائی کہ وہ وقت کمال نور کا ہوتا ہے یعنی جن راتوں میں چاند، سورج کے غروب ہونے کے بعد جلد ہی طلوع ہوتا ہے اس وقت چاند تقریباً مکمل ہوتا ہے اور یہ وقت کمال نور کا ہوتا ہے یعنی چاند کی چاندنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے، جیسا کہ والشمس کے بعد ضُحَاهَا کا اشارہ کمال نور آفتاب کی طرف ہے کیوں کہ ضحیٰ کے ایک معنی اگرچہ روشنی کے ہیں مگر دوسرے معنی وقت چاشت کے ہیں کہ جب آفتاب طلوع ہو کر کچھ بلند ہو جائے اور اس کی روشنی پھیل جائے لہذا ضحیٰ سے مراد وہ روشنی ہے کہ جو وقت چاشت میں ہوتی ہے (چناں چہ معارف القرآن میں لکھا ہے کہ یہاں اگرچہ ضحیٰ کو واو حرف عطف کے ساتھ لکھا ہے مگر بقرینہ بعد کی اشیاء کے ضحیٰ کا ذکر بطور وصف شمس کے ہے یعنی سورج کی قسم اس کی روشنی کے مکمل ہونے کی حالت میں ہے)

**تیسری قسم:** ”وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰهَا“ اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے۔ یعنی قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو خوب روشن کر دے یعنی دل نکل آنے کے سبب آفتاب روشن نظر آنے لگے۔ (یہ اسناد مجازاً ہے ورنہ دن بے چارہ سورج کو کیا روشن کرتا، سورج ہی دنیا کو روشن کرتا ہے مگر چوں کہ سورج کی روشنی دن میں ہوتی ہے نہ کہ رات میں اس لیے روشن کرنے کی نسبت دن کی طرف کر دی)

**چوتھی قسم:** ”وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا“ اور رات کی جب وہ اس کو چھپالے یعنی قسم ہے رات کی جب

وہ سورج کو ڈھانپ لے یعنی خوب تاریکی پھیل جانے کی وجہ سے دن کی روشنی کا کچھ اثر باقی نہ رہے (چاروں مقسم بہ میں جو قیدیں لگائی گئی ہیں وہ ان کے کمال حالت کے اعتبار سے ہے)

**پانچویں قسم:** ”وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا“ اور آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے آسمان کو بنایا، بنانے والی ذات سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں، اسی طرح ما طہھا اور ماسوہھا میں بھی اللہ تعالیٰ ہی مراد ہیں اور تینوں جگہ ما بمعنی مَنْ ہے اور مخلوق کی قسم کو خالق کی قسم پر مقدم کرنا بایں وجہ ہو سکتا ہے کہ اس میں ذہن کو دلیل سے مدلول کی طرف منتقل کرنا ہے کیوں کہ مصنوع یعنی بنائی ہوئی چیزیں دلیل ہیں صانع یعنی بنانے والے خدا کے وجود پر۔

ہرچہ دیدم در جہاں غیرے تو نیست ☆ یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

**چھٹی قسم:** ”وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَّهَا“ اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا (طَحَّوْ کے معنی بچھانے اور پھیلانے کے ہیں)

**ساتویں قسم:** ”وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا“ اور جان کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القا کیا یعنی قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی یعنی اللہ تعالیٰ کی جس نے اس کو خلقت میں درست بنایا یعنی شکل و صورت اور اعضاء گویا ہر طرح سے اس کو درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری دونوں کو القا کیا (اللہ کی جانب فجور و تقویٰ کے الہام والقاء کی نسبت باعتبار تخلیق کے ہے کہ قلب میں نیکی و بدی کے میلان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو فجور و بدی پر مجبور محض نہیں بنایا لہذا انسان کو اپنے قصد و اختیار سے گناہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے اور اپنے قصد و اختیار سے نیکی کرنے پر ثواب۔ ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا“ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا“ یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا یہ جواب قسم ہے اور تزکیہ نفس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو فسق و فجور سے روک کر تقویٰ اختیار کر لیا اور خاب خبیثہ کے معنی نامراد ہونے کے ہیں یعنی وہ شخص نامراد و ناکام ہو گیا جس نے اپنے نفس کو خواہشات نفسانی میں دبا دیا اور گناہوں کی دلدل میں دھنسا دیا۔

**قسم اور جواب قسم میں مناسبت** | جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی، دن کا اُجالا اور رات کی اندھیری، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفس انسانی میں بھی خیر و شر کی متضاد قوتیں رکھیں، اسی طرح مختلف و متضاد اعمال پر مختلف ثمرات و نتائج مرتب کرنا بھی اسی حکیم مطلق کا کام ہے۔ (تفسیر عثمانی)

**ذات الشمس** سورج، جمع شمسوس۔ طحی اسم ہے اس کے معنی دھوپ پھیلنے کے ہے، پھر دو معنی میں معروف ہو گیا بمعنی سورج کی روشنی (یہ مجازی معنی ہے) (۲) وقت چاشت۔ الْقَمَر چاند، جمع اقمار (تیسری تاریخ سے آخر ماہ



تک کا چاند۔ (قاموس) یا تیسری تاریخ کے بعد والی رات سے آخر ماہ تک کا چاند۔ (راغب) تَلَا (ن) ماضی واحد مذکر غائب۔ تَلَا (ن) تَلُّوْا: پیچھے آنا، اور اگر مصدر تِلَاوۃ ہو تو معنی ہوں گے ”پڑھنا“ النَّهَارُ دن، جمع اَنْهَارٌ و نُہَرٌ۔ جَلَّى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، جَلَّى تجلیتہ: روشن کرنا، ظاہر کرنا۔ يَغْشَى (س) مضارع واحد مذکر غائب، غَشِيَ (س) غَشِيَا و غَشِيَانَا: چھپانا، ڈھانکنا (رعایت فواصل کی بناء پر مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے) اور غَشَاَهَا اس لیے نہیں کہا کہ وہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اس لیے ایک مفعول کو محذوف ماننا پڑتا (روح) بَلَى (ض) ماضی واحد مذکر غائب، بَلَى (ض) بَنِيَا، و بِنَاءٌ و بُنْيَانًا: تعمیر کرنا، بنانا۔ طَحَى (ف) ماضی واحد مذکر غائب، طَحَى الشیء (ف) طَحَّوْا: پھیلانا۔ طَحَى الشیء: پھیلنا (باب نصر سے اس کے معنی بعید ہونے اور ہلاک ہونے کے ہیں) سَوَّى (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، سَوَّى الشیء تَسْوِیۃ: درست کرنا، سَوَّى الرجل (س) سَوَّى درست کار ہونا۔ اَلْهَمَّ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب اَلْهَمَّ اَلْهَمًا: القاء کرنا یعنی دل میں بات ڈالنا، اور مجرد میں دوسرے معنی ہیں (حضرت مجدد دسر ہندیؒ فرماتے ہیں کہ الہام اور کشف میں یہ فرق ہے کہ کشف کا تعلق حیات کے ساتھ ہوتا ہے اور الہام کا وجدانیات سے) فُجِّرَ باب نصر سے مصدر، فَجَّرَ (ن) فَجَّوْرًا و فَجَّوْرًا: گناہ کرنا، بدکرداری کرنا اور بمعنی بدکرداری حاصل مصدر ہوگا، تَقَوَّى اِتَّقَاء (باب افتعال) سے اسم مصدر، بمعنی پرہیزگاری، بچنا، لغت میں اس کے معنی ہیں نفس کو خوف کی چیز سے بچانا، پھر مجازاً کبھی خوف بول کر تقویٰ اور تقویٰ بول کر خوف مراد لیتے ہیں، اور عرفی شرع میں نفس کو ہر گناہ کی طرف لے جانے والی چیز سے بچانے کا نام ہے۔ اَفْلَحَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَفْلَحَ اِفْلَاحًا: بامراد و کامیاب ہونا، فَلَحَ (ف) فَلَّاحًا: مقصد میں کامیاب ہونا۔ زَلَّی (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، زَلَّی الشیء تَزْكِیۃ: پاک صاف کرنا۔ خَابَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب، خَابَ (ض) خَبِیۃ: ناکام و نامراد ہونا۔ دَشَّى دبایا اس نے، (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، دراصل دَشَّسَ تھا، (مصدر تدسیس) آخر والے سین کو یا سے بدل دیا تخفیفاً (جلالین) پھر قاعدہ سے یاء کو الف سے بدل دیا، دَشَّى تدسیۃ: چھپانا، دبانا۔

**ترکیب** وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرُ اِذَا تَلَّاهَا وَالنَّهَارُ اِذَا جَلَّاهَا وَاللَّيْلُ اِذَا يَغْشَاهَا وَالسَّمَاءُ وَمَا بَنَاهَا وَالْاَرْضُ وَمَا طَرَاهَا وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَالْهَمَّهَا فُجَّوْرَهَا وَتَقَوَّاهَا ..... وَاَوْ حَرْفِ جَارِ برائے قسم، الشمس معطوف علیہ وَاَوْ حَرْفِ عطف طَرَاهَا مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ معطوف، وَاَوْ حَرْفِ عطف القمر معطوف علیہ

۱۔ جَلَّاهَا (ن) جَلَّاهَا: ظاہر ہونا، واضح ہونا، جَلَّاهَا (ن) جَلَّاهَا: واضح کرنا، ظاہر کرنا، مادہ جلو ہے

۲۔ تَقَوَّى کی اصل تَقَاتَا ہے، یاء کو واو سے بدل دیا، لام فعلی بالفتح کی یاء واو ہو جاتی ہے۔ (علم الصیغہ قاعدہ ۲۶) اور اس کا مادہ وقفی ہے، لہذا شروع کا تاء بھی اصلی نہیں ہے بلکہ واو خلاف قیاس تاء سے بدل دیا گیا، اس میں طلبہ عزیز کو دھوکہ لگ جاتا ہے، وقفی الشیء بقی (ض) و تَقَاتَا و وقایۃ: حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا، فَالْهَمَّهَا: فجور کو رعایت فواصل کی بناء پر مقدم کیا، فجور ہا اور تقوٰہا کی ضمیر کا مرجع نفس ہے۔

۳۔ زَكَا الشیء (ن) زَكَّوْا و زَكَاةً و زَكَاتًا: نشوونما پانا، بڑھنا، زَكَا فلان: نیک و صالح ہونا، زَكَا (س) زَكَی و زَكَاءً: بڑھنا

۴۔ دَشَّه (ن) دَشَّاهَا و دَشَّاهَا: چھپانا، دَشَّ الشیء: دھنسا۔

معطوف، اذا ظرفیہ مجرد عن الشرط مضاف تلاً فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ (راجع الی الشمس) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا القمر سے پہلے مضاف محذوف لفظ عظمتہ مصدر کالم واو حرف عطف النهار معطوف علیہ معطوف اذا جلّھا (اس کی ترکیب اذا تلاھا کی طرح ہے) واو حرف عطف اللیل معطوف علیہ معطوف، اذا یغشیھا (اس کی ترکیب اذا تلاھا کی طرح ہے اور اسناد مجازی ہے) واو حرف عطف السماء معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ، ما بینھا اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف (ما تینوں مقامات میں مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے) واو حرف عطف الارض معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف ما طیھا اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف نفیس معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف ما اسم موصول سوئی فعل، ضمیر ہو فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، فاو حرف عطف الّھمّ فعل، ضمیر ہو فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، فجوزھا مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف تقوھا مرکب اضافی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل محذوف اُقسم کے۔ اُقسم فعل، ضمیر انا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم (لا محل لہا ابتداء یہ)، جواب قسم ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّھا وَقَدْ خَابَ الْخ (جلالین، اعراب القرآن) (اور جب جواب قسم ماضی مثبت متصرف ہو تو اس پر لام اور قد کا آنا ضروری ہے اور دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا درست نہیں، مگر طول کلام کے خوف سے، لہذا طول کلام کی بناء پر لام کو حذف کر دیا گیا (جلالین) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّھا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّھا..... قَدْ حرف تحقیق اَفْلَحَ فعل، مَنْ اسم موصول زکّی فعل، ضمیر ہو فاعل مستتر، ہا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر

۱۔ اذا تلاھا جیسی ترکیبوں کے متعلق کچھ تفصیل سورۃ النکویر کے اندر واللیل اذا عسعس کے ضمن میں بھی گزر چکی ہے، لہذا اذا تلاھا کی ایک ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ القمر، النهار، اللیل سے پہلے مضاف محذوف مانا جائے، اور ظرف کو اس کا معمول بتایا جائے یا صفت، ہی وانجلاء القمر اذا تلاھا ای وقت تبویّتها للشمس وحصول النهار اذا جلّھا ای وقت تجلیۃ الشمس وحدوث اللیل اذا یغشیھا ای وقت غشیانہا، یا مضاف محذوف لفظ عظمتہ مانا جائے کیونکہ جس کی قسم کھائی جائے وہ اس کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے، اب ظرف کا تعلق مضاف محذوف سے ہوگا۔ (تفسیر مظہری) روح المعانی میں اس طرح ہے وتلو القمر اذا تلاھا وتجلّیۃ النهار اذا جلّھا وغشیان اللیل اذا یغشیھا نیز روح المعانی میں یہ دوسرا احتمال مذکور ہے کہ اذا تلاھا وغیرہ کو محذوف کا متعلق مانا جائے اور حال مقدر بتایا جائے ای اُقسم بالقمر کائنات اذا تلاھا وباللیل کائنات اذا جلّھا، تفسیر مظہری میں ہے کہ علامہ تفتازانی نے ان جیسی ترکیبوں میں اذا تلاھا وغیرہ کو اپنے مائل مثلاً القمر وغیرہ سے بدل اشمال مانا ہے، اعراب القرآن میں ہے کہ وجوز ان یقسم بالشیء المستقبل کما تقول اقسم بالله اذا طلعت الشمس فالقسم متحتم عند طلوع الشمس وانما یکون فعل القسم للمحال اذا لم یکن معتمدا علی شرط (لہذا اس آخری صورت کی بناء پر ظرف فعل قسم کا ہی ظرف ہے گا، کذا فی الجلالین) کذا کو فعل اُقسم کا ظرف بنانے میں ایک غرابی ہے جس کو واللیل اذا غشّی کے تحت لکھ دیا۔



فاعل، قد افلح فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف قد حرف تحقیق خاب فعل، من اسم موصول، دُشی فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل، اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جواب قسم (لا مل لها)۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا<sup>۱۱</sup> إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا<sup>۱۲</sup> فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ

قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی • جبکہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا اٹھ کھڑا ہوا • تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ

نَاقَةَ اللَّهِ وَ سُقِيَهَا<sup>۱۳</sup> فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا<sup>۱۴</sup> فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمُ

اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا • سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا تو ان کے

رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا<sup>۱۵</sup> وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا<sup>۱۶</sup>

پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرمایا • اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا •

**تشریح** ماقبل میں ایک آیت تھی وَقَدْ خَابَ مَنْ دَٰشَاهَا چنانچہ اسی کی ایک مثال عبرت ک لیے بیان کر رہے ہیں کہ قوم ثمود بوجہ فسق و فجور دنیا ہی کے اندر عذاب خداوندی کی زد میں آ گئی، چنانچہ قصہ ملاحظہ فرمائیں:

قوم ثمود اور اونٹنی کا مختصر واقعہ | قوم ثمود کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، قوم نے ایک خاص معجزہ کی درخواست کی کہ اس معین پتھر میں سے ایک حاملہ اونٹنی پیدا ہو تو ہم ایمان لے آئیں گے، چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ وہ پتھر پھٹا اور اس کے اندر سے ایک بڑی اونٹنی نکلی اور اس کے پیٹ سے اسی جیسا بچہ پیدا ہو گیا، حضرت صالح علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر کچھ لوگ تو مسلمان ہو گئے اور باقی نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کر لیا مگر قوم کے چند سرداروں نے لوگوں کو قبول اسلام سے روک دیا، یہ عجیب الخلقہ اونٹنی جب پانی پیتی تھی تو پورے کنویں کا پانی ختم کر دیتی تھی، حضرت صالح علیہ السلام نے باذن ربانی یہ فیصلہ فرمادیا تھا کہ ہذہ ناقۃ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم یعنی ایک دن یہ اونٹنی پانی پئے گی، اور دوسرے دن دیگر جانور تاکہ یہ جانور پیاسے نہ مریں، جب اونٹنی کی باری کا دن ہوتا تو اونٹنی تمام پانی پی جاتی اور اس روز نہ دوسرے جانوروں کو پانی ملتا اور نہ آدمیوں کو، اس لیے قوم کے لوگوں کو یہ تقسیم ناگوار گذری اور اس اونٹنی کو مار ڈالا تاکہ پورا پانی انھیں اور انھیں کے جانوروں کو ملے، چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا کہ

۱۔ بعض حضرات نے جواب قسم محذوف مانا ہے، ای لثبقتی اور قد افلح الخ اس صورت میں مستانہ ہوگا، بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے بھی جواب قسم محذوف ہے، مثلاً لتعذبن یا کفار مکہ وغیرہ، اور قد افلح من زکّٰہا وقد خاب من دّٰشہا سے ال مل فجور اور امل تقویٰ کا آل بتلایا ہے، کیونکہ فآلہما فجورہا وتقوٰہا میں فجور اور تقویٰ کا ذکر ہے۔

زمین سے ایک شدید زلزلہ آیا اور اوپر سے فرشتہ کا نعرہ یعنی سخت ہیبت ناک چیخ، جس سے سب کے سب بیک وقت بیٹھے بیٹھے اوندھے منہ گر کر مر گئے، حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک کنواں تھا جس میں یہ باری تھی اور اونٹنی کو قتل کرنے والا قوم کا ایک بد بخت شخص قد ار ابن سالف تھا (کلمہ در بیان القرآن، پارہ: ۱۸، ۱۹) تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

”كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا“ قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی كَذَّبَتْ کا مفعول بہ محذوف ہے، اور طغوی مصدر ہے جس کی اصل طغیا تھی، بمعنی سرکشی کرنا، انتہائی سرکش ہونا، اور بمعنی سرکشی و شرارت حاصل مصدر یعنی اسم ہے، مطلب یہ ہے کہ قوم ثمود نے اپنی شرارت یعنی گناہوں میں حد سے زیادہ تجاوز کر جانے کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ ”اِذَا تَبَعَتْ اَشْقٰہَا“ یہ شرارت کرنے کا قصہ اس زمانہ کا ہے کہ جب اَشْقٰی القبیلہ یعنی اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا اٹھ کھڑا ہوا یعنی قد ار ابن سالف اس اونٹنی کو قتل کرنے کے ارادہ سے کھڑا ہوا، اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی شریک تھے، یعنی مشورہ قتل میں سب شریک تھے، ”فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقٰیہَا“ تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا یعنی ان لوگوں سے ان کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ناقة اللہ و سقیاہا ای احذروا عَقْرَ نَاقَةِ اللّٰهِ کی اونٹنی کے قتل کرنے سے بچو یعنی اس کو قتل مت کرنا، اور نہ اس کا پانی بند کرنا ای احذروا سقیاہا (روح) (سقیا یعنی پانی پینے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بظاہر اسی سبب سے وہ اس اونٹنی کے قتل کے درپے تھے) ”فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوْہَا“ سو انھوں نے پیغمبر کو جھٹلایا یعنی دلیل نبوت کو جو ناقة اللہ کے ذریعہ ظاہر ہوئی جھٹلادیا، کیوں کہ وہ صالح علیہ السلام کو نبی نہیں سمجھتے تھے۔ فَعَقَرُوْہَا پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا اِنْبَعَثَ واحد کا صیغہ ہے کہ قد ار نامی شخص قتل کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، اور یہاں عَقَرُوْا جمع کا صیغہ ہے کہ انھوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ تو واضح رہے کہ قتل کرنے والا تو قد ار ہی تھا، مگر چوں کہ مشورہ قتل میں سب شریک تھے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے فنادوا صاحبہم فتعاطی فعقر۔ اس لیے قتل کی نسبت سب کی طرف کر دی۔ ”فَدَمَدَ عَلٰیہُمْ رَبُّہُمْ بِذُنُوبِہُمْ فَسَوَّیہَا“ تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرما دیا۔ سوئی کا مطلب یہ ہے کہ عذاب پوری قوم کفار پر عام اور محیط ہو گیا کہ مرد و عورت، بچے اور بوڑھے سب برابر ہو گئے یعنی سب فنا ہو گئے۔ ”وَلَا یَخَافُ عِقْبٰہَا“ اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا یعنی جس طرح شاہان دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کو سزا دینے کے بعد کسی ہنگامہ اور انقلاب کا خطرہ رہتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کو کسی سے ذرہ برابر بھی خطرہ نہیں ہے کیوں کہ وہ قادر مطلق ہے۔

### اختیاری مطالعہ

قوله ناقة اللہ: اللہ کی اونٹنی اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معجزہ کے طور پر عجیب طرح سے پیدا کر کے دلیل نبوت بنا دیا تھا، اور اس کے احترام کو واجب قرار دیا تھا، گویا یہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی اونٹنی کے شرف و عظمت کو بیان کرنے کے لیے جیسے



مسجد کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) یا طلبہ دین کو مہمانان رسول کہتے ہیں۔

**کیفیت عذاب** | تفسیر مظہری میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تین روز تک تو تم لوگ زندگی سے بہرہ اندوز ہو، پہلے دن صبح کو تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ اور تین روز کے بعد تم سب ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔  
**قاعدہ مفیدہ نحویہ** | جب اسم تفضیل کی اضافت معرفہ کی جانب ہو تو اس سے واحد اور متعدد دونوں مراد ہو سکتے ہیں اسی طرح مذکر و مؤنث دونوں (روح) چنانچہ مقاتلؒ نے فرمایا کہ اونٹنی کو قتل کرنے والے نو آدمی تھے۔

اونٹنی کا بچہ کہاں گیا | لکھا ہے کہ پہاڑوں میں جا چھپا اور پھر ملا نہیں۔

**لغات** | **كَذَّبَتْ** (تفعیل) ماضی واحد مؤنث غائب، (رکوع ۳ میں تحقیق گذر چکی فکذب و عطی کے تحت) **ثَمُودُ** (سورۃ الفجر میں تحقیق گذر چکی) اتنا یاد رکھئے کہ ثمود قبیلہ کے معنی میں ہے اس لیے فعل کو مؤنث لایا گیا (روح) **طَغَوٰی** مصدر من الطغیان بمعنی تجاوز الحد فی **العصیان** (روح المعانی) اصلہ طغیا یا عوداؤ سے بدل دیا) طغی فلان (ف) **طَغِيًا وَطُغْيَانًا**: انتہائی سرکش ہونا اسم انبعت باب انفعال سے ماضی واحد مذکر غائب، بمعنی روانہ ہونا، اٹھ کھڑا ہونا، مادہ بعت ہے ۱۔ **اشقی** (س) اسم تفضیل واحد مذکر، بڑا بد بخت، **شَقِيٌّ** (س) **شَقَا وَشَقَاءٌ وَشَقَاوَةٌ** بد بخت ہونا، **اشقہا**، ہا ضمیر کا مرجع ثمود ہے۔ ناقة اونٹنی جمع نواق و نایق و انیق، **سُقِيًا سَقِيٌّ** مصدر سے اسم بمعنی سیرابی، (۲) مصدر بمعنی پانی پلانا (یہاں مصدر مجہول مراد ہے پانی پلایا جانا آیت میں اس کے لازمی معنی سے ترجمہ کر دیا گیا) **سَقِيٌّ** (ض) **سُقِيًا**: پلانا۔ **عَقَرُوْا** (ض) ماضی جمع مذکر غائب، **عَقَرَهُ** (ض) **عَقَرُوا**: زخمی کرنا، ذبح کرنا، کو نیچیں کاٹنا (یعنی پاؤں کے پٹھوں کو جو پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں ان کو کاٹنا تاکہ بھاگ نہ جائے) یہاں مراد ہے مار ڈالنا، (باب فعللہ) **دَمَمَ**، **دَمَمَتْ** سے واحد مذکر، **دَمَمَ عَلَيْهِ**: ہلاک کرنا، **دَمَّ فُلَانًا** (ن) سزا دینا، مارنا۔ **ذَنْبٌ** گناہ، جمع **ذُنُوبٌ** (المراد اظہار تکذیب الرسول و عقر الناقة) **لَا يَخَافُ** (س) مضارع واحد مذکر غائب، **خَافَ** (س) **خَوْفًا وَمَخَافَةً** و خیفۃ: ڈرنا۔ عقبی اسم بمعنی جزاء الامرا و عاقبتہ ای عقبی الذمۃ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

**ترکیب** | **كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا** اذ انبعت اشقہا فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقيتها فكذبوه فعقروها فدمم عليهم ربهم بذنبهم فسوها ..... **كَذَّبَتْ** فعل، **ثَمُودُ** فاعل، (مفعول بہ محذوف ہے ای الصالح علیہ السلام) **بَطَغْوَاهَا** فعل مذکور کے متعلق اذ ظرفیہ مضاف **انْبَعَتْ** فعل اشقہا مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ ہو کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہوا **كَذَّبَتْ** کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر معطوف علیہ (لا محل لہا) **فَاعَاطَفَهُ قَالَ لَهُم** (ای قوم ثمود) جار مجرور متعلق قال کے، رسول اللہ مرکب اضافی

۱۔ **طَغَا** (ن) **طَغُوا وَطَغُوا** و **طَغُوْنَا**: حد سے بڑھ جانا، (طغی یا ئی اور وادی دونوں ہے يقال طغوت و طغیث (روح المعانی) قاموس القرآن اور لغات القرآن میں طغوی کو اسم مصدر لکھا ہے از طغیان۔

۲۔ **بَعَثَهُ** (ف) **بَعَثْنَا**: وبعثنا الیہ، ولہ بھیجنا، وفد بھیجنا۔

ہو کر فاعل (رسول اللہ سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قول، ناقة اللہ وسقیہا مرکب اضافی پھر مرکب عطفی ہو کر مفعول بہ ہے فعل محذوف کا بر بناء تحذیر آئی اتقوا یا احذرو عقرها واحذرو اسقیہا پھر یہ جملہ مقولہ ہوا قول مذکور کا (فی محل نصب) قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعطفہ برائے تعقیب، کذبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف فاعطفہ عقر وہا جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف (ہا ضمیر کا مرجع ناقة اللہ) فاعطفہ دمدمہ فعل، علیہم اس کے متعلق، ربہم مرکب اضافی ہو کر اس کا فاعل، بذنبہم متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعطفہ سوہا جملہ ہو کر معطوف (ای سوئی الدمدمہ) یہ سب معطوفات مل ملا کر جملہ مستانفہ۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا..... وَادُّسْتَانْفَهُ لَا يَخَافُ فعل منفی، ضمیر ہو مستتر فاعل، عُقْبَاهَا (ای عقبی الدمدمہ) مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ (لا محل لها) ل

**فان** اگر کوئی یہ کہے کہ تحذیر کے لیے تو شرط یہ ہے کہ محذوڑ منہ مکرر ہو جیسے الطريق الطريق۔ یا پھر محذوڑ بمابعدہ ہو یعنی کسی کو مابعد چیز سے ڈرایا گیا ہو جیسے ایاک والاسد، حالاں کہ یہاں ناقة اللہ وسقیہا مکرر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یا تو یہی شرط ہے جو مذکور ہوئی یا پھر اگر محذوڑ منہ مکرر نہ ہو تو اس پر دوسرے محذوڑ منہ کا عطف ہو (حاشیہ بیان القرآن، روح المعانی)

**البلاغة:** الشمس والقمر، اور اللیل والنہار، اور فجورہا وتقوہا کے درمیان صنعت طباق ہے، اور والنہار اذا جلہا واللیل اذا یغشہا اور قد افلح الخ کے درمیان صنعت مقابلہ ہے۔

## سورۃ النیل مکیہ

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝ إِنَّ سَعْيَكُمْ

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپا لے • اور دن کی جبکہ وہ روشن ہو جاوے • اور اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ • بے شک تمہاری کوششیں

لَشَيْءٍ ۝ فَأَمَّا مَنْ آعطىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝

مختلف ہیں • سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا • اور اچھی بات کو سچا سمجھا • تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے •

وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝ وَمَا يُغْنِيٰ

اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی • اور اچھی بات کو جھٹلایا • تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے • اور اس کا مال اس کے کچھ کام

عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۝

نہا دے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا •

۱۔ یہ سوئی کی ضمیر فاعل سے حال بھی ہو سکتا ہے، بولا یخاف کے واؤ کو اعراب القرآن میں واؤ عطفہ لکھا ہے، لہذا دونوں صحیح ہو سکتے ہیں۔



**رَبِّ** سورت سابقہ کی طرح اس سورت میں بھی اعمال اور ان کی جزا و سزا کا ذکر ہے۔

**تشریح** ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ تم لوگوں کی کوششیں یعنی اعمال الگ الگ ہیں لہذا یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جس طرح کوششیں اور اعمال مختلف ہیں ان پر مرتب ہونے والی جزا میں بھی مختلف ہوں گی جیسا کہ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ رِخًا میں بیان کیا گیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”وَالْيَلِ إِذَا يَغْشَىٰ“ قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھپالے یعنی آفتاب اور دن کو چھپالے۔ ”وَالنَّهَارَ إِذَا تَجَلَّىٰ“ اور دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے۔ ”وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ“ اور اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ما اسم موصول بمعنی مَنْ ہے اور مراد باری عز اسمہ ہے آگے جواب قسم ہے کہ ”إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ“ بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔ یعنی اعمال مختلف ہیں کسی کے اچھے اور کسی کے برے، لہذا ان کے ثمرات اور نتائج بھی مختلف ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ”فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ“ و ”وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ“ سو جس نے دیا یعنی راہِ خدا میں مال خرچ کیا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ احکام خدا کی خلاف ورزی سے بچتا رہا، اور اس کی اطاعت کرتا رہا، تفصیل سورۃ النحل کے ربط میں) اور اچھی بات کو سچا سمجھا حسنی بمعنی اچھی بات سے مراد ملت اسلام یعنی لا الہ الا اللہ وغیرہ ہے، اور سچا سمجھنے سے مراد اس کو اختیار کرنا ہے۔ ”فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ“ تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے یعنی اچھے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے، اور راحت کی چیز سے مراد نیک عمل ہے اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے کہ وہ یسر کا سبب اور محل ہے اسی لیے یسری کہہ دیا گیا ورنہ یسری کے معنی ہیں آسان چیز۔ (بیان القرآن) ”وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ“ و ”كَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ“ اور جس نے بخل کیا (یعنی حقوق واجبہ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کیا) اور بے پروائی اختیار کی۔ یعنی خدا سے ڈرنے کے بجائے اس سے بے پرواہی اختیار کی۔ اور اچھی بات کو جھٹلایا یعنی ملت اسلامیہ کو جھٹلایا، تو ”فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ“ تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے یعنی برے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے، تکلیف کی چیز سے مراد بد عمل اور بواسطہ بد عمل کے دوزخ مراد ہے کہ وہ عسر کا سبب اور محل ہے، ”وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ“ اس آیت میں صاحبِ عسری کا حال مذکور ہے کہ۔ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا، جب وہ برباد ہونے لگے گا۔ بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے، یعنی جس مال و دولت پر وہ گھمنڈ کر کے آخرت سے بے پرواہ رہتا تھا وہ مال و دولت ذرا بھی اس کو آخرت کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

**فائدہ** نِیْسِرُ کے معنی لغت میں آسان کرنے کے ہیں اور آسان یا مشکل ہونا اعمال کی صفت ہے نہ کہ آدمی کی لہذا یوں کہا جاتا کہ فَنُيْسِرُ لَهُ الْيُسْرَىٰ ای الاعمال الیسری یا سی طرح العسری، ای الاعمال العسری مگر قرآن کی تعبیر ہے کہ ہم انسان کو آسان کر دیتے ہیں تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم ان کی طبیعتوں اور مزاجوں کو ایسا بنا دیتے ہیں کہ ان سے اعمال جنت یا اعمال جہنم کا صدور آسان ہو جاتا ہے، اور ان اعمال کا صدور ان کی طبیعت بن جاتی ہے۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | دونوں میں باہم مناسبت ظاہر ہے کہ لیل و نہار بھی تمہاری مختلف کوششوں کی طرح مختلف ہیں اور اسی مناسبت سے خالق کی صفت بھی ایسی لائی گئی کہ جس میں دو مختلف چیزیں مذکور ہیں یعنی نر و مادہ۔

### اختیاری مطالعہ

**مسئلہ:** وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿۱﴾ میں خنثی مشکل کا ذکر نہیں کیا واضح رہے کہ وہ خنثی مشکل ہمارے نزدیک ہے ورنہ اللہ کے علم میں تو اس کا ذکر ہونا طے ہے یا مؤنث ہونا، چنانچہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ وہ فلاں دن نہ مذکر سے گفتگو کرے گا نہ مؤنث سے، اور وہ شخص پھر اس دن خنثی مشکل سے گفتگو کر لے تو حانث ہو جائے گا۔ (جلالین)

**نکتہ:** یاد رکھئے کہ عقیدہ توحید کی تکمیل کے لیے چار درجوں کی توحید کا ماننا لازم ہے اگر کسی بھی درجہ کی توحید میں ذرہ برابر بھی کمی رہ گئی تو انسان ہرگز موحد نہیں بن سکتا۔ (۱) توحید ذات یعنی یہ ماننا کہ واجب الوجود یعنی ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ (۲) توحید خلق یعنی یہ تسلیم کرنا کہ تمام مخلوقات کا خالق صرف خدائے واحد ہے۔ (۳) توحید تدبیر یعنی یہ یقین کرنا کہ کائنات عالم کے نظام کو چلانے والا صرف اللہ رب العالمین ہے۔ (۴) توحید الوہیت یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ معبود اور عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں۔

**ذات** اللیل رات جمع الیالی۔ یغشی (سورۃ الشمس میں گذر چکا) النهار (رکوع ۱ میں گذر چکا) تَجَلَّى (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، تَجَلَّى الشَّيْءُ تَجَلَّيًّا: واضح ہونا، روشن ہونا، جَلَا الْأَمْرُ (ن) جَلَاءً: واضح ہونا۔ الذکر، نر، مذکر، جمع الذُّكُورُ، وَذُكْرَانِ، الْأُنثَىٰ عورت، مادہ، جمع الْإِنَاثُ۔ سَعَى باب فتح کا مصدر، سَعَى بمعنی مساعی ہے (کوششیں) یہاں مصدر مضاف عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ سَعَى فلانٌ (ف) سَعِيًّا: کوشش کرنا، چلنا، دوڑنا، السَّعَى کوشش جمع مساعی، سَعَى بمعنی کوشش حاصل مصدر ہے اور بطور اسم مستعمل ہے اور اس کی جمع آجاتی ہے۔ شَلَّى، واحد شَتِيئٌ بمعنی متفرق، جیسے مریض کی جمع مَرَضَى، شَتَّ (ض) شَتًّا وَشَتَاتًا وَشَتِيئًا: متفرق ہونا۔ أَعْطَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، أَعْطَى فَلَانًا الشَّيْءَ اعْطَاءً: دینا، عَطَا الشَّيْءَ وَالِيَهُ (ن) عَطَوْا: لینا۔ اِتَّقَى (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب اِتَّقَى اِتْقَاءً: پرہیز کرنا، ڈرنا (مادہ وَقَى ہے) وَقَى (ض) وَقَايَةً وَوَقِيًّا: حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا۔ صَدَّقَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، صَدَّقَهُ وَصَدَّقَ بِهِ تَصْدِيقًا وَتَصَدَّقًا: سچا ماننا، صَدَّقَ فَلَانٌ فِي الْحَدِيثِ (ن) صَدَّقًا: سچ بولنا۔ الحسلی (اچھی بات، مراد ملت اسلامیہ) باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، حَسَنَ (ک) حُسْنًا: بہتر اور اچھا ہونا۔ يُنَسِّرُ (تفعیل) مضارع معروف جمع متکلم، لغت میں اس کے معنی آسان کرنے کے ہیں، مگر روح المعانی میں ہے کہ یہ یَسِّرَ الْفَرَسَ لِلرَّكُوبِ سے مشتق ہے ویطلق اذا اسْتَرْجَهَا وَالْجَمْعُهَا (یعنی گھوڑے کو زین اور لگام لگا کر تیار کرنے کے وقت بولا جاتا ہے) لِهَذَا يُنَسِّرُ كَوَاسِي سے ماخوذ مان کر حضرت تھانویؒ نے ترجمہ کیا ”سامان دینا“ یعنی اچھے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے۔ یُسْرَى (راحت کی



چیز، مراد نیک عمل اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے) باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، یُسْرَ الشَّیْءِ (کرم) یُسْرًا: آسان ہونا۔ یُخَلِّ (س) ماضی واحد مذکر غائب، یُخَلِّ (س) بَخَلًا وَنَخْلًا: کجی کرنا۔ استغنی (سورۃ عبس میں گذر چکا) الحسلی (ابھی ابھی گذر چکا) العسری (تکلیف دہ چیز، مراد بد عمل اور بواسطہ بد عمل کے دوزخ مراد ہے، باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، عَسْرَ الامر (ک) عُسْرًا وَعَسَارَةً: مشکل و دشوار ہونا۔ مَا یُغْنِی (افعال) مضارع منفی واحد مذکر غائب، اَغْنٰی عَنْهُ اغْنَاءٌ: کافی ہونا، اَغْنٰی اللہ فلانًا: مال دار کرنا۔ غْنٰی فلانٌ عَنْ الشَّیْءِ (س) غْنٰی وَغْنَاءٌ: بے نیاز ہونا۔ تَرَدّٰی (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، بمعنی گڑھے میں گرنا، ہلاک و برباد ہونا (مراد جہنم میں جانا ہے) (اصلہ ترَدّٰی قاعدہ ے جاری ہوا ہے) رَدّٰی (س) رَدّٰی: ہلاک ہونا۔

**ترکیب** وَالنَّیْلُ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّهَارُ اِذَا تَجَلّٰی..... ان جیسی آیات کی ترکیب والقمر اذا تلاھا کے ضمن میں گذر چکی ہیں۔ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرُ وَالْاُنْثٰی..... واو حرف عطف ما بمعنی مَنْ اسم موصول خَلَقَ فعل، ضمیر هو فاعل، الذکر والانی معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ (لا محل لہا) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول (واللیل الخ) اپنے معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل محذوف اُقْسِمُ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، اِنْ سَعِیْکُمْ لَشَیْءٍ جواب قسم۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرِ..... فا حرف استیناف اَمَّا حرف شرط و تفصیل، مَنْ اسم موصول، اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی باہم معطوف و معطوف علیہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ (اَعْطٰی کا مفعول بہ محذوف ہے ای ماله فی سبیل اللہ) بالحسنی متعلق صدق کے، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا فارابطہ برائے جواب اَمَّا بالفاظ دیگر فارابطہ برائے جواب شرط، کیونکہ یہاں مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے، سین برائے استقبال یُسِّرُ فعل، ضمیر نحن فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ، لِلْیُسْرِ جار مجرور متعلق یُسِّرُ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، وَاَمَّا مَنْ یَخْلُ وَاسْتَغْنٰی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرِ..... واو حرف عطف اَمَّا حرف شرط و تفصیل، مَنْ اسم موصول، یَخْلُ وَاسْتَغْنٰی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی باہم معطوف و معطوف علیہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، فارابطہ برائے جواب شرط، سین برائے استقبال یُسِّرُ فعل، ضمیر نحن فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ لِلْعُسْرِ متعلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، وَمَا یُغْنِی عَنْہٗ مَالُہٗ اِذَا تَرَدّٰی..... واو حرف عطف، مَا یُغْنِی فعل منفی، عَنْہٗ اس کے متعلق، مَالُہٗ مرکب اضافی ہو کر فاعل، اِذَا ظرفیہ مضاف، تَرَدّٰی جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ

۱۔ باخل کجی کرنے والا جمع یَخْلُ، یَخْلُ (ک) بَخَلًا وَنَخْلًا: کجی کرنا، کجی کرنا جمع بَخَلًا۔

۲۔ العسری دوسرا معنی ہے الضیق والشدہ اس وقت یہ اسم ہوگا (اعراب القرآن و صرف و بیان)

سے مل کر ظرف ہو اما یہی فعل مذکور کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۖ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۚ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝۱۳

واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے • اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا • تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں •

لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْآشَقَىٰ ۝۱۴ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝۱۵ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَىٰ ۝۱۶ الَّذِي يُؤْتِي

اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا • جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی • اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے • جو اپنا مال اس غرض

مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝۱۷ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝۱۸ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝۱۹

سے دیتا ہے کہ پاک ہو جاوے • اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو •

وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝۲۱

اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا •

**تشریح** ”إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۖ“ واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے یہ آیت بطور استیناف کے ہے جس میں

اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ ہماری حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کریں، ہاں یہ ہم نے بطور فضل و احسان اپنے ذمہ لیا ہے کہ سب کو نیکی و بدی کی راہ سمجھا دیں سو وہ ہم نے پورے طور پر سمجھا دی۔ (ظاہر ہے کہ

اس سورت میں بھی اور قرآن میں دوسرے مقامات میں بھی جنت میں لے جانے والی راہ اور اعمال اور جہنم میں لے

جانے والی راہ اور اعمال بیان کر دیئے گئے) پھر کسی نے ایمان و طاعت کی راہ اختیار کر لی جس کا ذکر ابھی ابھی مَنْ

أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ الخ میں ہوا ہے، اور کسی نے کفر و معصیت کی راہ اختیار کر لی جس کا ذکر مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ الخ میں ہوا

ہے، اور جو شخص جیسی راہ اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو دیں گے، کیوں کہ ”وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝۱۳“ اور

ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا یعنی دونوں میں ہماری ہی حکومت ہے، اس لیے دنیا میں ہم نے احکام مقرر کئے

اور آخرت میں ان کی مخالفت پر سزا اور موافقت پر جزا دیں گے جس کا بیان فَسَنُيَسِّرُهُمْ میں ہوا ہے، ”فَأَنْذَرْتُكُمْ

نَارًا تَلَظَّىٰ ۝۱۳“ چوں کہ دنیا و آخرت ہماری ہی ہیں لہذا جو شخص ان کو ہمارے غیر سے طلب کرے تو اس نے بڑی

غلطی کی اور وہ راہ راست سے ہٹ گیا، پس میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں (جس پر ماقبل جملہ

۱۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطَىٰ الْخَ كِی مَذْكُورہ ترکیب سہولت کے پیش نظر ہے ورنہ اصل ترکیب یہ ہے مہمہا یکن الامر فمن اعطى الخ واما الخ حذف

الفاء لہنا تخفیفًا۔



فَسَنِيَّزُهُ لِلْعُسْرَى دِلالت کر رہا ہے) تاکہ تم لوگ ایمان و اطاعت اختیار کر کے اس آگ سے بچ جاؤ، ”لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۝“ اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا یعنی دین حق کو جھٹلایا اور روگردانی کی یعنی دین حق سے روگردانی کی۔

**فائدہ** یہاں جہنم میں دخول سے مراد دائمی دخول ہے جو کہ کفار کے لیے ہے لہذا مسلمان جو تکذیب دین تو نہیں کرتا مگر دین پر عمل بھی نہیں کرتا تو وہ جہنم میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر اس سے نکال لیا جائے گا اور پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، یا پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کی سفارش سے یا خالص اپنی رحمت سے اللہ تعالیٰ کسی سراپا گنہگار پر نظر شفقت فرمادے اور جہنم میں داخل کئے بغیر اس کو شروع میں ہی جنت میں داخل کر دیں۔

”وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝“ اور اس نارسے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال محض اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے۔ اَتَقَى یعنی وہ آدمی جو مکمل اطاعت حق کا خوگر ہو اور اپنا مال راہ خدا میں صرف اس لیے خرچ کرتا ہو کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جائے، یعنی محض رضائے الہی اس کا مطلوب ہے نہ کہ اس کے علاوہ ”وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝“ اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو یعنی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اتارنا مقصود نہیں اگرچہ فی نفسہ احسان کا بدلہ اتارنا بھی کارِ ثواب ہے مگر یہ شخص تو محض رضائے پروردگار عالیشان کے لیے ہی گھر بار لٹا رہا ہے تو وہ شخص یقین رکھے کہ اسے ضرور خوش کر دیا جائے گا جیسا کہ اگلی آیت ہے کہ ”وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝“ اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا یعنی اس کے کمال اخلاص اور نام و نمود سے کلی اجتناب کی بناء پر اس کو آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی جن سے اس کو دائمی خوشی نصیب ہوگی۔

**فائدہ** وما لاحد کے الفاظ اگرچہ عام میں مگر سبب اس کا ایک خاص قصہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ وغیرہ کو کافروں سے خرید کر اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا تھا (بیان القرآن، جلالین شریف) (والاعتبار لعموم الالفاظ لالخصوص الاسباب)

### اختیاری مطالعہ

**توہ** إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى: علی الزام یعنی لازم کرنے کے لیے آتا ہے حالاں کہ اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں، تو جواب یہ ہے کہ چوں کہ اللہ نے راہ دکھانے کا خود وعدہ کر لیا ہے اس لیے اس پر رہنمائی کرنا وعدہ کے مطابق لازم ہو گیا کسی کے واجب کرنے سے نہیں ہوا۔  
**توہ** لَا يَصْلُهَا الْخ: مومن فاسق کا جہنم میں دخول دائمی نہ ہوگا بلکہ عارضی ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو مومن موجود تھے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے کیوں کہ باجماع اہل سنت ثابت ہے کہ تمام صحابہ عادل تھے کوئی فاسق نہ تھا۔  
**حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے مجھے دیکھ لیا اس کو آگ نہیں لگے گی، (رواہ الترمذی عن جابر)

**لغات** الہدی باب ضرب سے مصدر، راہ بتانا، نیز بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے بمعنی رہنمائی، ہدی فلانا (ض) ہدی و ہدیاً و ہدایۃ: کسی کو راہ بتانا۔ الاخرۃ والاولی (سورۃ النازعات میں دونوں کی تشریح گزر چکی ہے) اَنْذَرْتُ (افعال) ماضی واحد متکلم، اَنْذَرْتُ الشَّیْءَ اِنْذَارًا: ڈرانا (مجرد میں دوسرے معنی ہیں) نَارًا آگ، جمع نیران و اَنْوُر۔ تَلَطَّى (تفعیل) مضارع واحد مؤنث غائب (اصلہ تَلَطَّى ایک تاء حذف ہو گئی) تَلَطَّتِ النَّارُ تَلَطُّطًا: آگ بھڑکنا، لَطِیَّتِ النَّارُ (س) لَطَّى: آگ بھڑکنا۔ لَا یَصِلُ (س) مضارع واحد مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں یَصْلُوْنَہَا یَوْمَ الدِّینِ کے تحت) الْاَشْقٰی (سورۃ الشمس میں تحقیق گزر چکی) سَیُجَنَّبُ (تفعیل) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، جَنَّبَ فَلَانًا الشَّیْءَ: دور رکھنا، (مزید تحقیق سورۃ الاعلیٰ میں وَیَتَجَنَّبُہَا الْاَشْقٰی کے تحت) الْاَتَقٰی بڑا پرہیزگار، باب ضرب سے اسم تفضیل واحد مذکر، دراصل اَوْقٰی تھا، واو کو خلاف قیاس تاء سے بدل دیا۔ (مزید تحقیق سورۃ الشمس میں فَالْہَمَّہَا فَجَوَزَہَا وَتَقَوَّہَا کے تحت) یُوْقٰی (افعال) مضارع واحد مذکر غائب، اَتٰی فَلَانًا الشَّیْءَ اِیتَاءً: دینا، اَتٰی (ض) اَتٰی و اِیتَانًا: آنا۔ یَتَزَوَّجُ (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ عبس میں لَعَلَّہُ یَزَوَّجُ کے تحت) یُعِنِّیْ خَوْشَالٰی، فضل، احسان، یہاں مراد آخری معنی ہیں جمع نِعْمَ وَاَنْعَم۔ یُجْزٰی (ض) مضارع مجہول واحد مؤنث، جَزٰی فَلَانًا بِکَذَا وعلیہ (ض) جزاء: بدلہ دینا۔ اِبتَغٰ مصدر از باب افتعال بمعنی چاہنا، تلاش کرنا، بَغٰی الشَّیْءَ (ض) بُغِیَۃً: چاہنا۔ وَجْہ چہرہ، ذات، خوشنودی، پہلے معنی میں حقیقت ہے بقیہ معالیٰ میں مجاز، یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ یَرْضٰی (س) مضارع واحد مذکر غائب، رَضِیَ عَنْہُ (س) رِضًا و رِضًا و رِضوانًا و مَرْضَاۃً: خوش ہونا۔

**ترکیب** اِنَّ عَلَیْنَا لِلْہُدٰی وَاِنَّ لَنَا لَلاٰخِرَۃَ وَاَلْاَوَّلٰی... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل علینا جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، لام برائے تاکید الہدی اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اِنَّ حرف مشبہ بالفعل لَنَا جار مجرور متعلق ثابتہ کے ہو کر خبر مقدم (و تقدیم الخبر للحرص) لام برائے تاکید الاخرۃ والاولی معطوف و معطوف علیہ ہو کر اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، (کلام مستانف مسوق لاخبار ہم بآن علیہ سبحانہ بمقتضی حکمتہ بیان الہدی من الضلال، اعراب القرآن، بیان القرآن میں ہے کہ یہ دونوں آیتیں بطور تعلیل ماسبق کے ہیں) فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَطَّى لَا یَصْلُہَا اِلَّا الْاَشْقٰی الَّذِیْ کَذَبَ وَتَوَلٰی وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتَقٰی الَّذِیْ یُوْقٰی مَا لَہُ یَتَزَوَّجُ... فا عطف اس کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے، اِی فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا وَاَلْاٰخِرَۃَ مِنْ غَیْرِہَا فَقَدْ اَخْطَا فَاَنْذَرْتُکُمْ اِلَیْہِ (اعراب القرآن) اَنْذَرْتُ فعل بافاعل کم مفعول بہ نَارًا موصوف



تَلَطَّى جملہ ہو کر صفت اول، لا یَضَلُّ فعل ہا مفعول بہ إِلَّا أداة حصر الاشقی موصوف، الذی اسم موصول کذب و تولی جملہ ہو کر صلہ (آی کذب الرسول و تولی عن الایمان) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر فاعل لا یَضَلُّ کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف سین برائے استقبال یُجَنَّبُ فعل مضارع مجہول ہا مفعول بہ، الَاتَّقَى موصوف الذی اسم موصول یوقی فعل مضارع، ضمیر ہو ذوالحال مآلہ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، یتزلی جملہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ثانی نارا کی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جملہ مقدرہ پر عطف، اور وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ یا ماقبل پر عطف، بعض نے اس کو فاعلیہ کہا ہے، فافہم) وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى..... واو استینافیہ ما نافیہ لِأَحَدٍ جار مجرور متعلق ثابتہ کے ہو کر خبر مقدم عندہ کائنۃ کے متعلق ہو کر حال مقدم نعمۃ سے اسم من زائدہ برائے تحسین کلام، نعمة لفظاً مجرور، محلاً مرفوع موصوف تجزی جملہ ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مستثنیٰ منہ إِلَّا حرف استثناء ابتغاء مضاف وجہ مضاف الیہ مضاف ربہ مرکب اضافی ہو کر موصوف الاعلی صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر پھر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مستثنیٰ منقطع، (لان ابتغاء وجہ ربہ لیس من جنس النعمۃ) مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (روح المعانی میں ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہے) وَلَسَوْفَ يَرْضَى..... واو استینافیہ لام قسمیہ اور قسم مقدر ہے ای باللہ (روح المعانی) جار مجرور متعلق فعل محذوف اُقسیم کے۔ سوف برائے استقبال یَرْضَى فعل، ضمیر هو فاعل (مرجع ہے الاتقی) فعل اپنے فاعل سے مل کر جواب قسم۔ (بیان القرآن کے اندر اس آیت کے ترجمہ میں قسم کا ذکر نہیں ہے، چنانچہ بعض حضرات نے اس لام کو لام ابتدا یہ لکھا ہے اور لام قسمیہ ہونے کو منع کیا ہے، اور مبتدا محذوف مان کر اس کو جملہ اسمیہ مانا ہے ای ولہو سوف یَرْضَى)

**فان** جب فعل مضارع پر لام قسم داخل ہو تو ساتھ ساتھ فعل مضارع پر نون تاکید کا دخول بھی ضروری ہے حالانکہ آیت بالا میں نون تاکید نہیں ہے، الجواب: اس تلازم سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں: (۱) لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان سین یا سوف حائل ہو۔ (۲) لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان معمول فعل حائل ہو، جیسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تُحْشَرُونَ۔

۱ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ تجزی کا ظرف ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۲ قولہ ابتغاء الخ یہ ترکیب میں مفعول نہ بھی ہو سکتا ہے اس وقت الاستثنیٰ لکن ہوگا، ای لکن فعل ذلک ابتغاء ربہ الخ

## سورۃ الضحیٰ مکیہ

وَالضُّحَىٰ ۝۱ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ ۖ وَمَا قَلَىٰ ۝۳ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ

قسم ہے دن کی روشنی کی • اور رات کی جبکہ وہ قرار پڑے • کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی • اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا

الْأُولَىٰ ۝۴ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرَىٰ ۝۵

بہتر ہے • اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جاویں گے •

**ترجمہ** سورۃ اللیل میں فَاَمَّا مَنْ اَعْطَى سے لُفْطِی تک مہمات اصول و فروع اور ان کی تصدیق و تکذیب پر وعدہ و وعید کا ذکر تھا اور یہ مضمون تمام قرآن کا بمنزلہ خلاصہ کے ہے کیوں کہ فاما من اعطی میں عبادت مالیہ آگئی، اور اتقی میں دیگر عبادات آگئیں، یعنی جنات پر عمل کرنا اور سیدئات کو ترک کرنا، حسنات مثلاً اللہ کی عبادت کرنا اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالانا خواہ وہ ظاہری نعمت ہو جیسے انسان کا پیدا ہونا، اس کا احسن تقویم میں ڈھالا جانا، رزق و راحت وغیرہ یا معنوی نعمت ہو جیسے رسالت و نبوت، علم و قرآن وغیرہ، اور ترک سیدئات جیسے اعمال قبیحہ سے بچنا، غفلت عن الآخرة کا ترک کرنا عمر کو ضائع کرنے سے بچانا، غیبت و طعنہ، کفر و نفاق، مخالفت رسول اور ہر ایسے کام سے بچنا جو سبب عذاب ہو وغیرہ وغیرہ اور صدق بالحقسنی میں توحید اور ہر وہ چیز آگئی جن پر ایمان و اعتقاد ضروری ہے مثلاً قرآن، وقوع قیامت، جزا و سزا کا اعتقاد، حضور ﷺ سے محبت و عقیدت، توکل علی اللہ وغیرہ۔ اور یہی مضمون قدرے تبدیلی کے ساتھ سورۃ الناس تک چلا گیا ہے اور اسی مضمون میں سے ایک مسئلہ رسالت کا بھی ہے جس کا بیان مع دوسرے بعض مضامین کے سورۃ الفصحیٰ میں ہے (مثلاً آپ ﷺ کو بعض اوامر و نواہی کا مخاطب بنانا) اسی طرح بقیہ سورتوں میں ان مہمات کلیہ کے خاص جزئیات اور ان کے مناسب مضامین مذکور ہیں جیسا کہ ہر سورت کے شروع میں ان جزئیات و مناسبات کی تعیین بھی معلوم ہو جائے گی، اور اس تقریر سے آئندہ تمام سورتوں کا باہمی ربط اور ماقبل سے بھی ارتباط واضح ہو گیا۔

**تشریح** و شان نزول: شان نزول یہ ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ کسی بیماری کی وجہ سے دو تین شب تہجد کے لئے نہیں اٹھے، اور اتفاق سے وحی آنے میں بھی دیر ہو گئی تھی تو ایک کافرہ (ام جمیل، ابولہب کی بیوی) نے کہا، اے محمد معلوم ہوتا ہے کہ تجھ کو تیرے شیطان نے چھوڑ دیا ہے، دوسرے مشرکین نے بھی کہا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے، اس پر و الضحیٰ الخ نازل ہوئی (بیان القرآن) تاخیر وحی کے واقعات متعدد مرتبہ پیش آئے ہیں ایک شروع نزول قرآن کے وقت جس کو زمانہ فترت وحی کہا جاتا ہے اور یہ سب سے زیادہ طویل تھا (علوم القرآن میں ۳ سال کی مدت لکھی ہے ص ۷۵)



تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾“ قسم ہے دن کی روشنی کی، اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے قرار پکڑنے کا معنی ہے کہ اس کی ظلمت و تاریکی کامل ہو جائے اور اندھیرا خوب چھا جائے۔ آگے جواب قسم ہے کہ ”مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ﴿۳﴾“ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے دشمنی کی کیوں کہ آپ سے ایسی کوئی بات صادر نہیں ہوئی، لہذا آپ کفار کی خرافات و لغو گفتگو سے غمگین نہ ہوں، جو چند روز وحی کی تاخیر کے سبب یہ کہنے لگے کہ آپ کو آپ کے خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ آپ برابر نعمت وحی سے مشرف رہیں گے اور یہ شرف و کرامت تو آپ کے لیے دنیا میں ہے، آخرت کے بارے میں اگلی آیت ہے کہ ”وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰی ﴿۴﴾“ اور آخرت آپ کے لیے بدرجہا بہتر ہے۔ یعنی وہاں آپ کو دنیا سے زیادہ نعمتیں ملیں گی، اور دوسرا مطلب وَلِلْآخِرَةِ کا یہ ہے کہ پچھلی حالت بہتر اور افضل ہے پہلی حالت سے، یعنی آپ کو دن بہ دن ترقی ہوگی چنانچہ اس میں علوم و معارف اور قرب الہی میں ترقی بھی داخل ہے۔ اور دنیا کے معاشی مسائل اور عزت و حکومت بھی، ”وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ﴿۵﴾“ اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے یعنی آپ کو آخرت میں بکثرت نعمتیں دے گا سو آپ ان کے عطا ہونے سے خوش ہو جائیں گے، اور اگر يُعْطِيكَ میں عموم مراد لیا جائے تو دنیا و آخرت دونوں کی نعمتیں مراد ہوں گی۔

فقد أعطيت مآلما يُعطى خلقٌ ☆ عليك صلاة ربك بالسلام

قسم و جواب قسم میں مناسبت | اللہ تعالیٰ نے سورج کی روشنی اور رات کی قسم کھائی تو جس طرح سورج کی روشنی کے بعد رات کا چھا جانا اللہ کی ناراضگی کی دلیل نہیں اور رات کی اندھیری میں اس بات پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اب سورج کی روشنی میسر نہ ہوگی بس اسی طرح وحی کا تسلسل اور کبھی تاخیر ہو جانا اللہ کی ناراضگی کی دلیل نہیں نیز وحی کی تاخیر میں اس بات پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اب نور وحی میسر نہ ہوگا۔ (پس وحی کا مسلسل آنا یا کبھی تاخیر ہونا لیل و نہار کے تبدل کے مشابہ ہے)

**الضُّحٰی** اسم ہے (تحقیق گذر چکی) سَجٰی (ن) ماضی واحد مذکر غائب، سَجٰی (ن) سَجَوْا و سَجَوْا: قرار پکڑنا (در اصل سَجَوْا تھا، قاعدہ جاری ہے، قیاس کے مطابق سَجَا ہونا چاہئے مگر رسم مصحف یاء کے ساتھ ہے) مَا وَدَّعَ (تفعیل) ماضی منفی واحد مذکر غائب، وَدَّعَ الشَّيْءَ تَوَدَّعًا: چھوڑنا، وَدَّعَ الشَّيْءَ يَدَّعُ (ف) وَدَّعًا: چھوڑنا۔ مَا قَلٰی (ض) ماضی منفی واحد مذکر غائب، قَلٰی فَلَانًا (ض) قَلٰی: دشمنی کرنا، ترک تعلق کرنا، (ناقص یا ئی ہے، بعض نے داوی بھی مانا ہے) الْاٰخِرَةُ وَالْاُولٰی (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی ہے) يُعْطٰی (افعال) مضارع معروف واحد مذکر غائب، (مزید تحقیق سورۃ اللیل میں) تَرْضٰی (س) مضارع واحد مذکر حاضر، رَضِيَ عَنْهُ (س) رَضًا و رَضًا و رَضًا و رَضًا و رَضًا: خوش ہونا۔

**ترکیب**

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ کی ترکیب واللیل اذا یغشی کی طرح ہے (اللیل کا عطف الضحیٰ پر ہے) والضحیٰ الخ متعلق اقسام کے اور وہ اپنے فاعل سے مل کر قسم مآ وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ وَلَآ خِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ... مآ وَدَّعَ فعل منفی کاف مفعول بہ رَبُّكَ مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف مآ قَلَىٰ فعل، ضمیر هو مستتر فاعل (اور مفعول بہ محذوف ہے ای مآ قَلَاک، مفعول بہ رعایت فواصل کی بناء پر حذف کر دیا گیا ہے) فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ لام برائے قسم الْآخِرَةُ مبتدا خیرٌ اسم تفضیل لَکَ جار مجرور اس کے متعلق مِنَ الْأُولَىٰ جار مجرور اسم تفضیل ہی کے متعلق، اسم تفضیل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف لام برائے قسم سَوْفَ حرف استقبال يُعْطِيكَ رَبُّكَ فعل فاعل مفعول بہ پھر جملہ ہو کر معطوف علیہ معطوف (یعنی کا مفعول ثانی بر بنائے عموم حذف کر دیا گیا ای یُعْطِيكَ رَبُّک عطاء جزیلًا مِنَ النَّصْرِ وَالتَّمَكِينِ وَكَثْرَةِ الْمُؤْمِنِينَ وَشِيعَةِ دِينِكَ فِي الدُّنْيَا وَكَثْرَةُ الثَّوَابِ وَغَيْرِ ذَلِكَ) فَا عاطفہ تَرْضَىٰ فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر جواب قسم لے۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

الْمُ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوَىٰ ۖ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۖ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۖ فَاَمَّا

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا • اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتلایا • اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا • تو آپ

الْيَتِيْمَ فَلَا تُفْهَرُ ۖ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرُ ۖ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۖ

یتیم پر سختی نہ کیجئے • اور سائل کو مت جھڑکئے • اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے •

۱۔ **قوله** وَلَآ خِرَةُ الْخِ اِد پر ذکر کردہ ترکیب سہولت کے پیش نظر اختیار کی گئی ہے اور یہ اعراب القرآن سے نقل کی گئی ہے اور روح المعانی میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ جواب قسم چاروں جملے ہیں، دو مثبت دو منفی (ہٰذَا فِي الْجَلَالِینِ) دوسرے اعراب القرآن (مصنف محی الدین درویش) میں دوسری ترکیب نقل کی ہے اور وہ یہ ہے وَلَآ خِرَةُ کالام قسمیہ نہیں بلکہ ابتدائیہ ہے، (برائے تاکید) اسی طرح وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ الخ کالام بھی ابتدائیہ ہے کیونکہ لام قسمیہ اسی فعل مضارع پر آتا ہے جس کے آخر میں نون تاکید ہو جیسے تَالله لَا يَكِيْدُنَّ اضْمَانُكُمْ لِهٰذَا يَهْدِي لَام قسمیہ نہیں ہوگا، بلکہ ابتدائیہ ہوگا، اب مبتدا محذوف ہے اَنْی لَآنْتَ سَوْفَ يُعْطِيكَ الخ اور یہ جملہ متانفہ ہے نہ کہ جواب قسم پر معطوف، لیکن نحو یوں کی ایک جماعت نے وَلَآ خِرَةُ الْخِ اور وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ کو جواب قسم میں ہی داخل فرمایا ہے اور علامہ ابن حاجب کا یہ قول روح المعانی میں منقول ہے کہ وہ مبتدا جو موکد باللام ہو اس مبتدا کو حذف نہیں کیا جاتا (تو پھر یہاں لَآنْتَ کو کیسے محذوف مانا جاسکتا ہے) اور یہی بات کہ لام قسم اسی فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے جس پر نون تاکید داخل ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان فعل ہو تو پھر نون تاکید داخل نہیں ہوتا، اور یہاں ایسا ہی ہے کہ لام اور فعل مضارع میں سوف کا فصل ہے، ہٰکَذَا وَلَنْ مَّثَمٌ اَوْ قُلْتُ لَمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تَحْشُرُوْنَ، یہاں اِلٰی اللهُ کا فصل ہے، ماقبل میں بھی اس طرح کی کچھ تفصیل آچکی ہے۔ (مزید تفصیل در روح المعانی ص ۱۸۳، ج ۱۵)



**تشریح** ماقبل میں آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿۱﴾ میں نعمتوں کا ذکر تھا اب بعض نعمتوں کا ذکر کر کے اسی مضمون مذکور کی تائید ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآوَىٰ ﴿۱﴾“ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا استفہام برائے انکار نفی ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے لہذا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم پایا کہ آپ کی ولادت سے پہلے ہی والد کا انتقال ہو گیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش آپ کے دادا سے کرائی، پھر جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو دادا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش آپ کے چچا ابوطالب سے کرائی، یہی مطلب ہے ٹھکانا دینے کا (والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب کی وفات جب ہوئی جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال کی تھی۔ ”وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ﴿۲﴾“ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سورتہ بتلایا لفظ ضال کے معنی گمراہ کے بھی آتے ہیں اور ناواقف و بے خبر کے بھی، یہاں دوسرے ہی معنی مراد ہوں سکتے ہیں۔ یعنی شریعت سے بے خبر پایا تو اللہ نے آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا کقولہ تعالیٰ: مَا كُنْتُ تَدْرِئُ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاٰمَنَانِ الخ اور وحی سے پہلے شریعت کی تفصیل معلوم نہ ہونا کوئی عیب نہیں۔ ”وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ﴿۳﴾“ اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا لفظ عائل، عیلة سے مشتق ہے جس کے معنی فقیر و نادار ہونے کے ہیں۔ یعنی آپ کے والد نے کوئی مال و دولت اور جائیداد نہیں چھوڑی تھی کہ وہ آپ کو پہنچ گئی ہو، بلکہ آپ غریب اور مفلس تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالدار بنادیا جس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ آپ نے حضرت خدیجہؓ کے مال میں بطور مضاربہ تجارت کی اور اس میں نفع ہوا، پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال خدمتِ اقدس میں حاضر کر دیا، گویا اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے آپ کو موردِ انعامات ٹھہرایا ہے اور آئندہ بھی آپ پر انعامات نازل ہوتے رہیں گے، ”فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تُفْهَرْ ﴿۴﴾“ تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے یعنی جب آپ کا یہ حال تھا اور ہم نے طرح طرح آپ کو نوازا تو آپ اس کے شکریہ میں یتیم پر سختی نہ کیجئے بلکہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی کیجئے۔ (جلالین شریف میں ہے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تُفْهَرْ ای باخذ مالہ او غیر ذلک)

**حدیث:** حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان و محبت کا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (رواہ البخاری)

”وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۵﴾“ اور سائل کو مت جھڑکئے یعنی آپ کے اوپر جو طرح طرح کی نعمتیں ہیں ان کے شکریہ میں سائل کو مت جھڑکئے، بہتر یہ ہے کہ سائل کو کچھ دے کر رخصت کر دے، اور اگر کچھ دے نہیں سکتا تو نرمی کے ساتھ معذرت کر دے، یہ تو شکرِ فعلی ہوا، آگے شکرِ قولی کے متعلق فرمایا کہ ”وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۶﴾“ اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے یعنی انعامات کا لوگوں کے سامنے تذکرہ کرنا بھی ایک طرح سے اللہ کا شکر ادا کرنا ہے بشرطیکہ تکبر کے انداز میں نہ ہو جیسا کہ ابلیس نے کہا تھا کہ انا خیرٌ منہ خلقتنی من نارٍ وخلقته من طین۔ نعمۃ

سے جنس نعمت مراد ہے اور جنس کا اطلاق قلیل و کثیر سب پر ہوتا ہے اس لیے ترجمہ کرتے ہوئے انعامات کا لفظ اختیار کیا

### اختیاری مطالعہ

**قوله** وَلَآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ: صوفیہ کا قول ہے کہ جس کے دونوں دن برابر ہوں (دوسرا دن پہلے دن سے بہتر نہ ہو) وہ کھائے میں ہے۔

**مسئلہ:** اگر سائل جم کر کھڑا ہو جائے اور بالکل معذرت قبول ہی نہ کرے تو پھر اس کو ڈانٹنا جائز ہے (روح)

**قول حسن بصری:** واما السائل فلا تنهر کے ضمن میں حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر طالب علم کچھ معلوم کرے تو اس کو مت جھڑکو۔  
**نکات** لم یجِدْ (ض) نفی جحد بلعم در فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب، وَجَدَ فلانُ المطلوب (ض) (وَجَدًا وَجَدَةً وَوُجُودًا وَوُجْدًا وَوُجْدَانًا: پانا۔ یَتِيماً (متر فی سورۃ الفجر) آوَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آوَى ايواءً: ٹھکانا دینا، آوَى (ض) آوَيْتَا وَاوَاءً: ٹھکانا دینا۔ ضَالًّا بے خبر (ض) اسم فاعل واحد مذکر، ضَلَّ (ض) ضَلًّا وَضَلَالًا وَضَلَالَةً: گمراہ ہونا، بے خبر ہونا هَدَى (ض) هَدَيْتُ وَهَدَايَةً: ماضی واحد مذکر غائب عَائِلًا (محتاج و نادار) (ض) اسم فاعل واحد مذکر، عَالَ (ض) عَيْلًا وَعَيْلَةً: محتاج و نادار ہونا (اجوف یائی ہے) (در اصل عَائِلٌ تھا مثل بايع، جو وَاوَاوِ اور ياء عين فاعل ہو وہ ہمزہ سے بدل جاتی ہے جیسے قائل و بائع کبھی اس حرف علت کو حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے قرآن میں ہے: عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارِ الخ پ: رکوع ۳ کہ در اصل هَانُو تھا۔ (عائِلٌ کی جمع عَائِلَةٌ وَعَيْلٌ) أَغْنَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، أَغْنَى اللَّهُ فَلَانًا إِغْنَاءً: مال دار کرنا، غَنِيَ فَلَانٌ عَنِ الشَّيْءِ (س) غَنَى وَغْنَاءً: بے نیاز ہونا۔ لَا تَقْهَر (ف) نہی حاضر کا واحد مذکر حاضر، قَهَرَهُ (ف) قَهَرًا: مغلوب کرنا، سختی کرنا۔ السائل (ف) اسم فاعل واحد مذکر، سَأَلَهُ عَنْ كَذَا وَبُكَذَا (ف) سُئِلَ وَمَسْأَلَةٌ پوچھنا، سَأَلَ فَلَانًا الشَّيْءَ: کوئی چیز مانگنا۔ لَا تَنْهَر (ف) نہی حاضر کا واحد مذکر حاضر، نَهَرَ فَلَانًا (ف) نَهَرًا: جھڑکنا، ڈانٹنا۔ حَدَّثَ (تفعیل) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، حَدَّثَ بِالنِّعْمَةِ حَدِيثًا: اظہار نعمت کرنا، نعمت پر شکر ادا کرنا۔

**ترکیب** اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوَى... ہمزہ حرف استفہام برائے انکار نفی (روح المعانی) لَمْ حرف نفی یَجِدْ فعل، ضمیر ہو فاعل، کاف مفعول بہ اول، یَتِيْمًا مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ (لا محل لہا) فاعطفہ آوَى فعل، ضمیر ہو فاعل، اور مفعول بہ محذوف ہے آوَى کی رعایت فواصل کی بناء پر مفعول بہ کو حذف کر دیا گیا) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر معطوف الم یجدک الخ پر، جو وَجَدَ کے معنی میں ہے، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى... واو عطفہ وجد فعل، ہو ضمیر مستتر

۱. حَدَّثَ (ن) أَخْبَرْنَا وَحَدَّثَ: نیا ہونا، حَدَّثَ (ن) أَخْبَرْنَا: پیش آنا، واقع ہونا، پیدا ہونا۔

۲. اَلَمْ يَجِدْكَ، الوجود بمعنی العلم و بجوز أن يكون الوجود بمعنی المصادفة لا بمعنی العلم فتكون الكاف مفعولاً به و يتيماً تفرّب حالاً من المفعول به (اعراب القرآن) اَلَمْ يَجِدْ چونکہ بمعنی وَجَدَ ہے اس لئے اعراب القرآن میں اس استفہام کو تقریری لکھا ہے۔



فاعل، کاف مفعول بہ اول، ضالاً (آی عن الشریعة) مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، فاعطفہ ہدی فعل، ضمیر ہو فاعل، مفعول بہ محذوف ای ہذا ک فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ معطوف۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى..... واو عاطفہ وجد فعل، ضمیر ہو فاعل کاف مفعول بہ اول، عائلًا صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، فاعطفہ اغنی فعل، ضمیر ہو فاعل، اور مفعول بہ حسب سابق محذوف ہے ای اغناک فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر ماقبل پر عطف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر جملہ مستانفہ (کلام مستانف مسوق لتعداد نعمة عليه والغرض من تعدادها تقوية قلبه)

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ..... فافصیہ (اعراب القرآن) آی اذا كان حالک کذلک یثما وضلاً لا وفقرًا فمہما یکن الامر فلا تقهر الیتیم، امّا حرف شرط و تفصیل (آی مہما یکن الخ، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) الیتیم مفعول بہ مقدم، لا تقهر کا، اور فلا تقهر میں فارابطہ کی ہے برائے جواب امّا، لا تقهر فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جزا (لا محل لها، جواب شرط غیر جازم) شرط (مہما یکن الخ) اپنی جزا سے مل کر معطوف علیہ۔ واما السائل فلا تنهر کی ترکیب امّا الیتیم فلا تقهر کی طرح ہے اور یہ پورا جملہ شرط و جزا سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واما بدعمہ ربک فحدیث..... واو عاطفہ امّا حسب سابق برائے شرط و تفصیل آی مہما یکن الامر، شرط، بدعمہ ربک متعلق مقدم حدیث کے (متعلق مقدم ہونے سے قانع نہیں ہے لانہا فی حکم الزائد) حدیث فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا معطوف علیہ اول کا، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے مل کر جزا شرط مقدر کی (ای اذا کان حالک کذلک ای یثما وضلاً لا الخ کی) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے فاما الیتیم الخ کی فافصیہ سے پہلے یہ عبارت مقدر مانی چاہئے اذا انعمنا علیک کذا و کذا فلا تقهر الخ۔

## سورۃ الانشراح مکیہ

الْمُ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۖ وَوَضَعْنَا عَنكَ وَزْرَكَ ۖ ۝ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۖ وَرَفَعْنَا

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا • اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا • جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی • اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آواز

لَكَ ذِكْرَكَ ۖ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۖ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۖ فَإِذَا فَرَغْتَ

بلند کیا • سو بیشک موجودہ مشکلات کیساتھ آسانی ہے • بیشک موجودہ مشکلات کیساتھ آسانی ہے • تو آپ جب فارغ ہو جایا

## فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

کریں تو محنت کیا کیجئے • اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے •

**ترجمہ** والضحیٰ میں جو مضمون اور نعمتوں کا ذکر تھا یہ سورت بالکل اس کا تتمہ ہے (اور یہاں تین نعمتوں کا ذکر ہے: (۱) شرح صدر (۲) وضع وزر (۳) رفع ذکر۔

**تشریح** یہ سورت والضحیٰ کے بعد نازل ہوئی اور اس میں بھی آپ ﷺ پر نازل شدہ نعمتوں اور آپ کی عظمت کا تذکرہ ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”الْمَنْ نَشْرَحُ لَكَ صَدْرَكَ ۝“ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا استفہام برائے انکاری ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے اس لیے اَلْمَنْ نَشْرَحُ بمعنی شَرَحْنَا ہے۔ اور شرح کے لفظی معنی کھولنے اور کشادہ کرنے کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کے سینہ کو علم و حلم سے کشادہ کر دیا، یعنی علم بھی وسیع عطا فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ أُوتِيَتْ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اور تبلیغ میں جو مخالفین کی مزاحمت سے ایذا میں پیش آتیں اس میں حلم اور تحمل بھی دیا، ”وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝“ الَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝“ اور ہم نے آپ کے اوپر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کی بناء پر بعض مباح اور جائز امور آپ ﷺ سے ایسے صادر ہو جاتے جن کا بعد میں خلاف اولیٰ و خلاف مصلحت ہونا ثابت ہوتا تو آپ ﷺ اس بات سے بوجہ علو شان و تقرب الہی کے ایسے معنوم ہوتے جیسے گناہ سے کوئی معنوم ہوتا ہو گویا کہ آپ ﷺ کی کمر اس غم سے جھکی اور ٹوٹی جا رہی ہو، مشہور مقولہ ہے ”نزدیکاں را بیش بود حیرانی“ لہذا اس آیت میں آپ ﷺ کے لیے ایسے امور پر مواخذہ نہ ہونے کی بشارت ہے۔ (وِزْر سے مراد آیت مذکورہ میں ایسے ہی جائز و مباح امور مراد ہیں) ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝“ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ یعنی آپ کا ذکر بلند کیا یعنی تیسری نعمت آپ ﷺ کو یہ دی گئی کہ عرش و فرش اور منبر و محراب اور میناروں پر آپ ﷺ کا ذکر خیر بلند کر دیا گیا، چنانچہ اکثر جگہ شریعت میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام مبارک بھی لیا جاتا ہے مثلاً کلمہ میں، اذان و اقامت میں خطبہ اور تشہد وغیرہ میں، خود قرآن میں ہے اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَانَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ۔

جس دل میں ہے اللہ وہیں رہتے ہیں محمد بھی ☆ اللہ جو کہتا ہے وہی کہتے ہیں محمد بھی

”فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝“ سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے، بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔ یسر کے معنی آسانی اور راحت کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے آپ کو روحانی راحت دی جیسا کہ اَلْمَنْ نَشْرَحُ الخ سے معلوم ہوا، سو اسی طرح دنیوی راحت میں بھی ہمارے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہیے اور وقتی پریشانی سے مایوس نہ ہونا چاہیے، چنانچہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے، اور چوں کہ اس وقت مکہ میں آپ ﷺ اور مومنین طرح طرح کی تکالیف اور مشکلات میں مبتلا تھے



اس لیے اس وعدہ کو مکرر فرمایا کہ ”إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝“ چنانچہ وہ مشکلات ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئیں جیسا کہ روایات و توارخ اس پر متفق ہیں۔ آگے ان نعمتوں پر شکر کا حکم ہے کہ ”فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝“ تو جب آپ فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے لفظ فَاَنْصَبْ، نَصَب سے مشتق ہے جس کے معنی محنت کرنے اور تھکنے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جب ہم نے آپ کو ایسی ایسی نعمتیں دی ہیں تو جب آپ تبلیغ احکام سے جو دوسروں کی نفع رسانی کی وجہ سے عبادت ہے، فارغ ہو جایا کریں تو اپنی ذاتِ خاص کے لیے بھی محنت کیا کریں (مراد کثرتِ عبادت ہے کہ آپ کی شان کے یہی مناسب ہے یعنی نماز، ذکر، دعا و استغفار کی کثرت) ”وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝“ اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے یعنی جو کچھ مانگنا ہو اس میں اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے، یعنی صرف اسی سے مانگئے (اس میں بھی ایک حیثیت سے بشارت ہے کہ مانگنے کا حکم کرنا گویا مانگ کر پورا کرنے کا وعدہ ہے)

**فَاَنْصَبْ** آیت میں لفظ العُسْر معرفہ لایا گیا ہے اور لفظ یُسْر نکرہ، اور قاعدہ ہے کہ جب معرفہ دوبارہ لوٹایا جائے تو عینِ اوّل مراد ہوتا ہے اور جب نکرہ کو دوبارہ لوٹایا جائے تو غیر اوّل مراد ہوتا ہے لہذا اس آیت میں ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیوں کا وعدہ ہے۔ (اور دو سے مراد بھی خاص دو کا عدد نہیں بلکہ متعدد ہونا مراد ہے، یعنی اے محمد ﷺ جو عُسْر یعنی مشکل آپ کو پیش آئی اسی کے ساتھ بہت سی آسانیاں آپ کو دی جائیں گی۔

إِذَا اسْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوَىٰ فَفَكِّرْ فِي الْمَنْشَرِ ☆ فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ إِذَا فَكَّرْتَهُ فَافْرَحْ ترجمہ: جب تجھ پر بلوی یعنی مصیبت سخت ہو جایا کرے تو تو الم نشرح میں غور کر لیا کر، کہ اس میں ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے، جب تو یہ بات سوچ لے تو خوش و خرم ہو جا۔

### اختیاری مطالعہ

**قولہ** فان مع العسر يسرا: دو قاعدے تو اوپر فائدہ کے تحت بیان کر دیئے گئے، تیسرا اور چوتھا قاعدہ ملاحظہ فرمائیں، تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایک لفظ کو پہلے نکرہ ذکر کیا گیا پھر معرفہ تو ثانی عینِ اوّل ہوگا جیسے کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصى فرعون الرسول، دونوں جگہ رسول سے مراد حضرت موسیٰ ہیں، چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ ایک لفظ کو پہلے معرفہ استعمال کیا گیا پھر دوبارہ نکرہ، تو ثانی غیر اوّل ہوگا (اور ان قواعد میں معرفہ سے مراد اس کے جملہ اقسام کے ساتھ معرفہ ہونا نہیں بلکہ صرف الف لام اور اضافت کے ساتھ معرفہ ہونا مراد ہے، وَلَا تُضِغْ إِلَىٰ مَنْ قَالَ غَيْرَهُ)

**مسئلہ:** تحت قولہ ورفعنا لك ذكرك: حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت اور اس کی تصدیق کرے اور محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت نہ دے تو یہ اس کے لیے بے سود ہے وہ کافر ہی رہے گا۔

**فَاَنْصَبْ** آیت کے اندر الف لام عہد کا ہے اور مراد آں حضرت ﷺ اور صحابہؓ کا عہر ہے، اب اگر دنیا میں کسی شخص کو عہر کے بعد نیر نصیب نہ ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں، البتہ عادۃ اللہ اب بھی یہی ہے کہ جو شخص مبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں آسانی کر دے گا۔ (فوائد عثمانیہ)

**لَمَّا نَشَرَ ح** (ف) نفی جمع بلم در فعل مضارع جمع متکلم، نَشَرَ الشیء (ف) شرحاً: کھولنا، کشادہ کرنا۔ صدر سینہ، جمع صُدُور (المراد به ما فی الصدور وهو القلب) وَضَعْنَا (ف) ماضی جمع متکلم، وضع عند الامر (ف) وَضَعْنَا: ساقط کرنا، اتارنا۔ وَزُرُّ بوجه، جمع أَوْزَار۔ أَنْقَضَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، أَنْقَضَ الظہر (ف) إِنْقَاضًا: کمر توڑنا، کمر جھکانا، نَقَضَ الشیء (ن) نَقَضًا: بنا کر توڑنا، ختم کرنا۔ ظَهَرُ کمر، جمع ظُهُور و أَظْهُرُ و ظَهْرَانٌ۔ رَفَعْنَا (ف) ماضی جمع متکلم، رَفَعَ الشیء (ف) رَفَعًا: بلند کرنا۔ الْعُسْرُ، یُسْرًا دونوں مصدر ہیں، دیکھئے سورۃ الليل میں یُسْرًا اور عُسْرًا، (عسر بمعنی مشکل اور یسر بمعنی آسانی بطور حاصل مصدر مستعمل ہیں) فَرَعْنَا، (ن، ف) ماضی واحد مذکر حاضر، فَرَعَ مِنَ الشَّيْءِ (ن، ف) فَرَاغًا: فارغ ہونا، پورا کرنا، إِنْصَبَ، (س) امر کا واحد مذکر حاضر، نَصَبَ (س) نَصَبًا: بہت تھکنا، محنت کرنا، (المراد به الجهد فی العبادۃ) إِزْغَبَ، (س) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، رَغِبَ فُلَانٌ (س) رَغْبًا و رَغْبَةً و رَغْبَةً: عاجزی کے ساتھ مانگنا، توجہ کرنا، (بصلہ فی خواہش کرنا، بصلہ عن اعراض کرنا، بصلہ الی خواری و عاجزی ظاہر کرنا)

**تَرْكِب** لَمَّا نَشَرَ ح لَكَ صَدْرُكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ..... ہمزہ استفہامیہ برائے انکار نفی ای شرحنا (روح المعانی) لَمَّا حرف نفی نَشَرَ ح فعل، ضمیر محین فاعل، لَكَ جار مجرور متعلق، صَدْرُكَ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ و وَضَعْنَا فعل با فاعل، عَنْكَ جار مجرور متعلق، وِزْرَكَ مرکب اضافی ہو کر موصوف، الَّذِي اسم موصول، أَنْقَضَ فعل، ضمیر ہو فاعل ظَهْرَكَ مرکب اضافی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ و رَفَعْنَا فعل با فاعل، لَكَ متعلق، ذِکْرَكَ مفعول بہ (و تقدیم الجار والمجرور لہنا و فی ما تقدم علی المفعول الصریح مع ان حقہ التأخیر عنہ لتعجیل المسرۃ والتشویق) فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ مستانفہ ہوا۔ (لا محل لہا)

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ..... فاعطفہ برائے تفریع اور معطوف علیہ محذوف ہے ای خَوْلْنَا ك ما خَوْلْنَا ك فلا یخامرک الیاس (خَوْلَ، کسی کو از راہ کرم کوئی چیز دینا، الیاس، ناامید) إِنَّ حرف مشبہ بالفعل مع الیسر مرکب اضافی کسی محذوف مثلاً کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم یُسْرًا اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ محذوف اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، (اعراب القرآن، روح المعانی) لَمَّا إِنَّ

۱۔ والتعبیر عن ثبوت الشرح بالاستفہام الانکاری عن انتفائه للایذان بان ثبوتہ من الظہور، چونکہ الم نشرح بمعنی شرحنا ہے اسی لئے اعراب القرآن میں اس کو استفہام تقریری لکھا ہے۔

۲۔ تفسیر مظہری اور اعراب القرآن و صرف و بیان میں اس قاء کو استینافی قرار دے کر اس جملہ کو مستانفہ مانتا ہے۔



مَعَ الْعُسْرِ يُُسْرًا بترکیب سابق جملہ متانفہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَالْيَ رَبِّكَ فَارْغَب ..... فَاِذَا تَوَاسَّوْا فِيهِ ہے جیسا کہ اعراب القرآن میں مذکور ہے، یا پھر عاطفہ برائے تفریع ہے اِذَا ظرفیہ بمن معنی الشرط مضاف فرغی (ای عن دعوة الحق) فعل با فاعل، جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب و جزا انصب کا لازماً رابطہ برائے جواب شرط، انصب فعل ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور اپنے ظرف سے ملکر جملہ ہو کر معطوف علیہ۔ (لا محل لہا جواب شرط غیر جازم) واو عاطفہ اور شرط مقدر ہے ای ان دعوتک الحاجۃ الی مسئلۃ، مکمل جملہ شرط، الی ربک متعلق مقدم ارغَب کے فاجزائیہ ارغَب فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ (فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ) اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ، اور دوسری ترکیب کے اعتبار سے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ معطوف ہے ان مع العسر یسرا پر (الی ربک فارغَب کی یہ ترکیب اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ میں مذکور ہے)

## سورۃ التین مکیہ

وَالْتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

فِی أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

خَيْرًا ۝ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی • اور طور سینین کی • اور اس امن والے شہر کی • کہ ہم نے انسان کو بہت

خوبصورت سانچہ میں ڈالا ہے • پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں • لیکن جو لوگ ایمان لائے اور

الصَّالِحِينَ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

ایچھے کام کئے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا •

وَالصُّنْحَىٰ کی تمہید میں جن اہم امور کا ذکر ہوا ہے من جملہ ان کے انسان کا مبداء و معاد بھی ہے کہ اولاً انسان پیدا

ہوتا ہے پھر نیک و بد امور کو انجام دیتا ہے پھر معاد یعنی آخرت میں ان کی جزا و سزا پاتا ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِی أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ

رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ وَالْتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَذَا الْبَلَدِ

الْأَمِينِ ۝ قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم

کھائی ہے یعنی انجیر کے درخت کی اور زیتون کے درخت کی، (تین اور زیتون کا اطلاق ان کے درختوں پر بھی ہوتا ہے

اور ان کے پھلوں پر بھی) یہ دونوں درخت اشرف الاشجار اور کثیر المنافع ہیں، کیوں کہ انجیر ایک عمدہ میوہ ہے جس

میں گٹھلی نہیں ہوتی، اور سریع الہضم ہوتا ہے، نیز طبیعت کو نرم اور بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور زیتون پھل کا پھل ہے اور سالن کا سالن اور دوا کی دوا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے طور سینین کی قسم کھائی جو بایں وجہ بابرکت ہے کہ طور سینین پر یعنی اس نام کے پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اور ان کو نبوت سے نوازا گیا، اور بلدا میں یعنی شہر مکہ کی قسم کھائی جو بایں وجہ بابرکت ہے کہ آپ ﷺ کا مولد و مسکن اور نزول وحی کا مقام ہے، آگے جواب قسم ہے۔ ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝“ کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے، پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت بنایا یعنی اس کی جسمانی اور ظاہری شکل و صورت کو بھی تمام مخلوق سے بہتر اور حسین بنایا اور اس کی جبلت و فطرت کو بھی، یہی مطلب ہے احسن تقویم کا، پھر بوڑھا پے میں انسان پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر ہو جاتا ہے، یعنی جب انسان انتہائی بوڑھا اور کھوسٹ ہو جاتا ہے تو خوبصورتی بد صورتی سے اور قوت ضعف سے بدل جاتی ہے اور اہل خانہ کی نظروں میں بھی حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے، مشہور ہے ”بڑھا پورا آپا“ مقصود کمال فتح کو بیان کرنا ہے جس سے انسان کے دوبارہ پیدا کرنے پر حق تعالیٰ کا قادر ہونا واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدَ اللَّيْلَيْنِ سے اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

انقلابات جہاں واعظ رب ہیں سن لو، ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

”الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝“ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لیے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا چوں کہ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھے سب کے سب قبیح اور برے ہو جاتے ہیں اور ان کے عمل کرنے کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے، تو وہ شاید آخرت میں بھی خستہ حال ہی رہیں گے تو اس وہم کو دفع کرنے کے لیے بطور استثناء کے فرمایا کہ بے شک بوڑھا آدمی ردی ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لیے اس قدر اجر و ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا بلکہ ان کے لیے بڑھا پے کے ایام میں جوانی کے عمل کی طرح اجر و ثواب لکھا جائے گا۔ (یہ مطلب نہیں کہ ان پر بوڑھا پے کے حالات اور ضعف نہیں آئے گا بلکہ یہ حالت تو آئے گی لیکن اس جسمانی بیکاری اور مادی خرابی کا نقصان ان کو نہیں پہنچتا، لہذا مومن آدمی انجام کار اچھا ہی رہا)

**تفسیر** اگر اسفل سافلین سے طبقہ نار مراد لیا جائے تو اب الذین آمنوا الخ مستثنیٰ متصل ہوگا اور رد نہا کی ضمیر جس سے انسان مراد ہے جمع کے درجہ میں ہوگی اور مراد کافر انسان ہوگا، والمعنی فالمؤمنون لا یردون اسفل سافلین یوم القیامۃ (روح)

قسم اور جواب قسم کے درمیان مناسبت | چار چیزوں کی قسم کھائی گئی دو درختوں کی جو کثیر المنافع ہیں اور دو جگہوں کی جو کثیر البرکت ہیں، درختوں کی قسم کو مقصود سے مناسبت ظاہر ہے کہ درخت کو بھی انسان کی طرح نشوونما ہوتا



ہے پھر سوکھ کر کٹنے کے قابل ہو جاتا ہے، اور چوں کہ یہاں اشرف المخلوقات یعنی انسان کا بیان ہے تو قسم بھی اشرف الاشجار کی مناسب ہوئی، اور طور سینین اور بلد امین دونوں وحی نازل ہونے کے مقام ہیں تو آخرت کی جزا و سزا سے ان کو زیادہ مناسبت ہے کہ وحی سے ہی آخرت کی جزا و سزا کا علم حاصل ہوا ہے۔

### اختیاری مطالعہ

**انجیر و زیتون کے فوائد** | گردہ اور مثانہ سے سنگریزوں کو صاف کرتا ہے، بواسیر کا دشمن ہے، فالج سے مامون رکھتا ہے، فاسد مادہ کو بذریعہ پسینہ بدن سے خارج کرتا ہے، یہ درخت اوّل پھلتا ہے پھر پھولتا ہے برخلاف دیگر درختوں کے کہ اوّل خود پھولتے ہیں پھر دوسروں کو پھل دیتے ہیں مزید بضمّن تشریح، اور زیتون بدن کو فربہ کرتا ہے، قوت باہ کے لیے اکسیر ہے، نمک کے پانی میں زیتون کا پھل ڈال کر کلی کریں تو دانتوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہے۔ مزید بضمّن تشریح (زیتون کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے مگر انجیر کا ذکر صرف ایک بار اسی سورت میں آیا ہے)

**اعتراض و جواب** | بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اگر مخالف خالی الذہن ہو اور منکر نہ ہو تو کلام کو بغیر تاکید کے لایا جاتا ہے تو انسان کا حسن تقویم میں پیدا ہونا اور پھر کسی کا ناکارہ عمر کو پہنچنا کھلی ہوئی بات ہے کوئی اس کا منکر نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ نے اس کلام کو قسم اور لام تاکید اور حرف قد کے ساتھ استعمال کیا، جواب یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی دلیل واضح اور کھلی ہوئی ہو اور آدمی اس کے مدلول و مقتضی کا انکار کرے تو گویا دلیل کا انکار ہوگا پس جو شخص بعث بعد الموت کا منکر ہے جیسا کہ کفار تو وہ گویا احوال انسانی کے تغیرات کے منکر ہیں۔ (یہ تغیرات ہی دوسری زندگی پر دل ہیں، اس لیے کلام کو تاکید کے ساتھ پیش کیا۔)

**نکات التین**، (۱) درخت انجیر یا انجیر پھل، اسم جنس (۲) ایک پہاڑ کا نام جو شام میں ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) الزیتون، ایک درخت جس سے روغن نکلتا ہے اس کے پھل کو بھی زیتون کہتے ہیں، (اسم جنس) (۲) بیت المقدس کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے جو شام میں ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) طور، پہاڑ، خواہ کیسا بھی ہو، بعض اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ جب تک پہاڑ میں درخت نہ ہو اس کو طور نہیں کہتے، سریانی اور قبطی زبان میں بھی طور، پہاڑ کو کہتے ہیں، طور سینین، وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی نصیب ہوئی تھی، اور ان کو خلعت نبوت سے نوازا گیا تھا، یہ پہاڑ مصر و مدین کے مابین ہے، سینین، یا سینا اس مقام کا نام ہے جہاں پر کوہ طور واقع ہے (سینا، بفتح السین و بکسر ہا) سینین واحد ہے، اور اس کو دو طرح سے اعراب دیا جاسکتا ہے (۱) واو اور یا کے ساتھ یعنی جمع مذکر سالم جیسا اعراب (اعراب بالحرک) (۲) یاء اور نون متحرک کے ساتھ یعنی اعراب بالحرکت (غیر منصرف بوجہ عجمہ و علیت) انخفش نے کہا کہ سینین جمع ہے اور اس کے معنی شجر کے ہیں، واحد سینۃ، فکانتہ قیل: طور الاشجار (روح) البلد الامین، مکہ معظمہ، (زادھا اللہ شرفا و عظمتہ) البلد، شہر جمع بلاد، الامین بروزن فعل، یا تو امانۃ (باب کرم) سے مشتق ہے بمعنی فاعل (یعنی آمن، مگر امانت سے اسم فاعل آمن کے وزن پر سنا نہیں گیا اس لیے یہ نسبت کے لئے ہوگا ای ذی آمن) فاعل کے معنی میں ہونے کی شکل میں ترجمہ ہوگا امانت دار شہر، اور شہر کی امانت

داری یہ ہے کہ ہر داخل ہونے والے کو وہ محفوظ رکھے جیسا کہ امین شخص امانت کی حفاظت کرتا ہے پس اس کلام میں شہر کو رجل امین سے تشبیہ دی ہے، دوسرا احتمال لفظ امین میں یہ ہے کہ یہ بمعنی مفعول ہو یعنی امین بمعنی مامون، بے خوف، (باب سمع سے، مشتق من الامن) اس وقت یہ کلام مجاز پر محمول ہوگا کیونکہ مامون درحقیقت اس میں رہنے والے ہوتے ہیں، (روح المعانی ص ۱۹۹ جلد ۱۵) احسن، اسم تفضیل بہت خوبصورت، مادہ حُسن، حَسَنَ (ک) حُسْنًا: بہتر اور اچھا ہونا، حسین ہونا، تقویم، باب تفعیل کا مصدر، بمعنی تعذیل و تثقیف، یعنی سیدھا کرنا، درست کرنا، مادہ قوم ہے قام (ن) قوما و قیاما و قومة: کھڑا ہونا، سیدھا ہونا، رد دنا، (ن) ماضی جمع متکلم، ردّ الیہ (ن) ردّا و ردّة: لوٹانا۔ اسفل، (پست تر) باب نصر سے اسم تفضیل واحد مذکر سفل (ن) سُفُولًا و سُفَالَةً و سُفَالًا: (ضد علا) پست اور حقیر ہونا، کم درجہ ہونا، (۲) نیچا اور نیچلا ہونا، سافلین، پستی والے، اسم فاعل جمع مذکر، (جمع سافل) مادہ سَفَلَ ہے، باب ابھی ابھی گذر چکا۔ الا الذین آمنوا و عملوا الصّٰلِحٰتِ فلہم اجر غیر ممنون کی تحقیق سورۃ الانشقاق میں ملاحظہ فرمائیں۔

**ترکیب** وَالَّذِیْنَ وَالْزَّیْتُونِ وَطُورِ سِیْنِیْنِ وَهَذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ..... واو جارہ قسمیہ التین معطوف علیہ واو حرف عطف الزیتون معطوف علیہ معطوف طور سینین مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف لهذا اسم اشارہ مبدل منہ البلد الامین مرکب توصیفی ہو کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے جملہ معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اُقسِمَ محذوف کے، اُقسِمَ فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنِ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ..... لام قسمیہ یعنی داخل بر جواب قسم، قد حرف تحقیق خلقنا فعل با فاعل الانسان ذوالحال فی حرف جر احسن تقویم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائنات محذوف کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ خلقنا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ لم ثم حرف عطف (زمان یا مرتبہ کی تراخی کے لئے، روح المعانی) رد دنا فعل با فاعل ہاء ضمیر ذوالحال اسفل سافلین مرکب اضافی ہو کر حال (آی رد دنا حال کو نہ اُقبَح من قبَح صورۃ) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ ثم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جواب قسم، اِلَّا بمعنی لکن (مستثنیٰ منقطع) الذین آمنوا و عملوا الصّٰلِحٰتِ اسم موصول مع صلہ کے مبتدا فارابطہ کیونکہ اسم موصول میں یہاں شرط کے معنی کی بوسہ، لہم جار مجرور ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم اُجر موصوف غیر ممنون مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف صفت مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدا اول (الذین آمنوا) کی،

۱۔ قولہ فی احسن الخ بعض حضرات نے اس کو خلقنا کا متعلق بنایا ہے۔

۲۔ یا پھر اسفل سافلین موصوف محذوف مکانات کی صفت ہے اور وہ ظرف مکان، و اُردید بالسافلین الامکنۃ السافلۃ ای رد دناہ الی مکان اسفل الامکنۃ السافلۃ و هو جہنم، اور اسفل سافلین مفعول ثانی بھی مانا جاسکتا ہے کیونکہ رد کے لئے دو مفعول آجاتے ہیں جب کہ بمعنی جَعَلَ ہو۔



مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّينِ ۚ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَكَمِينَ ۝

پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے بارہ میں منکر بنا رہی ہے • کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں •

**تشریح** ما قبل میں خلقنا و ردنا یعنی تخلیق انسان و تقلیب احوال کی اس بات پر دلالت تھی کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہیں تو اب انسان کو تنبیہ ہے کہ ”فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّينِ ۚ“ پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے یعنی وہ کون سی دلیل تیرے پاس ہے جس کی بناء پر تو ان دلائل اور قدرت کے مناظر کے ہوتے ہوئے قیامت کا منکر ہو رہا ہے، ”أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَكَمِينَ ۝“ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں استفہام برائے تقریر ہے یعنی اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہیں یعنی تصرفات دنیویہ میں بھی جیسا کہ خلقنا و ردنا سے معلوم ہوا، اور تصرفات اخرویہ میں بھی جن میں سے قیامت اور جزا و سزا بھی ہے۔  
**مسئلہ:** حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ التین پڑھے اور الیس اللہ با حکم الحاکمین پر پہنچے تو اس کو یہ کلمہ کہنا چاہیے۔ بلی و انا علی ذلک من الشاہدین۔

**لغات** يُكَذِّبُ (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب جھٹلانا، ای اِیْ شَیْءٌ یُّكَذِّبُکَ، کون چیز تجھ کو جھٹلا رہی ہے، بالفاظ دیگر کون چیز تجھ کو منکر بنا رہی ہے، (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں) الذین (مر فی سورۃ الانفطار) أَحْكَم سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم (ن) اسم تفضیل واحد مذکر، حَكَمَ بِالامر (ن) حُكْمًا: کسی بات کا فیصلہ کرنا۔ حاکمین (ن) اسم فاعل، جمع مذکر، فیصلہ کرنے والے، دیکھئے أَحْكَم۔

**ترکیب** فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّينِ... فَا فَصیحہ (ای ان علمت ما ذکر من خلق الانسان فی احسن صورۃ ثم رده الی اذل العمر الدالۃ علی القدرة علی البعث) ما اسم استفہام برائے انکار، مبتدا یُكَذِّبُ فعل، ضمیر ہو فاعل، کافی مفعول بہ (فیہ التفات من الغیبة الی الخطاب لتشدید التویس) بَعْدُ ظرف فعل مذکور کا، (مبنی علی الضم لانقطاعہ عن الاضافۃ لفظاً لا معنی واصل الکلام مَا یُكَذِّبُکَ بعد ذکر خلق الانسان فی احسن صورۃ و رده الی اذل العمر) بالذین متعلق فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرف اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط محذوف کی جزاء، أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاکِمِینَ... ہمزہ حرف استفہام برائے تقریر لیس فعل ناقص، اللہ اس کا اسم با زائدہ احکم الحاکمین لفظاً مجرور، محلاً منصوب خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

۱. مذکورہ ترکیب مستثنیٰ منقطع ہونے کے اعتبار سے کی ہے (اگرچہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہے)

## سورۃ العلق مکیہ

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَ رَبُّكَ

اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا • جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا • آپ قرآن پڑھا کیجئے اور

الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

آپ کا رب بڑا کریم ہے • جس نے قلم سے تعلیم دی • انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا •

**ربط** سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے من جملہ ان کے عطاء نبوت اور تعلیم وحی بھی ہے اور اسی کی مناسبت سے صاحب وحی کی مخالفت پر ردع بھی ہے، اس سورت میں انہی چیزوں کا بیان ہے۔

**تشریح** شروع سورت کی یہ پانچ آیتیں صحیح قول کے مطابق سب سے پہلی وحی ہے جس کے نزول سے نبوت کی ابتداء ہوئی جس کا قصہ حدیث شیخین میں یہ ہے کہ عطاء نبوت کے قریب زمانے میں آپ ﷺ کو از خود خلوت و تنہائی پسند آنے لگی، چنانچہ آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جا کر کئی کئی شب رہتے، اور عبادت میں گزارتے، ایک روز دفعۃً حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے کہا اقرأ یعنی پڑھئے، آپ نے فرمایا ما انا بقاری یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے دبایا اور چھوڑ دیا، جبرئیل علیہ السلام نے پھر دوسری مرتبہ کہا اقرأ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا اسی طرح تین بار ہوا کہ آپ ﷺ پڑھنے سے عذر کرتے رہے اور جبرئیل علیہ السلام زور سے دباتے رہے، پھر آخر میں یعنی تیسری بار زور سے دبانے کے

بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا اقرأ باسم ربك الذي خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذي علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم بس یہیں سے نبوت اور وحی کی ابتداء ہو گئی حضرت جبرئیل علیہ السلام تو اللہ کا کلام سنا کر رخصت ہوئے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام لے کر اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ سے فرمایا زملونی، زملونی (مجھے کبل اڑھاؤ، مجھے کبل اڑھاؤ) گھر والوں نے آپ کو کبل اڑھایا یہاں تک کہ آپ ﷺ سے خوف جاتا رہا (جبرئیل علیہ السلام کا زور سے دباننا شاید آپ ﷺ کے اندر بار وحی کے تحمل کی استعداد پیدا کرنے کی غرض سے ہو، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) اور آپ ﷺ سے یہ کہنا کہ پڑھ تکلیف مالا یطاق نہیں بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ معلم متعلم سے الف، با، تا شروع کراتے وقت کہتا ہے کہ ہاں پڑھ الف، باء الخ۔

آپ ﷺ کا عذر کرنا | آپ ﷺ کا عذر کرنا بایں وجہ تھا کہ آپ ﷺ اتنی تھے اور جبرئیل علیہ السلام کے قول اقرأ کی مراد آپ پر اس وقت تک واضح نہ تھی کہ کیا اور کس طرح پڑھوانا چاہتے ہیں، کیا کوئی لکھی ہوئی تحریر دیں گے جس



کو پڑھنا ہوگا اس لئے آپ ﷺ نے اپنے امی ہونے کا عذر کر دیا۔

آپ ﷺ کے امی ہونے کی وضاحت | آپ ﷺ کی جائے پیدائش ایسی جگہ تجویز ہوئی جو متمدن دنیا اور علم و حکمت کے گہواروں سے بالکل علیحدہ تھی اسی لئے عرب سب کے سب امیین کہلائے، جیسا کہ پارہ ۲۸ میں ہے ہوالذی بعث فی الامیین النبی، اور پھر حق تعالیٰ نے اسباب بھی ایسے پیدا کئے کہ عرب کے لوگوں میں جو خال خال کوئی علم و حکمت اور خط و کتابت سیکھ لیتا تھا آپ ﷺ کو اس کے سیکھنے کا بھی موقعہ نہ دیا گیا تا کہ آپ ﷺ کی شان کو لوگوں کے فکر و قیاس سے بالکل بالاتر بنا دیا جائے پھر اچانک حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت عطاء فرمائی اور علم و حکمت کا غیر منقطع سلسلہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر جاری فرما دیا، فصاحت و بلاغت میں عرب کے بڑے بڑے شعراء و بلغاء آپ کے سامنے عاجز ہو گئے، یہ ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ تھا کہ ہر آنکھوں والا اس کو دیکھ کر یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکا کہ آپ کے کمالات، انسانی سعی و عمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے غیبی عطیات ہیں اور آپ ﷺ کو خط و کتابت کی تعلیم نہ دینے میں بھی یہی حکمت تھی،،

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝۱“ اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا۔ یعنی آپ پر جو قرآن نازل ہوا کرے گا اس کو اپنے رب کا نام لے کر یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر پڑھئے، خواہ وہ آیتیں جو ابھی نازل ہو رہی ہیں، یا وہ آیتیں جو بعد میں نازل ہوں گی (بعض روایات میں اس سورت کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نازل ہونا بھی آیا ہے، بیان القرآن) بسم ربک میں دوسرا اشارہ آپ ﷺ کے عذر کے جواب کی طرف ہے آپ نے عذر کیا تھا کہ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں لہذا اس عذر کا جواب ہو گیا کہ اگرچہ آپ امی ہیں تو اپنی قوت اور علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو، وہ امی شخص کو بھی پڑھوا سکتا ہے اور اعلیٰ علوم سے نواز سکتا ہے، اس مضمون کی مزید تاکید لفظ رب لا کر بھی ہو گئی کہ وہ آپ کا پالنے والا ہے وہ امی ہونے کے باوجود آپ سے پڑھوا سکتا ہے (مظہری) اقْرَأْ کا مفعول بہ محذوف ہے ای مایوحی الیک اور خَلَقَ کا مفعول بہ بھی محذوف ہے ای کل شیء (تو جس ہستی نے سب چیزوں کو پیدا کیا کیا وہ تمہارے اندر صفت قرأت پیدا نہیں کر سکتا) آگے بطور تخصیص بعد التعمیم کے ارشاد باری ہے ”خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲“ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پیدا ہونا ایک نعمت ہے مگر اس نعمت میں بھی انسان عام مخلوقات سے بڑھا ہوا ہے کہ اللہ نے انسان کو حسین صورت، عمدہ سیرت، عقل و شعور، اور علم و دانائی سے نوازا، اسی لیے انسان کو تخصیص بعد التعمیم کے طور سے ذکر کیا، عَلَقَ کے معنی خون کے لوتھڑے یعنی جھے ہوئے خون کے ہیں، انسان کی تخلیق پر مختلف دور گزرتے ہیں ان میں عَلَقہ درمیانی حالت ہے اس لیے اس کو بطور خاص ذکر کر دیا۔ (تفصیل در اختیار مطالعہ)

”اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝۳“ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے لفظ اقْرَأْ کو مکرر لانے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے اقرا کے بعد ایک قید ہے، ”باسم ربک“ تو اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ

اصل مقصود اللہ کے نام کا ذکر کرنا ہے نہ کہ قراءت اس شبہ کو ختم کرنے کے لیے بطور تاکید دوبارہ اِقْرَأْ لایا گیا کہ قراءت خود بھی فی نفسہ مقصود ہے کیوں کہ تبلیغ دین کا ذریعہ یہی قراءت ہے۔ دوسری وجہ اِقْرَأْ کو مکرر لانے کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلا اِقْرَأْ تو خود آپ کے پڑھنے کے لیے فرمایا ہو، اور دوسرا اِقْرَأْ تبلیغ و دعوت اور دوسروں کو پڑھانے کے لیے فرمایا ہو کہ صاحبِ وحی کا اصل کام اشاعتِ اسلام اور تبلیغ و دعوت ہی ہے۔

اور آیت مذکورہ میں لفظ اَلْعِلْم کے ذریعہ صفت لا کر آپ ﷺ کے عذر کو ختم کر دینے کی طرف اشارہ ہے جو آپ نے حضرت جبریل سے مانا بقاری کہہ کر کیا تھا کہ آپ کا رب بڑا کریم ہے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، ”الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ“ جس نے قلم سے تعلیم دی (یہ رُثْک کی خبر ثانی ہے) مطلب یہ ہے کہ جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ان کو قلم سے تعلیم دی، یعنی قلم سے لکھی ہوئی تحریروں سے (ظاہر ہے کہ کتابیں اور مضامین قلم سے ہی لکھے جاتے ہیں گو اس ترقی یافتہ دور میں قلم کی جگہ کمپیوٹر نے لے لی) ”عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ“ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا یعنی تعلیم قلم و کتابت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ اللہ نے مطلق انسان یعنی عام لوگوں کو دوسرے طریقوں سے بھی ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتے تھے مثلاً قلمی تعلیم کے علاوہ دوسرا طریقہ زبانی تعلیم کا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسبابِ تعلیم مؤثر بالذات نہیں بلکہ مسبب حقیقی اور علم دینے والے ہم ہیں پس اگر آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تو یہ کوئی مانع نہیں ہم آپ کو قراءت اور علوم وحی کے حفظ پر قدرت دے دیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، پس ان آیات میں آپ ﷺ کی نبوت اور اس کے مقدمات و متمات کا پورا بیان ہو گیا۔

### اختیاری مطالعہ

قوله اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ: اسی طرح ایک جگہ ہے وَ اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِعِزِّ اللَّهِ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھ کر قرآن پڑھے تو دونوں امروں سے جو مقصود ہے یعنی توکل و استعانت وہ تو واجب ہے، البتہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ و بِسْمِ اللّٰهِ کے الفاظ زبان سے کہہ لینا مسنون و مندوب ہے۔

قوله مَنْ عَلَّقَ: انسان کی ابتدا مٹی سے ہے اور پھر غذاؤں پر چند دور گزرنے کے بعد مٹی بنی، پھر علقہ یعنی خون بستہ پھر مضغہ (گوشت) اس کے بعد ہڈیاں وغیرہ پھر ان پر گوشت چڑھتا ہے اور پھر نفخ روح ہوتا ہے۔

ایک شبہ: مَا لَمْ يَعْلَمْ کا کیا فائدہ ہے تعلیم تو نامعلوم چیز کی ہوتی ہی ہے ورنہ تو تحصیل حاصل لازم آئے گا۔

جواب: یہ ہے کہ عجز انسان کی صراحت کرنی مقصود ہے کہ وہ اپنی لاعلمی کا اعتراف کرے اور نعمتِ علم کا شکر گزار ہو (مظہری)

غار حراء: مکہ مکرمہ کے قبرستان جنۃ المعلیٰ سے کچھ آگے ایک پہاڑ پر یہ غار ہے اس پہاڑ کو جبل النور کہا جاتا ہے، صحیحین کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ماہ یعنی پورے ماہ رمضان اس میں قیام فرمایا۔

۱۔ اور تبلیغ ہی صاحبِ وحی کا اصل کام ہے پس اس تکرار میں آپ کی نبوت اور مامور بالتبلیغ ہونے کا اظہار بھی ہو گیا۔

۲۔ کتنے ہی لوگ بغیر پڑھے اور لکھے سن کر بہت سی چیزوں کو جان لیتے ہیں اسی طرح ایک قلبی تعلیم ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت سے چیزیں قلب میں القاء و الہام فرمادیتے ہیں، اسی طرح بہت سی چیزوں کا علم بذریعہ عقل ہوتا ہے، ایک نومولود بچہ پیدا ہونے کے بعد اپنی غذا کے مرکز یعنی ماں کی چماتیوں کو خود بخود پہچان لیتا ہے، پھر چماتی سے دودھ حاصل کرنے کے لیے منہ کوداتا ہے۔



**قلم تین ہیں** | (۱) جس کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات لکھنے کا اس کو حکم دیا۔ (۲) فرشتوں کا قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ (۳) عام انسانوں کے قلم اور پنسل۔

**فضیلتِ قلم** | چار چیزیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے بنائیں یعنی قلم، عرش، جنت عدن، آدم علیہ السلام، باقی چیزوں کے لیے حکم دیا کہ یعنی ہو جا، وہ موجود ہو گئیں (معارف)

**لغات** | اقْرَأْ (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، قرء (ف) قِرَاءَةٌ و قُرْآنًا: پڑھنا۔ عَلَقٌ، عَلَقَةٌ کی جمع، خون کا لوتھڑا، (علق جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا کیونکہ اس سے پہلا لفظ ”انسان“ جنس ہے جو جمع کے معنی میں ہے اور لفظ علقہ استعمال کر کے لفظ نطفہ یا تراب سے عدول کرنا رعایت فواصل کی وجہ سے ہے اور ایک دوسری وجہ تشریح کے ضمن میں لکھ دی گئی۔ تفسیر مظہری) الا کَرُمُ باب کرم سے اسم تفضیل واحد مذکر، (لغات القرآن) وفی اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ ہو بصیغہ اسم التفضیل وزنه اَفْعَلٌ وَلَكِنَّهُ فِی الْمَعْنٰی مِبَالِغَةُ الْکَرَمِ اٰی کَرَمُهُ یَزِیْدُ عَلٰی کُلِّ کَرَمٍ۔ کَرَمٌ فَلَانٌ (ک) کَرَمًا و کَرَامَةً: سخی اور کشادہ دل ہونا، صاحب عزت ہونا۔

**نکتہ:** علماء نے لکھا ہے کہ صفات خداوندی میں اَفْعَلٌ اور فِعیل کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں۔

عَلَّمَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب عَلَّمَ فَلَانًا الشَّیْءَ: تعلیم دینا، سکھانا۔ الْقَلَمُ جمع اقلام، لکھنے کا آلہ۔

**ترکیب** | اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ... اقْرَأْ فعل، ضمیر انت مستتر ذوالحال با جارہ برائے ملا بہت اسم مضاف ربک مرکب اضافی ہو کر موصوف، الذی اسم موصول خَلَقَ فعل، ضمیر فاعل اور مفعول بہ محذوف ہے آئی کل شیء فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق متلبس یا مفتتحاً یا مبتدأ کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل (مفعول بہ محذوف ہے آئی مایوخی الیک) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ (لا محل لہا ابتدائیہ) خَلَقَ الْاِنْسَانَ الخ فعل، اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ، ماقبل خَلَقَ سے بدل (تخصیص بعد التعمیم، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ... اقْرَأْ فعل، ضمیر انت مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ماقبل اقْرَأْ کی تاکید، وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ الخ واو استینافیہ (اعراب القرآن، روح المعانی) رَبُّكَ مرکب اضافی ہو کر مبتدأ الا کَرُمُ خبر اول، الذی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ... الذی اسم موصول عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جملہ ہو کر مبدل منہ (عَلَّمَ کے دونوں مفعول محذوف ہیں آئی عَلَّمَ الْاِنْسَانَ الخ بالْقَلَمِ) عَلَّمَ فعل، ضمیر هو فاعل الْاِنْسَانَ مفعول بہ اول ما اسم موصول لم یعلم فعل منفی، ضمیر هو فاعل (عامد محذوف ہے ای لم یَعْلَمْ) فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر بدل، (بدل اشتمال روح المعانی) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر ثانی (اعراب القرآن) بعض نے الذی الخ

کو الاکرم کی صفت قرار دیا ہے مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ متانفہ ہوا۔

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَإِغْفَىٰ ۖ ۝١٠ اِنۢ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۖ ۝١١ أَرَأَيْتَ الَّذِي

سچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے • اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے • اے مخاطب تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا • اے مخاطب بھلا

يُنۡهَىٰ ۖ ۝١٢ عَبْدًا اِذَا صَلَّىٰ ۖ ۝١٣ اَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ۖ ۝١٤ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ۖ ۝١٥

اس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے • اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو • یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو •

اَرَأَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۖ ۝١٦ اَلَمْ يَعْلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرِىۡ ۖ ۝١٧

اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو • کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے •

**تشریح** صاحب نبوت کی مخالفت بڑا گناہ ہے اس لئے آئندہ آیات میں آپ ﷺ کے ایک خاص مخالف یعنی ابو جہل کی مذمت بیان کی گئی ہے مگر الفاظ عام اختیار کئے گئے تاکہ اسمیں دوسرے مخالفین بھی شامل ہو جائیں۔

**سبب نزول** یہ ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں آپ کو اس سے بار بار منع کر چکا ہوں، آپ ﷺ نے اس کو جھڑک دیا تو ابو جہل کہنے لگا کہ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر اب کی بار نماز پڑھتے دیکھوں گا تو آپ کی گردن پر پیر رکھ دوں گا، چنانچہ ایک دفعہ اس ناپاک حرکت کے ارادہ سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور پیچھے کولونٹے لگا، لوگوں نے وجہ معلوم کی تو بتلایا کہ مجھ کو ایک خندق آگ کی حائل معلوم ہوئی اور اس کے اندر پردار چیزیں نظر آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے چنانچہ اگر آگے آتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی کر ڈالتے، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ”كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَإِغْفَىٰ ۖ ۝١٠ اِنۢ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۖ ۝١١ اَرَأَيْتَ الَّذِي اسْتَغْنَىٰ ۖ ۝١٢ عَبْدًا اِذَا صَلَّىٰ ۖ ۝١٣ اَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ۖ ۝١٤ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ۖ ۝١٥ اَرَأَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۖ ۝١٦ اَلَمْ يَعْلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرِىۡ ۖ ۝١٧“ بیان القرآن میں لفظ کَلَّا کو حَقًّا کے معنی میں لے کر ترجمہ کیا ہے کہ سچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے یعنی کافر آدمی حد آدمیت سے نکل جاتا ہے کہ بجائے عبدیت و سیدھی راہ اختیار کرنے کے سرکشی و نافرمانی اور دوسروں پر ظلم و جور کرنے لگتا ہے جیسا کہ ابو جہل سید الانبیاء و اشرف المخلوق کی شان میں گستاخی کر بیٹھا۔ اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے یعنی طغیانی و سرکشی اور حد آدمیت سے باہر نکلنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے بے نیاز سمجھنے لگتا ہے، حالاں کہ یہ کس قدر احمقانہ قدم ہے کہ آدمی گو من وجہ مخلوق سے مستغنی ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ سے تو کسی حال میں بھی مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا، اگلی آیت میں ایسے سرکش کو اس کے برے انجام پر تنبیہ ہے کہ ”اِنۢ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۖ ۝١١“ اے مخاطب (عام مخاطب یا مراد انسان طاغی ہے) بے شک تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہے لہذا اللہ تعالیٰ اس وقت اس سرکشی کی سزا بھی دے گا۔ آگے بصورت استفہام اس کی سرکشی پر



تعجب ہے (یعنی تعجب دلانا) ”أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ۖ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ۖ“ اے مخاطب (یعنی عام مخاطب) بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ اَرَأَيْتَ بمعنی اخبِرْنِی ہے اور مقصد تعجب ہے نہ کہ سوال، مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا حال دیکھ کر تو بتلا کہ اس سے زیادہ عجیب بات بھی کوئی ہے کہ وہ شخص ہمارے ایک خاص بندہ یعنی محمد ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، حاصل یہ ہے کہ نمازی کو نماز سے روکنا نہایت عجیب اور بری بات ہے (الذی ینہی سے مراد ابو جہل اور عبدًا سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے) آگے اسی تعجب کی تاکید و تقویت کے لیے آگے دو جملے آرہے ہیں ایک میں ایک قید کے ساتھ منہی عنہ یعنی جس کو نماز سے روکا گیا، یعنی رسول اللہ ﷺ کا حال مذکور ہے اور دوسرے جملہ میں ایک قید کے ساتھ ناہی یعنی نماز سے روکنے والے یعنی ابو جہل کا حال مذکور ہے، چنانچہ فرمایا ”أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى ۖ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى ۖ“ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو اس آیت میں منہی عنہ یعنی حضور ﷺ کا حال مذکور ہے کہ اے مخاطب عام بھلا اس کے روکنے کے متعلق یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ یعنی جس کو نماز سے روکا گیا ہے ہدایت پر ہو (ہدایت پر ہونا اپنے لیے فائدہ کی چیز ہے) یا وہ دوسروں کو بھی تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو (دوسروں کو تقویٰ کی تعلیم دینا یہ دوسروں کے لیے فائدہ کی چیز ہے) تو اس کو نماز سے روکنا کس قدر عجیب بات ہے (یہاں کلمہ تردید یعنی لفظ اَوَّلَانِے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ مذکورہ دو صفات میں سے اگر اس بندہ میں ایک صفت بھی ہوتی تب بھی نماز سے منع کرنے والے کی مذمت کے لیے کافی تھی بچہ جائے کہ اس بندہ میں دونوں صفات ہوں) ”أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۖ“ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو۔ اس آیت میں ناہی یعنی نماز سے روکنے والے ابو جہل کا حال مذکور ہے، فرماتے ہیں کہ اے مخاطب عام بھلا اس کے روکنے کے متعلق یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص (یعنی منع کرنے والا) دین حق کو جھٹلاتا ہو اور اس سے روگردانی کرتا ہو یعنی نہ عقیدہ رکھتا ہو اور نہ عمل، یعنی منع کرنے والا ایک گمراہ شخص ہے اور جس کو منع کر رہا ہے وہ خود بھی ہدایت کا اعلیٰ نمونہ ہے اور دوسروں کو بھی تقویٰ کا حکم کرے تو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ گمراہ آدمی دوسرے کو بھلائی اور نماز سے روکے، آگے اس منع کرنے پر اس کو وعید ہے کہ ”أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ۖ“ کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ یعنی اس کی سرکشی کو دیکھ رہا ہے لہذا اس پر ضرور سزا دے گا (لم یعلم کی ضمیر کا مرجع الذی ینہی ہے)

**لَيَطْفِئَ** (ف) مضارع واحد مذکر غائب، (مزید تحقیق سورۃ النازعات میں اِذْ هَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰی کے تحت) رَأٰی (ف) ماضی واحد مذکر غائب، راہ (ف) رَأٰی اور رُؤِیۃ: آنکھ سے دیکھنا، ادراک کرنا (۲) رائے رکھنا، اعتقاد و گمان کرنا اِسْتَعْلٰی (استفعال) ماضی واحد مذکر غائب اِسْتَعْلٰی عنہ: بے نیاز ہونا، مادہ غشع ہے۔ الرَّجْعُ باب ضرب کا مصدر بمعنی الرجوع والالاف فیہا للتانیث (روح المعانی) رجع (ض) رُجُوْعًا و مَرْجَعًا و رُجْعًا: واپس ہونا، لوٹنا۔ رَأٰی (ف) ماضی واحد مذکر حاضر، اَرَأَيْتَ بمعنی اخبِرْنِی۔ کیوں کہ کسی چیز کا دیکھنا یا جاننا سبب، اور خبر

دینا مستحب ہوتا ہے اور سبب بول کر سبب مراد لینا مجاز مرسل ہے، اور اس کی چوبیس قسمیں ہیں جو سوم کے طلبہ عزیز کے لیے ضروری نہیں۔ فللتفصیل مقام آخر۔ ینہی (ف) مضارع واحد مذکر غائب، نہی عن الشیء (ف) نہیّا: روکنا، جھڑکنا۔ الہدی (سورۃ اللیل میں گذر چکا) آمر (ن) ماضی واحد مذکر غائب، آمر فلا تا کذا ویکذا (ن) آمرًا وَاَمَارَةً وَاَمْرًا: حکم دینا۔ التقویٰ (سورۃ الشّمس میں گذر چکا) کذب و تولى وغیرہ کی تحقیق بھی گذر چکی

**ترکیب** کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَإِتْغَابٍ... کَلَّا بمعنی حقا (یا پھر حرف ردّ ای رَدْع لَمَنْ کفر من جنس الانسان بنعمة الله عليه بطغيانه) اِنْ حرف مشبہ بالفعل الانسان اسم اِنْ لام مزحلقة برائے تاکید: يَطْغَى فعل، ضمير هو مستتر فاعل، اَنْ حرف مصدری (حروف مصدر یہ تین ہیں ما، اَنْ، اَنْ) رَأَى فعل، ضمير هو مستتر فاعل (ضمير فاعل کا مرجع انسان ہے) هاء ضمير مفعول بہ اول (والهاء يعود الى الانسان اى رأى نفسه) استغلب فعل با فاعل، جملہ فعلیہ مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر بتاویل مصدر مفعول لہ يَطْغَى کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اِنَّ اِلَى رَبِّكَ الرَّجْعُ... اِنْ حرف مشبہ بالفعل اِلَى حرف جار ربك مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم، (والالتفات للتشديد فى التهديد لمخاطبة الانسان الطاغى) الرَّجْعُ اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستأنفہ ہوا۔ (کلام مستأنف مسوق لمخاطبة الانسان الطاغى)

اَرَأَيْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عَبْدًا اِذَا صَلَّی... همزة حرف استفہام برائے تعجب (تینوں مقامات میں، جلالین) رایت فعل با فاعل (یہاں تین جگہ رایت استعمال ہوا ہے اور یہ بمعنی اُخْبَرْنِی ہے، لہذا ہر ایک کو دو مفعول چاہئے اور مقصود تعجب ہے نہ کہ سوال) الذی اسم موصول ینہی فعل ضمیر هو فاعل عبدًا مفعول بہ اِذَا صَلَّی... اِذَا ظرفیہ مجرد عن الشرط مضاف صلی جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو اینہی کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ اول، اور مفعول بہ ثانی محذوف ہے ای فما أعجب من ذا (صیغہ تعجب) رایت فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰی اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی... همزة حرف استفہام برائے تاکید تعجب رایت فعل، ضمیر بارز فاعل، اور دونوں

۱۔ البلاغة: قوله ینہی، التعبير بما یفید الاستقبال لاستحضار الصورة العاضية لنوع غرابیہ

۲۔ قوله رى یہ بمعنی علم ہے (فعل قلب) اور فعل قلب میں یہ جائز ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیریں فرد واحد کی طرف راجع ہوں جیسا کہ راہکی ضمیر فاعل اور مفعول دونوں انسان کی طرف راجع ہیں۔

قوله آنداء اس کو لانداء کی تاویل میں کر کے یطغی کے متعلق بھی کر سکتے ہیں ای لروية نفسه مستغنيا۔

۳۔ رایت فعل کو دو مفعولوں کی ضرورت جب ہے جب کہ یہ فعل قلب مانا جائے اور اگر رویت بعری مراد ہو تو پھر ایک مفعول کافی ہے۔



مفعول محذوف ہیں، مفعول اول ہے نہیۃ اور مفعول ثانی ہے فما أعجب من ذا، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ... اِنْ حرف شرط کا، فعل ناقص، ضمیر ہو مستتر اس کا اسم علی الہدی، ثابتاً کے متعلق اور وہ شبہ جملہ ہو کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، اَوْ حرف عطف اَمَرَ فعل، ضمیر ہو فاعل، بالتقویٰ متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، اور جواب شرط محذوف ہے آی فما أعجب من ذا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ معترضہ ہوا۔ (لا محل لہا) اَرَأَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى... حمزۃ حرف استفہام برائے تاکید تعجب، رأیت فعل با فاعل اور مفعول اول محذوف ہے آی نہیۃ اور مفعول ثانی ہے فما أعجب من ذا فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، اِنْ كَذَّبَ اِنْ اِنْ شرطیہ کذب فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل (آی النّاہی اور مفعول بہ محذوف ہے آی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ (فی محل جزم، فعل الشرط) واو حرف عطف تولی (ای عن الایمان) جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، اور جزا محذوف ہے فما أعجب من ذا (لا محل لہا، اعتراضیہ) اَلَمْ يَعْلَم بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰی... حمزۃ استفہام برائے تقریر و تعجب، لم يعلم فعل با فاعل بازائدہ، اَنَّ اللّٰهَ یَرٰی جملہ ہو کر یعلم کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا (یری بمعنی یعلم ہے، ماسبق کی دلالت کی وجہ سے اس کے دونوں مفعولوں کو حذف کر دیا گیا، آی یری اللّٰہ النّاہی ناہیاً عن الہدی والامر بالتقویٰ، تفسیر مظہری)

كَلَّا لَیْن لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ ۝ نَاصِیَةِ كَازِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلَیْسَ نَادِیَةً ۝

ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آدے گا • تو ہم پٹھے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پٹھے ہیں گھسیٹیں گے • سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلا لے •

سَنَدُّ الزَّبَانِیَّةَ ۝ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے • ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانے اور آپ نماز پڑھتے رہے اور قرب حاصل کرتے رہے •

**تشریح** ما قبل میں ابو جہل کی ایک بری حرکت کا بیان تھا کہ وہ نمازی کو نماز سے روکتا ہے جو بڑے تعجب کی بات ہے تو اب اس آیت میں لفظ کَلَّا کے ذریعہ اس پر زجر ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”كَلَّا لَیْن لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ ۝ نَاصِیَةِ كَازِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝“ ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آئے گا تو ہم پٹھے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پٹھے ہیں گھسیٹیں گے، سَفَعُ کے معنی سختی کے ساتھ گھسیٹنے کے ہیں، اور ناصیۃ سر کے اگلے بالوں کو کہا جاتا ہے جو پیشانی کے اوپر ہوتے ہیں، اور جس شخص کے پیشانی کے بال کسی کے ہاتھ میں آجائیں وہ اس کے ہاتھ میں مجبور ہو کر رہے گا۔ مذکورہ آیات کی ترکیب میں اور بھی احتمالات ہیں فارجع الی روح المعانی والتغیر المظہری نیز تفسیر مظہری میں مکتوب ہے کہ ان کا علی الہدی اِنْ جملہ شرطیہ ہو کر رأیت کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو جائے گا ہو کذا اِنْ کذب۔

جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی دھمکی اور شرارت سے باز نہ آیا تو ہم اس کو گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیں گے، ”فَلْيَذْغُ نَادِيَهُ“ سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلا لے یعنی اس کو جو اپنے مجمع پر گھمنڈ ہے اور ہمارے پیغمبر کو دھمکاتا ہے تو اگر وہ ہمارے نازل کردہ عذاب کو دفع کرنے پر قادر ہے تو وہ اپنے مجلس والوں کو بلا لے، اگر اس نے ایسا کیا تو ”سَنَذْغُ الزَّبَانِيَةَ“ ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے (چوں کہ اس نے نہیں بلایا تو اس لیے اللہ نے بھی فرشتوں کو نہیں بلایا) ”كَلَّا لَا تُطِيعُهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ“ پھر زیادتِ زجر کے لیے اس کو تنبیہ ہے کہ ہرگز نہیں یعنی اس کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے، پھر فرمایا لَا تُطِيعُهُ اِنْ اے پیغمبر آپ اس کا کہنا نہ مانئے یعنی آپ اس کی حرکتوں کی کچھ پرواہ نہ کریں اور نہ اس کا کہنا مانیں جیسا کہ اب تک نہیں مانا۔ اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔ یعنی آپ نماز و عبادت میں مشغول رہئے کہ قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔

**فائدہ** واسجد میں سجدہ سے مراد نماز ہے نہ کہ صرف سجدہ، لہذا یہ تسمیۃ الكل باسم الجز کے قبیل سے ہے۔

### اختیاری مطالعہ

**قوله** لنسفقا: پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچنے کی ایک وجہ تو بفسمن تشریح لکھی گئی دوسری وجہ یہ ہے کہ غرور و تکبر کا اصل مصدر و مرکز سر ہی ہے اس لیے سر کے بال پکڑ کر اس سر کو گھسیٹا جائے گا۔

**قوله** كاذِبَةٌ خَاطِئَةٌ: کذب و خطا کا مرتکب دراصل پیشانی والا ہے لہذا ناصیہ کی طرف نسبت مجازاً ہے، خاطی وہ شخص جو قصد خطا کرتا ہے اور غلطی وہ شخص جس سے نادانستہ یا بوجہ غفلت خطا سرزد ہو جائے۔

**ن** لَمْ يَلْتَمِسْ (افتعال) نفی جحد بلم واحد مذکر غائب، اِنْ تَسْهَى عَنْ الشَّيْءِ: باز آنا، مجرد تَسْهَى، نہی عن الشَّيْءِ (ف) تَسْهَى: روکنا۔ تَسْفَعًا (ف) مضارع معروف بانون خفیفہ جمع متکلم، سَفَعَ (ف) سَفَعًا: زور سے پکڑ کر کھینچنا، گھسیٹنا۔

**فائدہ** لَتَسْفَعَنَّ کے نون خفیفہ کو الف سے لکھا گیا ہے، کیونکہ حالت وقفی میں نون تاکید خفیفہ الف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ لہذا اسی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے یہاں حالت وصل میں بھی الف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ الناصیۃ پیشانی کے لیے بال یعنی پٹھے (۲) پیشانی۔ جمع النواصی کا ذبیہ جھوٹی، باب ضرب سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ خَاطِئَةٌ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، خَطِئَ (س) خَطَأً وَخَطْئًا غلطی کرنا، گناہ کرنا۔ لِيَذْغُ (ن) امر غائب کا واحد مذکر غائب، دَعَا فَلَانًا (ن) دَعَا وَدَعَا وَدُعَا وَدَعَا: پکارنا، بلانا۔ نَادِيَهُ (مرکب اضافی) نادى بمعنی مجلس جمع اُنْدِيَةٌ وَنَوَادٍ (مراد اہل مجلس) نَدَا الْقَوْمَ (ن) نَدَاؤًا: مجلس میں جمع ہونا۔ سَنَذْغُ (ن) مضارع جمع متکلم (وقد اسقطت الواو من المصحف في كل واو ساكنة استقبلتها اللام الساكنة) چوں کہ بوجہ اجتماع ساکنین مطلقاً واو نہیں تو کتابت و خطا بھی حذف کر دیا گیا۔ الزبانية عذاب کے فرشتے، دراصل اس کے معنی پولیس کے ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ جمع ہے، جس کا کوئی واحد نہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد زبانية ہے، جیسے عَفْرِئَةٌ (بد باطن، خبیث) اور



یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد زینو، ہے مشتق من الزین وهو الدفع، زین (ض) زینا: دفع کرنا۔ دھکیلنا، کیونکہ یہ فرشتے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف دھکیلیں گے، دراصل زبانیں تھیں، ایک یاء کے بدلہ میں تاء لائی گئی۔ (روح المعانی) لا تُطْع باب افعال سے نہیں واحد مذکر حاضر، اطاع فلان: فرماں برداری کرنا، طاع (ن) طوعا: فرماں بردار ہونا، دراصل لا تطیعہ تھا، بر بناء نہیں آخر کو یعنی عین کو ساکن کیا گیا پھر اجتماع ساکنین ہوا یاء اور عین کے مابین اس لئے یاء کو حذف کر دیا۔ اشہد (ن) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، سجد (ن) سجدوا: سجدہ کرنا، سجد له، عبادت کرنا۔ اقرب (افتعال) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر۔ منہ کسی سے قریب ہونا۔

**ترکیب** کَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ... کَلَّا حرف رد و جر (ردع للناهی اللعین) لام موطنہ للقسم، (لام مؤذنه) اور قسم محذوف ہے آی واللہ، ان حرف شرط لم ينته فعل مضارع منفی، ضمیر هو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط، لام قسمیہ نسفع فعل مضارع مبنی، ضمیر نحن فاعل، ہا جارہ الناصیۃ مبدل منہ، ناصیۃ موصوف، کاذبۃ خاطیۃ دونوں صفت، موصوف مع صفت کے بدل (وجاز ابدالہا من المعرفۃ وہی نکرۃ لانتہا وصفت والبصريون لا يشترطون فی البدل المطابقة) (اعراب القرآن وفی روح المعانی قد ذکر البصريون انه يشترط لبدال النکرۃ من المعرفۃ الافادۃ لا غیر) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر لفظاً جواب قسم، معنی جزا (تفسیر مظہری) کَلَّا فَلْيَنْدِعْ نَادِيَةً... فافصحیہ اور شرط مقدر ہے آی ان کان قادراً علی دفع العذاب فليدع الخ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) لام لام امر یدع فعل مضارع مجزوم، (و علامۃ جزمہ حذف الواو) ضمیر هو مستتر فاعل نادیۃ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ سہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب شرط، شرط اپنے جواب شرط سے مل کر جملہ مستانفہ، سَدَّغُ الزَّيَادِيَةِ... سین حرف استقبال، دَغُ فعل مضارع مرفوع، ضمیر نحن فاعل، الزیادیۃ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ کَلَّا لَا تُطْعُهُ وَاشْهَدْ وَاقْتَرِبْ... کَلَّا حرف رد و جر (ردع لذلك اللعین) لا تطعه فعل نہیں، ضمیر انت فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، فعل نہیں اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ اشہد فعل امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ اقرب فعل امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ فعلیہ انشائیہ مستانفہ ہوا۔

۱۔ قَرَّبَ (ک) قَرَّبْتُوُقُرَّتَاوُقُرَّتُوُقُرَّتِي وَمَقَرَّتَنِي قَرِيبًا هَوَا، قَرَّبَ مِنْهُوَالِيهِ قَرِيبًا هَوَا۔

۲۔ **البلافة:** قوله بالناصية اللام فيه عوض عن المضاف اليه، أي ناصية المذكور، قوله كاذبية خاطية وصنف الناصية بالكذب والخطا وهما لصاحبهما على الاسناد المجازي للمبالغة (روح المعاني وتفسير مظہری)

۳۔ **قوله** ناديه على تقدير المضاف أي اهل ناديه فاطلق المحل واريد الحال فالمجاز مرسل علاقته المحلية (اعراب القرآن) او الاسناد فيه مجازي (روح المعاني) والنادي هو المجلس الذي ينتدى فيه القوم ولا يسنى المكان نادياً حتى يكون فيه اهلهم۔

مکیہ

## سورۃ القدر



إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے • شب قدر ہزار مہینوں

شہر ۛ تَنْزِيلُ الْمَلَكِ ۚ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ أَمْرِ ۚ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ

سے بہتر ہے • اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں • سراپا سلام ہے

## مَطْلَعُ الْفَجْرِ ۛ

وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے •

**دب** وَالضُّحَىٰ کی تمہید میں جن اہم امور کا ذکر تھا منجملہ ان کے قرآن کی عظمت اور اس کی حقانیت بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے، یا اس طرح یاد کیجئے کہ سورت سابقہ میں قراءت قرآن کا حکم تھا یعنی اقرأ باسم ربك الذی خلق اور اس سورت میں اس کی علت کو بیان کیا گیا ہے یعنی اس کی عظمت و حقانیت کو۔

**تشریح** **و شان نزول:** ان آیات میں قرآن کریم کا شب قدر میں نزول اور شب قدر کی فضیلت کو بیان کیا جا رہا ہے، اور شان نزول یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ساری رات عبادت کرتا اور صبح ہوتے ہی جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوتا اور دن بھر جہاد میں مشغول رہتا، چنانچہ اس نے ایک ہزار مہینے اسی طرح گزار دیئے، اس پر صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ (بایں وجہ کہ ہماری عمریں اتنی کہاں ہیں کہ ہم اتنی عبادت کر سکیں) تو اللہ تعالیٰ نے سورہ قدر نازل فرما کر اس امت کی فضیلت کو تمام امتوں پر ثابت کر دیا کہ شب قدر کی ایک رات کی عبادت اس مجاہد بنی اسرائیل کی عمر بھر یعنی ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب قدر امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۛ“ بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے اَنْزَلْنَا جَمْع مُتَكَلِّم کا صیغہ ہے اور انزال قرآن کی نسبت چوں کہ اللہ کی طرف ہے اس لیے قرآن برحق بھی ہے لہذا حقانیت ثابت ہو گئی، اور چوں کہ مبارک رات یعنی شب قدر میں نازل ہوا اس لیے قرآن با عظمت بھی ہے، اور شب قدر میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت عزت نامی مقام پر اس رات میں اتارا گیا، اور پھر بتدریج یعنی تھوڑا تھوڑا تیس سال کے عرصہ میں پیغمبر ﷺ پر اترا، اور پیغمبر ﷺ پر بھی صحیح قول کے مطابق اسی رات میں اترنا شروع ہوا۔

۱۔ ومعنى انزاله من اللوح المحفوظ الى السماء الدنيا جملة أن جبرئيل أملاها الى ملائكة سماء الدنيا وكتبوه في صغف وكانت تلك الصغف في محل من تلك السماء يقال لها بيت العزة (جلالین حاشیہ)



آگے مزید شوق دلانے کے لیے فرماتے ہیں کہ: ”وَمَا آذْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے آگے جواب ہے کہ ”لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ“ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔

**قدر کے معنی** | قدر کے معنی عظمت و شرف کے ہیں، چوں کہ اس رات میں عظمت و شرف ہے اس لیے اس کو شب قدر کہتے ہیں، مزید تفصیل بضمین لغات۔ ”تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ“ اس رات میں فرشتے اور روح القدس یعنی جبریل اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں، سراپا سلام ہے روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور حضرت جبریل اگرچہ لفظ الملائکہ میں داخل تھے مگر علیحدہ سے ان کا ذکر کرنا افضلیت اور عظمت شان کی بناء پر ہے، مطلب یہ ہے کہ اس رات میں جبریل ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں، مِنْ كُلِّ أَمْرٍ میں مَعْنٰی بَاء ہے، حدیث بیہقی میں ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ شب قدر میں حضرت جبریل فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ آتے ہیں اور جس شخص کو قیام و قعود اور ذکر میں مشغول دیکھتے ہیں تو اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں یعنی اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور دوسری روایت میں ہے کہ سلامتی کی دعا کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا کہ سلام، ای ہی سلام کہ وہ رات سراپا سلام ہے یعنی یہ رات سلامتی اور خیر ہی خیر ہے اس میں شر کا نام نہیں اور امر خیر سے مراد بھی یہی ہے۔ ”هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ“ وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے یعنی وہ رات اسی صفت و برکت کے ساتھ طلوع فجر تک رہتی ہے، یعنی پوری رات شرف و عظمت اور سلامتی کی ہے ایسا نہیں کہ یہ برکات رات کے کسی خاص حصہ کے ساتھ مخصوص ہوں۔

**لیلۃ القدر کی تعیین** | تاریخ کے تعیین میں علما کے مختلف اقوال ہیں جو چالیس تک پہنچتے ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں زیادہ احتمال ہے یعنی اکیسویں رات، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، اثنیسویں۔ (معارف)

**مخصوص دعا:** اس رات کی مخصوص دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي (یا اللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں، میری خطائیں معاف فرمائیے۔) (قرطبی)

**اہم اشکال:** لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے افضل فرمایا تو ان ہزار مہینوں میں بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی اور وہ بھی ہزار مہینوں سے افضل ہوگی و ہذا، تو اب حساب کیسے لگے گا بظاہر تسلسل لازم آرہا ہے، ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ یہاں ہزار مہینوں سے وہ مہینے مراد ہیں جن میں شب قدر نہ ہونا ملحوظ ہو، یا ان کا ہزار مہینوں سے افضل نہ ہونا ملحوظ ہو۔ فلا اشکال (بیان القرآن، معارف)

### اختیاری مطالعہ

**نکتہ:** قولہ انا انزلناہ: قرآن میں دو لفظ ذکر ہوئے ایک انزال، دوسرا تنزیل، انزال کے معنی ہے کسی چیز کو ایک دفعہ میں مکمل نازل کرنا، اور تنزیل کے معنی ہے تھوڑا تھوڑا نازل کرنا، چنانچہ جہاں انزال استعمال ہوا وہاں مراد وہ نزول ہے جو لوح محفوظ سے آسمان

دنیا کی طرف ہوا اور تنزیل سے مراد وہ نزول ہے جو آں حضرت ﷺ پر تھوڑا تھوڑا ہوا۔

**قوله** لیلة القدر خیر من الف شهر: شب قدر ہزار ماہ سے بہتر ہے، پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں کتنی بہتر ہے یعنی دو گنی، چو گنی، دس گنی، سو گنی، سبھی احتمالات ہیں۔

**ایک قول:** حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لیلة القدر میں نو حروف ہیں اور یہ لفظ اس سورت میں تین مرتبہ آیا ہے اور نو کو تین سے ضرب دینے سے ستائیس ہوتے ہیں، اس سے یہ اشارہ ہو سکتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب ہے۔ (یہ ایک اندازہ ہے قول محکم نہیں)

**لغات** **اَنْزَلْنَا** (افعال) ماضی جمع متکلم، اتارنا، نازل کرنا، مصدر انزال ہے مجرد میں ہے نَزَلَ (ض) نَزُولًا: اترنا، اوپر سے نیچے آنا۔ القدر برکت و عظمت، چونکہ اس رات میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں جمع اَقْدَار، (۲) ہُو مصدر بمعنی التقدير (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اس معنی کے اعتبار سے لیلة القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ جو کچھ تقدیرِ ازل میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس رمضان سے اگلے رمضان تک کا ہے وہ اس رات میں فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، یعنی ہر انسان کی موت، رزق، بارش وغیرہ کی مقدار (معارف القرآن) خَيْرٌ (سورة الاعلیٰ میں گذر چکا) اَلْف (ہزار) جمع اَلَف شَہْر (مہینہ) جمع اَشْهُوْ و شَہُوْ، تَنْزَلُ (تفعل) مضارع واحد مؤنث غائب دراصل تَنْزَلُ تھا، ایک تاء حذف ہے، بمعنی اترنا۔ اَلْبَلَاءِکَ (رکوع ۲ میں اس کی تحقیق گذر چکی) الرُّوحُ مراد حضرت جبریل علیہ السلام (روح کی مراد میں مفسرین کے تقریباً آٹھ اقوال ہیں جن کو تفسیر کی کتب میں دیکھا جاسکتا ہے) اِذْنٌ اجازت، حکم، ارادہ (باب سمع کا مصدر ہے) اَمْرٌ کام، معاملہ، جمع امور، لفظ امر تمام اقوال و افعال کے لئے عام ہے (۲) حکم، جمعہ اوامر قرآن میں ہے وَقَضَى الْأَمْرَ، اَمْرًا (ن) اَمْرًا: حکم کرنا۔ سَلَامٌ سلامتی، امان، باب سمع کا مصدر بمعنی السَّلَامَةِ (روح المعانی) سَلِمَ مِنَ الْأَقَاتِ (س) سَلَامًا وَسَلَامَةً: آفات وغیرہ سے محفوظ رہنا۔ مَظْلَمٌ مصدر مسمیٰ از باب نصر طَلَعَ طُلُوعًا (ن) طلوع ہونا، الفجر (مرفی سورة الفجر)

**ترکیب** اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ... اِنّ حرف مشبہ بالفعل، ضمیر اسم (در اصل اِنَّا تھا، تخفیفاً ایک نون کو حذف کر دیا گیا) اَنْزَلْنَا فعل بافاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ (ضمیر کا مرجع قرآن ہے اور مرجع کا ذکر بوجہ تعظیم ماقبل میں نہیں کیا گیا کیونکہ بوجہ شہرت اور بوجہ نسبت انزال الی اللہ علی لیلة القدر کے ذہن صرف قرآن ہی کی طرف منتقل ہوگا، فی حرف جار لیلة القدر مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اَنْزَلْنَا کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ وما ادرک ما لیلة القدر واذا عتراضہ ما اسم استفہام، مبتدا، اِذْی فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل کافی مفعول بہ اول ما اسم استفہام مبتدا، لیلة القدر مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ثانی (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معترضہ ہوا۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَہْرٍ... لیلة القدر مرکب اضافی ہو کر مبتدا، خیر صیغہ اسم تفضیل، ضمیر اس کا فاعل من حرف جار، الف مضاف میز، شہر مضاف الیہ تمیز، پھر



مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق خیر کے، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانہ ہوا۔ (لا محل لها) (کانتہا جواب لسوال نشأ عن تفخیم لیلۃ القدر تقدیرہ وما فضائلہا) تنزل الملائکۃ والروح فیہا یأذن ربہم من کل امر... تنزل فعل الملائکۃ والروح مرکب عطفی ہو کر فاعل (وانما أفرّد جبریل بالذكر مع انه داخل فی الملائکۃ تنویرہا بفضله) فیہا تنزل کے متعلق یأذن ربہم متعلق ثانی تنزل کے، من کل امر متعلق ثالث تنزل کے (من بمعنى باء ہے) فعل اپنے فاعل اور تمیوں متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ استینافیہ بیانہ ہوا (کانتہا مسوقۃ للاجابه عن السؤال نفسه) سلام مبتدا محذوف ہی کی خبر ہے (سلام مصدر کاحمل مبالغۃ ہے) ہی حتی مطلع الفجر... ہی مبتدا حتی جارہ مطلع الفجر مرکب اضافی مجرور، جار مجرور ظرف مستقر ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

## سورۃ البینۃ مدنیۃ

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ الْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل

الْبَيِّنَةُ ۚ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۚ فِيهَا كُتِبَ قَيِّمَةٌ ۚ

نہ آتی • ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنادے • جن میں درست مضامین لکھے ہوں •

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا

اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے کے بعد مختلف ہو گئے • حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم

لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ

ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں یعنی ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی

## دِينُ الْقَيِّمَةِ ۚ

طریقہ ہے ان درست مضامین کا •

والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مغلہ ان کے مسئلہ رسالت اور اس کی تصدیق و تکذیب کرنے

والوں کی جزا و سزا بھی ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔ یا یوں کہئے کہ سورۃ القدر میں انزال قرآن کا ذکر تھا جو بمنزلہ

دعویٰ تھا اور اس سورت میں اس کی دلیل ہے گانہ قیل، اِنَّا اَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ لَانَهْلَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا اِلٰھُ۔

**تشریح** آیات کی تفسیر ملاحظہ کرنے سے پہلے یہ ذہن نشیں رہے کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں کفر و شرک کی ظلمت پھیلی ہوئی تھی، جب حضور ﷺ کو انسانوں کی رہنمائی کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا تو دو قسم کے انسان تھے، ایک تو وہ جو کسی نبی پر ایمان لا چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں میں اپنی طرف سے طرح طرح کی باتیں ملا کر اور تحریف کر کے کافر ہو چکے تھے جیسے یہود و نصاریٰ کہ جن کو اہل کتاب سے تعبیر کیا گیا، دوسرے مشرکین کہ جو کسی نبی یا کسی کتاب پر ایمان نہ رکھتے تھے بلکہ بتوں، ستاروں اور درختوں وغیرہ کو پوجتے تھے، (واضح رہے کہ مشرکین تمام کے تمام کافر ہی ہیں) اب ایسے خطرناک ماحول کو سدھارنے کے لئے اور انسانوں کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لئے کسی رسول برحق کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صحیح راستہ دکھلانے کے لئے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا، ان آیات میں یہی مضمون ہے ملاحظہ فرمائیں:

”لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ الْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۖ“ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے، جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی یعنی جس وقت حضور ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت جو لوگ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین میں سے جو کافر تھے۔ ان کا کفر بڑا شدید تھا وہ کفر سے باز آنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی اور واضح دلیل یعنی بینہ سے جو مراد ہے اس کو اگلی آیت میں بیان کیا کہ ”رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً“ ۱۱ **فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ** ۱۲“ ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے جن میں درست مضامین لکھے ہوں۔ یہ آیت البینۃ سے بدل ہے، یعنی واضح دلیل سے مراد اللہ کا رسول ہے جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں درست مضامین لکھے ہوئے ہوں، مراد قرآن شریف ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کفار و مشرکین کا کفر و شرک ایسا شدید تھا اور ایسے جہل میں مبتلا تھے کہ بغیر کسی رسول عظیم کے ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی توقع نہ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر حجت تمام کرنے کے لیے آپ ﷺ کو قرآن دے کر مبعوث فرمایا۔ صُحُفٌ جمع ہے صَحِيفَةٌ کی اور صحیفہ کا معنی ہے وہ ورق جس میں کوئی تحریر لکھی ہوئی ہو حالاں کہ اس وقت قرآن تحریری شکل میں نہیں تھا، بلکہ حافظہ میں تھا تو جواب یہ ہے کہ قرآن کو صُحُفٌ یا اس کے مضامین کو کُتُبٌ بمعنی مکتوبات کہنا مجاز مایوئل یعنی آئندہ کے اعتبار سے ہے۔

”وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۖ“ اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے تَفَرَّقَ کے معنی انکار و اختلاف کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجہ اولیٰ کہ ان کے پاس تو علم سماوی بھی نہ تھا) وہ اس واضح دلیل یعنی حضور ﷺ کے آنے کے بعد دین میں مختلف ہو گئے، جب کہ قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے سب اہل کتاب متفق اور خوش تھے کیونکہ ان کی آسمانی کتب تورات و انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت اور آپ کی خاص

۱ اور وہ لوگ کہ جو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے انتقال فرما گئے اور وہ اپنے نبی کی شریعت پر قائم و دائم رہے تو وہ کافر نہیں کہلائیں گے (روح)



خاص صفات اور آپ پر قرآن نازل ہونے کا واضح ذکر موجود تھا اس لئے کسی یہودی و نصرانی کو اس میں اختلاف نہ تھا کہ آپ ﷺ تشریف لائیں گے، اور سب کو آپ کا اتباع کرنا لازم ہوگا، مگر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو بجائے اس کے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کو اہل کتاب غنیمت سمجھتے اور ایمان لے آتے مگر افسوس صد افسوس کہ بجائے غنیمت سمجھنے کے دین کے سلسلہ میں مختلف ہو گئے کہ بعض تو حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور دوسرے بعض انکار کرنے لگے۔

”وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ“ حالاں کہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں۔ حُنَفَاءَ یکسو ہو کر، یعنی ادیان باطلہ کی طرح کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں۔ اور نماز کی پابندی کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں۔ ”وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ“ اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا ذلک کا مشار الیہ ما ذکر ہے یعنی جو چیزیں ابھی ابھی ذکر کی گئیں یعنی عبادت باخلاص، اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی ہی ان درست مضامین یعنی قرآن کا طریقہ ہے، اور ذلک اسم اشارہ بعید کا استعمال کرنا ان مذکورہ چیزوں کے علو شان و بلندی مرتبہ کی وجہ سے ہے، مطلب یہ ہے کہ ان اہل کتاب کو ان کی کتابوں میں انھیں مذکورہ چیزوں کا حکم ہوا تھا اور یہی تمام باتیں کتب قیمہ یعنی درست مضامین (قرآن) کی بھی ہیں اس لیے قرآن کو نہ ماننے سے اپنی کتب کی بھی مخالفت لازم آتی ہے۔ یہ الزام تو اہل کتاب کو ہوا، اور مشرکین اگرچہ کتب سابقہ کو نہیں مانتے تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کا حق ہونا یہ بھی تسلیم کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام شرک سے بالکل بری تھے اور کتب قیمہ یعنی قرآن کا اس طریقہ ابراہیم کے ساتھ متوافق ہونا بھی ظاہر ہے اس لیے ان پر بھی حجت تمام ہو گئی، لہذا جب مشرکین طریقہ ابراہیم کو حق سمجھتے تھے تو ان کو قرآن شریف کو بھی حق سمجھنا چاہیے تھا۔

**لغات** اهل الکتاب یہود و نصاریٰ۔ المشرکین (افعال) اسم فاعل جمع مذکر، اَشْرَکَ بِاللَّهِ! اللہ کی حاکمیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا، شَرِکَ فَلَانًا فی الامر (س) شَرِکًا و شَرِکَةً: کسی کے ساتھ شریک ہونا۔ مُنْفِکِیْنِ باز آنے والے (الافعال) اسم فاعل جمع مذکر، اِنْفَکَ الشَّيْءُ اِنْفِکًا تَا: جدا ہونا، باز آنا، فَکَ الشَّيْءُ (ن) فَکًا کھولنا البینۃ صیغہ صفت از باب ضرب، واضح دلیل، گویا موصوف محذوف ہے ای الحجة الواضحة مراد معجزہ اور یہاں اس کے مصداق آپ ﷺ ہیں اور وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق و عادات، صفات و کمالات، صورت و سیرت گو آپ کی ہر چیز معجزہ تھی۔ جمع بَیِّنَات، بَانَ الشَّيْءُ (ض) بَيَّنَّا وَ تَبَيَّنَّا: واضح ہونا، ظاہر ہونا۔ رَسُوْلٌ (سورۃ التکویر میں اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کے تحت گذر چکا، والمراد ههنا محمد ﷺ) يَتْلُو (ن) مضارع واحد مذکر غائب، تَلَا الْكِتَابَ وَغَيْرُهُ (ن) تِلَاوَةٌ: پڑھنا، پڑھ کر سنانا۔ ضَخْفًا واحد صَحِيفَةً، اوراق جس میں کوئی تحریر ہو، کتابیں (یہاں مراد

بَانَ الشَّيْءُ (ض) واضح کرنا، بَانَ مِنْهُ وَعَنْهُ (ض) بَيَّنَّا وَ تَبَيَّنَّا، و تَبَيَّنَتْ: جدا ہونا، دور ہونا، وَهِيَ الْبَيِّنَةُ اس صیغہ صفت کو بمعنی اسم فاعل بھی لیا جاسکتا ہے۔ ای المبین للحق، اوہی بمعناہا المعروف و هو الحجۃ المبینۃ للمدعی (روح المعانی)

قرآن شریف ہے) مُطَهَّرَةٌ (سورۃ عبس میں گذر چکا) کُتِبَ کتاب کی جمع، یہاں کُتِبَ سے مراد مکتوبات ہیں یعنی مضامین (روح المعانی) قَبِیْمَةٌ سچی، درست (ای المستقیمۃ واستقامتہا نطقہا بالحق) صیغہ صفت مؤنث قیام سے، اس کی اصل قَبِیْمَةٌ ہے، قاعدہ سید جاری ہے، قَامَ (ن) قَوْمًا و قِیَامًا: کھڑا ہونا، سیدھا ہونا، قَامَ الامرُ: درست ہونا۔ تَفَرَّقَ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر غائب بمعنی مختلف ہونا، بکھر جانا، فَرَّقَ الشَّيْءَ (ن) فَرَقًا: جدا کرنا۔ اُولُوا (افعال) ماضی مجہول کا جمع مذکر غائب، اُتِيَ فُلَانًا اِیْتَاءً: کوئی چیز دینا، اُتِيَ (ض) اُتِیَا و اِیْتَانَا: آنا۔ مَا اُمِرُوا (ن) ماضی منفی مجہول جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ علق میں اَوْ اَمَرَ بالتَقْوٰی کے تحت لِيَعْبُدُوا مضارع، جمع مذکر غائب، از باب نَصَرَ، عَبَدَ اللّٰهَ (ن) عِبَادَةٌ و عُبُودِيَّةٌ: عبادت کرنا۔ مُخْلِصِينَ (افعال) اسم فاعل جمع مذکر اَخْلَصَ لِلّٰهِ دِينَهُ، خلوص نیت سے خدا کی عبادت کرنا۔ الدِّينَ (اطاعت و بندگی) باب ضرب کا مصدر، دَانَ (ض) دِیْنًا و دِیَانَةً: جھکنا، فرماں بردار ہونا، جمع اَذْيَان (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں) حُنْفَاءٌ، حَنِيفٌ صیغہ صفت کی جمع، تمام ادیان باطلہ شرکیہ کو چھوڑ کر دین اسلام کی طرف جھکنے اور یکسو ہونے والا، حَنَفٌ عَنِ الشَّيْءِ (ض) حَنَفًا: ایک طرف کو جھکنا۔ الصَّلٰوةُ نماز، تَصْلِيَةٌ (تفعیل) کا اسم مصدر بقاعدہ مشہورہ واو کو الف سے بدل دیا (اس کے معنی دعا اور رحمت کے بھی آتے ہیں) اُیُّوْا (افعال) مضارع جمع مذکر غائب، الزَّكٰوةُ، تَزْكِيَةٌ (باب تفعیل) سے اسم، شرع میں زکوٰۃ مال کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کو صاحب نصاب بحکم شرع راہ خدا میں نکالتا ہے، اور اس کو زکوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مال دار کے مال میں زیادتی اور پاکیزگی پیدا کرتی ہے (لغوی معنی زیادتی اور پاکیزگی کے ہیں) دِیْنِ اس کے کثیر معانی ہیں جیسا کہ سورۃ الانفطار میں لکھا گیا مجاز اس کے معنی طریقہ کے بھی آتے ہیں یہاں یہی ہے۔

**ترکیب** لَمْ یَكُنِ الدِّیْنُ کَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ مُنْفِکِیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیْهَا کُتِبَ قَبِیْمَةٌ... لَمْ یَكُنِ فعل منفی (وَحَرِّکْ لالتقاء الساکنین) الذین اسم موصول کَفَرُوا فعل، واو ضمیر ذوالحال من جارہ اهل الکتاب مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف المشرکین معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنین مخذوف کے متعلق ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر فعل ناقص کا اسم، مُنْفِکِیْنَ صیغہ اسم فاعل (یہ نامہ ہے نہ کہ از قبیل فعل ناقص، روح المعانی) حَتّٰی جارہ تاتی فعل مضارع (آئی اَتَتْهُمْ تفسیر مظہری) هُمْ ضمیر مفعول بہ، الْبَیِّنَةُ مبدل منہ رسول موصوف من اللّٰہ جار مجرور کائن مخذوف کے متعلق ہو کر صفت اول، یَتْلُوْا فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، صُحُفًا موصوف مطہَّرَةٌ صیغہ اسم مفعول شبہ جملہ ہو کر صفت اول، فیہا جار مجرور ثابت مخذوف کے متعلق ہو کر خبر مقدم، کُتِبَ قَبِیْمَةٌ مرکب توصیفی ہو کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ



فعلیہ ہو کر رسول کی صفت ثانی لہ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر بدل (بدل الكل من الكل علی سبیل المبالغہ) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا صیغہ اسم فاعل کے (یعنی منفکین کے) صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل (ضمیر ہم) اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر فعل ناقص کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ..... واو حرف عطف (واو مستانفہ بھی ہو سکتا ہے، اعراب القرآن محی الدین الدرویش) مَا تَفَرَّقَ فعل منفی الذین اسم موصول اوتوا فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل (جو در حقیقت مفعول بہ اول ہے) الکتاب مفعول بہ ثانی فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل، الا حرف استثناء ملغی من جارہ بعد مضاف ما مصدر یہ جائتہم البینۃ (البینۃ فاعل) جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل مذکور تفرق کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ، وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ..... واو حالیہ ما اُمروا فعل منفی واو ضمیر نائب فاعل، الا اداة حصر لام برائے تعلیل یعبدوا فعل واو ضمیر ذوالحال اللہ مفعول بہ مخلصین صیغہ اسم فاعل ضمیر ہم فاعل لہ جار مجرور مخلصین کے متعلق، الذین مفعول بہ، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر حال اول، حنفاء حال ثانی لہ ذوالحال اپنے دونوں حالوں سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف یقیموا الصلوة فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف یؤتوا الزکوۃ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور (ما اُمروا) کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حال ہے الذین اوتوا الکتاب سے۔ (نوٹ ملاحظہ ہو) وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ..... واو استینافیہ لہ ذلک مبتدا (اشارۃ الی ما ذکر من عبادۃ اللہ تعالیٰ بالاخلاص و اقامۃ الصلوۃ و ایفاء الزکوۃ و استعمال اسم الاشارۃ للبعید للإشعار یغلو مرتبہ) دین القیمۃ (ای دین الکتب القیمۃ ای المستقیمۃ) لہ مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۱۔ قولہ یتلوا الخ یہ جملہ من اللہ کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے اسی طرح فیہا کتب قیمۃ، مطہرۃ کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے، نیز یہ ترکیب بھی ممکن ہے کہ حال یا صفت فیہا ہو متعلق ہو کر، اور کتب قیمۃ فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہو، نیز رسول مبتدا محذوف ہی کی خبر بھی بن سکتا ہے اور رسول من اللہ مبتدا اور یتلوا الخ خبر بھی ہو سکتا ہے، اور پھر کمال جملہ یسنن کی تفسیر۔

۲۔ یا پھر یہ حال ہے مخلصین کی ضمیر سے، حال متداخلہ۔

۳۔ وقیل الواو عاطفۃ و حالیت۔

۴۔ وقال الفراء اضافة للدين الى القيمة وهي نعت لاختلاف اللفظين ودخلت الهاء للمدح والمبالغة (اعراب القرآن)

**نوٹ** تدریس قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے اعتبار سے جو کہ بیان القرآن کے مطابق ہے لیعبدوا اللہ مخلصین الخ میں لام تعلیل کا نہ ہوگا بلکہ اصل ان یعبدوا ہے ان کو حذف کر دیا گیا اور لام لایا گیا، اور ترکیب میں ما امروا کا مفعول بہ ہے، گولفظاً مجرور ہے (مزید تحقیق در اعراب القرآن)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ الْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

جو لوگ۔ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے۔

أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ

یہ لوگ۔ بدترین خلائق ہیں • بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے • وہ لوگ بہترین

الْبَرِيَّةِ ۖ جَزَاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

خلائق ہیں • ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی پیشیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ

فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

رہیں گے • اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے • یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے •

**تشریح** ماقبل میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا (۱) اہل کتاب اور مشرکین (۲) مومنین۔ لہذا ان آیات میں دونوں فرقوں

کی جزا و سزا کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ الْمُشْرِكِينَ فِي

نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا“ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائیں گے

جہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے مشرکین تو سب کے سب کافر ہیں ہی، اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جنھوں نے اپنی آسمانی

کتابوں میں تحریف کر دی اور دین موسوی و دین عیسوی پر قائم نہ رہے وہ بھی کافر ہیں، اور حضور ﷺ کے تشریف لانے کے

بعد تو تمام ادیان منسوخ ہو گئے، صرف آپ ﷺ پر ایمان لانا معتبر رہا۔ لہذا جو آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے وہ بھی کافر

ہیں، اور جو آپ ﷺ پر ایمان لے آیا وہ مومن ہے جس کا بیان اگلی آیت میں آ رہا ہے، ”أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ“

”یہ لوگ بدترین خلائق ہیں یعنی کفار و مشرکین، جیسا کہ دوسری آیت میں بھی ہے، إِنَّهُمْ إِلَّا كَالْإِنْعَامِ بَلَّغُوا أَصْلًا۔

**سوال و جواب** اُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ میں اہل کتاب اور مشرکین کو سب سے بدترین مخلوق کہا گیا حالانکہ خدا کی مخلوق

میں ان سے بدترین لوگ بھی ہیں مثلاً ابلیس، دیگر شیاطین، منافقین (منافقین میں کفر و شرک کے علاوہ نفاق کا جرم علیحدہ

سے ہے) اسی طرح فرعون و نمرود کہ کفر و شرک کے ساتھ خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا۔

**جواب:** بریۃ بمعنی مخلوق سے مراد اکثر مخلوق ہے اور مقصود اصلی ان کا کافی نفسہ شر میں کامل ہونا ہے نہ یہ کہ مخلوق میں ان



جیسا شری اور بدتر کوئی ہے ہی نہیں۔ (بیان القرآن)

”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۖ“ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلایق ہیں یہاں بھی بہترین خلایق سے مراد اکثر مخلوق خدا سے بہتر ہونا ہے یہ مطلب نہیں کہ تمام مومنین تمام ملائکہ سے بھی افضل ہیں بلکہ خواص مومنین مثلاً انبیائے کرام تمام ملائکہ سے افضل ہیں (یعنی خواص ملائکہ جبریل وغیرہ سے بھی) ”جَزَاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا“ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ (دودھ، شہد اور شراب وغیرہ کی نہریں) ”رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ“ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ دخول جنت کے بعد اہل جنت سے کوئی معصیت تو صادر ہوگی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا، اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے بایں وجہ کہ ان کی تمام تمنائیں پوری ہو چکی ہوں گی۔ ”ذَٰلِكَ لِمَنِ خَشِيَ رَبَّهُ“ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے ذلک کا مشار الیہ الحمد کو رہے یعنی جنت و رضا اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے (اور اسی خشیت و خوف کی وجہ سے وہ ایمان لا کر اعمال صالحہ میں مشغول رہا کہ یہ دخول جنت و حصول رضا کا سبب ہے) خشیت: اس خوف کو کہتے ہیں جو کسی کی انتہائی عظمت و جلال کی وجہ سے پیدا ہو نہ کہ وہ خوف جو کسی دشمن، یاد رندہ یا درندہ صفت انسان سے طبعاً ہوتا ہے۔

### اختیاری مطالعہ

قوله اولئك هم شر البرية: اہل کتاب اور مشرکین کے بدترین مخلوق ہونے پر جو اشکال تھا اس کے روح المعانی میں دیگر جوابات بھی دیئے گئے ہیں مثلاً یہ اعتراض تھا کہ اہل کتاب اور مشرکین سے بدترین ابلیس اور اس کا لشکر اور منافقین بھی ہیں تو جواب یہ ہے کہ بریہ بمعنی مخلوق سے مراد ان اہل کتاب اور مشرکین کے ہم عصر ہیں لہذا وہ ان کے مقابلہ میں بدتر ہیں نہ کہ جمیع مخلوق سے مگر اعتراض ہوگا کہ ان کے زمانہ میں شیاطین بھی تو رہے ہوں گے تو اب جواب دوسرا ہوگا کہ حصر حقیقی نہیں بلکہ حصر اضافی ہے یعنی بہ نسبت مومنین کے یہ لوگ بدتر ہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ یہاں بریہ بمعنی مخلوق سے مراد بشر ہیں لہذا ابلیس اور اس کے لشکر کے شر البریہ ہونے کی نفی نہ ہوگی۔

قوله شر البرية وخیر البرية: شر اسم تفضیل کی اصل آشوز ہے، را کی حرکت شین کو دی اور ہمزہ کو حذف کر دیا، اور را کا راء میں ادغام کر دیا، اسی طرح خیر کو بھی سمجھے، یاد رکھئے کہ خیر اور شر ہر جگہ اسم تفضیل ہو کر ہی استعمال نہیں ہوتے بلکہ کبھی محض اسم ہو کر استعمال ہوتے ہیں، جیسے فمن يعمل مثقال ذرة خیراً یروہ۔ ومن يعمل مثقال ذرة شراً یروہ۔ خیر کا استعمال کبھی شر کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور کبھی ضرر (سختی) کے کفائی قولہ تعالیٰ وانذرمسک اللہ بضراً فلا کاشف لہ وانذرمسک بخیر فهو علی کل شیء قدیر۔

فائدہ: خالدین حال مقدرہ ہوگا اور حال کی اقسام ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۲۹ پر۔

لغات: خالدین ہمیشہ رہنے والے۔ (ن) اسم فاعل جمع مذکر، خَلَدَ (ن) خُلْدًا و خُلُودًا: ہمیشہ رہنا۔ شَرٌّ، خَيْرٌ

کی طرح اسم تفضیل ہے، اور دراصل اَشْرُ اور اَخْتَر ہے مزید تفصیل دراختیاری مطالعہ۔ شَرَّ (ن، س) شَرًّا: شری اور فسادی ہونا، البریۃ مخلوق، جمع البرایا، دراصل بَرِئۃ تھا (ہمزہ کے ساتھ) فَعِیْلۃ صیغہ کھفت بمعنی مفعولہ ہے، ہمزہ کو یاء سے بدل کر یاء کایاء میں ادغام کر دیا، مشتق من البرء، برئ (ف) بَرُّنًا: پیدا کرنا۔ عَذْن (ض) کا مصدر، عَذَن (ض) عَذَنَّا: قیام کرنا، رہائش اختیار کرنا، جَنَّةُ عَذْن، رہائش یا قیام کا باغ، بعض حضرات عَذْن کو علم کہتے ہیں اور بعض جنت کی صفت قرار دیتے ہیں جو علم قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ جنت کے ایک خاص مقام اور درجہ کا نام ہے، امام قرطبی نے لکھا ہے کہ جنتیں سات ہیں، دارالخلد، دارالجلال، دارالسلام، جنت عدن، جنت الماویٰ، جنت نعیم، جنت الفردوس، جو لوگ عَذْن کو صفت قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی اثبات و استقامت کے ہیں لہذا اس اعتبار سے تمام جنتیں جنت عدن ہیں۔ اَبَدًا ہمیشہ، جمع آباد (زمانہ مستقبل غیر محدود کے لئے) رَضِی (س) ماضی واحد مذکر غائب، رَضِیَ عَنْہ (س) رِضًا و رِضًا و رِضًا و مَرْضَاة: کسی سے خوش ہونا۔ خَشِی (س) ماضی واحد مذکر غائب، خَشِی (س) خَشِیۃ: ڈرنا۔

**ترکیب** اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْہَا... (کلام مستأنف مسوق للشروع فی بیان مقرّ الاشقیاء و جزاء الشّعداء) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول کفروا فعل واو ضمیر ذوالحال من جارہ اهل الکتاب مضاف مع مضاف الیہ معطوف علیہ واو حرف عطف المشرکین معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائنین مخذوف کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر اسم ان، فی جار ہذا جہنم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ساکنون یا محرقون یا کائنون مخذوف کے متعلق، اور اس کے اندر ضمیر ذوالحال خالدین فیہا (فیہا متعلق خالدین صیغہ اسم فاعل کے) کائنون کی ضمیر سے حال مقدرہ، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الشَّرُّ الْبَرِیۃ..... اُولٰٓئِکَ مبتدأ ہم ضمیر فصل بشر البریۃ مرکب اضافی خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (لا محل لہا، استینافیہ) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمُ خَیْرُ الْبَرِیۃ..... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ معطوف و معطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے اسم ان، اُولٰٓئِکَ مبتدأ ہم ضمیر فصل، خیر البریۃ مرکب اضافی خبر، مبتدأ مع خبر کے جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّہُمْ

۱۔ قولہ ہم دوسری ترکیب یہ ہے کہ یہ ضمیر مبتدأ اور ما بعد خبر، مبتدأ مع خبر کے خبر مبتدأ اول کی، قولہ اُولٰٓئِکَ ہم شر البریۃ یہ جملہ تعلیلیہ بھی ہو سکتا ہے یعنی ان لوگوں کے خلود فی النار کی تعلیل۔ اور ان حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے۔



جَنَّتْ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ..... جزائهم مرکب اضافی ہو کر مبتداء، عند ربهم مرکب اضافی ہو کر ظرف ہے جزا مصدر کا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ، تفسیر مظہری) جَنَّتْ عَدْنٌ مرکب اضافی ہو کر ذوالحال اسم تَجْرِي فعل من تحتہا اس کے متعلق الانہار فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، خالدین فیہا ابدًا ..... خالدین صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہم فاعل، ابدًا اس کا ظرف (ظرف زمان) خالدین کا عامل محذوف ہے آئی دَخَلُوہَا، خالدین صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر شبہ جملہ ہو کر حال مقدرہ ہے دَخَلُو کی ضمیر فاعل سے مل کر

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ..... رَضِيَ فعل، اللہ فاعل عَنْهُمْ متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف رَضُوا فعل با فاعل عنہ متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا (استیناف نحوی و اخبار عما تفضل عزوجل بہ زیادۃ علی ما ذکر من اجزیۃ اعمالہم، روح المعانی) ذَلِکَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّہُ ..... ذَلِکَ (ای المذکور من الجزاء والرضاء) مبتداء لام جارہ من اسم موصول خَشِيَ فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، رَبَّہُ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابت کے متعلق ہو کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

## سورۃ الزلزال مدنیۃ

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۖ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۖ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی • اور زمین اپنے بوجہ باہر نکال پھینکے گی • اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا •

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۚ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۚ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا

اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی • اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا • اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس ہوں گے

۱۔ عند ربهم کسی محذوف کا ظرف ہو کر جزاء سے اور ہم ضمیر سے اور جنات سے حال بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۲۔ ذوالحال معروف ہوتا ہے یا نکرہ مخصصہ، لہذا جنات کی اضافت علم (عدن) کی طرف ہونے کی بناء پر اس میں تعریف آگئی، یا اگر عدن اسم جنس ہے تو اس میں تخصیص آگئی (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

۳۔ خالدین الخ کو جزائہم کی ہم ضمیر سے حال قرار دیئے جانے کو اعراب القرآن میں منع لکھا ہے اور تفسیر مظہری میں جائز لکھا ہے۔

۴۔ قولہ رَضِيَ اللہ الخ یہ اولئکہ مبتداء کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے، نیز ان حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے، اس وقت جزائہم الخ جملہ معترضہ ہوگا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) روح المعانی میں ہے کہ ویجوز ان یکون بیانا لمن یقول آلہم فوق ذلک امر آخر ویجوز ان یکون دعاء لہم من ربہم وهو خلاف الظاہر یعنی اس کا جملہ دعائیہ ہونا خلاف ظاہر ہے (روح المعانی)

أَعْمَالُهُمْ ۖ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۖ

تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں • سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا • اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا •

**دیکھ** والضحیٰ میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے وقوع قیامت اور اس میں جزا و سزا کا اعتقاد بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔ بالفاظ مختصر سورت سابقہ میں جزائے فریقین کا ذکر تھا اس سورت میں وقت جزا کا ذکر ہے۔

**تشریح** شروع آیات میں وقوع قیامت اور اس کے احوال کو بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ ”اِذَا زُلْزِلَتِ

الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا“ جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی ”سخت جنبش“ مفعول مطلق یعنی زلزال کا

ترجمہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شانہ ساری زمین کو نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالے گا (اس زلزلہ

کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ زلزلہ نفع اولیٰ سے پہلے دنیا میں واقع ہوگا یا نفع ثانیہ کے بعد جب مردے زندہ ہو کر

زمین سے اٹھیں گے، اس سورت میں جو آگے احوال قیامت اور حساب کتاب کا ذکر ہے وہ قرینہ اس بات کا ہے کہ

یہاں نفع ثانیہ کے بعد کا زلزلہ مراد ہے، اور اس زلزلہ جھٹکے سے پہاڑ وغیرہ سب گر کر زمین کے برابر ہو جائیں گے تاکہ

محشر کا میدان بالکل ہموار اور صاف ہو جائے۔ ”وَاُخْرِجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا“ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال

پھینکے گی بوجھ سے مراد دفنہ یعنی سونا چاندی اور مردے ہیں، اور کیفیت یہ ہوگی کہ کوئی بھی اس مال و زر کی طرف ذرا بھی

توجہ نہ کرے گا بلکہ کفِ افسوس ملے گا کہ اس بے حیثیت مال و زر کی وجہ سے میں نے فلاں کو قتل کیا تھا، فلاں سے قطع

تعلق کیا تھا، فلاں پر ظلم کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ”وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا“ اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا یعنی کافر

آدمی بوجہ تعجب اس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا کہ یہ اس طرح ہل رہی ہے اور سب دفنہ باہر آرہے ہیں، آگے

جواب شرط ہے یعنی ”يَوْمَئِذٍ تُخْبِرُهَا“ بِأَنَّ رَبَّكَ اَوْسٰى لَهَا“ اس روز زمین اپنی سب خبریں

بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا یعنی اچھی بری سب خبریں، مثلاً کہے گی کہ

فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی، فلاں نے فلاں کو ناحق قتل کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔

**فائدہ** زمین اگرچہ بے زبان ہے مگر خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اس کو زبان و عقل عطا فرمادے گا جیسا کہ حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے (چنانچہ درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا، بتوں کا کلمہ پڑھنا، کنکریوں کا کلمہ

پڑھنا، ستون حنانہ کا آہ و بکا کرنا احادیث سے ثابت ہے)

”يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۖ“ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس

ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔ اشتات، شت کی جمع ہے بمعنی مختلف و متفرق، مطلب یہ ہے کہ لوگ باگ موقف

حساب سے جب لوٹیں گے یعنی حساب سے فارغ ہو کر تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی قرار پا کر جنت اور دوزخ کی

طرف چلی جائیں گی تاکہ ان کو ان کے اعمال یعنی ثمرات اعمال دکھلا دیئے جائیں، (اعمال بولا اور مراد اعمال کے ثمرات



ہیں لہذا سب بول کر مسبب مراد ہے) ”فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ“ سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا یعنی جو شخص دنیا میں ادنیٰ درجہ یعنی ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو آخرت میں دیکھ لے گا، بشرطیکہ وہ نیک کام ایمان کی حالت میں کیا ہو، لہذا اگر کوئی کافر بھلا کام کر لے تو اگرچہ اس کو دنیا میں اس کا صلہ دے دیا جائے گا مگر آخرت میں اس کو اس بھلے کام پر کوئی اجر نہیں ملے گا (اور اگر کسی ایمان والے نے کچھ اچھے اعمال کئے اور کچھ برے اعمال، تو وہ بالآخر ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال لیا جائے گا اور مذکورہ آیت کے وعدہ کے مطابق اس کو اس کے نیک عمل کا بدلہ ضرور ملے گا اور اگر مومن نے کوئی نیکی کا کام نہیں کیا تو خود ایمان بہت بڑی نیکی ہے وہ اس کا صلہ ضرور پائے گا۔ ”وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ“ اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا یعنی آخرت میں اس کی سزا بھگتے گا، (یعنی وہ بدی اور شر جس کی اپنی زندگی میں توبہ نہ کی ہو، اور اگر توبہ سے وہ گناہ معاف ہو گیا تو اب وہ گناہ گناہ نہیں رہا) یا ارحم الراحمین ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرماتا۔ آمین ثم آمین

یارب میری ہستی پر کچھ خاص کرم فرما ☆ بخشے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرما

### اختیاری مطالعہ

**مرتد کے نیک عمل** اگر نیکی کے کام کر کے ان کو فدا کر دیا یعنی وہ مرتد ہو گیا تو اس کے بارے میں آیت قرآن ہے: وَمَنْ يَوَدِّعْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَمِثْقَ كَالِيزِ فَاُولَئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاُولَئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے پھر کافر بنی ہونے کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا و آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں، اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں اور یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (دنیا میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں، حالت اسلام میں نماز روزہ جو کچھ کیا تھا سب کالعدم ہو جاتا ہے۔ اگر یہ شخص پھر مسلمان ہو جائے تو صرف اس اسلام کے بعد کے اعمال حسنہ کی جزا پائے گا نہ کہ پہلے اعمال حسنہ کی، امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک ہے چنانچہ اگر یہ حج کر چکا تھا تو اب اسلام قبول کرنے کے بعد امام صاحبؒ دوبارہ حج کو فرض کہتے ہیں، امام شافعیؒ دونوں باتوں میں اختلاف کرتے ہیں۔

**مسئلہ:** اگر کوئی ابتداء سے ہی کافر ہے نہ کہ مرتد، اور کوئی نیک کام کر لے تو اس کا ثواب معلق رہتا ہے اگر کبھی اسلام لے آیا تو سب اعمال حسنہ پر ثواب ملتا ہے اور اگر کفر پر مر گیا تو سب بیکار ہو جاتا ہے، حدیث اَسْلَفَتْ عَلٰی مَا اَسْلَفْتُ مِنْ خَيْرِ اَمْرِی میں وارد ہے، غرض مرتد کی حالت کافر اصلی سے بدتر ہے اسی وجہ سے کافر اصلی سے جزیہ قبول ہو سکتا ہے، اور مرتد اگر اسلام نہ لائے تو اگر مرد ہے قتل کر دیا جاتا ہے اور اگر عورت ہے تو جیس دوا کی سزا دی جاتی ہے کیوں کہ مرتد نے اپنے فعل سے اسلام کی توہین کی ہے۔ (بیان القرآن)

**ملاحظہ:** اگر کوئی کافر کفر پر مر گیا تو اس کے بھلے اعمال کے بیکار و ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال اس کو دائمی عذاب سے نجات نہ دلا سکیں گے ہاں احادیث صحیحہ سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسکے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی، چنانچہ ابو طالب کے عذاب میں تخفیف نبی اکرم ﷺ کی حمایت کی وجہ سے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور آیت لَا يَخَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ سے مراد

عذاب کفر ہے کہ اس میں تخفیف نہ ہوگی اور جس تخفیف کا اوپر ذکر ہوا وہ اعمال کفر کے عذاب سے متعلق ہے، یعنی ایک ہے نفس عذاب جو بوجہ کفر ہوگا اور ایک ہے شدت عذاب جو بوجہ اعمال کفریہ ہوگا تو نفس عذاب میں تخفیف نہ ہوگی کہ عذاب سے خلاصی ہو جائے اور جنت رسید کر دیا جائے۔

**لغات** زُلْزِلَتْ باب فَعْلَلَة (رباعی مجرد) سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، زُلْزَلَهُ زُلْزَلَةً وَزِلْزَالًا: ہلاؤنا، زِلْزَلًا (س) زِلْزَالًا پریشان ہونا۔ زِلْزَال مصدر از فعل لہ۔ اَثْقَالَ واحد ثَقُلَ بوجہ (مراد دینے اور مردے) تَحْدِثُ (تفعلیل) مضارع واحد مؤنث غائب، بمعنی بیان کرنا۔ اَخْبَار واحد خَبَر۔ اَوْخَى (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَوْخَى اليه و لہ یحی (ض) وَحْيًا: حکم دینا، اشارہ کرنا۔ يَصْدُرُ مضارع واحد مذکر غائب صَدَرَ عَنْهُ (ن) صَدْرًا: واپس ہونا، لوٹنا۔ النَّاسُ (متر فی سورۃ المطففین) اَشْتَاتًا: واحد شَتَّ و شَتَات، مختلف، متفرق۔ لِيَزُولُوا (افعال) مضارع مجہول جمع مذکر غائب (دیکھئے فَاَرَاهَ الْآيَةَ الْكُبْرَى سورۃ النازعات) مِثْقَالَ بمعنی برابر، جمع مثاقیل۔ (مثقال یہاں بطور اسم آلہ مستعمل نہیں بلکہ بطور اسم مستعمل ہے) ذَرَّة ریت کا ذرہ، (۲) چھوٹی چوٹی، جمع ذرات (مراد قلت کو بیان کرنا ہے) خَيَّرَ اسم (دیکھئے سورۃ الاعلیٰ) يَزِي (ف) مضارع مجزوم واحد مذکر غائب، بمعنی دیکھنا۔ شَرَّ برائی، جمع شرور۔ (خیراً و شراً دونوں یہاں بطور اسم تفضیل مستعمل نہیں بلکہ بطور اسم مستعمل ہیں)

**ترکیب** اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأُخْرِجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا... اِذَا ظرفیہ مضاف من بمعنی الشرط، زُلْزِلَتْ فعل مجہول الارض نائب فاعل، زِلْزَالُهَا مرکب اضافی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اُخْرِجَتِ الارض فعل، معہ فاعل (اخراج کی نسبت زمین کی طرف مجازاً ہے کیونکہ مخرج حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں) اَثْقَالُهَا مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف قَالَ الْإِنْسَانُ فعل اپنے فاعل سے مل کر قول کا اسم استفہام مبتدأ لہا ثابت محذوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہے اپنے جواب تحدیث کا، یومئذ تحدیث اخبار رہا بَأَنَّ رَبَّكَ اَوْخَى لَهَا، یومئذ تبدیل ہے، حَدَّثَ الْاُمَمُ (ن) خَلْقًا: پیش آنا، واقع ہونا، پیدا ہونا۔

۱۔ ہونہ وقال الانسان الخ انسان میں دخول ہیں (۱) انسان اسم جنس ہے اس سے مراد مومن اور کافر دونوں ہیں ای المؤمن يقول ذلك بطريق الاستعظام والكافر بطريق التعجب، ای يقول المؤمن لئنا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے صرف کافر انسان مراد ہے۔ (تفہیم القرآن، ارباب القرآن)

۲۔ یومئذ کی تین جملہ کے عوض میں ہے ای یومئذ تزلزل الارض وتخرج الاربض اثقالها ويقول الانسان مالها، لفظ اذ کا ذال اور حوین (جو کہوں ساکن کے علم میں ہوتی ہے) دونوں ساکن ہیں لہذا ذال کو کسرہ دیدیا۔



اِذَا زُلْزِلَتِ الرَّحْیَ (تفسیر مظہری) (مبدل منہ یعنی اذا اور بدل یعنی یومئذ کا عامل تُحدث ہے) مُتَحَدِّثُ فعل، ضمیر فاعل اَخْبَارَہَا مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ ثانی، (اور مفعول بہ اول محذوف ہے آی الخلق) با حرف جر آن رَبَّكَ اوْخِی لہا جملہ اسمیہ بتاویل مفرد ہو کر مجرور (لہا متعلق اوْخِی کے، واللہ لام بمعنی الی اور بجائے الی کے لام کو رعایت فواصل کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے، لیکن روح المعانی میں ہے کہ اوْخِی کا صلہ لام بھی آتا ہے) جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا تُحَدِّثُ کے، تحدث (جو کہ بمنزلہ جزا کے ہے) اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق اور ظرف (اذا زلزلت الرَّحْیَ) سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

یَوْمَئِذٍ یَّصْذُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِیُرَوْا اَعْمَالُہُمْ..... یومئذ اپنے مابعد یَصْذُرُ کا ظرف لَمْ یَصْذُرُ فعل النَّاسُ ذوالحال اشتاتاً حال، آی متفرقین بحسب طبقاتہم ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، لام برائے تعلیل یُرَوْا فعل مجہول، واو ضمیر نائب فاعل (جو کہ بمنزلہ مفعول اول ہے) اَعْمَالُہُمْ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، ای جزاء اَعْمَالُہُمْ سے مل کر اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا یَصْذُرُ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ (لا محل لہا، استینافیہ) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ... فاعاطفہ تفریعیہ (اعراب القرآن) مَنْ اسم شرط مبتدأ، یَعْمَلْ فعل شرط، ضمیر ہو مستتر فاعل، مِثْقَالَ ذَرَّةٍ لَمْ یَعْمَلْ مرکب اضافی ہو کر میز یا مبدل منہ، خَيْرًا تمیز یا بدل، میز اپنی تمیز سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط، یَرَهُ فعل مجزوم، ضمیر ہو فاعل ہا، ضمیر مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط اپنی جزا سے مل کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ..... واو حرف عطف مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا حَسْبُ سَابِقِ تَرْکِیْبِ ہو کر معطوف (یَرَهُ ای یبزی جزائہ) معطوف علیہ اول اپنے دونوں معطوفوں سے مل ملا کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (روح المعانی میں ہے کہ فَمَنْ یَّعْمَلْ الرَّحْیَ ماقبل لَیُرَوْا کی تفصیل ہے، لہذا اس صورت میں تفصیلیہ ہوگا)

۱۔ قولہ اِذَا زُلْزِلَتِ الرَّحْیَ ایک ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ اذ کو محذوف کا مفعول بہ ہو آی اذ کُرْ ذَلِکَ الْوَقْتُ یَا حَشْرُونَ محذوف کا ظرف ہو۔  
۲۔ قولہ یومئذ اپنے ماقبل یومئذ سے بدل بھی ہو سکتا ہے اور یومئذ اول کی تاکید بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)  
۳۔ قولہ لَیُرَوْا الرَّوْیَ ہنہنا بصریۃً وَلِذَلِکَ غَدِیْتُ اِلَیْ اِثْنِیْنِ لَا اَزِیْ رَتَعْدِیْ اِلَیْ ثَلَاثٍ، لَیُرَوْا، اوْخِی کے متعلق بھی ہو سکتا ہے، اور درمیان جملہ معترضہ۔ (روح المعانی)

۴۔ قولہ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ تمیز کے بعض احکام، تمیز دو قسم پر ہے (۱) تمیز مفرد سے ہو یعنی اس کا میز ملحوظ ہو، عدد ہو یا وزن ہو یا کیل ہو یا مساحت ہو یا مقیاس ہو اور اس قسم میں تمیز منصوب ہوگی، نیز میں جارہ داخل کر کے تمیز مجرور بھی ہو سکتی ہے جیسے اشتریت صاعاً من تمی، نیز مجرور بالاضافہ ہونا بھی درست ہے، جیسے اشتریت صاعاً من تمی، البتہ عدد کی تمیز منصوب ہی ہوگی، دوسری قسم یہ ہے کہ تمیز جملہ سے ہو یعنی اس کا میز جملہ کے معنی سے ملحوظ و معلوم ہو اور یہ قسم منصوب ہی ہوگی جیسے وَفَجَوْنَا الْاَرْضَ عِیُونًا (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ)

## سورۃ العنیدت

مکیہ

وَالْعُنْدِیَّتِ صُبْحًا ۝۱ فَالْمُؤْرِیَّتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِیْزِیَّتِ صُبْحًا ۝۳ فَآثَرُنْ بِهِ نَقْعًا ۝۴

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں • پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں • پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں • پھر اس وقت غبار اڑاتے

فَوْسَطُنْ بِهِ جَمْعًا ۝۵ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝۶ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۝۷

ہیں • پھر اس وقت جماعت میں جاگتے ہیں • بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے • اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے •

وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝۸

اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے •

**ترجمہ** والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اعمال قبیحہ سے بچنا ہے اس سورت میں اس کی مذمت اور اس پر جزا کا مرتب ہونا مذکور ہے۔ (مثلاً ناشکری و حب مال جیسے اعمال قبیحہ)

**تشریح** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے میدان جنگ میں کام آنے والے گھوڑوں کی چند صفات بیان کی اور ان کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ بے شک انسان (حضرت تھانویؒ نے کافر انسان مراد لیا ہے) اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، واضح رہے کہ مخلوق کے لیے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں، یہ اللہ کی خصوصیت ہے کہ اپنی مخلوق میں سے مختلف چیزوں کی قسم کھا کر خاص احکام و واقعات بیان فرماتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ”وَالْعُنْدِیَّتِ صُبْحًا“ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں عادیات، عَدُو سے مشتق ہے جس کے معنی دوڑنے کے ہیں، جمہور کے نزدیک جنگی گھوڑے مراد ہیں، بعض کے نزدیک اونٹ مراد ہیں، اور صُبْحًا کے معنی اس خاص آواز کے ہیں جو گھوڑے کے دوڑنے کے وقت اس کے جَوَف یعنی پیٹ سے نکلتی ہے، یعنی تیز رفتاری کی وجہ سے ان کے پیٹ سے آواز نکلنے لگتی ہے جس کو سانس پھولنا اور سانس چڑھنا بھی کہتے ہیں۔ ”فَالْمُؤْرِیَّتِ قَدْحًا“ پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں یعنی وہ گھوڑے پتھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ مُؤْرِیَّتَاتُ بِإِزَاءِ (باب افعال) سے مشتق ہے جس کے معنی آگ نکالنے کے ہیں اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کی ٹاپوں یعنی پیروں کی رگڑ سے چنگاریاں نکلتی ہیں جیسا کہ دیا سلائی کو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے، اور قَدْحُ کے معنی ہے ٹاپ مارنا۔ (یعنی جب گھوڑا پتھریلی زمین پر تیزی سے دوڑتا ہے تو خصوصاً جب کہ اس کے پیر میں آہنی لوہے کی لعل ہو تو ٹکراؤ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہے) ”فَالْمُغِیْزِیَّتِ صُبْحًا“ پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں یعنی وہ گھوڑے صبح کے وقت دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور چھاپہ مارتے ہیں (مُغِیْزَاتُ بِإِغَارَةٍ سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کرنے کے ہیں



اور حملہ کرنے کی نسبت گھوڑوں کی طرف مجازاً ہے ورنہ حملہ تو گھوڑے والے کرتے ہیں۔ اور صبح کے وقت کی تخصیص بیانِ عادت کے طور پر ہے کیوں کہ اہل عرب اظہارِ شجاعت کی بناء پر رات کی اندھیری میں چھاپہ مارنے کو معیوب سمجھتے تھے، اس لیے صبح کے وقت حملہ کیا کرتے تھے۔ ”فَأَثَرُنَ بِهِ نَقْعًا“ پھر وہ گھوڑے اس وقت یعنی صبح میں غبار اڑاتے ہیں نَقْعُ کے معنی غبار کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت میں غبار اڑنا گھوڑوں کے زیادہ تیز دوڑنے کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ یہ وقت غبار اڑنے کا نہیں ہوتا، کسی سخت دوڑ ہی کی وجہ سے اس وقت غبار اڑ سکتا ہے، ”فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا“ پھر اس وقت صبح میں جماعت میں جا گھستے ہیں یعنی وہ گھوڑے بے خوف و خطر دشمنوں کی جماعت اور ان کی صفوں میں جا گھستے ہیں، آگے جواب قسم ہے۔ ”إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ“ بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ کہ ایک گھوڑے کے برابر بھی وفا نہیں کرتا ”وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ“ اور اس کو خود بھی اس کی (یعنی ناشکری کی) خبر ہے۔ یعنی کبھی تو انسان ابتداء ہی میں اور کبھی کچھ غور و فکر کے بعد اپنی ناشکری کا احساس کر لیتا ہے (ظاہر ہے کہ ایک طرف سے تو انعامات کی بارش اور دوسری طرف انسان کے قول و فعل سے اس کی ناشکری اور عدم اطاعت تو انسان کو اپنی اس حرکت کا احساس ضرور ہوگا۔

میری خو خطا تیری جو عطا ☆ نہ وہ مجھ میں کم نہ یہ تجھ میں کم

”وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ“ اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے یعنی مال و دولت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور یہی اس کی ناشکری کا سبب ہے (مال کی محبت فی نفسہ کوئی امر قبیح نہیں ہے، لیکن اگر مال کے چکر میں پڑ کر احکامِ خداوندی سے غافل ہو جائے اور حلال و حرام کی پرواہ نہ کرے تو اب مال کی یہ حرص مذموم ہے۔ (لحِبِّ الْخَيْرِ) فی حب الخیر)

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | قرآن کریم جس چیز کی قسم کھا کر کوئی مضمون بیان کرتا ہے تو اس چیز کو اس مضمون کے ثبوت میں دخل ہوتا ہے، اور یہ چیز گویا اس مضمون کی شہادت دیتی ہے، جواب قسم یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے اور قسم جنگی گھوڑوں کی کھائی گئی اور جنگ و جدل کا سبب بھی ایک فریق کی کنودیت اور ناشکری ہوتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جنگی گھوڑوں کی خدمات کا ذکر کرنا اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ گھوڑا محض اس وجہ سے کہ اس کا مالک اس کو گھاس اور تھوڑا سادانہ کھلا دیتا ہے اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتا ہے، اور گھمسان کی لڑائی میں اور گولیوں کی بارش میں کود پڑتا ہے حالانکہ انسان نے اس گھوڑے کو پیدا نہیں کیا، صرف تھوڑی سی دیکھ بھال رکھتا ہے، اس کے بالمقابل انسان کو دیکھتے جو قطرہٴ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے وہ کس قدر ناشکرا ہے کہ وہ اپنے مالک حقیقی ہی کو بھول بیٹھا۔

### اختیاری مطالعہ

قوله إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ: انسان میں الف لام جنسی ہے مگر جنس انسان مراد نہیں۔ یعنی کافر و مومن سب مراد نہیں، بلکہ

جنس انسان کے بعض افراد مراد ہیں۔ یعنی کفار، دیگر بعض افراد اس کنودیت سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ ارشاد باری ہے وقلیل من عبادی الشکور (میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں) لہذا ناشکری وحب مال یہ دونوں خصلتیں دراصل کافر کی ہیں اور اگر کسی مسلمان میں بھی خدا نخواستہ یہ خصلتیں پائی جائیں تو اسے ان سے باز آ جانا چاہیے۔ (روح المعانی)

**لغات** العادیات (ن) اسم فاعل جمع مؤنث، العادیۃ کی جمع، دراصل العادیات ہے، مشتق من العذوای تجری بسرعة مثل العدو، واو اپنے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی۔ (روح المعانی) عدا (ن) عذوا وعذوانا وعذوا: دوڑنا، (راہ خدا میں مجاہدین کے تیز رفتار گھوڑے مراد ہیں) صُبْحًا باب فتح کا مصدر، ہانپنا، دوڑنے کی حالت میں گھوڑے کا جوف سے آواز نکالنا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جانوروں میں سوائے گھوڑے، کتے اور لومڑی کے ہانپنے کی آواز کسی اور جانور کی نہیں ہوتی (مظہری) الموریات باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث (پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالنے والے گھوڑے) اوزی اثرأ: آگ نکالنا، وزی (ض) وریثا وریثہ: آگ نکالنا۔ قَدْحًا باب فتح کا مصدر، ٹاپ مارنا، قَدْح بالزَّئِد، چقماق سے آگ نکالنا (گھوڑوں کا نعل دار ٹاپوں کو پتھریلی زمین پر مارنا) المَغِيرَات باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث، اَغَارَ اِغَارَةً: تاخت تاراج یعنی حملہ کرنا، چھاپہ مارنا۔ حملہ آور ہونا اصحاب الخیل کی صفت ہے، لہذا گھوڑوں کی طرف نسبت ہونا یا تو مجازاً ہے یا عبارت بتقدیر مضاف ہے والاصل فالمغیر اصحابہا۔ (روح المعانی) صُبْحًا دن کا ابتدائی حصہ، جمع اَصْبَاح۔ اَثَرًا (افعال) ماضی جمع مؤنث غائب، اَثَارًا اِثَارَةً: اٹھانا، اڑانا، ثَارَ الغُبَارُ (ن) ثَوْرًا: گرد اڑنا۔ دراصل اَثَوْرًا تھا، واو کی حرکت ماقبل کو دیدی، اور واو دراصل متحرک تھا اور اب ماقبل مفتوح اس لئے واو کو الف سے بدل دیا، پھر الف بوجہ اجتماع ساکنین گر گیا۔ نَقَعًا غبار، جمع نِقَاع و نَقْع۔ وَسَطُنَ (ض) ماضی جمع مؤنث غائب، وَسَطَ الشَّيْءِ (ض) وَسَطًا وَسِطَةً: درمیان میں گھسنا۔ جَمْعًا بمعنی جماعت، جمع جُمُوع۔ كُنُودًا اسم مبالغہ، بڑا ناشکرا، كَنَدَ (ن) كُنُودًا: ناشکری کرنا۔ شَهِيدٌ بروزن فعیل صفت مشبہ، بمعنی فاعل ہے خبر رکھنے والا، شَهِيدٌ شَهِودًا حاضر ہونا، اور کسی چیز کے پاس حاضر ہونا گویا اس کو جاننا اور اس کی خبر رکھنا ہے اس لیے شَهِيدٌ کا ترجمہ ہے خبر رکھنے والا۔ وفي الروح فالشهادة بلسان الحال الذي هو افصح من لسان المقال، وقيل هي بلسان المقال لكن في الآخرة، وقيل شهيدٌ من الشهود لا من الشهادة بمعنی انه كفور مع علمه بكفره، صَبَتْ بمعنی محبت، باب سمع کا مصدر، محبوب و پسندیدہ ہونا۔ الخیر یہاں مراد مال ہے (مزید تحقیق سورۃ الاعلیٰ میں) شَهِيدٌ مضبوط، (مَرْفُی سورۃ البروج)

**ترکیب** وَالْعَدِيَّتِ صُبْحًا فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا فَالْمَغِيرَاتِ صُبْحًا فَأَثَرًا بِهِ نَقَعًا فَوْسَطُنَ بِهِ جَمْعًا..... واو حرف قسم وجر العادیات صیغہ اسم فاعل، ضمیر هن مستتر ذوالحال، صُبْحًا فعل محذوف يَضْبَحْنَ کا مفعول مطلق،



يَضْبَحْنَ جملہ ہو کر حال، از ضمیر عادیۃ لہذا وال حال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، فاعل عطف الموریت صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہن ذوالحال قدحھا فعل محذوف یضدحْنَ کا مفعول مطلق، پھر مکمل جملہ حال از ضمیر الموریات، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعل عطف المغيرات صیغہ اسم فاعل ضمیر ہن فاعل، ضبَحْھا مفعول فیہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور طرف سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعل عطف المغيرات فعل جمع مؤنث، ضمیر ہن فاعل، بہ متعلق اَثَرْنَ کے (بہ ای بالوادی وهو مکان العدو، وقيل يعودُ على الصبح والباء في كل من التفسيرين بمعنى في) نَقَعَا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف (اَثَرْنَ کا عطف المغيرات پر ہے کیونکہ وہ الف لام کے لئے بمنزلہ صلہ کے ہے ای فاللاتی اغرَنَ فَاَثَرْنَ اسی طرح العادیۃ اور الموریات بمعنی اللاتی عدوَنَ فاوَرَيْنَ ہے لہذا اس اعتبار سے عطف الفعل علی الفعل ہو گیا (لاکل لہا) فاعل عطف وسَطْنِ فعل، ضمیر ہن فاعل، بہ اس کے متعلق (والضمیر يعودُ على الصبح او على النقع) جمعا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل محذوف اَقْسِمُ کے، اس میں ضمیر اکمل فاعل پھر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قسم، اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ..... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الانسان اسم لربہ اپنے مابعد کنود صیغہ اسم مبالغہ کے متعلق، (واللام غیر مانعہ من ذلك التعلق، وقدم للفاصلة وقيل للتخصيص على سبيل المبالغة، روح المعاني) لام مزحلقة کنود صیغہ اسم مبالغہ اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، (لاکل لہا) وَاِنَّهٗ عَلَىٰ ذٰلِكَ لَشَهِيدٌ..... واو حرف عطف اِنَّهٗ حرف مشبہ بالفعل مع اسم، عَلَىٰ ذٰلِكَ (ای علی کنودہ) جار مجرور متعلق مقدم شہید کے، لام مزحلقة شہید صیغہ صفت، ضمیر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف علیہ معطوف، وَاِنَّهٗ لَحَبِطِ الْخَيْْرِ لَشَدِيدٌ..... واو حرف عطف اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر ہا اس کا اسم، لام حرف جر حب الخیر مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق مقدم ہوا شہید کے، لام مزحلقة شہید صیغہ صفت، ضمیر فاعل، پھر شبہ جملہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر جواب قسم۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۖ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۖ اِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ

کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں • اور آشکارا ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے • ہے حکم ان کا پروردگار ا۔ ہو وہ ضبَحْھا، ضبَحْھا مصدر بمعنی ضابحات ہو کر بھی حال ہو سکتا ہے از ضمیر عادیۃ، نیز العادیۃ کا مفعول مطلق بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ معنی میں دونوں شریک ہیں لان الضبیح لا یكون الا مع العدو اور یہی سب ترکیبیں قدحھا میں بھی ہو سکتی ہیں، اور ضبَحْھا سے پہلے یضبحن اور تضحیج دونوں لائے جاسکتے ہیں، اور ضبَحْھا دوڑتے وقت گھوڑوں کے سانس کی آواز کو کہتے ہیں۔

## يَوْمَ مِيزِ لَخَبِيرٍ ⑩

ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے •

**تشریح** ماقبل میں یہ بیان تھا کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، تو اب ان آیات میں حسب مال و ناشکری پر وعید ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ⑪ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ⑫“ کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جائیں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے۔ قاعطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے آئی أَيْفَعْلُ الْقَبَائِعِ فَلَا يَعْلَمُ الخ یعنی وہ ایسی ایسی قبیح حرکتیں کرتا ہے تو کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں کہ جب قبروں کے سب مردے زندہ کئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے ظاہر ہو جائے گا اور کوئی چیز چھپی نہ رہے گی، اور چوں کہ رب العالمین ہر ایک کے حال سے باخبر ہے اس لیے ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا، اس لیے عقلمند کا کام یہ ہے کہ ناشکری و حب مال سے باز آجائے۔ ”إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ⑬“ بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے لہذا لوگوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے گا۔

**فائدہ** اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے ہر وقت باخبر ہے مگر چوں کہ آخرت میں جزا و سزا کا وقوع ہوگا اس لیے إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ⑬ میں یَوْمَئِذٍ کی قید لگادی کہ ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

## اختیاری مطالعہ

**قوله** إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ: ما سے مراد انسان ہیں حالاں کہ ما کا استعمال غیر ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے، اور مَنْ کا استعمال ذوالعقول کے لیے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ چوں کہ اگلی آیت حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ میں ما ہے تو اس کی مناسبت کی وجہ سے ما فی القیور میں بھی ما استعمال کر لیا گیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ چوں کہ ما فی القیور میں ما کا مصداق مردے ہیں اور مردے عقلاء کے مرتبہ میں نہیں ہوتے، بلکہ وہ جنادات کی طرح بے عقل ہوتے ہیں۔ (روح، مظہری)

طلبہ عزیز یہ یاد رکھیں مَنْ اور ما میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں، البتہ ما بمعنی مَنْ کثیر الاستعمال ہے۔

**لغات** بُعْثِرَ رباعی مجرد باب فعللہ سے ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، بمعنی اٹھانا، زندہ کرنا، الٹ پلٹ کرنا۔ حُصِّلَ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، بمعنی ظاہر کرنا، حاصل کرنا، حَصَلَ (ن) حُصُولًا: حاصل ہونا۔ الصُّدُور واحد الصُّدُور سینہ۔ خَبِيرٌ باخبر، اللہ کا اسم صفت، صفت مشبہ، خَبَرَ الشَّيْءَ (ن، ک) خَبَرًا حقیقت حال سے پوری طرح باخبر ہونا۔

**ترکیب** أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ... ہمزہ برائے استفہام انکاری، فا عاطفہ اور معطوف علیہ محذوف ہے آئی أَيْفَعْلُ الْقَبَائِعِ فَلَا يَعْلَمُ الخ، یَعْلَمُ فعل، ضمیر فاعل، إِذَا بمعنی وقت



مضاف، مجرد عن الشرط، يُعَذِّدُ مَا فِي الْقُبُورِ جملہ ہو کر معطوف علیہ (ما اسم موصول فی القبور ثبت کے متعلق ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے نائب فاعل) وَاَوْعَاطِفَهُ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ جملہ ہو کر معطوف (ما فی الصدر حسب سابق اسم موصول مع صلہ ہو کر نائب فاعل) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر یَعْلَمُ کا مفعول بہ (روح المعانی میں ہے وقیل ان اذا مفعول بہ لیعلم علی معنی افلا یعلم ذلک الوقت واضح رہے کہ جب علم معرفت کے معنی میں ہو تو علم کے لئے ایک مفعول بہ کافی ہے) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ (یفعل القبانح) اپنے معطوف سے مل کر جملہ متانفہ لَمْ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ..... اِنَّ حَرْفِ مشبہ بالفعل رَبَّهُمْ (ای المبعوثین) مرکب اضافی ہو کر اسم اِنَّ، بہم اور یومئذی دونوں متعلق مقدم خبیروں کے، لام مزحلہ برائے تاکید، خبیروں صیغہ صفت، ضمیر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم اور ظرف مقدم سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

## سورۃ القارۃ مکیہ

الْقَارِعَةُ ۱ مَا الْقَارِعَةُ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۳ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیسی ہے وہ کھڑکھڑائی والی چیز • اور آپکو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز • جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو

الْمَبْتُوثِ ۴ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۵ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۶

جاویں گے • اور پہاڑ دھکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جاویں گے • پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا •

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۷ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۸ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۹ وَمَا أَدْرَاكَ

وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا • اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا • اس کا ٹھکانا ہادیہ ہوگا • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ

مَاهِيَةٍ ۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۱۱

کیا چیز ہے • ایک دھکتی ہوئی آگ ہے •

۱ دوسری ترکیب اس طرح ہو سکتی ہے کہ اذا بعثوا کا عامل مقدر مانا جائے اور عبارت اس طرح ہو، افلا یعلم الانسان فی الدنیا اننا نجازہ اذا بعثوا الخ اس وقت اذا بعثوا الخ نجازہ کا ظرف ہوگا، اور اننا نجازہ الخ فعل مذکور یعلم کے لئے دو مفعولوں کے درجہ میں ہوگا، اور ان ربہم بہم یومئذی لخبیر فعل نجازی کی تعلیل، ای لان ربہم الخ اور ان ربہم الخ میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ وہ یعلم فعل کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے ہو، فہو ما فی القبور ای اذ مالکونہم اذا مالک بمعزل من رتبة العقلاء۔

**رابطہ** والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ایک ان میں سے جزا و سزا کا اعتقاد بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

**تشریح** ان آیات میں قیامت آنے کی ایک خاص حالت کہ اس وقت انسانوں اور پہاڑوں کی ایک خاص کیفیت ہوگی اس کو بیان کیا ہے، اور پھر اس کے بعد اعمال کے وزن کئے جانے اور ان کے ہلکے بھاری ہونے پر جزا و سزا کا بیان ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”الْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَا أَذْرُكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳“ وہ کھڑا کھڑانے والی چیز، کیسی ہے وہ کھڑا کھڑانے والی چیز، اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑا کھڑانے والی چیز۔ قارعة کے معنی کھڑا کھڑانے اور لرزادینے کے ہیں اور یہ لفظ قیامت کا علم و صفی ہے آیت کے اندر حادثہ قیامت کو بیان کرنا ہے کہ دلوں کو گھبراہٹ سے اور کانوں کو سخت آواز اور خوف ناک دھماکہ سے کھڑا کھڑا دے گا اور لرزادے گا اور اس کی ہیبت ایسی گھناؤنی ہوگی کہ جو انسانی تصور سے بالاتر ہے، آگے اس کھڑا کھڑانے کا وقت بتلاتے ہیں کہ ”يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝۴ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعُفُوشِ ۝۵“ جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے، اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ گھبراہٹ اور کھڑا کھڑانے کا یہ عظیم حادثہ اس وقت ہوگا جب لوگ قبروں سے نکل کر میدان حشر میں پریشان حال پروانوں کی طرح سرگرداں اور بدحواس ہوں گے، یہاں آدمی کو پریشان پروانوں سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ تشبیہ چند چیزوں میں ہے، نمبر ایک کثرت میں کہ جس طرح روشنی کے آس پاس پروانوں کا ہجوم رہتا ہے، اسی طرح سارے اولین و آخرین انسان ایک میدان میں جمع ہو جائیں گے، نمبر دو کمزور اور عاجز ہونے میں تشبیہ ہے کہ جس طرح پروانوں میں کوئی دم خم نہیں ہوتا بلکہ عاجز و کمزور ہوتے ہیں اسی طرح انسان اس دن شدت ہول اور بدحواسی میں مثل پروانوں کے عاجز و کمزور اور بے بس ہوں گے، نمبر تین بے چینی اور بے تابی میں تشبیہ ہے کہ جس طرح پروانے روشنی پر آنے کے بعد بے چین پھرتے ہیں کوئی ادھر کو اڑ رہا ہے اور کوئی ادھر کو جا رہا ہے، اسی طرح انسان بے چینی اور مارے گھبراہٹ کے کوئی ادھر کو پھرے گا اور کوئی ادھر کو۔ (البتہ بعض خاص مومنین اپنی قبروں سے مطمئن اٹھیں گے، گو ضعف و کمزوری سب کو عام ہوگی) دوسری بات یہاں یہ بیان کی گئی کہ پہاڑ باوجود مضبوط اور بھاری بھرکم ہونے کے اس طرح اڑتے پھریں گے جس طرح دھنی ہوئی اون کے اجزاء ہوا میں اڑتے ہیں۔ (عُفُوش کے معنی رنگین اون کے ہیں، اور مُنْفُوش صیغہ اسم مفعول کے معنی دھنی ہوئی کے ہیں، یاد رکھئے کہ اون کے ساتھ رنگین ہونے کی قید اس وجہ سے ہے کہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں یعنی کوئی سرخ، کوئی سفید، اور کوئی کالا لہذا مختلف رنگوں کے پہاڑ جب چوراچورا ہو کر اڑتے پھریں گے تو دیکھنے میں ایسا لگے گا گویا وہ پہاڑ دھنی ہوئی رنگین روئی یا اون کے اجزاء ہیں)

”فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝۶ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝۷“ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ خاطر خواہ



آرام میں ہوگا۔ اس آیت میں اعمال کے وزن کرنے کا بیان ہے کہ انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے، گنے نہیں جائیں گے، لہذا جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا یعنی جو مومن ہوگا وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا یعنی نجات پا کر جنت میں جائے گا۔ ”وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ﴿۸﴾ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ﴿۹﴾“ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا ہادیہ ہوگا۔ یعنی جس کا ایمان کا پلہ ہلکا ہوگا یعنی جو کافر ہوگا اس کا ٹھکانا ہادیہ ہوگا، ہادیہ کے معنی اگلی آیت میں ہے ”وَمَا آذْرٰكَ مَا هِيَةٌ ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے یعنی ہادیہ کیا چیز ہے، فرمایا ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔ (لہذا یہ دہکتی ہوئی آگ ہی کافروں کا ٹھکانا ہوگا)

**وضاحت:** اوپر آپ نے پڑھا کہ جس کا پلہ ہلکا ہوگا وہ جہنم میں جائے گا تو یہ بات واضح رہے کہ پلہ کا ہلکا ہونا بوجہ قلت ایمان کے نہ ہوگا بلکہ بوجہ عدم ایمان کے ہوگا، یعنی جو پلہ ایمان کے رکھنے کے لئے مخصوص ہوگا وہ خالی ہوگا اور دوسرے پلہ میں کفر ہوگا تو یقیناً خالی پلہ بھرے ہوئے کے مقابلہ میں ہلکا ہوگا، اور اوپر کو اٹھ جائے گا، لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ایمان و کفر کے علاوہ اعمال حسنہ و سیئہ کا وزن نہ ہوگا کیونکہ قرآن کی بعض آیات جیسے ونضع الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلم نفس شيئا وان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها (ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اس لئے کسی شخص پر ادنی ظلم نہ ہوگا، جو بھلائی یا برائی ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی نے کی ہے وہ سب میزان عدل میں رکھی جائے گی) اور دیگر احادیث کثیرہ سے تمام اعمال کا موزون ہونا ثابت ہے، لہذا ایک دفعہ کے تول سے مومن و کافر الگ الگ ہو جائیں گے (ایک پلہ خالی رہے گا اور ایک پلہ میں اگر مومن ہے تو ایمان رکھا جائے گا اور کافر ہے تو کفر رکھا جائے گا) پھر دوسری مرتبہ ایک تول ہوگا ایک پلہ میں مؤمنین کی حسنات یعنی نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے پلہ میں ان کی سیئات رکھی جائیں گی اگر حسنات غالب رہیں تو جنت اور اگر سیئات غالب رہیں تو دوزخ اور اگر دونوں برابر ہوں تو اعراف اس کیلئے تجویز ہوگی، (بشرطیکہ وہ گناہ حقوق العباد میں سے نہ ہو) پھر خواہ شفاعت سے، قبل سزا کے یا سزا پانے کے بعد مغفرت ہو جائیگی اور مومن ایک نہ ایک دن جنت میں پہنچ جائے گا، اس سورت میں بظاہر پہلے تول کا بیان ہے (کلمہ من بیان القرآن)

**سوال:** اعمال میں تو وزن نہیں ہوتا تو پھر ان کو کیسے تولایا جائے گا؟

**جواب:** ایک صورت تو یہ ہے کہ نامہ اعمال تولے جائیں گے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اعمال مجسم ہو جائیں گے، اور ایک جواب یہ ہے کہ وزن کے لیے جسمیت کا شرط ہونا اس عالم دنیا کے ساتھ خاص مانا جائے، عالم آخرت میں غیر اجسام کا وزن بھی ممکن ہوگا اور آج کل تو طرح طرح کی مشینیں ایجاد ہونے کی وجہ سے یہ چیز قابل تعجب نہیں رہی۔ (حسین احمد)

### اختیاری مطالعہ

موازنین جمع کیوں | موازن، میزان بمعنی ترازو کی جمع ہے، اس کو جمع کیوں لایا گیا جب کہ ترازو ایک ہوگی اس کے تین جواب بھمن لغات لکھ دیئے گئے، (بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ایک بندہ کی ترازو الگ الگ ہوگی، کیوں کہ من معنوی اعتبار سے جمع ہے

اور اس کے مقابل موازن بھی جمع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جمع کے مقابل جب لائی جاتی ہے تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اکائیوں کو اکائیوں پر تقسیم کیا جاتا ہے پس اس صورت میں ہر شخص کی ترازو جدا ہونا لازم آتا ہے۔

**بعض کے اعمال تو لے نہیں جائیں گے** | علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ جو لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے ان کے اعمال کو وزن کرنے کے لیے میزان کو نصب نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان کو ایک براءت نامہ دے دیا جائے گا۔ کافر کی حسنات کا ذکر سورۃ الزلزال میں آگیا، اتنا یاد رکھئے کہ اس کی حسنات کو تو لا نہیں جائے گا وہ بوجہ کفر کسی کام کی نہیں ہوں گی قرآن میں ہے **اولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقاءه فحبطت اعمالهم فلا تنقيم لهم يوم القيامة وزنتا** (پا)

**تو نہ ناز حامیہ:** آگ تو گرم ہوتی ہی ہے تو پھر حامیہ کی قید کیوں لگائی۔ دیکھئے سورۃ الغاشیہ میں۔

**القارعة** (ف) اسم فاعل واحد مؤنث، کھڑکھڑانے والی، مراد قیامت ہے، قَرَعَ (ف) قَرَعًا: کھڑکھڑانا، الفَرَّاش الفَرَّاشۃ کی جمع، پروانہ، الفراش یہاں بطور اسم جنس کے مستعمل ہے، اسی لئے اس کی صفت کو یہاں مفرد مذکر لایا گیا ہے **الْمَبْثُوث** (ن) اسم مفعول واحد مذکر، بمعنی منتشر، پریشان، بَثَّ (ن) بَثًّا: پھیلانا، منتشر کرنا۔ **الْعِجْن** رنگین اون، جمع **عُجُون**۔ **الْمَنْفُوش** (ن) اسم مفعول واحد مذکر، نَفَشَ الْقُطْنَ او الصُّوفَ (ن) نَفَسًا وَنَفُوشًا: روئی یا اون وغیرہ دُحْنًا۔ **ثَقُلْتُ** (ک) ماضی واحد مؤنث غائب، ثَقَلَ (ک) ثِقْلًا وَثِقَالَةً: بھاری اور وزنی ہونا۔ **مَوَازِينِہ**، میزان کی جمع، ترازو (یعنی جس میں بندوں کے نیک و بد اعمال تو لے جائیں گے) اسم آلہ از وزن (ض) **وَزْنًا وَزِنَةً**: وزن کرنا (۲) موزون کی جمع، مراد اعمال (تفسیر مظہری)

**فالن** موازن (بمعنی ترازو) کو جمع لانا یا تو اس لئے کہ عرب لفظ جمع کو کبھی واحد پر بھی واقع کرتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ ہر بندہ کیلئے ترازو نصب کی جائے گی اور وہ اگرچہ ایک ہی ہے مگر جن کے اعمال تو لے جائیں گے وہ متعدد ہیں اور ہر ایک کے لیے اس کو نصب کیا جائے گا۔ اس لئے اس کو جمع لایا گیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ وہ دو پلڑوں اور ایک ڈنڈی پر مشتمل ہوتی ہے، اس لئے اس کو جمع سے تعبیر کر دیا۔ (بیان القرآن) **عِيشَةٍ زَدْنِی**، گذران، مصدر، عاش (ض) **عِيشًا وَعِيشَةً وَمَعَاشًا**: زندہ رہنا۔ (بمعنی زندگی و آرام حاصل مصدر ہوگا) **رَاضِيَةٍ** (س) اسم فاعل واحد مؤنث یہاں فاعل کا یہ صیغہ یا تو نسبت کے لیے ہے لابن و تامر کی طرح، ای ذات رضا، خوشی والی، یعنی ایسا عیش جس سے دوسرا خوش ہو (جلالین) باقی البلاغہ کے تحت دیکھئے۔ **خَفَّتْ** (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، **خَفَّ** (ض) **خَفًّا وَخَفَّةً**: (بالکسر و بالفتح) ہلکا ہونا۔ **أُمَّرَ** (ٹھکانا) اصل، ماں، جمع **أُمَمَات** (یہاں مراد ٹھکانا ہے) **هَٰوِيَةٍ** ناز کا اسم علم، (دبکتی ہوئی آگ) (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ، روح المعانی) **هَوِيَ** (ض) **هَوِيًّا**: گرنا، اترنا۔ **هِيَه** اس میں ہی ضمیر ہے اور آخر میں ہاء سکتہ کی ہے تاکہ یاء ضمیر کے فتح کی حفاظت رہے (ہاء سکتہ کی تعریف ”مشکل ترکیبوں کا حل“



میں) ناز (گذر چکا) حامیۃ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، حمیت النار (س) حمیتاً و حمیتاً: تیز اور گرم ہونا۔  
البلاغۃ: عیشۃ راضیۃ: میں مجاز مرسل ہے اس لئے کہ راضی ہونے والا عیش نہیں ہوتا بلکہ صاحب عیش ہوتا ہے، اس  
میں علاقہ محلّیت ہے، وقیل راضیۃ بمعنی مرضیۃ۔ (مجاز مرسل کی قسمیں نجوم الحواشی میں مذکور ہیں)

**ترکیب** الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ... الْقَارِعَةُ مبتدا (اوہی نعت لمنعوت آی القیامۃ التی تقرع القلوب  
بأحوالها) مَا اسم استفہام تعظیمی مبتدا الْقَارِعَةُ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا اول کی خبر (والرابط  
ہو اعادۃ المبتدا بلفظہ) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، وَمَا آذَتْکَ مَا الْقَارِعَةُ... واو اعتراضیہ ما  
اسم استفہام تعظیمی مبتدا، آذی فعل، ضمیر ہو فاعل، کاف مفعول بہ اول، مَا اسم استفہام تعظیمی مبتدا الْقَارِعَةُ خبر،  
مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے  
مل کر جملہ معترضہ۔ یَوْمَ یَکُونُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ وَتَکُونُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ... یوم  
مضاف (اور یہ اپنے مابعد مضاف الیہ سے مل کر اس فعل محذوف کا ظرف ہے جس پر الْقَارِعَةُ دال ہے آی تقرع  
القلوب یوم الخ) یَکُونُ فعل ناقص الناس اسم کالفراش المبثوث جار مجرور متعلق ہو کر فعل ناقص کی خبر  
(الفراش المبثوث موصوف صفت ہو کر مجرور ہے) فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف  
تَکُونُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ، حسب سابق ترکیب ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر  
مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو کر فعل محذوف تقرع کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل  
کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ... فا استینافیہ (اعراب القرآن و  
صرفہ و بیانہ) اور اعراب القرآن محی الدین الدرویش میں اس فاء کو تفریعیہ لکھا ہے، بیان القرآن کی تشریح کے  
اعتبار سے یہ فاء تعقیبیہ بھی ہو سکتا ہے) اَمَّا حرف شرط و تفصیل مَن اسم موصول ثَقُلَتْ فعل موازینہ مرکب اضافی  
فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مبتدا، فا رابطہ برائے جواب اَمَّا، ہو مبتدا فی حرف  
جر عیشۃ راضیۃ مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائن کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر  
جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا اول کی خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ (لا محل  
لہا) وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ... واو حرف عطف اَمَّا حرف شرط و تفصیل مَن خَفَّتْ موازینہ  
حسب سابق اسم موصول مع صلہ کے مبتدا فا رابطہ اُمُّهُ هَاوِيَةٌ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ

۱۔ قولہ القارعة: قرء عیسی القارعة (بالصب) کو خرج علی انبیا ضمار فعل آی ذکر القارعة (روح المعانی)

۲۔ قولہ یوم یكون الخ یہ فعل محذوف آذ کر کا مفعول بہ بھی ہو سکتا ہے (اعراب القرآن، روح المعانی) قولہ کالفراش الخ اگر یكون کو نامہ مانیں

تو پھر کالفراش الخ الناس سے حال ہو جائے گا ای یوجدون فی المعشر حالہ کونہم کالفراش المبثوث

اسمِ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، وما ادراک ماہیہ اس کی ترکیب وما ادراک ما القارعة کی طرح ہے (ماہیہ، ما اسم استفہام مبتدا، ہی خبر (مرجع ہاویہ) ناز حامیہ مرکب توصیفی ہو کر مبتدا محذوف ہی کی خبر، پھر جملہ اسمیہ خبریہ۔ (ستانفہ بیانیہ)

## سورۃ التَّكَاثُرِ مکیّہ

الْهَکُمُ التَّکَاثُرُ ۝ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ

فخر کرنا تم کو غافل کئے رکھتا ہے • یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو • ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جاوے گا • پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم

تَعْلَمُونَ ۝ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عِیْنَ

ہو جاوے گا • ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے • واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے • پھر واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے

الْیَقِیْنِ ۝ ثُمَّ لَتَسْأَلَنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۝

جو کہ خود یقین ہے • پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی •

**ترجمہ** والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ایک ان میں سے غفلت عن الآخرة کا ترک کرنا ہے سو اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

**تشریح** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو متنبہ کیا ہے کہ دنیوی ساز و سامان پر فخر کرنا انسان کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے اور یہ اس کے لئے آخرت کی تباہی اور نقصان کا سبب ہے، ”الْهَکُمُ التَّکَاثُرُ ۝ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝“ فخر کرنا تم کو غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ دنیوی سامان مثلاً مال و دولت، اولاد وغیرہ پر فخر کرنا تم کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے یعنی کوئی کہتا ہے کہ میں بڑا ہوں، دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاس مال و اولاد زیادہ ہے، تیسرا کہتا ہے کہ میری عزت و مرتبہ بڑا ہے، الغرض شب و روز یہی دُھن لگی رہتی ہے، یہاں تک کہ تم قبرستان پہنچ جاتے ہو، یعنی اسی غفلت میں زندگی برباد کر دیتے ہو یہاں تک کہ موت کا وقت آ جاتا ہے اور آدمی مر کر قبرستان پہنچ جاتا ہے:

رنگ ظاہر پر جو تو مفتون ہے، طفل نابالغ ہے یا مجنوں ہے

جب گیا ظاہر کے اس کا رنگ و بو، کیا کرے گا پھر بتاے نیک خوا!

”کَلَّا“ ہرگز نہیں، یعنی نہ دنیوی سامان قابل فخر ہے اور نہ آخرت قابل غفلت و انکار ہے ”سَوْفَ

تَعْلَمُونَ ۝“ تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے یعنی تم کو اس فخر و غرور کا برا انجام عنقریب معلوم ہو جائے گا (یعنی قبر میں



جاتے ہیں) ”ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ“ پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ یعنی پھر دوبارہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز یہ چیزیں قابلِ فخر اور آخرت قابلِ غفلت و انکار نہیں تم کو بہت جلد اس کا برا انجام قبر سے نکلتے ہی یعنی حشر میں معلوم ہو جائیگا، ”کَلَّا“ پھر تیسری مرتبہ تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز نہیں، یعنی یہ چیزیں قابلِ توجہ اور آخرت قابلِ غفلت و انکار نہیں، ”لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ“ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے (یہ شرط ہے اور جزا مقدر ہے ای لما الہکم التکاثر) مطلب یہ ہے کہ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے، یعنی اگر تم لوگ دلائل صحیحہ سے اس تفاخر کے انجام کو جان لیتے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان بچ ہیں تو کبھی اس فخر و غفلت میں نہ پڑتے، آگے اس وعید کی تاکید اور تہدید کی تشدید ہے کہ ”لَتَكُونَنَّ الْجَحِيمَ“ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے، پھر مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ ”ثُمَّ لَتَكُونَنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ“ واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے یعنی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لو گے (یعنی یہ دیکھنا دلائل اور استدلال کی راہ سے نہیں ہوگا کہ جس سے یقین حاصل ہونے میں کبھی دیر بھی لگتی ہے بلکہ یہ آنکھوں کا مشاہدہ ہوگا لہذا اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کو عین الیقین یعنی نفس یقین سے تعبیر فرمایا) ”ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ“ پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا حق، ایمان و اطاعت کے ساتھ بجالائے یا نہیں۔

**حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا وہ تندرستی ہے اس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی، اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا (معارف القرآن)۔

**اھم بات:** بیان القرآن میں لکھا ہے کہ لتسئلن کا خطاب عام ہے کہ نعمتوں کا سوال سب سے ہوگا اور پہلے خطابات بقرینہ ردع و رویت حجیم کے کفار کے ساتھ خاص ہیں۔

### اختیاری مطالعہ

**قوله علم الیقین یقین کے تین درجے ہیں (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔** علم الیقین یعنی وہ کامل تصدیق جو ہر قسم کے شبہات سے پاک ہو مگر اس کی بنیاد خبر پر ہے جیسے جنت کے تحقق کا یقین کہ سچا مسلمان اس کا انکار نہیں کرتا، عین الیقین کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا جیسے اہل جنت کا حساب و کتاب سے فارغ ہو کر دخول جنت کیلئے جانا اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ حق الیقین اس یقین کی مباشرت، مثلاً جنتیوں کا جنت کے عیش و آرام میں مشغول ہو جانا، اس وقت اہل جنت کو جنت کا حق الیقین حاصل ہوگا۔

**قوله لَتُسْأَلُنَّ الخ:** ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کے قدم پل صراط سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار باتوں کے متعلق باز پرس نہ کر لی جائے۔ (۱) عمر کہاں کھپائی (۲) جوانی کہاں گوائی (۳) علم کے مطابق کیا عمل کیا (۴) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا (منظہری)

**باب افعال** باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، غافل کرنا، مادہ لہو ہے، لَهَا عَنِ الشَّيْءِ (ن) لَهَا: غافل ہونا۔ التکاثر باب تفاعل کا مصدر، کثرت پر فخر کرنا، کثُر (ک) کَثُرَ: کثیر ہونا۔ زُرْتُم (ن) ماضی جمع مذکر حاضر، زارَہ

(ن) زیارۃ: زیارت کرنا، ملاقات کرنا، (علی وزنِ فُلْتُمْ صُغْتُ الزاء للذلالۃ علی أن اصل الالف الواو) المقابر۔ مقبرۃ کی جمع، قبرستان (قَبْرَ المیت (ن، ض) قَبْرًا وَمَقْبَرًا: دفن کرنا) الیقین صیغہ صفت، یقین الشیء (س) یقیناً: واضح ہونا، الشیء وہ: جاننا، یقین حاصل کر لینا۔ یقین، طمانیت قلب کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو۔ لَتَرَوُنَّ (ن) لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ در فعل مستقبل معروف، صیغہ جمع مذکر حاضر، مادہ رأی ہے بمعنی دیکھنا۔ عین بمعنی النفس، جیسے جاء زید عینہ ای نفسہ۔ لَتُسْأَلُنَّ (ف) لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ در فعل مضارع مجہول، صیغہ جمع مذکر حاضر (باب وغیرہ کا استعمال عمہ بتسائلون کے ضمن میں) النعیم (مرفی سورۃ الانفطار)

**ترکیب** اَلْهَکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ..... اَلْهٰی فعل کم ضمیر مفعول بہ التکاثر فاعل، حَتّٰی حرف جر، اَن مصدر یہ مقدر، زُرْتُمُ فعل ثَم ضمیر فاعل، المقابر مفعول بہ، جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل مذکور اَلْهٰی کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، کَلَّا سَوَفَ تَعْلَمُونَ تَمَّ کَلَّا سَوَفَ تَعْلَمُونَ..... کَلَّا حرف ردع (آی ردع عن التکاثر) سَوَفَ حرف استقبال تعلمون فعل، واو ضمیر فاعل، اور مفعول بہ محذوف ہے آی سوء عاقبۃ التفاخر (والعلم بمعنی المعرفة المتعدیة لواحد، روح المعانی) تَمَّ حرف عطف کَلَّا سَوَفَ تعلمون، تکریر لتأكيد الردع مکمل جملہ معطوف، (وفی تَمَّ دلالة علی ان الثانی ابلغ من الاول ولکونه ابلغ نزل منزلة المغایرة فغُطِفَ وقیل الاول عند الموت او فی القبر والثانی بعد البعث، تفسیر مظہری، روح المعانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ متانفہ ہوا۔

کَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ... کَلَّا تاکید للردع بعد تاکید (تفسیر مظہری، جلالین میں ہے کہ کَلَّا بمعنی حقاً ہے) لَوْ حرف شرط تعلمون فعل، ضمیر واو فاعل اور مفعول بہ محذوف ہے آی عاقبۃ التکاثر، علم الیقین مفعول مطلق (اصلہ العلم الیقین) اور یقین بمعنی متیقن ہے، (اضافۃ الموصوف الی الصفة) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف اور مفعول مطلق سے مل کر شرط اور جواب شرط محذوف ہے، آی لَمَّا اَلْهَکُمُ التَّکَاثُرُ

**فائدہ** لایصح ان یکون قوله لتروُنَّ الجحیم هو الجواب لانه محقق الوقوع فلا یعلق (اعراب القرآن) اگرچہ روح المعانی میں تاویل کے ساتھ اس کو جواب لَو بنا نے کو جائز قرار دیا ہے فارجمع الیہ۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنِ الْیَقِیْنِ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ..... لام موطنہ للقسم

۱۔ تَرَوُنَّ اس سے عین کلمہ یعنی ہمزہ اور لام کلمہ یعنی یاہ دونوں محذوف ہیں، اس کی اصل لَتَرَوُنَّ تَجْم، یا متحرک مائل مفتوح، یا کوالف سے بدل دیا، پھر الف کو بوجہ انتقاء ساکنین ساقط کر دیا، پھر ہمزہ کی حرکت فتح مائل راہ کو دی اور ہمزہ کو بوجہ ثقل اور بوجہ انتقاء ساکنین حذف کر دیا، پھر نون جمع کو بوجہ دخول نون تاکید ثقیلہ اور بوجہ تین نون جمع ہونے کے حذف کر دیا، اور واو کو بوجہ انتقاء ساکنین حرکت ضمہ دی لَتَرَوُنَّ ہو گیا۔

۲۔ یا جواب قسم لما اشتغلتہم بالتفاخر مائے یا فعلکم ما لایسکن وصفہ یا رجعتکم عن الکفر والتکاثر۔



اور قسم محذوف ہے آی واللہ، تروؤن فعل، واؤ ضمیر فاعل، (اور یہ نون، نون تاکید ہے) المعصم مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف (تکریر للتأكيد وثم للدلالة على البلغية، روح المعانی) لام مؤنثہ للقسم تروؤن فعل با فاعل، یا ضمیر مفعول بہ، عین المصدقین مفعول مطلق (یہ مصدر محذوف کی صفت ہے آی رويہ عین الیقین، یارويہ ہی نفس الیقین گویا اپنی آنکھوں دیکھ لینے کو عین الیقین سے تعبیر فرمایا مبالغہ، لہذا اس بات کا احتمال بھی دفع ہو گیا کہ رویت اس جگہ علم کے معنی میں ہے کہ اس کو دو مفعول چاہئیں۔ یا پھر براہ راست اس کو مفعول مطلق مانا جائے لان الروية والمعاینۃ شیء واحد) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے ملکر معطوف علیہ معطوف، ثُمَّ حرف عطف لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ، لَتَرْوُنَّهَا کی طرح ہے (لام قسمیہ ہے) یومئذ لتسئلن کا ظرف (ای یوم اذ ترونہا) عن النعیم متعلق لتسئلن کے، فعل اپنے فاعل اور ظرف اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل کر جواب قسم۔

## سورۃ العصر مکیہ

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا

قسم ہے زمانہ کی • کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے • مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی لمبائش کرتے رہے اور

بِالْحَقِّ ۝۳ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۴

ایک دوسرے کو پابندی کی لمبائش کرتے رہے •

**ترجمہ** والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے اپنی عمر کو ضائع کرنے سے بچانا اور اس کو اعمال طاعات میں صرف کرنا ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

**تشریح** و شان نزول: شان نزول یہ ہے کہ کلدۃ بن اسید جو زمانہ جاہلیت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد اس نے صدیق اکبر سے ملاقات کی، اور کہا کہ آپ نہایت عقل مندی سے تجارتوں میں نفع کھاتے تھے، آپ کو کیا ہوا کہ ایک دم خسارہ میں پڑ گئے، باپ دادا کا دین بھی چھوڑ دیا اور لات وعزی کی عبادت سے محروم اور ان کی شفاعت سے مایوس ہو گئے، صدیق اکبر نے اس سے فرمایا کہ جو حق کو قبول اور نیکی کو اختیار کر لیتا ہے وہ ہرگز خسارہ میں نہیں رہ سکتا، چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما کر صدیق اکبر کی تائید فرمائی

۱۔ لَتَرْوُنَّهَا الخ کی قسم علیحدہ بھی محذوف مانی جاسکتی ہے اور اس کا ماقبل پر عطف کرنا بھی درست ہے اسی طرح لتسئلن بھی ہے، مجملہ قسم کو حذف کرنا کثیر ہے اور حروف قسم میں سے غیر باء کے ساتھ خاص ہے جیسے لَا تَفْعَلْنَ کَذَا ای واللہ لَا تَفْعَلْنَ کَذَا (معنی المہیب)

ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک انسان خسارہ میں ہے یعنی جنت کی نعمتوں سے محرومی اور عذاب جہنم کی مشغولی، مگر اس خسارہ اور نقصان سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو چار چیزوں کے پابند ہوں، ایمان، عمل صالح، دوسروں کو اعتقاد حق پر قائم رہنے کی وصیت و نصیحت کرتے ہوں اور اعمال کی پابندی کی وصیت و نصیحت کرتے ہوں، ”وَالْعَصْرِ ۱۱ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۱۲“ قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے یعنی قسم ہے زمانہ کی کہ جس میں رنج اور خسران واقع ہوتا ہے کہ انسان اپنی عمر ضائع کرنے کی وجہ سے بڑے خسارہ میں ہے ”إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۚ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝“ مگر جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ دونوں اپنے نفس کے لئے کمال کی چیزیں ہیں) اور ایک دوسرے کو اعتقاد حق پر قائم رہنے کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی پابندی کی وصیت کرتے رہے، (یہ بعد کی دونوں چیزیں دوسروں کی تکمیل اور ان کے نفع کے لئے ہیں) لہذا یہ لوگ جنہوں نے یہ چار کام کئے تو وہ خسارہ میں نہیں بلکہ نفع میں ہیں۔

**وضاحت:** تواسی وصیت سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں کسی شخص کو تاکید کیساتھ موثر انداز میں نصیحت کرنا، اسی وجہ سے مرنے والا جو اپنے مال میں سے کسی کو کچھ دئے جانے کی تاکید کرتا ہے اس کو بھی وصیت کہتے ہیں، لہذا تواسی بالحق کا مطلب ہے اعتقاد حق پر قائم رہنے کی وصیت و نصیحت کرنا، اور تواسی بالصبر کا مطلب ہے اعمال صالحہ کی پابندی اور معاصی سے اجتناب کی نصیحت و وصیت کرنا، صبر کے معنی دراصل نفس کو روکنے اور پابند بنانے کے ہیں لہذا صبر کے مفہوم میں اعمال صالحہ کی پابندی بھی داخل ہے اور نفس کو معاصی سے روکنا بھی داخل ہے، (صبر کی تین قسمیں ہیں، صبر علی الطاعات، صبر عن المعاصی، صبر علی المصائب)۔

**قسم اور جواب قسم میں مناسبت** انسان کے تمام اعمال، اخلاق، ایمان، حرکات و سکنات، نشوونما وغیرہ سب زمانہ ہی کے اندر ہوتے ہیں، اور جن اعمال کی ہدایت اس سورت میں دی گئی وہ بھی اسی زمانہ کے لیل و نہار میں ہوں گے لہذا اس مناسبت سے زمانہ کی قسم اختیار کی گئی۔

**لغات** العنصر اسم بمعنی زمانہ عند المحققین، جمع أعصر و غصور و أعصار۔ الانسان (ما قبل میں گذر چکا) خسر بمعنی خسارہ باب سمع کا مصدر، خسر (س) خسروا و خساروا و خسروا: نقصان اٹھانا (خسارہ کے معنی میں خسر بطور اسم یا بطور حاصل مصدر مستعمل ہے) الصالحات سورۃ الانشاق میں گذر چکا ہے۔ تَوَاصَوْا (مر فی سورۃ البلد) الحق (مر فی سورۃ النبأ) مرادی معنی، تشریح و ترجمہ کے تحت ملاحظہ فرمائیں (سورۃ البلد میں گذر چکا)

**ترکیب** وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ... والعصر جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل محذوف أقسم کے، فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم، إِنَّ حرف مشبہ بالفعل الانسان (اسم جنس) مستثنیٰ منہ لام مزعلقہ فی خسر متعلق کائن کے ہو کر خبر (والتنوين قيل للتعظيم



ای فی خسر عظیم ویجوز أن یکون للتنويع ای نوع من الخسر غیر ما يعرفه الانسان، روح المعانی) الآ حرف استثناء الذین اسم موصول آمنوا فعل بافاعل جملہ فعلیہ معطوف علیہ واو حرف عطف عملوا فعل بافاعل الضلحت مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف تواصوا بالحق فعل فاعل، متعلق، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف تواصوا بالصبر فعل، فاعل، متعلق، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے جملہ معطوفات سے مل ملا کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم۔

## سورۃ الہنزہ مکیہ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَدَةً ۝

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در رو طعنہ دینے والا ہو • جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو •

يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝

وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اسکے پاس سدا رہے گا • ہرگز نہیں واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جاوے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے •

وَمَا أَذْرَاكَ الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الْمَوْقِدَةُ ۝

اور آپکو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے • وہ اللہ کی آگ ہے جو سلائی گئی ہے •

الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْآفِئَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُّتَدَدَةٍ ۝

جو دلوں تک جا پہنچے گی • وہ ان پر بند کر دی جاوے گی • بڑے بے بے ستونوں میں •

**ترجمہ** والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اپنے کو ایسی خصلتوں سے بچانا ہے جو عذاب کا سبب بنیں اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

**تشریح** و شان نزول: اس سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے تین سخت قسم کے گناہوں پر عذاب شدید کی وعید بیان فرمائی اور پھر اس عذاب کی شدت کا بیان فرمایا، وہ تین گناہ یہ ہیں ہمز، لَمَز، جَمَعَ مال، اور شان نزول کے سلسلہ میں

مقاتلؒ نے فرمایا کہ ولید ابن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پیچھے غیبت کرتا اور رو در رو طعنہ دیتا تھا اس کے متعلق اس سورت کا نزول ہوا (مظہری)

سورت کا نزول ہوا (مظہری)

”وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝“ بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در

رو طعنہ دینے والا ہو، ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں سخت گناہ ہیں، ہمز یعنی پس پشت عیب نکالنا غیبت کہلاتا ہے اور غیبت کی وعیدیں قرآن و حدیث میں بڑی شدید آئی ہیں اور غیبت ایسا گناہ ہے کہ اس کے اندر اشتغال میں کوئی رکاوٹ سامنے نہیں ہوتی، اور جس بیچارے کی غیبت ہو رہی ہے اس کو خبر تک بھی نہیں کہ اپنی صفائی ہی پیش کر دے، اسی طرح لغز یعنی رو در رو کسی کو طعنہ دینا اور برا بھلا کہنا بڑا گناہ ہے کہ اس میں توہین و تذلیل کے ساتھ ساتھ اس کو اذیت اور ندامت بھی ہوگی، ”الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۖ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ“ جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو، وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ یہ کل ہمزة الخ سے بدل ہے، کہ جو غایت حرص کی وجہ سے مال جمع کرتا ہو اور غایت درجہ اس سے محبت اور فخر کے بسبب اس مال کو بار بار گنتا ہو، ظاہر ہے کہ اس کے اس برتاؤ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ آدمی یہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا یعنی مال کی محبت میں ایسا انہماک رکھتا ہے جیسے وہ اس بات کا معتقد ہے کہ وہ خود بھی ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کا مال بھی ہمیشہ یوں ہی رہے گا حالانکہ یہ اس کی غلط فہمی ہے چنانچہ لفظ ”كَلَّا“ کے ذریعہ اس پر ردع اور زجر ہے کہ ہرگز نہیں، یعنی یہ مال و دولت اس کے پاس ہرگز نہیں رہے گا، ”لَيُتَبَذَرَنَّ فِي الْحُطَمَةِ“ یہ اس ویل کی تفسیر ہے جس کا ذکر ویل لکل ہمزة میں ہوا کہ واللہ وہ شخص توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں ڈالا جائے گا یعنی ایسی آگ جو جہنمی کو توڑ پھوڑ کر اس کی دھجیاں اڑا دے گی، کیوں کہ اس نے بھی دوسروں کی عزت و آبرو کی دھجیاں اڑائی تھیں، ”وَمَا آذْرُكَ مَا الْحُطَمَةُ“ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑ پھوڑ دینے والی آگ کیسی ہے، سنئے ”تَارَ اللَّهُ الْمُوقَدَةُ“ وہ اللہ کی آگ ہے جو اللہ کے حکم سے سلائی گئی ہے (آگ کی نسبت اللہ کی طرف کرنے میں اس کی سختی و ہولناکی کی طرف اشارہ ہے) ”الَّتِي تَطْلُعُ عَلَى الْأَفْدَةِ“ جو دلوں تک جا پہنچے گی (یعنی جہنم کی آگ دنیا کی آگ کی طرح نہیں، دنیا کی آگ جب انسان کے بدن کو لگتی ہے تو دل تک پہنچنے سے پہلے پہلے محض جسم جلنے سے ہی موت واقع ہو جاتی ہے برخلاف جہنم کی آگ کے کہ وہ دلوں تک سرعت کے ساتھ پہنچ جائے گی اور آدمی کو دل کے جلنے کی شدید تکلیف برداشت کرنی پڑے گی اور موت موت پکارے گا مگر موت بھی نہیں آئے گی کہ تکلیف کا خاتمہ ہی ہو جائے) ”إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ“ فی عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ“ وہ آتش دوزخ ان پر بند کر دی جائے گی، یعنی کفار کو جہنم میں ڈال کر دروازے بند کر دئے جائیں گے اور کوئی راستہ نکلنے کا نہیں رہے گا اور حال یہ ہوگا کہ وہ لوگ آگ کے بڑے لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے، یعنی آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کے مانند بلند ہوں گے (یا یہ کہ دوزخیوں کو لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائے گا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کر سکیں)

**فائدہ** مذکورہ صفات و افعال پر یہ خاص وعید اس صورت میں ہے جبکہ منشاء ان کا کفر ہو، گو مطلق وعید، صفات مذکورہ پر دوسری نصوص میں موجود ہے (بیان القرآن) لہذا غیبت اور طعنہ والی صفات اگر کسی مسلمان میں بھی پائی جائیں تو وہ بھی بڑے گناہ کا مرتکب اور سخت سزا کا مستحق ہوا، اسی طرح جمع مال بھی مذموم صفت ہے۔ جب کہ اس سے حقوق واجبہ



ادانہ کئے گئے ہوں یا فخر و تفاخر مقصود ہو۔ (اور اگر ایسا نہ ہو تو حلال طریقہ سے مال کمانے میں کوئی حرج نہیں)

**لغات** وِیْل (مرئی سورۃ الطفقین) کلّ (دیکھئے ”مشکل ترکیبوں کا حل“ ص ۸۹) هُمْزَة صیغہ مبالغہ، بڑا عیب گو، پس پشت عیب نکالنے والا هُمْزَة (ض) هَمْزًا: عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنا۔ لُهمزة صیغہ مبالغہ، رودر رو طعنہ دینے والا، لَمْزَة (ض) لَمْزًا: منہ پر برائی کرنا، عیب لگانا۔ (همزة اور لَمْزَة مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسے رجل همزة امرأة همزة) جَمَعَ، جَمَعَ (ف) جَمْعًا: جمع کرنا۔ عَدَّدَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، عَدَّدَ الشیء: شمار کرنا، گننا، عَدَّدَ الشیء (ن) عَدًّا: شمار کرنا۔ اَخْلَدَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَخْلَدَ وَخَلَّدَ: ہمیشہ رہنا، خَلَّدَ (ن) خُلُودًا: ہمیشہ رہنا۔ لَیَنْبَذَنَّ (ض) لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، نَبَذَ الشیء (ض) نَبَذًا: ڈالنا، پھینکنا۔ اَلْحَطَّه صیغہ مبالغہ (وزنہ فَعْلَہ اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) توڑ پھوڑ دینے والی، (مراد نارِ جہنم) حَطَّمَ الشیء (ض) حَطْمًا: توڑنا۔ اَلْمُوقَدَّة (افعال) اسم مفعول واحد مؤنث، اَوْقَدَ النَّارَ ایقادًا: آگ جلانا، سلگانا، وَقَدَّتِ النَّارُ (ض) وَقْدًا وَوُقُودًا: آگ جلنا، سلگانا۔ تَطَلَّعَ (افتعال) مضارع واحد مؤنث غائب، بصلہ علی جھانکنا، پہنچنا دراصل تَطَلَّعَ تھا، تاء افتعال کو طاء سے بدل کر طاء کا طاء میں ادغام کر دیا، مادہ طَلَعَ ہے طَلَعَ (ن) طَلُوعًا: نکلنا۔ اَلْأَفِئْدَةُ فؤاد کی جمع، دل۔ مُؤَصَّدَةٌ (افعال) اسم مفعول واحد مؤنث، اَوْصَدَ الْبَابَ ایصَادًا: دروازہ بند کرنا، وَصَدَ (ض) وَصْدًا: ثابت ہونا۔ عَمِدَ، عِمَادٌ یا عَمُودٌ کی جمع، ستون۔ مُمَدَّدَةٌ (تفعیل) اسم مفعول واحد مؤنث، پھیلائے ہوئے، لمبے، مَدَّدَ الشیء تعمدیدًا: پھیلاتا، لمبا کرنا، بڑھانا، مَدَّ الشیء (ن) مَدًّا: بڑھانا۔

**ترکیب** وِیْل لِكُلِّ هُمْزَة لَمْزَة نَالِذِی جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ یَحْسَبُ اَنْ مَالَهُ اَخْلَدَهُ..... وِیْل مبتدا (اللفظ دال علی دعاء فصَحَّ الابتداء بالنكرة) لام حرف جر کل مضاف هُمْزَة لَمْزَة مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل منہ، الذی اسم موصول بجمع فعل، ضمیر ہو فاعل، مَالًا مفعول بہ (مَالًا کا نکرہ لانا تفخیم و تکثیر کے لئے ہے، اور تحقیر و تقلیل کے لئے ماننا بھی جائز ہے اس اعتبار سے کہ دنیا کا تمام مال و متاع عند اللہ قلیل و حقیر مانی ہے، روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف عَدَّدَ فعل (ای عدہ مرہ بعد اُخری حَبَالہ، وقیل جَعَلَهُ اَصْنَافًا وَاَنْوَاعًا كَعَقَارٍ وَمَتَاعٍ وَنَقُودٍ، روح المعانی) ضمیر ہو مستتر ذوالحال، ہاء ضمیر مفعول بہ، یَحْسَبُ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، اَنْ حرف مشبہ بالفعل مَالہ مرکب اضافی ہو کر اَنْ کا اسم، اَخْلَدَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل راجع الی المال، ہاء ضمیر مفعول بہ ملے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ

۱۔ قولہ لَمْزَة اس کو همزه سے بدل بتانا بھی صحیح ہے (اعراب القرآن) کو قیل ہو تو کیڈ لفظی بالمرادف (اعراب القرآن)

۲۔ وزعم عصام الدین انه یحتمل ان یكون فاعل اَخْلَدَ الحاسب ومفعوله المال ای یظن اَنْ یحفظ مَالہ ابداً ولا یعرف انه معرض للحوادث والمفارقة بالموت، روح المعانی۔

سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل مع اسم و خبر کے بحسب کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر بدل (بدل کل، وقیل بدل بعض، روح المعانی) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا کائن محذوف کے، اور وہ شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطْبَةِ..... کلاً حرف ردع (ردع عن جمع المال او عن الخصال المذكورة) لام قسمیہ، اور قسم محذوف ہے آی واللہ، يُنْبَذَنَّ فعل مضارع مجہول بانون تاکید ثقیلہ، ضمیر ہو مستتر نائب فاعل فی الحطبة لاینبذَنَّ کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جواب قسم۔ وَمَا اِذْكَ مَا الْحُطْبَةُ واذا اعتراضیہ (ما اسم استفہام برائے تفخیم و تہویل، مبتدا، اِذْكَ فعل، ضمیر ہو فاعل، کاف مفعول بہ اول ما الحطبة مبتدا خبر، جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ، ناز اللہ الموقدۃ التي تطلع على الافئدة مبتدا محذوف ہے یعنی ہی ناز اللہ مرکب اضافی ہو کر موصوف الموقدۃ صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل پھر شبہ جملہ ہو کر صفت اول، اللتی اسم موصول تطلع فعل، ضمیر ہی مستتر فاعل، علی الافئدة متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ فِي عَمْدٍ مُّتَدَدَةٍ..... ان حرف مشبہ بالفعل، ہا ضمیر اس کا اسم، علیہم متعلق مقدم موصدۃ کے (علیہم کی ضمیر کو ماقبل لفظ کل کے معنی کی رعایت میں جمع لایا گیا ہے) موصدۃ شبہ فعل (اسم مفعول) اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، فی حرف جر، عمد ممددۃ مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ظرف مستقر ہو کر علیہم کی ضمیر سے حال، ای موثقین فی عمد الخ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ متانفہ ہوا، کائنہا فی جواب ما بالہم لایخرجون

## سورۃ الفیل مکیہ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا • کیا ان کی تدبیر کو سر تاپا غلط نہیں کر دیا •

۱۔ **قوله الذی الخ** اس کو کل حمزۃ لمزۃ کی صفت بھی بنا سکتے ہیں (روح المعانی، اعراب القرآن) نیز اس کو منصوب علی الذم بھی بنا سکتے ہیں۔ (اعراب القرآن) اور آعنی فعل محذوف کا مفعول بہ بھی بنا سکتے ہیں۔ (اعراب القرآن) **قوله** بحسب الخ یہ جملہ متانفہ بیانیہ بھی ہو سکتا ہے کاندہ قیل ما بالہ یجمع المال، اور اس کو جمع کے فاعل سے حال بھی بنایا جاسکتا ہے۔

۲۔ **قوله فی عمد الخ** یہ متعلق ہو کر ان کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے، فتكون النار داخل العمدة (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اور مبتدا محذوف ہم کی خبر بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)



وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۖ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۖ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ

اور اُن پر غول کے غول پرندے بھیجے • جو اُن لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے • سو اللہ تعالیٰ نے اُن کو کھائے ہوئے بھوسہ کی

## مَا كُؤِلَ ۝

طرح کر دیا •

**رَبِّ** والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے عذاب الہی سے ڈرنا ہے اس کے احکام کے ترک احترام پر، اس سورت میں بیت اللہ کا احترام ترک کرنے پر عذاب کا ذکر ہے۔

**تشریح** اس سورت میں اصحابِ فیل کے واقعہ کا مختصر بیان ہے کہ انہوں نے بیت اللہ کو منہدم کرنے کے قصد سے ہاتھیوں کو لیکر چڑھائی کی، مگر اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے ذریعہ عذابِ سماوی نازل کر کے ان کی فوج کو نیست و نابود کر دیا۔

”الْمُ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۚ“ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا، یہ واقعہ رحمتِ عالم ﷺ کی ولادت سے پچاس روز پہلے کا ہے تو بظاہر یہ سوال بے موقع ہے، آپ اس کو کس طرح دیکھتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو واقعہ ایسا یقینی ہو کہ عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہو اور اس کے ثبوت میں کوئی شک و شبہ نہ ہو تو اس کے علم کو روایت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے کہ گویا یہ آنکھوں دیکھا واقعہ ہے، اور ایک حد تک دیکھنا بھی ثابت ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے ہاتھی بانوں کو اندھے اور اپانچ بھیک مانگتے دیکھا ہے، لہذا اَلَمْ تَرَ میں روایت بھری قرار دینا درست ہے اور اس سے مجازاً علم مراد ہے اور استفہام سے مقصود اس واقعہ کی عظمت اور ہولناکی کو بیان کرنا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں روایت سے مراد شروع سے ہی روایت قلبی ہے یعنی علم، قول اول ابلغ ہے۔ (روح)

”الْمُ يَجْعَلُ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۚ“ کیا اللہ نے ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا یہ استفہام برائے تقریر ہے یعنی واقعہ کی صحت کو ثابت کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ کیا اللہ نے ان کی تدبیر کو کہ جو انہدامِ کعبہ کے لیے تھے، سرتاپا غلط نہیں کر دیا۔ آی جَعَلَ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ”وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۖ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۖ“ اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ ابابیل جمع ہے بمعنی غول کے غول، جماعت کی جماعت یعنی بڑی جماعت، اردو زبان میں جو ایک خاص چڑیا کو ابابیل کہتے ہیں وہ مراد نہیں، حجارة من سجيل حجارہ کے معنی پتھریاں اور سجيل کے معنی ایسی کنکریں جو تر مٹی کو آگ میں پکانے سے بنتی ہیں، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ کنکریاں بھی کوئی مضبوط اور طاقت ور نہیں تھیں بلکہ معمولی گارے اور آگ سے بنی ہوئی تھیں مگر بوجہ قدرتِ خداوندی انہوں نے بندوق کی گولی کا کام دیا۔ ”فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَا كُؤِلَ ۝“ سو اللہ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا عَصْفُ بھوسہ کو کہتے ہیں اول تو خود بھوسہ ہی منتشر اجزاء و تنگے ہوتے ہیں پھر جب کہ اس کو کسی جانور نے چبا بھی لیا ہو، تو اسی طرح اللہ نے ان لوگوں کو بھوسہ کی طرح پامال اور چورا چورا کر دیا (تشبیہ)

پراگندگی، اور بیچ صورت اور منتشر و چور اچورا ہونے میں ہے)

**خلاصہ کلام:** حاصل یہ ہے کہ احکام الہیہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو ایسے عذاب و عقاب سے ڈرنا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ احکام کی بے حرمتی، پیغمبر کی ایذا وغیرہ پر دنیا ہی میں عذاب آجائے جیسے اصحاب فیل کے ساتھ ہوا، ورنہ آخرت کا عذاب تو یقینی ہی ہے۔

**واقعہ اصحاب فیل** | بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن کے اندر ابرہہ نامی ایک حاکم تھا، اس نے ایک کنیسہ بنوایا کیونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور اس کا منشاء یہ تھا کہ لوگ کعبہ کا حج اور طواف کرنے کے بجائے یہاں آیا کریں، اور اس کا اعلان کر دیا، یہ بات عرب کو خصوصاً قریش کو بہت ناگوار گذری اور کسی نے اس کنیسہ میں رات کے وقت جا کر پاخانہ کر دیا، اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی، ہوا کی وجہ سے اڑ کر اس کنیسہ میں آگ جا لگی اور سب جل گیا، ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکر عظیم لیکر جس میں ہاتھی بھی تھے، خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا، جب مخمس جو کہ طائف کے راستہ میں ہے پہنچا تو عبدالمطلب کے پاس جو کہ اس وقت رئیس مکہ تھے آدمی بھیجا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں، صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں، اگر کوئی اس کی حمایت کرے گا تو البتہ لڑوں گا، عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، پھر عبدالمطلب اس کے بلائے ہوئے خود اس کے پاس بھی گئے، اور یہی گفتگو زبانی بھی ہوئی، دوران گفتگو عبدالمطلب نے ابرہہ سے یہ بھی کہا کہ آپ کے لشکر نے میرے دو سواونٹ گرفتار کر لیے ان کو آپ چھوڑ دیں چناں چہ ابرہہ نے وہ اونٹ واپس کر دیے۔ اور وہاں سے واپس آ کر عبدالمطلب بیت اللہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کر دعا میں مشغول ہو گئے قریش کی ایک بڑی جماعت بھی ساتھ تھی، سب نے اللہ سے دعائیں کیں اور پھر عبدالمطلب سب قریش کو لے کر پہاڑوں پر چلے گئے، تاکہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں، اور ابرہہ وہاں سے مکہ کی طرف چلا، جب وادی محسر میں جو مزدلفہ کے قریب ہے پہنچا، تو سمندر کی طرف سے کچھ سبز اور زرد رنگ کے پرندے (کبوتر سے کچھ چھوٹے) آئے جن کے پنجوں اور چونچوں میں مسور اور جنے کے برابر کنکریاں تھیں، وہ کنکریاں لشکر پر برسنا شروع ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ بندوق کی گولی کی طرح لگتی تھی اور ہلاک کر دیتی تھی، بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہو گئے اور بعض بھاگ نکلے جو دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مر گئے، ابرہہ کو چوں کہ سخت سزا دینا تھی اس لیے وہ فوراً ہلاک نہیں ہوا مگر اس کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا کہ اس کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا اور اسی حالت میں اس کو واپس یمن لایا گیا، بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا۔ (یہ واقعہ محرم کے آخر میں پیش آیا پھر اس کے پچاس روز بعد ربیع الاول میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی)

### اختیاری مطالعہ

**ابرہہ کا کنیسہ** | ابرہہ نے بہت بڑا عالیشان کنیسہ تعمیر کرایا، اور اتنا اونچا کہ اس کی بلندی پر نیچے کھڑا ہوا آدمی نظر نہیں ڈال سکتا تھا، اور اس کو سونے چاندی اور جوہرات سے مزین و مرصع کیا مگر خدائے قادر نے اس کو دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔



**فائدہ** شاہ حبشہ نے اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا ابرہہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ اس پر سوار ہو کر کعبہ پر حملہ کرے، بعض روایات میں ہے کہ اس کے ساتھ آٹھ ہاتھی دوسرے بھی اس لشکر کے لیے شاہ حبشہ نے بھیج دیئے تھے، ہاتھیوں کی یہ تعداد بھیجنے کا منشا یہ تھا کہ کعبہ کے ڈھانے میں ہاتھیوں سے کام لیا جائے، تجویز یہ تھی کہ بیت اللہ کے ستونوں میں لوہے کی مضبوط اور طویل زنجیریں باندھ کر ان زنجیروں کو ہاتھیوں کے گلے میں باندھیں اور ان کو ہنگادیں تو سارا بیت اللہ (معاذ اللہ) فوراً ہی زمین پر آگرے گا، مگر ہوا وہ جو خدا نے چاہا۔ فقال لیمائید (معارف)

**لغات** لَمْ تَرَ نفی جہد بلم کا واحد مذکر حاضر (وزنہ تَفْعَلُ، سَقَطَتِ الالف للجزم وہی لام الفعل مبدلۃ من یائی، والهمزة سقطت تخفیفاً) راہ (ف) رویۃ ورأیتا: دیکھنا، ادراک کرنا یعنی سمجھنا، جاننا۔ اَصْحَاب (مرئی سورۃ البروج) الفیل ہاتھی، جمع اَفْیال و فِیول، الفیلۃ: ہتھنی (ہاتھی کی مادہ) تَضْلِیل باب تفعیل کا مصدر، بمعنی غلط کرنا، گمراہ کرنا ضَلَّ (ض) ضللاً و ضلالاً و ضلالۃ: پوشیدہ ہونا، ہلاک ہونا، بیکار ہونا۔ اَرْسَلَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب ”بھیجنا“ طَیْرًا طَیْرٌ کی جمع، پرندے جیسے صاحب کی جمع صَحْب (القاموس الوحید) طَارَ (ض) طَیْرًا: اڑنا، بعض نے کہا کہ لفظ طَیْرٌ اسم جنس ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے، اور طَیْرٌ کی جمع طُیُور و اَطْیَار (لغات القرآن) والتنویں للتحقیر لانہا کانت صغار الجثۃ، بیان القرآن) اَبَیْل واحد اِبَالۃ (بیان القرآن) مراد کثرت ہے یعنی غول کے غول۔ تَرَمَّی (ض) مضارع واحد مؤنث غائب، رَمَى الشیءَ وَبِهِ (ض) رَمَیْتا ورمایۃ: پھینکنا۔ حِجَارَۃً حَجَرٌ کی جمع، پتھریاں۔ سِجِّیل کنکر، یہ لفظ معرب ہے دراصل سنگ کل تھا، وہ ترمئی جو آگ میں پکائی جائے اور آواز دینے لگے۔ عَصَفَ بھوسا (قال القرطبی فی تفسیرہ العَصْفُ جمع العَصْفِ والغصافۃ والعصیفۃ، عَصَفَ (ض) عَصَفًا: ہوا کا تیز چلنا کہ چیزوں کو توڑ کر بھس بنادے) مَا کُولَ (ن) اسم مفعول واحد مذکر، اَکَلَ (ن) اَکَلًا: کھانا۔

**ترکیب** اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ..... ہمزة استفہامیہ برائے تقریر (یا برائے تعجب و تہویل) باقی ترکیب اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بَعَادِ کی طرح ہے (سورۃ الفجر) کَیْفَ کو بوجہ صدارت مقدم کیا گیا ہے۔ اَلَمْ یَجْعَلَ کَیْدَهُمْ فِی تَضْلِیلٍ وَاَرْسَلَ عَلَیْہِم طَیْرًا اَبَیْل..... ہمزة استفہامیہ برائے تقریر کا تہ قیل قد جَعَلَ کَیْدَهُمْ فِی تَضْلِیلٍ وَاَرْسَلَ عَلَیْہِم طَیْرًا اَبَیْل..... ہمزة استفہامیہ مابعدہا، روح المعانی، بالفاظ دیگر استفہام انکار نفی کے لئے ہے ای جَعَلَ، معنی اللیب: ص ۱۷، ج ۱) اَلَمْ یَجْعَلَ فعل منفی، ضمیر ہو مستتر فاعل، کَیْدَهُمْ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فی تَضْلِیلٍ کائنات کے متعلق ہو کر مفعول بہ ثانی کی جگہ میں، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اَرْسَلَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، عَلَیْہِم متعلق اَرْسَلَ کے، طَیْرًا اسم

۱۔ اِبَالۃ کے اصل معنی کڑیوں کے گھمڑے ہیں، پرندوں کے جھنڈ پر گتھا ہونے کی وجہ سے اس لفظ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا واحد اِیُول ہے، جیسے سِیُور، یا اِیُول ہے بروزن غُصُور یا اِیُول ہے بروزن سِیُکِین، بعض نے کہا کہ یہ اسم جمع ہے اس لفظ سے اس کا کوئی واحد نہیں۔ (اعراب)

جنس موصوف ابابیل صفت اول تَرْمِیْہُمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّیلٍ صفت ثانی لہ (تَرْمِیْ فعل، ضمیر ہی فاعل، ہم مفعول بہ، با جارہ، حِجَارَۃ موصوف، مِّن سِجِّیلٍ متعلق کائنۃ کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، اور وہ متعلق تَرْمِیْ کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر صفت ثانی) موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، فَجَعَلْہُمْ کَعَصْفٍ مَّا کُوِّلَ فاعل عطف جَعَلَ فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، ہُمْ مفعول بہ اول، کاف حرف جر، عَصْفٍ ما کول مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہو کر مفعول بہ ثانی کی جگہ میں ہے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

## سورۃ القُریش مکیہ

لَا يُلْفِ قُرَيْشٌ ۝۱ الْفِہِمُ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِ ۝۲ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝۳

چونکہ قریش خور ہو گئے ہیں • یعنی جائے اور گرمی کے سفر کے خور ہو گئے ہیں • تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں •

الَّذِیْ أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوعٍ ۚ وَآمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا •

**ترجمہ** وَالصُّحٰی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اللہ کی نعمتوں کے شکر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو بجا لانا ہے، اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

**تشریح** اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نعمت کا ذکر کرنے کے بعد قریش کو اس نعمت کا شکر یہ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی، یہ بات معلوم و معروف ہے کہ مکہ مکرمہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ جہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی، وہاں باغات نہیں جن کے پھل اہل مکہ کو مل سکیں (اس لئے بانی بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اس شہر کو جائے امن بنادے اور اہل مکہ کو ثمرات کا رزق عطا فرما) اس لئے اہل مکہ کے معاش کا مدار اس پر تھا کہ وہ تجارت کے سلسلہ میں دوسرے ملکوں کا سفر کریں چنانچہ یہ لوگ سردی کے زمانہ میں گرم ملک یعنی یمن کا سفر کرتے اور گرمی کے زمانہ میں ٹھنڈے ملک یعنی شام کا سفر کرتے، اور چونکہ یہ لوگ بیت اللہ کے خادم ہونے کی حیثیت سے تمام عرب میں مقدس و محترم مانے جاتے تھے اس لئے راستہ کے تمام خوف و خطر سے بھی محفوظ رہتے اور جہاں بھی یہ قریشی لوگ جاتے لوگ ان کی بڑی آؤ بھگت کرتے، الغرض اس سورت میں یہ ارشاد ہے کہ قریش چونکہ دوسفروں کے عادی

اترمی، مونث کا مینہ بایں وجہ لایا گیا ہے کہ طیر کو جماعۃ کی تاویل میں کر لیا گیا ہے، و عبر بالمضارع لحکایۃ الحال و استحضار تلک الصورة البدیعة (روح المعانی)



تھے اور انہی اسفار کی وجہ سے وہ مالدار تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن اصحاب فیل کو عبرتناک سزا دیکر ان کی عظمت لوگوں کے قلوب میں بڑھادی تھی تو اب ان لوگوں کو اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کرنی چاہئے، اس جگہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے رب البیت ہونے کی صفت کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا کہ یہی بیت اللہ ان لوگوں کے تمام فضائل و برکات کا سرچشمہ تھا۔

”لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ ۝۱ الْفَهْمُ رَحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝“ چونکہ قریش عادی ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں تو اس نعمت کے شکر میں ان کو اللہ کی عبادت کرنی چاہیے چنانچہ فرمایا: ”فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝۲ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۝“ تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک گھٹانے کو دیا، اور خوف سے ان کو امن دیا، اطعمہم من جوع میں حصول نفع کی طرف اشارہ ہے اور آمنہم من خوف میں دشمنوں، ڈاکوؤں کے خوف سے مامون ہونا بھی شامل ہے اور عذابِ آخرت سے مامون ہونا بھی، معارف) بالفاظ دیگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں تو اگر وہ لوگ تمام نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کر سکے تو اس نعمتِ جلیلہ کے شکریہ میں تو ان کو خانہ کعبہ کے رب کی عبادت کرنی چاہئے جس نے ان کو بھوک کی حالت میں کھلایا، پلایا، اور دشمنوں کے خوف سے امن دیا۔

**فائدہ** اس سورت میں تمام قبائل عرب میں سے قریش کے عند اللہ مقبول ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب کر لیا ہے۔ (معارف القرآن) (نضر ابن کنانہ کی اولاد قریش کہلاتی ہے)

**لغات** ایلاف باب افعال کا مصدر، مانوس ہونا، خوگر ہونا۔ قریش نضر ابن کنانہ کی اولاد، حضور ﷺ کا تعلق اسی خاندان سے تھا، قریش، قریش کی تصغیر ہے، جو بیانِ عظمت کے لئے لائی گئی ہے، اور قریش ایک خاص قسم کی مچھلی کو کہتے ہیں، جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو لقمہ بناتی ہے اور کشتیوں کو الٹ دیتی ہے، قریش اپنی نسی شرافت اور عظمت اور طاقت کی بناء پر اس نام سے موسوم ہوئے۔ رَحْلَة مصدر از باب فتح، رَحَلَ (ف) رَحْلًا وَرَحْلَةً وَرَحِيلًا وَتَرَحَّلًا: کوچ کرنا، سفر کرنا، دراصل اس کے معنی اونٹ پر کجاوہ کسنے کے ہیں مگر چونکہ اس کا مقصد سفر کرنا ہوتا ہے اس لئے مجازاً سفر پر اس کا طلاق ہونے لگا۔ (قیل هو اسم جنس ولهذا أفردته أو اسم مصدر بمعنى الارتحال) الشِّتَاءُ موسم سردی، جمع اَشْتِيْم۔ الصَّيْفُ موسم گرمی، جمع أَصْيَاف۔ فَلْيَعْبُدُوا (ن) امر جمع مذکر غائب، عَبَدَ اللّٰهَ (ن) عِبَادَةٌ وَعِبُودِيَّةٌ: عبادت کرنا۔ الْبَيْتُ گھر، جمع بُيُوت (المراد به الكعبة المكرمة) أَطْعَمَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب،

۱۔ آلف فلاناً: کسی کو مانوس کر لینا۔ آلف (س) اِلْفًا وَاَلْفًا: مانوس ہونا، عادی ہونا، ایلاف یا تو آلف کا مصدر ہے جو دراصل اَلَفَ تھا، لہذا ایلاف میں قاعدہ ایمان جاری ہوا ہے، یا اَوَّلَفَ کا مصدر ہے، لہذا اب مصدر اَوَّلَفَ ہوگا، واو ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یا سے بدل گئی۔ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اطلق الایلاف ثم ابدل عنه تفخيمًا لمر الایلاف۔ ایلاف قریش میں اضاعۃ المصدر الی الفاعل ہے۔

أَطْعَمَ فُلَانًا: کھانا، طعم (س) طَعَمًا و طَعَامًا: کھانا۔ جُوع اسم بمعنی بھوک، جَاعَ (ن) جَوْعًا و مَجَاعَةً: بھوکا ہونا۔ آمَنَ (افعال) ماضی واحد مکر فاعل، آمَنَ فُلَانًا: امن دینا، آمِنَ (س) آمِنًا و أَمَانًا و أَمَانَةً: بے خوف ہونا۔ خَوْفٌ ذر، باب سجع کا مصدر ہے، خَافَ (س) خَوْفًا و مَخَافَةً و خِيفَةً: ڈرنا۔

**ترکیب** لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ ۝ الْفُحْمُ رَحْلَةُ الشِّتَاءِ ۝ وَالصَّيْفُ ۝ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۝ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۝ ..... لام حرف جر (برائے تعلیل، وقال غیر واحد آن اللام للعاقبة، روح المعانی) ایلاف قریش مرکب اضافی ہو کر مبدل منہ، ایلاف مصدر مضاف ہم ضمیر مضاف الیہ، رحلۃ مضاف الشتاء والصیف معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ، مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل اور مفعول بہ سے مل کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق مقدم، یعبُدوا کے اور فلیعبُدوا میں فاجزائیہ اس لئے لائی گئی کیونکہ کلام میں شرط کے معنی پائے جارہے ہیں کیونکہ کلام کے معنی یہ ہیں إِنْ نِعَمَ اللَّهُ تَعَالَى غَيْرُ مَحْصُورَةٍ فَإِنْ لَمْ يَعْبُدُوا لِسَائِرِ نِعَمِهِ سُبْحَانَهُ فَلْيَعْبُدُوا لِهَذِهِ النِّعْمَةِ الْجَلِيلَةِ اور چونکہ یہاں شرط محقق نہیں ہے اس لئے یہ فاور حقیقت زائدہ ہے، لہذا ما بعد معمول کا اس پر مقدم کرنا ممتنع نہیں ہے اس لئے لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ الخ کو مقدم رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (روح المعانی) ليعبُدوا فعل امر (محل جزم میں) ضمیر واو فاعل، رب مضاف هذا البيت اسم اشارہ اپنے مثلاً الیہ (اہل عرب اسم اشارہ کو مبدل منہ اور مشار الیہ کو بدل کہہ کر ترکیب کرتے ہیں) سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل منہ، الذی اسم موصول، أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ معطوف علیہ (مِنْ جُوعٍ متعلق أَطْعَمَ کے) واو حرف عطف آمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ معطوف (مِنْ خَوْفٍ متعلق آمَنَ کے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر جواب شرط، شرط مقدر اپنے جواب سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ (الذی الخ یہ رب هذا البيت کی صفت بھی بن سکتا ہے۔ (اعراب القرآن) **فَاللَّهُ** اطلق الایلاف فی الاول و قیدہ فی الثانی برحلتی الشتاء والصیف تفخیمًا لامر الایلاف و تعظیمًا له و تذکیرًا بسوابغ النعم۔ (اعراب القرآن)

## سورۃ الماعون مکیہ

أَرَعَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۝ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے • سو وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے • اور محتاج کو کھانا دینے

۱۔ یا فعل محذوف أغضبوا کا متعلق، یا فعل محذوف فَعَلَ کا متعلق آی فَعَلَ اَهْلَاکِ اصْحَابِ الْفِيلِ لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ الخ، یا انا اهلکنا اصحاب الفیل مقدر مانا جائے، یا جار مجرور ماقبل سورت کے آخری فعل جعل کے متعلق ہے، مگر پیارے بچو! یہ واضح رہے کہ ترکیب کے بدلنے سے ترجمہ بدل جائیگا۔



طَعَامِ الْمَسْكِينِ ۝ فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ

کی ترغیب نہیں دیتا • سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے • جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں • جو ایسے ہیں کہ ریا کاری

هُمْ يُرَآءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

کرتے ہیں • اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے •

**ربط** سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے کفر و نفاق سے بچنا ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

**تشریح** اس سورت میں کفار و منافقین کے بعض افعال قبیحہ کا ذکر ہے اور ان پر جہنم کی وعید ہے، یہ افعال اگر کسی مومن سے بھی سرزد ہوں تب بھی اگرچہ شرعاً مذموم اور سخت گناہ ہیں مگر یہاں وعید مومنین پر نہیں اسی لئے شروع سورت میں اس شخص کا ذکر فرمایا کہ جو یوم جزا یعنی قیامت کا منکر ہے ظاہر ہے کہ انکار قیامت جیسا سنگین گناہ مومن کی شان سے بعید ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس سورت میں وعید کے مصداق کفار و منافقین ہیں۔

”أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۝“ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے یعنی جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھے برے اعمال کے بدلے کے لئے کوئی دن متعین نہیں ہے، یہ استفہام برائے تشویق ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر آپ اس کا حال سنا چاہیں تو سنئے ”فَذَلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝“ وہ، وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، یعنی یتیم کی ہمدردی تو درکنار اس کے ساتھ سنگ دلی اور بداخلاقی سے پیش آتا ہے ”وَلَا يَحْضُ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ ۝“ اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا، یعنی دوسروں کو بھی یہ ترغیب نہیں دیتا کہ محتاج و مسکین کو کھانا کھلایا کریں، یعنی ایسا سنگ دل ہے کہ نہ خود احسان کرے اور نہ دوسروں کو احسان پر آمادہ کرے۔ ”فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ ۝“ جب معاملہ ایسا ہے (یعنی جب یتیم کو دھکے دینا اور کھانا دینے پر ترغیب نہ دینا جو کہ بندوں کے حقوق ہیں ایسا مذموم ہے تو خالق کا حق ضائع کرنا تو بدرجہ اولیٰ مذموم ہے) تو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں یعنی یہ منافقین کبھی تو نماز کو بالکل ہی بھلا دیتے ہیں اور اگر کبھی پڑھتے بھی ہیں تو محض دکھلاوا مقصود ہوتا ہے، کیونکہ نماز جماعت کے ساتھ علانیہ پڑھی جاتی ہے اس لئے نماز کو اگر بالکل ترک کر دیں گے تو ان کا نفاق سب پر ظاہر ہو جائے گا، اس لئے نماز کو محض دکھلاوے کے لئے پڑھ لیتے ہیں (یعنی گاہ بگاہ اظہار کے لئے پڑھ لیتے ہیں اور جب نگاہ پچی تو چھوڑ دیتے ہیں، یہی مطلب ہے غفلت کا) ”وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝“ اور یہ لوگ زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے یعنی زکوٰۃ میں چونکہ یہ ضروری نہیں کہ سب کے سامنے ظاہر کر کے دی جائے اس لئے یہ لوگ زکوٰۃ کو

بالکلیہ ترک کر دیتے ہیں، برخلاف نماز کے کہ اس کا اظہار شرعاً مامور بہ ہے یعنی جماعت کے ساتھ پڑھنا اس لئے اس کو کبھی پڑھ بھی لیتے ہیں۔ (ماعون کے متعلق مزید تفصیل بضمین لغات)

**لغات** یُکَذِّبُ بالدین، (دیکھئے سورۃ الانفطار میں کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُونَ بالدین) یُدْعُ مضارع واحد مذکر غائب، دَعَا (ن) دَعَا، دَعَا دینا۔ الیتیم (مَرَفِی سورۃ الفجر) لَا یَحْضُ (ن) مضارع منفی واحد مذکر غائب، حَضَّهْ عَلَى الامر (ن) حَضًّا: کسی کام پر ابھارنا، ترغیب دینا۔ طعام، کھانا، جمع اطعمہ، (یہاں طعام بمعنی اطعام ہے یا پھر طعام سے پہلے لفظ بذل مضاف محذوف مانا جائے) المسکین، (سورۃ الفجر میں گذر چکا) المصلین، (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکر، (مزید تفصیل سورۃ الاعلیٰ میں وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى کے تحت) صلاة (مَرَفِی سورۃ البینہ) سَاهُونَ جمع ساه (ن) اسم فاعل جمع مذکر، سها عنه (ن) سَهَوَا وَسَهْوَةً وَسَهْوَةً: بھولنا، غافل ہونا، دراصل سَاهِيُونَ تھا، ضمہ ی پر ثقیل ہونے کی وجہ سے ماقبل کو دید یا پھری بوجہ اجتماع ساکنین حذف ہو گئی۔ يَزْأَوُونَ (مفاعلت) مضارع جمع مذکر غائب، رَأَاهُ مُرَائَةً وَرِثَاءً وَرِيَاءً: دکھاوا کرنا۔ يَمْنَعُونَ (ف) مضارع جمع مذکر غائب، مَنَعَهُ الشَّيْءُ وَمَنْعَهُ (ف) مَنَعًا: محروم رکھنا، روکنا۔ الماعُونَ، زکوٰۃ، اسکی اصل مَعْوُونَ ہے، قلب مکانی کر کے مَوْعُونَ ہوا یعنی عین کو واؤ کی جگہ اور واؤ کو عین کی جگہ رکھا پھر واؤ کو الف سے بدل دیا، ماعُونَ ہو گیا (اسم مفعول) ازْأَعَانُ يُعِينُ باب افعال، وزن مشہور مفعول کے برخلاف (روح) مادہ عَوُنُ ہے (بیان القرآن، حاشیہ جلالین، روح المعانی)۔

**ترکیب** اَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ... ہمزہ ہمزہ استفہام برائے تشویق (استفہام اَرِئِدْ بہ تشویق السامع الی تعْرِفِ المكذب وفيه ايضاً تعجيب، روح المعانی) رأيت فعل بافاعل، (أَرَأَيْتَ بمعنی أَخْبِرْنِي) الذي اسم موصول يكذب بالدين جملہ ہو کر صلہ (بالدين متعلق يكذب کے) موصول مع صلہ کے مفعول بہ اول، اور مفعول ثانی محذوف ہے، آي مَنْ هُوَ، (وقيل الرويۃ بصرية او بمعنى المعرفة فلاحاجة الى تقدير المفعول به) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ وَلَا يَحْضُ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ... فاسیہ، جو مسبب پرداخل ہے اور اس کا سبب وہ تشویق ہے جس پر کلام سابق دال ہے، (روح المعانی و بیان القرآن) (حضرت تھانویؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے) یا فاجزائیہ ہے اور شرط محذوف ہے ای ان لَمْ تَعْرِفْ فَذَلِكَ الخ (روح المعانی، اعزاب القرآن) ذَلِكَ مبتدا الذي اسم موصول يَدْعُ فعل ضمیر ہو مستتر فاعل، الیتیم مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف، لَا يَحْضُ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر

بعض نے کہا کہ یہ بروزن فاغول ہے مشتق من المعن، بمعنی شوریسیر جو عموماً ایک دوسرے کو عاریہ دے دی جاتی ہیں جیسے پھاڑو، چائے کا برتن، نمک، زکوٰۃ بھی چونکہ مال کا تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے اس لئے زکوٰۃ کو بھی ماعون کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ اس کی اصل مَعْوَنۃ ہے، تاء کے بالعوض الف بڑھا دیا گیا، کیونکہ جو چیز دوسرے کو دے دی گئی وہ اس کے لئے باعث معونت بن گئی۔ (کلمہ من روح المعانی)



کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر ماقبل کا مسبب یا جواب شرط، شرط اپنے جواب سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ **فَوَيْلٌ** لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ... فا جزائیہ اور شرط مقدر ہے آی اذا کان الامر کذلک (آی اذا کان دع الیتم وعدم الحض موجبا للذم فالسهو عن الصلاة والریا ومنع الزکوة اولی بذلک، تفسیر مظہری) **وَيْلٌ** مبتداء، لام جارہ المصلین موصوف الذین اسم موصول، **هَمْ** مبتداء عن صلاتهم متعلق مقدم **سَاهُونَ** کے، **سَاهُونَ** صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت اول الذین اسم موصول، **هَمْ** مبتداء، **يُرَاءُونَ** فعل بالفعل جملہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف بمنعون الماعون جملہ ہو کر معطوف (الماعون مفعول بہ ثانی اور مفعول اول محذوف ہے یعنی الناس یا الطالبین) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی المصلین کی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائن کے ہو کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا شرط مقدر کی، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ (الذین ثانی کو الذین اول سے بدل بھی بنا سکتے ہیں)

### اختیاری مطالعہ

**قوله** عن صلاتهم ساهون: لفظ عن کا مفہوم یہ ہے کہ اصل نماز ہی سے بے پروائی کرتے ہیں جو کہ منافقین کی عادت ہے اور نماز کے اندر کوئی بہو اور بھول ہو جانا تو اس سے کوئی مسلمان خالی نہیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ بھی خالی نہیں، لہذا وہ اس کلمہ کی مراد نہیں ہے، اگر یہی مراد ہوتی تو عن صلاتهم کے بجائے فی صلاتهم کہا جاتا۔

## سورۃ الکوثر مکیہ

إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ ۝ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

بے شک ہم نے آپ کو کثر عطا فرمائی ہے • سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے • بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے •

**ربط** والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے حضور ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت اور آپ کے مخالف کے ساتھ بغض و عداوت ہے، اس سورت کی اول و آخر آیت میں اس کے موجبات کا بیان ہے اور درمیانی آیت میں اس کو پہلی آیت کے تابع بنا کر آپ ﷺ کو نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔

**تشریح** **وشان نزول**: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ کے اندر حضور ﷺ کے بڑے بیٹے حضرت قاسم کا انتقال ہو گیا تو عاص ابن وائل اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہو گئی پس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام و نشان اور مقطوع النسل ہیں، مطلب یہ تھا کہ اب آپ کے دین کا خیر جا چند روزہ ہے پھر

آپ کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا کیونکہ جب پیری اولاد ہی نہ رہی تو نام و نسل کیسے باقی رہے گی، چنانچہ اس پر آپ ﷺ کی تسلی کے لئے یہ سورت نازل ہوئی، ”إِنَّا آعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝“ بے شک ہم نے آپ کو کثر عطا فرمائی ہے، کثر ایک حوض کا نام بھی ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے، یعنی خیر دنیا بھی مثلاً بقاء دین، ترقی اسلام وغیرہ، اور خیر آخرت بھی مثلاً درجات علیا کا حصول، اور تقرب خداوندی وغیرہ، لہذا بیٹے کی وفات پر یہ کفار و مشرکین اگر مذاق اڑاتے ہیں تو آپ غم نہ کیجئے کیونکہ اس سے بڑھ کر آپ کو یہ دو لتیں عطا فرمائی گئی ہیں۔

**فائدہ** کثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں اور اس میں وہ حوض بھی داخل ہے جو اس نام سے مشہور ہے اور وہ میدان محشر میں ہوگی اور بعض احادیث میں ہے کہ کثر نام کی نہر جنت میں ہوگی، چنانچہ ان دونوں باتوں میں تطبیق باس طور ہو سکتی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہے اور اس کی ایک شاخ باذن الہی میدان محشر میں آجائے گی یعنی میدان محشر میں جو حوض کثر ہے اس میں دو پر نالوں کے ذریعہ سے جنت کی نہر کثر کا پانی ڈالا جائے گا۔ ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝“ سو آپ مذکورہ نعمتوں کے شکر میں اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے (کیونکہ سب سے بڑی نعمت کے شکر میں سب سے بڑی عبادت ہونی چاہئے اور وہ نماز ہے) اور تکمیل شکر کے لئے جسمانی عبادت کے ساتھ مالی عبادت بھی ہونی چاہئے لہذا آپ اسی کے نام کی قربانی کیجئے، اور رہا یہ سوال کہ دوسری آیات مثلاً اَقِمْوُا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وغیرہ میں تو نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے تو اس آیت میں نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر کیوں کر ہے تو جواب یہ ہے کہ شاید ذکر قربانی اس لئے اختیار کیا گیا کہ قربانی میں مالی عبادت ہونے کے علاوہ مشرکین کی مخالفت بھی ہے کہ وہ بتوں کے نام کی قربانی کرتے تھے، ”إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝“ اس آیت میں حضور ﷺ کو مزید تسلی دینا مقصود ہے کہ مشرکین جو آپ کو مقطوع النسل ہونے اور بے نام و نشان رہ جانے کا طعنہ دیتے ہیں تو ایسا ہرگز نہیں بلکہ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے، یعنی اس دشمن کی ظاہری نسل خواہ چلے یا نہ چلے لیکن دنیا میں اس کا ذکر خیر باقی نہیں رہے گا برخلاف آپ ﷺ کے کہ آپ کا نیک نام قیامت تک باقی رہیگا، اور پیری اولاد آپ کی نہ سہی مگر اولاد سے جو مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے یعنی نیک نامی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، ظاہر ہے کہ آپ کی روحانی اولاد بلکہ بچہ بچہ آپ کے نام سے واقف ہی نہیں بلکہ بچے اور بڑے سب کے سب نہایت حسن عقیدت اور غایت درجہ عظمت و محبت کے ساتھ آپ کا نام لیتے ہیں، (اور دختری اولاد تو حضور ﷺ کی ملکوں میں بکثرت پھیلی ہوئی ہیں)

**ذات** اَعْطَيْنَا، باب افعال سے ماضی جمع متکلم، اَعْطَى فَلَانًا الشَّيْءَ: دینا، عَطَا الشَّيْءَ وَالِيَهُ (ن) عَطَوْا: لینا۔ الکوتر، بروزن فَوْعَلٌ، صِيغَةُ مَبَالِغَةٍ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الْكَثَرَةِ شَيْءٌ كَثِيرٌ، مراد خیر کثیر کثر (ک) کَثْرَةٌ۔ زیادہ ہونا۔ اِنْحَرْ، (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، نَحَرَهُ، (ف) نَحَرًا: گلے پر مارنا، مراد قربانی کرنا۔ شَانِئٌ، دشمن، (ف) اسم

۱۔ اونٹ کی قربانی کو نحر کہا جاتا ہے عرب میں چونکہ قربانی عموماً اونٹ کی ہوتی تھی اس لئے یہ لفظ استعمال ہوا، بعض اوقات لفظ نحر مطلقاً قربانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔



فاعل واحد مذکر، شَنَاءُ (ف) شَنَأْتُ وَشَنَأْنَا: دشمنی کرنا، بغض رکھنا۔ الْاَبْتَرُ، صفت مشبہ، بے نام و نشان کہ اس کا ذکر خیر باقی نہ رہے، بَتَرًا (س) بَتَرًا: کٹ جانا، مراد بے نام و نشان رہ جانا۔

**ترکیب** اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ... اِن حرف مشبہ بالفعل ضمیر نا اسم اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ جملہ ہو کر خبر (الکوثر مفعول بہ ثانی) حرف مشبہ بالفعل مع اپنے اسم و خبر کے جملہ اسمیہ خبریہ ابتدائیہ ہوا۔ فَصَّلَ لِرَبِّكَ وَالْمَحْزُورُ اِنْ شَاءَ رَبِّكَ هُوَ الْاَبْتَرُ... فا حرف عطف برائے ترتیب (روح المعانی) بالفاظ دیگر فاسیہ (تفسیر مظہری) صِلَ فعل، ضمیر انت فاعل لِرَبِّكَ متعلق (اور ضمیر سے لفظ رب کی جانب التفات تعظیم رب اور اداء فرائض کی ترغیب و تاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے) لَآ اَنْ يُّرِيَّكَ يَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ، روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف اِمْحَظْ فعل با فاعل جملہ انشائیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل ملا کر جملہ مستانفہ (صل چونکہ انشاء ہے، لہذا جملہ انشائیہ کا عطف جملہ انشائیہ پر کرنے کے لئے فَصَّلَ سے پہلے معطوف علیہ محذوف مان لیا جائے، اِنَّا اَنْتَبَهْ لِهَذَا فَصَّلَ اِنْ (اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ) اِنْ شَاءَ رَبِّكَ اِنْ حرف مشبہ بالفعل شَاءَ رَبِّكَ مرکب اضافی ہو کر اسم اِن، ہو ضمیر فصل الابر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

### اختیاری مطالعہ

اولادِ رسول ہاشمی | آں حضرت ﷺ کی اولاد کے بارے میں اقوال مختلف ہیں سب سے زیادہ معتبر اور مستند قول یہ ہے کہ تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ قاسم، عبداللہ۔ (جن کو طیب اور طاہر کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا) ابراہیم، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ صاحبزادیوں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، بالاتفاق چار تھیں، حضرت ابراہیم آپ کی ام ولد ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے، حضرت ابراہیم کے سوا تمام حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہیں (سیرۃ المصطفیٰ)

**قولہ** اَعْطَيْنَاكَ: آیت میں لفظ اَعْطَيْنَا استعمال ہوا، آئینا نہیں، کیوں کہ اعطاء کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں وہ چیز کسی خدمت وغیرہ کا معاوضہ اور صلہ نہیں ہوتا، برخلاف ایثار کے کہ وہ عام ہے کسی چیز کا صلہ ہو یا محض برہنائے کرم اور مفت، لہذا آیت میں لفظ اعطاء کے استعمال سے پتہ چلا کہ کوثر کا آپ ﷺ کو عطا کیا جانا محض فضل خداوندی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اَعْطَيْنَا ماضی کا صیغہ لایا گیا نہ کہ مضارع کا تو وہ اس بناء پر کہ ماضی وقوع اور تحقق پر دلالت کرتی ہے گویا یہ صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ ایسا یقینی ہے کہ گویا آپ کو دے دیا گیا۔ نیز اعطیناک کا مفعول اول کاف ضمیر ہے (نہ کہ لفظ الرسول وغیرہ تو اس میں اس بات کو بتلاتا ہے کہ یہ اعطا غیر معلل ہے یعنی بوجہ رسالت نہیں بلکہ محض اللہ کی مشیت اور اس کے فضل کی بناء پر ہے۔ (روح)

### سورۃ الکافرون مکیہ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ۝ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ ۝ وَلَا

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! • نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں • اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو • اور نہ

أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۖ وَلَا أَنْتُمْ عِبِدُونَ مَّا أَعْبُدُ ۖ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

میں تمہارے معبودوں کی پستش کروں گا • اور نہ تم میرے معبود کی پستش کرو گے • تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا •

**رہنما** والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے مسئلہ توحید اور شرک سے برأت ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

**تشریح** و شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار چند رؤساء کفار نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آئیے ہم اور آپ صلح کر لیں، کہ ایک سال تک ہمارے معبودوں کی آپ عبادت کیا کیجئے، اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کیا کریں، اس طرح دو توں فریق دین میں شریک رہیں گے تو جو نسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ نہ کچھ حاصل جائے گا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی جس میں کفار کے اعمال اور باہم مشارکت سے برأت کا اظہار ہے۔

”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبِدُونَ مَّا أَعْبُدُ ۝“ اے محمد آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں تمہارے معبودوں کی پستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پستش کرتے ہو، یعنی مطلب یہ ہے کہ میرا اور تمہارا طریقہ ایک نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو فی الحال ایسا ہو رہا ہے کہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں، اور تم میرے معبود کی عبادت کرو، (گویا لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبِدُونَ مَّا أَعْبُدُ ۝ میں زمانہ حال میں عبادت کی نفی مراد ہے) ”وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبِدُونَ مَّا أَعْبُدُ ۝“ اس میں آئندہ زمانہ میں عبادت کی نفی ہے کہ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پستش کروں گا، اور نہ تم (شرک پر قائم رہتے ہوئے) میرے معبود کی پستش کرو گے، مطلب آیات کا یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا، نہ اب اور نہ آئندہ، اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دے جاسکتے نہ اب اور نہ آئندہ، یعنی توحید اور شرک جمع نہیں ہو سکتے، آگے ”لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝“ اس میں توحید و شرک کا انجام مذکور ہے کہ تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ، (اس میں ان کے شرک پر وعید بھی سنائی گئی کہ جیسا کرو گے ویسا ہی بھگتو گے)۔

**لغات** الکافرون، الکافر کی جمع (دیکھئے ویقول الکافر سورۃ النبأ میں) لا اعبد (ن) مضارع منفی واحد متکلم، عِبَدَ اللہ (ن) عبادۃ و عبودیتہ: عبادت کرنا، تعبدون، جمع مذکر حاضر از باب نصر، عابدون، اسم فاعل جمع مذکر، از باب نصر، دین بدلہ، (۲) دین (مزید تفصیل در سورۃ الانفطار)

**ترکیب** قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عِبِدُونَ مَّا أَعْبُدُ... قُلْ امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر قول (لا اعل لہا) یا حرف ندائی مبدل منہ، ہا برائے تنبیہ الکافرون بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے ملکر منادی، حرف ندائی اپنے منادی سے ملکر ندا، لا اعبد فعل منفی، ضمیر انا فاعل، ما اسم موصول تعبدون فعل با فاعل، (اور عائد محذوف ہے ای تعبدونہ) جملہ فعلیہ صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل



اور مفعول بہ سے ملکر معطوف علیہ (لا محل لها) واو حرف عطف لا نافیہ انتم مبتدأ عابدون صیغہ اسم فاعل، ضمیر ہم فاعل، ما عابد اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف۔ وَلَا اَنَا عَبْدٌ مَّا عَبَدْتُمْ وَلَا اَنْتُمْ عِبُدُونَ مَّا اَعْبُدُ... واو حرف عطف لا نافیہ انا مبتدأ عابد صیغہ اسم فاعل، ضمیر هو فاعل ما عبادتم اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف واو حرف عطف لا نافیہ انتم مبتدأ عابدون صیغہ اسم فاعل، ضمیر هم فاعل ما عباد اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر خبر، مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر جواب ندا، ندا اپنے جواب ندا سے ملکر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ..... لکم جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم، دیدکم مرکب اضافی ہو کر مبتدأ موخر، مبتدأ مع خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف، لی جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم، دین (در اصل دینی تھا وہو مرفوع وعلامة الرفع الضمة المقدرة على ما قبل الياء المحذوفة للتخفيف) مرکب اضافی مبتدأ موخر پھر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

**فضیلت سورۃ** حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو بچھونے کاٹ لیا تو آپ نے نمک اور پانی منگایا آپ ﷺ قل یا ایہا الکافرون، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے رہے اور اس جگہ پر پانی ڈال کر ہاتھ پھیرتے رہے۔ (مظہری)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو تم کو شرک سے نجات دے دے؟ سوتے وقت قل یا ایہا الکافرون پڑھا کرو۔

## سورۃ النّصر مدنیہ

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝

جب خدا کی مدد اور فتح آچینے • اور آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں •

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے • اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے • وہ بڑا قبول کرنے والا ہے •

ل قَوْلہ ما تعبدون، مانکرہ موصوفہ، اور مصدریہ بھی ہو سکتا ہے اگر مصدریہ ہو تو عبارت ہوگی لا اعبد عبادتکم المبنیۃ علی الشک، ولا انتم تعبدون مثل عبادتی المبنیۃ علی الیقین، گویا تین صورتیں جائز ہیں (۱) چاروں ما بمعنی الذی (۲) چاروں ما مصدریہ (۳) پہلے دو بمعنی الذی اور آخر کے دو مصدریہ (اعراب القرآن)

**ربط** والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے تکمیل فیوض کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے، اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

**تشریح** اس سورت میں حضور ﷺ کی وفات قریب ہونے کی طرف اشارہ ہے، اسی لئے اس سورت کو سورۃ التودیع بھی کہا گیا ہے، (تودیع کا معنی ہے کسی کو رخصت کرنا) مقاتل کی روایت میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے مجمع میں اس کی تلاوت فرمائی، جن میں حضرت ابوبکر، عمر، اور سعد بن ابی وقاص وغیرہ موجود تھے، سب اس کو سن کر خوش ہوئے کہ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے مگر حضرت عباسؓ نے لگے، حضور ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اس میں تو آپ ﷺ کی وفات کی خبر مضمر ہے، آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی، ”اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ“ جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچے یعنی اے محمد (ﷺ) جب خدا کی مدد اور مکہ کی فتح آپہنچے اور اس فتح کے آثار، علامات یہ ہوں گی کہ ”وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا“ اور آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔ اللہ کے دین سے مراد دین اسلام ہے چنانچہ قرآن میں ہے ان الدین عند اللہ الاسلام، لوگ فتح مکہ کے منتظر تھے کیوں کہ فتح مکہ سے پہلے ایک بڑی تعداد تھی جو رسالت و اسلام کی حقانیت کا تو یقین رکھتی تھی مگر قریش کی مخالفت کے خوف سے اسلام میں کھلم کھلا داخل نہ ہو سکتی تھی ایک ایک دو دو مسلمان ہوتا تھا مگر فتح مکہ کے بعد قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے۔ آگے اذاکا جواب ہے یعنی ”فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ“ تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے یعنی اے محمد ﷺ جب فتح مکہ کے یہ آثار ظاہر ہونے لگے تو اس وقت یہ سمجھئے کہ آپ کی بعثت کا مقصود جو کہ تکمیل دین ہے ختم ہوا اس پر خدا کا شکر ادا کیجئے اور یہ سمجھئے کہ اب بس سفر آخرت قریب ہے اس کی تیاری کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے۔ ”وَاسْتَغْفِرْ لَهُ“ اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے۔ یعنی خلاف اولیٰ امور واقع ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجئے، کیوں کہ اللہ تو اب ہے، فرمایا ”إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا“ وہ بڑا قبول کرنے والا ہے۔ (انہ کان تواباً، یہ امر بالا استغفار کی علت ہے)

**تنبیہ:** خلاف اولیٰ امور مثلاً ایک دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی آئے اور آپ ﷺ کو اپنی طرف متوجہ ہونے پر زور دیا جبکہ آپ رؤسائے کفار کو سمجھا رہے تھے۔ جس کا مکمل واقعہ سورۃ عبس میں گزر چکا، اگرچہ آپ کا یہ فعل بھی عبادت تھا۔ مگر جو متروک ہو گیا وہ اس سے زیادہ عبادت تھا۔ بس ایسے امور میں استغفار کا حکم ہے۔

**فائدہ** اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ میں فتح سے فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی یا بعد میں، لفظ اِذَا جَاءَ سے بظاہر فتح مکہ سے پہلے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے چنانچہ روح المعانی میں ایک روایت اس کے موافق نقل کی ہے جس میں اس سورت کا نزول، غزوہ خیبر سے لوٹنے کے وقت بیان کیا ہے اور خیبر کی فتح، فتح مکہ سے مقدم ہونا معلوم و معروف ہے۔ (فتح خیبر ۷ھ اواخر محرم میں ہوئی اور فتح



مکہ رمضان ۸ھ میں ہوئی)

**فائدہ** حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے گویا ہر وقت یہ دعاء پڑھتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔

**لغات** نصر، باب نصر کا مصدر، نَصَرَ (ن) نَصْرًا وَنُصْرَةً: مدد کرنا، الفتح کامیابی (مراد فتح مکہ) بطور اسم مستعمل ہے، فتح الباب (ف) فتحا: دروازہ کھولنا، الناس (مرفی سورۃ المطففین) یدخلون (ن) مضارع جمع مذکر غائب، دخل (ن) دخولا: داخل ہونا، دین دین، مذہب، (دیکھئے سورۃ الانقطار میں لفظ الدین) افواجا، فوج کی جمع، بمعنی گروہ، جماعت، جمع الجمع آفواج و آفواج، سَبِّح صیغہ امر از باب تفعیل، خدا کی پاکی بیان کیجئے، یعنی اللہ تعالیٰ جملہ عیوب و نقائص سے برتر اور پاک ہے۔ (دیکھئے سبوح سورۃ الاعلیٰ میں) حَمْد، تعریف، ثناء، دراصل باب سمع کا مصدر ہے، حمد، (س) حمدا: تعریف کرنا، (یعنی اللہ تعالیٰ تمام خوبیوں اور صفات کمال سے متصف ہے) استغفر (استفعال) امر کا واحد مذکر حاضر، بمعنی معافی چاہنا، غفر اللہ لہ ذنبہ، (ض) غَفَرًا وَغُفْرَانًا وَمَغْفِرَةً: معاف کرنا، توابا، اسم مبالغہ، از باب نصر، (مراد توبہ قبول کرنے والا، معاف کرنے والا، قرآن شریف میں جتنی جگہ بھی تواب کا لفظ آیا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی صفت کے لئے آیا ہے) مزید معلومات سورۃ البروج میں ثم لم یتوبوا کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

**ترکیب** إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا..... اذا ظرفیہ، مضاف، متضمن بمعنی الشرط، جاء فعل نصر مصدر مضاف، اللہ مضاف الیہ فاعل، (اور مفعول بہ محذوف ہے ای ایاک والمومنین) مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل اور مفعول بہ محذوف سے ملکر معطوف علیہ (محل جر میں) واو حرف عطف، الفتح معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف رأیت فعل با فاعل، الناس ذوالحال یدخلون فی دین اللہ افواجا جملہ ہو کر حال (محل نصب میں) افواجا حال از ضمیر یدخلون ذوالحال اپنے حال سے ملکر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر ظرف ہوا اپنے جواب و جزا سبوح کا، فارابطہ سبوح فعل، ضمیر انت ذوالحال، بحمد ربک ملتبس محذوف کے متعلق ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر معطوف علیہ، واو حرف عطف، استغفر فعل با فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ، پھر جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا جو اذا کا جواب و جزا ہے (لاکل لہا جواب شرط غیر جازم)

انہ کان توبا..... ان حرف مشبہ بالفعل ہاء ضمیر اسم کان فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم توابا خبر، جملہ فعلیہ خبر حرف مشبہ بالفعل کی (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔

لہ قولہ یدخلون الخ اگر روایت میں رویت بعری مراد نہ ہو بلکہ رویت قلمی مراد ہو تو پھر یدخلون الخ مفعول بہ ثانی ہوگا۔

## اختیاری مطالعہ

قولہ اِنَّہٗ کان توابا: اس سے پہلے ہے واستغفرہ تو قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ توابا کے بجائے غفاراً کہا جاتا۔ تو بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ استغفار کرنے والے کو توبہ بھی کرنی چاہیے، بعض نے کہا کہ عبارت اس طرح تھی واستغفرہ انہ کان غفاراً و تبالیہ انہ کان توابا۔ یعنی یہاں صنعت احتیاط ہے کہ معطوفین میں ہر ایک طرف میں احد المتقابلین اور حذف اور احد المتقابلین کو ذکر کر دیا گیا تاکہ مذکور محذوف پر دلیل بن سکے۔

## سورۃ اللہب مدنیہ

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَ تَبَّ ۝ مَّا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَ مَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے • نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی • وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں لہب ۝ ۳ وَ اَمْرًا تُهٰ حَبَالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

داخل ہوگا • وہ بھی اور اس کی بیوی بھی • جو لکڑیاں لا کر لاتی ہے • اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی •

**ترک** والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے مخالفت رسول سے بچنا ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

**تشریح** و شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ جب قرآن کی آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قبیلہ قریش کے لوگوں کو جمع کر کے دعوت اسلام دی اور کہا کہ میں تم کو ایک عذاب سے ڈراتا ہوں جو کفر و شرک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، یہ سن کر ابولہب جو آپ کا حقیقی چچا تھا کہنے لگا تبا لک الہذا جمعتنا، ہلاکت ہو تیرے لئے کیا تو نے ہمیں اسی کام کے لئے جمع کیا تھا، اور آپ کو مارنے کے لئے پتھر اٹھالیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اس ابولہب کی ایک بیوی تھی جو خاردار لکڑیاں جمع کر کے لاتی اور حضور ﷺ کی راہ میں بچھا دیتی، گویا دونوں کو حضور ﷺ سے دلی عداوت تھی، چنانچہ اس سورت میں اس کی عورت کی بھی مذمت مذکور ہے۔

”تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَ تَبَّ ۝“ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ دونوں جملے بددعا کے لیے ہیں، اور پہلے جملہ میں يَدَا أَبِي لَهَبٍ مرکب اضافی ہے دراصل يَدَا ن تھا بوجہ اضافت نون ساقط ہو گیا اور دونوں ہاتھوں سے کنایہ ذات سے ہوتا ہے کیوں کہ انسان کے کاموں میں ہاتھ کو بڑا دخل ہے، اور یہاں ہاتھوں کی تخصیص کا نکتہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہاتھوں سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا مثلاً پتھر وغیرہ مارتا تھا لہذا جب ہاتھ سے مراد ذات ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ابولہب ہلاک و برباد ہو جائے پھر بطور تاکید کے فرمایا وَ تَبَّ، اور وہ برباد ہو جائے، اور اس بددعا سے مراد اس کی ہلاکت کی خبر دینا ہے، بطور پیشین گوئی کے لہذا یہ کلام اس درجہ میں ہوا کہ وہ ہلاک ہوگا اور ہلاکت چوں



کہ یقینی تھی اس لیے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ ذکر کر دیا۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ واقعہ بدر کے سات روز بعد اس کے طاعون کی گھٹی نکلی جس کو عربی میں غَدَسَہ کہتے ہیں، اور اس خوف سے کہ مرض دوسروں کو نہ لگ جائے گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا، یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گیا، اور تین روز تک اس کی لاش یوں ہی پڑی رہی، جب سڑنے لگا تو مزدوروں سے اٹھوا کر اس کو دبوادیا گیا، مزدوروں نے ایک گڑھا کھود کر ایک لکڑی کے ذریعہ اس کو اندر ڈال دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیئے، اس طرح بھد ذلت و رسوائی وہ ناری جہنم رسید ہوا، الغرض مذکورہ کلام اس درجہ میں ہے کہ گویا یوں کہا گیا کہ وہ ہلاک ہو گیا، اس پر یہ دشمن رسول یہ شبہ کر سکتا ہے کہ میں اپنے مال اور تدبیر کی بدولت بچ جاؤں گا اس لیے آگے ارشاد ہے کہ: ”مَا آغْنِي عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۖ“ اور نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ مال سے مراد اصل سرمایہ ہے اور مَا كَسَبَ سے مراد اس اصل مال کا نفع ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ مَا كَسَبَ سے مراد اولاد بھی ہو سکتی ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو ایمان کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو ابولہب نے یہ بھی کہا تھا کہ جو کچھ یہ میرا بھتیجہ کہتا ہے اگر وہ حق ہی ہو تو میں اپنے مال و اولاد کو فدیہ میں دے کر عذاب الیم سے اپنی جان بچا لوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور یہاں ماضی سے مراد مستقبل ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کا مال اس کو ہلاکت سے نہ بچائے گا۔

الغرض یہ حالت تو اس کی دنیا میں ہوئی کہ گل سڑ کر مر گیا اور اس کے بیٹے عتیبہ کو شام کے راستہ میں شیر نے پھاڑ کھایا (روح، صاوی) اور آخرت کا حال یہ ہے کہ ”سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۖ وَ امْرَاَتُهُ ۗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۖ“ وہ عنقریب (یعنی مرتے ہی، قبر میں یا قیامت میں) ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لا کر لاتی ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ وہ خاردار لکڑیاں جمع کر کے حضور ﷺ کے راستہ میں بچھا دیتی تھی) الحطب بطور جنس مستعمل ہے اور جنس قلیل و کثیر ہر دو کو شامل ہوتی ہے اس لیے ترجمہ کیا لکڑیاں۔ ”فِي جَنَدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۖ“ اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی جہنم کی زنجیر و طوق کوری سے تشبیہ دی گئی لہذا مطلب یہ ہے کہ دوزخ میں پہنچ کر اس عورت کے گلے میں دوزخ کی زنجیر اور طوق ہوگا کقولہ تعالیٰ: اِذَا الْاَغْلَالُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ ۙ گویا کہ وہ ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی، (تشبیہ شدت استحکام میں ہے یعنی جہنم کی زنجیر اور طوق شدید درجہ مستحکم و مضبوط ہوں گے)

ایک اعتراض | مشبہ بہ میں جو صفت ہوتی ہے وہ زیادہ معروف ہوتی ہے جیسے زید کا لاسد زید شیر کی طرح ہے دیکھئے یہاں شجاعت کے معنی شیر میں زیادہ معروف ہے، یہاں جہنم کے طوق و زنجیر مشبہ ہیں اور بٹی ہوئی رسی مشبہ بہ تو یہاں تو مشبہ صفت استحکام و مضبوطی میں زیادہ معروف ہے مشبہ بہ سے تو پھر اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ کیوں دی گئی۔ لیکن یاد رکھئے کہ اس اعتبار سے مشبہ بہ زیادہ معروف ہے کہ جملة الحطب کے معنی سے حبل من مسد کی طرف جلدی ذہن منتقل ہوتا ہے۔

**فائدہ** ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا، آگ کے شعلہ کی طرح اس کا رنگ سرخ اور چمکدار ہونے کی بناء پر اس کی

کنیت ابو لہب مشہور تھی، اور قرآن شریف میں اس کا نام چھوڑ کر کنیت اختیار کرنا اس کے جہنمی ہونے سے کنایہ ہے، دوسری وجہ اس کا نام نہ لینے کی یہ ہے کہ عزیزی ایک بت کا نام ہے جس کا یہ بندہ بنا ہوا تھا تو ایسا شرکیہ نام قرآن میں ذکر کرنے کے قابل نہ تھا۔ حمالة الحطب بعض نے کہا کہ حمالة الحطب سے مراد چنغل خور ہے کہ جیسے کوئی سوختہ کی لکڑیاں جمع کر کے آگ لگانے کا سامان کرتا ہے تو اسی طرح یہ عورت رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی کے لئے چنغل خوری کرتی تھی، اور اپنی چنغل خوری کے ذریعہ خاندانوں اور افراد میں آگ بھڑکاتی تھی، اس کا نام اروی بنت حرب تھا اور کنیت ام جمیل اور لقب عوراء (کالی)

**تبت** (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، تَبَّ الشَّيْءُ (ض) تَبَّأ و تَبَّأَتَا: ہلاک ہونا، ٹوٹنا، ید کا تثنیہ، بوقت اضافت نون تثنیہ ساقط ہو گیا، بمعنی ہاتھ، جمع اید، ابی، اب کے معنی باپ، اسماء ستہ مکبرہ سے ہے اور حالت جری میں یاء کے ساتھ مستعمل ہے، ابو لہب، عبد العزی ابن عبد المطلب نامی شخص کی کنیت ہے، لہب، شعلہ، ذات لہب، کا ترجمہ ہوگا شعلہ والی، دراصل باب سمع کا مصدر ہے، لَهَبَتِ النَّارُ (س) لَهَبًا وَلَهَبًا: شعلہ بھڑکنا، اغلی، ماضی واحد مذکر غائب (دیکھئے سورۃ اللیل میں وما یغنی) کَسَبَ، (ض) ماضی کا واحد مذکر غائب، کَسَبَ (ض) کَسَبًا: کمانا، سیصلی (س) مضارع واحد مذکر غائب (دیکھئے سورۃ الانفطار میں یصلونہا) ذات، ذو کا مؤنث، والی، صاحب، امرأۃ عورت، بیوی، جمع نساء (من غیر لفظ) حَمَالَةٌ صیغہ مبالغہ، خوب اٹھانے والی، حمل الشیئی (ض) حملاً: اٹھانا، الحطب، لکڑی، ایندھن، جمع احطاب، حطب (ض) حَطْبًا: ایندھن جمع کرنا، جید، اسم جامد، گردن، جمع أَجْيَادٌ وَجُيُودٌ، جبل رسی، جمع أَحْبَالٌ وَحَبُولٌ وَحَبَالٌ، (مصباح اللغات) حَبْلَةٌ (ن) حَبْلًا: رسی سے باندھنا، مَسَدٌ اسم جامد، خوب مضبوط بٹی ہوئی رسی، جمع مَسَادٌ وَأَمْسَادٌ، مَسَدٌ (ن) مَسَدًا: رسی بٹنا۔

**ترکیب** تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ... تبت فعل یدای مضاف ابی مضاف الیہ مضاف، لہب مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ ہوا مضاف کا، مضاف مع مضاف الیہ کے فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عطف، تب فعل، فاعل جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ ابتدائیہ (لا محل لہا) مَا أَغْلَى عَنَّهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ... ما اغنی فعل منفی عنہ اس کے متعلق مالہ مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف ما کسب، اسم موصول مع صلہ کے معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ مستانفہ (استیناف جواباً عما کان یقول انا افتدی بمالی) سَيَصْلِي نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَامْرَأَتُهُ حَمَالَةَ الْحَطَبِ... سین برائے استقبال، یصلی فعل، ضمیر ہو مستتر فاعل، نارا موصوف (والتنوين للتعظیم ای ناراً عظیمة) ذات لہب مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مفعول بہ، واو حرف عطف امرأۃ مرکب اضافی معطوف ہے یصلی کی ضمیر فاعل پر (ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید لانا ضروری ہے لیکن مفعول کے درمیان میں آنے کی بناء پر ضمیر منفصل کے ذریعہ فصل لانے کی ضرورت نہیں رہی) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ مستانفہ بیانیہ، حمالة الحطب مرکب اضافی ہو کر منصوب علی الذم ای آذم



حمالة الحطب، یا اعی فعل محذوف کا مفعول بہ۔

فی جیدھا حبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ..... فی جیدھا متعلق ثابت کے ہو کر خبر مقدم حبْل موصوف من مسد جار مجرور کائن کے متعلق ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدا موخر، مبتدا مع خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر امرأۃ سے حال یا پھر جملہ متانفہ۔

### اختیاری مطالعہ

**قولہ** ثبت ید ابی لہب وثبت: کے متعلق فرزانے کہا کہ پہلا جملہ دعائیہ ہے یعنی برائے بددعا اور دوسرا جملہ خبریہ ہے (تفسیر ابن کثیر میں بھی اسی طرح ہے) اب وثبت کے معنی میں خبر ہوگی کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

یعنی وہ بددعا اس کو لگ گئی، اور یہ جملہ ثبت ید ابی لہب مسلمانوں کے غصہ کی تسلی دینے کے لیے ارشاد فرمایا گیا کیوں کہ جس وقت ابولہب نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں بتا کہا تو مسلمانوں کی دلی خواہش تھی کہ وہ (مسلمان) اس کے لیے بددعا کریں، حق تعالیٰ نے گویا ان کے دل کی بات خود فرمادی اور ساتھ ہی یہ خبر بھی دے دی کہ یہ بددعا اس کو لگ بھی گئی۔

**اچھے برے نام** | قرآن نے ابولہب کا نام نہیں لیا کیوں کہ وہ مشرکانہ نام ہے کیوں کہ عبدالعزی کا معنی ہے عزیزی نامی بت کا بندہ، عبد کے معنی چوں کہ غلام کے بھی ہیں اس لیے غلام رسول، غلام محمد، نام درست ہیں مگر عبدالرسول، عبدالنبی، نام رکھنا مکروہ ہے، اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ عبد سے مراد خادم و مطیع و غلام ہو مگر یہ بوائے شرک سے خالی نہیں، اور عبدالعزی تو کسی بھی طرح درست نہیں، ہر ایسا نام جس میں عبد کی اضافت غیر خدا کی طرف ہو شرعاً درست نہیں، اچھے نام عبداللہ و عبدالرحمن ہیں اسی طرح عبدالرحیم، عبدالحق، حارث ہمام، اور فرشتوں کے نام پر نام رکھنا مکروہ ہے جیسے جبریل، میکائیل، اسرافیل، وغیرہ۔ اور حدیث میں ہے کہ میرے نام پر تم نام رکھا کرو مگر میری کنیت پر کنیت مقرر نہ کرو، مگر یہ ممانعت آپ ﷺ کے زمانہ حیات تک تھی ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہی صحیح قول ہے۔ لہذا ابوالقاسم کنیت پر اپنا نام رکھنا اب درست ہے امام شافعیؒ اب بھی ممانعت کے قائل ہیں، بعض نام دنوں یا مہینوں کے نام پر رکھے جاتے ہیں وہ بھی اچھے نام نہیں جیسے پیرو، منگو، بدھو، جراتی، جما، بارو، اتواری، غیدا، مضانی، ایسے ہی برے القاب سے پکارنا درست نہیں جیسے لبو، آلو، موٹو، لالو، چھو، گھسو، ٹونڈا، نکلا، کن کٹا، بھینگا، کالا، لٹھر، سڑیل، سوہڑ، پھوہڑ۔

**غلط نسبت:** بعض لوگ عقیدت و محبت میں اپنی طرف غلط نسبت کرتے ہیں جیسے اپنے کو صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، کہتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس میں تلبیس و تدلیس پائی جاتی ہے۔ سننے والے سمجھیں گے کہ ان کا یہ نسب تعلق ہے اور غلط نسبت جتنا حرام ہے۔ اسی طرح بلا ثبوت اپنے کو شیخ، انصاری، سلمانی، داؤدی، قریشی نہ کہا جائے۔

تفسیر مظہری میں فی جیدھا الخ کو حملۃ کی ضمیر سے حال ہونے کو منع لکھا ہے بایں وجہ کہ حال و ذوالحال کے زمانہ میں اتحاد نہیں ہے لان حمل الحطب کان فی الدنیا، الا ان یقال معنی حمالة الحطب انہا تحمل حطب جہنم کا الزوم والضریع۔

مکیہ

سورۃ الاخلاص



قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے • اللہ بے نیاز ہے • اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے • اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے •

**ربط** والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے توحید ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

**تشریح** **وشان نزول**: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین نے آپ سے کہا کہ اپنے رب کی

صفات اور نسب بیان کیجئے (بعض روایات میں ہے کہ مشرکین کے سوال میں یہ بھی تھا کہ اللہ کس چیز کا بنا ہوا

ہے، سونے کا یا چاندی کا یا کسی اور چیز کا) اس پر یہ سورت نازل ہوئی، ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝“ آپ کہہ دیجئے کہ وہ

یعنی اللہ ایک ہے۔ یعنی آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ اپنے کمال ذات و صفات میں ایک ہے (کمال

ذات تو یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور کمال صفات یہ ہے کہ علم، قدرت وغیرہ اس

کے قدیم اور محیط ہیں) لفظ اللہ کی تعریف آپ حضرات نے شرح تہذیب کے صفحہ اول پر پڑھ لی کہ اللہ نام ہے اس

ذات کا جو واجب الوجود ہے اور تمام کمال کی صفتوں کا جامع ہے، یعنی اس کے اندر تمام صفات کمالیہ موجود ہیں اس جملہ

سے ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو اللہ تعالیٰ شانہ کے وجود ہی کے قائل نہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا جو وجود کے تو قائل ہیں مگر

واجب الوجود ہونے کے قائل نہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا کہ جو وجود اور واجب الوجود ہونے کے تو قائل ہیں مگر کمال

صفات کے منکر ہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا جو سب کچھ مانتے ہیں مگر عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتے ہیں، ”اللَّهُ

الصَّمَدُ ۝“ اللہ بے نیاز ہے یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو

حاجت روا اور کار ساز اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی سمجھتے ہیں، ”لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝“ نہ اس نے کسی کو جنا یعنی

اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی اولاد نہیں، لہذا اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہو گیا

جو اللہ کے لئے بیٹے یا بیٹیاں ہونے کے مدعی ہیں جیسا کہ مشرکین نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، یہودی قائل

تھے کہ عزیر کا باپ خدا ہے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا تھا۔ اور ان کا بھی جواب ہو گیا جنہوں نے نسب کے

بارے میں سوال کیا تھا لہذا جواب ہو گیا کہ وہ مخلوق نہیں کہ اس کے نسب کا سوال پیدا ہو، (کیوں کہ ہر مخلوق و مولود

حادث ہے اور اللہ تعالیٰ حادث سے پاک ہے) ”وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝“ اور نہ کوئی اس کی برابری کا ہے،

اس میں مجوس کے قول کا رد ہو گیا کہ خالق دو ہیں ایک خیر کا خالق یعنی یزداں، اور ایک شر کا خالق یعنی اہرمن، نیز ہنود کی

بھی تردید ہو گئی جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

**فضیلت سورۃ الاخلاص** | رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح اور شام قل ہو اللہ احد اور معوذتین پڑھ لے تو یہ



اس کے لئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلا سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ (ابن کثیر)

**نکات** احد (مرفی سورۃ الفجر) الصمد، صفت مشبہ، فَعَلَ بمعنی مفعول ہے (مقصود) ای المقصود فی الحوائج، یعنی صمد وہ سردار ہے جس کی طرف حاجتوں میں رجوع اور قصد کیا جائے اور وہ کسی کی طرف رجوع نہ کریں صَمَدُ الشَّيْءِ وَلَهُ وَالِيهِ (ن) صمدا: قصد کرنا، لم یلد (ض) نفی جحد بلم واحد مذکر غائب، ولد (ض) ولاداً وولادة: بچہ جننا، لم یولد (ض) نفی جحد بلم در فعل مضارع مجہول کا واحد مذکر غائب، کفوا اسم بمعنی المماثل، مثل، برابر، واو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے، جمع اکفاء۔

**ترکیب** قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ..... قُلْ فعل، ضمیر اَنْتَ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، ہو ضمیر شان مبتدا (والجمله بعده خبر مفسرہ له ومثلها لا یكون له رابطه لانها عین المبتدا فی المعنی) (اللہ احد) جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول، اللہ الصمد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی، لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَهُ کُفُوًا اَحَدٌ باہم معطوف ومعطوف علیہ ہو کر خبر ثالث (لہ متعلق ہو کر کُفُوًا سے حال اور کُفُوًا فعل ناقص کی خبر مقدم ہے، اور اَحَدٌ اسم مؤخر) مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدا سیہ ہوا (لا محل لہا) لَمْ

لفظ احد کا استعمال اگر نفی میں ہو تو استفراق جنس کا فائدہ دے گا، یعنی پوری جنس کی نفی مقصود ہوتی ہے جیسے مافی الدار احد، یعنی گھر میں کوئی نہیں، نہ ایک ہے اور نہ دو اور نہ اس سے زائد، نہ مجتمع اور نہ متفرق، لہذا اس معنی میں احد کا استعمال اثبات میں نہ ہوگا کیونکہ دو متضاد چیزوں کی نفی تو درست ہے مگر اثبات درست نہیں مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں فی الدار احد کیونکہ اس مثال میں تنہا ایک کے اثبات کے ساتھ مافوق الواحد کا بھی اثبات ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے کیونکہ جب گھر میں ایک سے زائد بھی ہے تو تنہا ایک کے رہنے کا اثبات کیسے ہوگا، اور اگر احد کا استعمال اثبات میں ہو تو تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) دہائیوں کے ساتھ اس کو ملایا جائے جیسے احد عشر، احد وعشرون (۲) مضاف یا مضاف الیہ بن کر جیسے اما احد کما فیسقی ربہ خمرا (پ ۱۲) مضاف الیہ بن کر جیسے یوم الاحد، (۳) معنی وصفی کے لئے (اکیلا) اس صورت میں اس کا استعمال صرف اللہ کے لئے ہوگا جیسے قل هو اللہ احد۔

**فائدہ:** احد اور واحد میں بعض نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ احد عدد کی ابتداء میں نہیں آتا مثلاً احد، اثنان، نہیں کہا جاتا جیسا کہ واحد، اثنان کہا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ احد کے لئے نفی میں عموم یقینی ہے جبکہ واحد میں عموم اور غیر عموم دونوں محتمل ہیں، لہذا مافی الدار احد کہا جائے گا اس کے بعد بل اثنان نہیں کہہ سکتے جبکہ مافی الدار واحد کے بعد بل اثنان کہہ سکتے ہیں، بعض نے کہا کہ احدیت میں جزئیت اور عددیت اور ترکیب و تجزیہ کا احتمال نہیں ہوتا یقال مائة واحدة ولا یقال مائة احد (روح المعانی) تفسیر مظہری میں ہے کہ احد کی اصل وحد ہے بمعنی واحد، واو کو ہمزہ سے بدل دیا۔

**فائدہ:** هو اللہ احد میں ہو ضمیر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مرجع وہ ہو جس کے متعلق سوال کیا گیا ای الذی سالتہ عنی هو اللہ الخ اس صورت میں احد اللہ سے بدل ہو گیا ہو کی خبر ثانی (مظہری)

**۲** **قوله** لَمْ یَكُنْ لَهُ کُفُوًا یعنی مما یلا کے متعلق بھی ہو سکتا ہے ای لم یکن اَحَدٌ کُفُوًا لہ ای مکافئہ، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ، ویجوز ان یكون الظرف (لہ) حالاً من احد، قَدْیم علیہ رعاۃً للفاصلة ولئلا یلتبس بالصفة، قوله اَحَدٌ اِجَازاً الزمخشری ان یكون اَحَدٌ بدلًا من اللہ تعالیٰ علی ما هو المختار من جواز ابدال النكرة من المعرفة ویجوز ان یكون خبراً المبتدأ محذوف ای هُوَ اَحَدٌ، واجاز ابو البقاء ان یكون الاسم الاعظم بدلًا من هُوَ اَحَدٌ خبرہ (روح المعانی) قوله الصَّمَدُ قیل الصَّمَدُ نعت والخبر ما یبعده (روح)

اس کے لئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلا سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ (ابن کثیر)

**لغات** احد (مرفی سورۃ الفجر) الصمد، صفت مشبہ، فَعَلَ بمعنی مفعول ہے (مقصود) ای المقصود فی الحوانج، یعنی صمد وہ سردار ہے جس کی طرف حاجتوں میں رجوع اور قصد کیا جائے اور وہ کسی کی طرف رجوع نہ کریں صَمَدَ الشَّيْءِ وَلَهُ وَالِيَهُ (ن) صمدا: قصد کرنا، لم یلد (ض) نفی جحد بلم واحد مذکر غائب، ولد (ض) ولادًا وولادة: بچہ جنما، لم یولد (ض) نفی جحد بلم در فعل مضارع مجہول کا واحد مذکر غائب، کھوا اسم بمعنی المماثل، مثل، برابر، واؤ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے، جمع اکفاء۔

**ترکیب** قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ..... قُلْ فعل، ضمیر اَنْتَ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، هُوَ ضمیر شان مبتدا (والجملہ بعدہ خبر مفسرہ لہ و مثلہا لایکون لہ رابطۃ لانہا عینُ المبتدا فی المعنی) اللہ أَحَدٌ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول، اللہ الصَّمَدُ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی، لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَہُ کُفُوًا أَحَدٌ باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر خبر ثالث (لَمْ متعلق ہو کر کُفُوًا سے حال اور کُفُوًا فعل ناقص کی خبر مقدم ہے، اور أَحَدٌ اسم مؤخر) مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدا سیہ ہوا (لا محل لہا) لَمْ۔

۱۔ لفظ احد کا استعمال اگر نفی میں ہو تو استغراق جس کا فائدہ دے گا، یعنی پوری جس کی نفی مقصود ہوتی ہے جیسے مافی الدار احد، یعنی گھر میں کوئی نہیں، نہ ایک ہے اور نہ دو اور نہ اس سے زائد، نہ مجتمع اور نہ متفرق، لہذا اس معنی میں احد کا استعمال اثبات میں نہ ہوگا کیونکہ دو متضاد چیزوں کی نفی تو درست ہے مگر اثبات درست نہیں مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں فی الدار احد کیونکہ اس مثال میں تھا ایک کے اثبات کے ساتھ مافوق الواحد کا بھی اثبات ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے کیونکہ جب گھر میں ایک سے زائد بھی ہے تو تھا ایک کے رہنے کا اثبات کیسے ہوگا، اور اگر احد کا استعمال اثبات میں ہو تو تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) دہائیوں کے ساتھ اس کو ملایا جائے جیسے احد عشر، احد وعشرون (۲) مضاف یا مضاف الیہ بن کر جیسے اما احد کما فیسقی ربہ خبرا (پ ۱۲) مضاف الیہ بن کر جیسے یوم الاحد، (۳) معنی وصفی کے لئے (اکیلا) اس صورت میں اس کا استعمال صرف اللہ کے لئے ہوگا جیسے قل هو اللہ احد۔

**حافظہ:** احد اور واحد میں بعض نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ احد عدد کی ابتداء میں نہیں آتا مثلاً احد، اثنان، نہیں کہا جاتا جیسا کہ واحد، اثنان کہا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ احد کے لئے نفی میں عموم یقینی ہے جبکہ واحد میں عموم اور غیر عموم دونوں محتمل ہیں، لہذا مافی الدار احد کہا جائے گا اس کے بعد بل اثنان نہیں کہہ سکتے جبکہ مافی الدار واحد کے بعد بل اثنان کہہ سکتے ہیں، بعض نے کہا کہ احدیت میں جزئیت اور عددیت اور ترکیب و تجزیہ کا احتمال نہیں ہوتا

یقال مائة واحدة ولا یقال مائة احد (روح المعانی) تفسیر مظہری میں ہے کہ احد کی اصل وحد ہے بمعنی واحد، واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔

**حافظہ:** هو اللہ احد میں ہو ضمیر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مرجع وہ ہو جس کے متعلق سوال کیا گیا ای الذی سألتمونی هو اللہ الخ اس صورت میں احد اللہ سے بدل ہوگا یا ہو کی خبر ثانی (مظہری)

۲۔ **قولہ لَمْ یَكُنْ لَہُ کُفُوًا** بمعنی مما یلا کے متعلق بھی ہو سکتا ہے ای لم یکن أَحَدٌ کُفُوًا لَہُ ای مکافئہ، اعراب القرآن و صرفہ بیانہ، و يجوز أن یكون الطرف (لہ) حالا من احد، قَدْیم علیہ رعاۃ لفواصلہ و لا یلتبس بالصفیۃ، قولہ أَحَدٌ اجاز الزمخشری ان یكون اخذ بدلًا من اللہ تعالیٰ علی ما هو المختار من جواز ابدال النکرۃ من المعرفۃ و يجوز أن یكون خبرًا المبتدا معذوف ای هو أَحَدٌ، واجاز ابو البقاء أن یكون الاسم الاعظم بدلًا من هو و أخذ خبرہ (روح المعانی) قولہ الصَّمَدُ قیل الصَّمَدُ نعت والخبر ما بعدہ (روح)



## اختیاری مطالعہ

ایک اعتراض اور اس کا جواب | اعتراض یہ ہے کہ لم یلد سے تو یہ پتہ چلا کہ اس نے کسی کو جنا نہیں یہ کہاں لازم آیا کہ وہ آئندہ بھی کسی کو نہیں جنے گا، جواب بے باک یہ ہے کہ اللہ کا والد نہ ہونا دوائی ہے، وہ ہر زمانہ میں جننے سے پاک تھا اور ہے اور رہے گا۔ اور رہا لم یلد کا صیغہ جو ماضی پر دلالت کرتا ہے وہ کافروں کے قول کی تردید میں فرمایا، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد والا جملہ یعنی لَمْ یُولَدْ بھی ماضی پر دلالت کرتا ہے اور اس کا ماضی ہونا ضروری ہے ورنہ بے معنی ہو جائے گا، اس کی رعایت میں پہلا صیغہ بھی ماضی پر دلالت کرنے والا استعمال کیا (مظہری)

## سورۃ الفلق مدنیۃ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ

آپ کہنے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں • تمام مخلوقات کے شر سے • اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آ جاوے • اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر

النَّفْثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝۵

پھونکنے والیوں کے شر سے • اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے •

**ربکا والضحیٰ** کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی پناہ لینا ہے اس سورت میں اور اس کے بعد والی سورت میں اسی کا بیان ہے۔

**تشریح** **وشان نزول:** سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ساتھ ساتھ نازل ہوئیں اور ان کا شان نزول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لبید ابن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے سحر کر دیا تھا جس کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں، جن کا مجموعہ گیارہ آیات ہیں، اور بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سحر کی جگہ بھی بتلا دی گئی، چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا اور اس میں ایک تانت کا ٹکڑا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، آپ ہر گرہ پر ایک ایک آیت پڑھ کر ایک ایک گرہ کھولتے رہے یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں، چنانچہ آپ کو بالکل شفاء ہو گئی، الغرض ان دونوں سورتوں میں مختلف شرور سے استعاذہ اور سب امور میں حق تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم ہے، اول سورت میں دنیوی آفات سے اور دوسری سورت میں اخروی آفات سے (یعنی شیطانی وساوس سے) (بیان القرآن)، اور جادو کا اثر ہونا اور اس کی وجہ سے بیمار ہو جانا ایک امر طبعی ہے اس سے پیغمبر اور انبیاء بھی مستغنی نہیں ہوتے، بس جس طرح آگ میں جلانے کی تاثیر ہے اسی طرح جادو میں بھی ایک تاثیر ہے، ”قُلْ

أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲“ آپ کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے، یعنی آپ اپنے استعاذہ کے لئے بھی اور دوسروں کو استعاذہ سکھانے کے لئے بھی جس کا حاصل توکل اور تعلیم توکل ہے، یوں کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے، (صبح کی تخصیص بایں وجہ ہو سکتی ہے کہ جس طرح



حق تعالیٰ لیل کا ازالہ کر دیتا ہے اسی طرح اثر لیل یعنی سحر کا ازالہ بھی کر سکتا ہے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ رات کی اندھیری کو جو اکثر شرور و آفات کا سبب بنتی ہے، زائل کر کے صبح کی روشنی نکالتا ہے اسی طرح سحر کا اثر بھی زائل کر سکتا ہے) ”وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ“ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجائے۔ من شر ما خلق میں ساری مخلوقات کا شر داخل تھا مگر پھر بطور خاص تین چیزوں کو علیحدہ سے بیان کیا گیا، نمبر ایک اندھیری رات کے شر سے پناہ جب کہ وہ رات آجائے، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ رات میں شرور و آفات کا احتمال زیادہ ہے اور جادو کی ترکیب و ترتیب اکثر رات ہی کو ہوتی ہے تاکہ کسی کو اطلاع نہ ہونے پائے، اسی لئے عربی مثل ہے اللیل اخفی للویل رات اپنے اندر ہلاکتوں کو چھپائے رکھتی ہے، نمبر دو ”وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ“ اور گرہوں پر پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے پناہ، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہی جادو کا واقعہ ہے، خواہ مردوں نے جادو کیا ہو یا عورتوں نے، پس نفاثات کا موصوف یا تو نفوس ہے کہ مرد و عورت دونوں کو شامل ہے یا پھر موصوف نساء ہے کہ جادو کا کام عموماً عورتیں کرتی ہیں، ”وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ“ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے تیسری چیز جس کو بطور خاص بیان کیا وہ حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگنا ہے جب وہ حسد کرنے لگے، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ آپ پر جادو کرنے کا اقدام اسی حسد کی وجہ سے ہوا۔

**اہم بات:** حسد کہتے ہیں دوسرے کی زوال نعمت کی تمنا کرنا، آیت میں غاسق کے ساتھ اذا وقب کی قید اور حاسد کے ساتھ اذا حسد کی قید اس لئے لگائی کہ رات کی مضرت اسی وقت ہوتی ہے جب اندھیری پوری ہو جائے، اسی طرح حاسد کے حسد کا نقصان محسود کو اسی وقت پہنچتا ہے جب وہ حسد کرنے لگے یعنی حسد پر اقدام کر کے ایذا رسانی کی کوشش کرنے لگے اور اگر حاسد ایذا پہنچانے کا اقدام نہ کرے تو اس وقت محسود کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ حاسد کو ہی نقصان پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر جلتا اور کڑھتا رہتا ہے۔

**نکتہ:** حاسد اور غاسق کو نکرہ اور النفثات جمع معرف باللام ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے، وجہ یہ ہے کہ لبید کی بیٹیاں جو نفاثات تھیں وہ معین تھیں، چنانچہ ان کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کا حکم بصیغہ خصوصیت (معرف باللام) دے دیا، لیکن غاسق اور حاسد معین نہ تھے، بلکہ حاسدین بے شمار تھے اس لیے ان کے شر سے محفوظ رکھنے کی دعا کا حکم بصیغہ عموم نکرہ ذکر کیا۔ (مظہری)

**لغات:** **أَعُوذُ** (ن) مضارع واحد متکلم، عَاذَ بِهِ مِنْ كَذَا (ن) عَوِذًا وَعِيَاذًا وَمَعَاذًا پناہ لینا۔ **الْفَلَقُ** (صبح) روح المعانی میں ہے کہ فلق بروزن فعل صفت مشبہ ہے بمعنی مفلوق، فَلَاقَ الشَّيْءَ (ض) فَلَقًا: پھاڑنا، صبح کو فلق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر نمودار کیا جاتا ہے۔ شَرٌّ برائی، فساد، جمع سُورٍ۔ غَاسِقٍ (اندھیری رات) باب ضرب سے اسم فاعل، غَسَقَ اللَّيْلُ (ض) غَسَقًا: رات کا تاریک ہونا، غَسَقَ کے اصل معنی ہیں ”بھرجانا“ رات کو غاسق اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں تاریکی بھر جاتی ہے۔ (روح المعانی) وَقَبَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب، وَقَبَ (ض) وَقَبًا: آنا، متوجہ ہونا (اس کے اصل معنی کھود کرید کرنے کے ہیں پھر دخول کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (روح المعانی) النَّفَّاثَاتُ النَّفَاثَةُ کی جمع جو اسم مبالغہ کا صیغہ ہے، نَفَثَ (ن، ض) نَفَثًا: پھونک مارنا، دم کرنا۔ الْعُقَدُ



عُقْدَہ کی جمع بمعنی گرہ۔ حاسِد (ن) اسم فاعل واحد مذکر، حَسَدَ (ن) حَسَدًا: حسد کرنا یعنی غیر کے زوالِ نعمت کی تمنا کرنا (اور یہ مذموم ہے البتہ اگر حسد بمعنی تنافس اور تسابق بالخیرات ہو تو محمود ہے جیسے حدیث میں ہے لَا حَسَدَ إِلَّا فِی اثْنِیْنِ الْخِیَارِ اور غبطہ یہ ہے کہ کوئی آدمی یہ تمنا کرے کہ وہ بھی فلاں صاحبِ نعمت جیسا ہو جائے یہ مذموم نہیں ہے)

**ترکیب** قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ..... قُلْ فعل فاعل ہو کر قول، أَعُوذُ فعل، ضمیر انا فاعل، بِرَبِّ الْفَلَقِ متعلق اَعُوذُ کے، مِنْ جارِ شَرِّ مضاف ما خلق اسم موصول مع صلہ کے مضاف الیہ (والعائد محذوف آی خلقہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف مِنْ حرف جر شَرِّ مضاف غاسق مضاف الیہ إذا ظرفیہ مضاف وَقَبَ فعل، ضمیر فاعل، جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہو غاسق کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف، مِنْ حرف جر شَرِّ مضاف النَّفَّاثَاتِ شَبَّہ فعل مضاف الیہ (ای النفوس النفاثات او النساء النفاثات) فی العقد متعلق نفثت کے، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مع مجرور معطوف علیہ معطوف، واو حرف عطف مِنْ حرف جر شَرِّ مضاف حاسد شَبَّہ فعل مضاف الیہ، إذا ظرفیہ مضاف، حَسَدَ جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف مع مضاف الیہ کے ظرف ہو حاسد کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل ملا کر متعلق اَعُوذُ فعل کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا۔ (اعراب القرآن) بعض لوگوں نے اذوقب اور اذا حسد کو شر کا ظرف مانا ہے۔

## سورۃ الناس مدنیۃ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ إِلَهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝۴

آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے مالک • آدمیوں کے بادشاہ • آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں • وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے •

الَّذِي يُوسِّسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے • خواہ وہ جن ہو یا آدمی •

**ربط** سورۃ الفلق کے ضمن میں گذر چکا ہے۔

**تشریح** سورۃ الفلق کی تفسیر کے ضمن میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں، اور اس سورت میں اخروی آفات سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہے یعنی شیطانی وساوس سے کہ جو تمام گناہوں کا سبب ہے اور گناہ آخرت میں آفت و عذاب کا سبب ہے، ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ إِلَهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ



الْوَسْوَاسَ الْخَنَّاسَ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ“ آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے مالک، آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ وسوسہ ڈالنے والا جن ہو یا آدمی، عبارت بالا میں پیچھے ہٹنے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کا نام لینے سے شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور یہ بات شیطان جن میں تو ظاہر ہے اور شیطان الانس میں اس طرح ہے کہ وسوسہ ڈالنے والا انسان اپنے کو ناصح اور مشفق ہونا ظاہر کرتا ہے مگر جب اس کو زجر کر دیا جائے تو پھر وسوسہ سے باز آ جاتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے، دوسری بات عبارت بالا میں یہ تحریر کی گئی کہ خواہ وسوسہ ڈالنے والا جن ہو یا انسان، یعنی وسوسہ جن اور انسان دونوں ڈالتے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی آیت و کذلک جعلنا لكل نبي عدوا شياطين الانس والجن میں جنات اور انسان دونوں میں شياطين ہونے کا ذکر ہے، لہذا ”مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ“ کا مطلب یہ ہے کہ میں شياطين الانس سے بھی پناہ مانگتا ہوں اور شياطين الجن سے بھی۔

انسان کا وسوسہ ڈالنا انسانی شياطين اکثر ایسی باتیں جو کہ غیر واضح ہوں دوسروں کے سامنے کہتے ہیں جن سے ان کے دل میں کسی معاملہ سے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں اور مخاطب حیران و مضطرب ہو جائے۔

اہم بات: سورۃ الفلق میں اللہ تعالیٰ کی صرف ایک صفت ذکر کر کے کئی چیزوں کے شرور سے پناہ مانگی گئی، اور سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات ذکر کی گئیں اور پناہ صرف ایک چیز سے مانگی گئی یعنی شیطان کے شر سے، اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کا شر جملہ شرور سے بڑھا ہوا ہے۔

**لغات** الناس (متر فی سورۃ المطففین) إِلَکِ بادشاہ، صفت مشبہ جمع ملوک۔ إِلَہُ معبود، جمع إِلَہُذُ الْوَسْوَاسِ اسم مصدر، بمعنی الْوَسْوَاسَہُ جیسے الزلزال بمعنی الزلزلۃ، کثرت وسوسہ کی وجہ سے مبالغۃ شیطان پر اس کا حمل کر دیا گیا کہ وہ خود وسوسہ ہے، اور وسوسہ کا معنی ہے ”صوت خفی“ یعنی پوشیدہ آواز جیسے زیور کی ہلکی جھنکار، اور اصطلاح شرع میں وسوسہ کے معنی ہیں، دل میں خیال بد ڈالنا (الْوَسْوَاسِ بکسر الواو و رباعی مجرد کا مصدر ہے وَسْوَسَہُ اور وَسْوَاسِ دونوں) الْخَنَّاسِ باب ضرب سے اسم مبالغہ، پیچھے ہٹ جانے والا۔ خَنَّسَ (ض) خَنَّسًا وَخَنَّوَسًا: پیچھے ہونا۔ یُوَسْوِسُ باب فاعل (رباعی مجرد) سے مضارع واحد مذکر غائب۔ صُدُور، صُدُور کی جمع، سینہ۔ الْجِنَّۃُ جنوں کا گروہ، جِنِّیُّ کی جمع (لغات القرآن)

**ترکیب** قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ إِلَہِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ... قُلْ فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، اَعُوذُ فعل، ضمیر انا فاعل بِرَبِّ النَّاسِ الحرف با حرف جر رب الناس مرکب اضافی ہو کر مبدل منہ ملک الناس مرکب اضافی ہو کر بدل اول اسم الہ الناس مرکب اضافی ہو کر بدل ثانی، مبدل منہ اپنے دونوں بدلوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اَعُوذُ فعل کے، مِنْ شَرِّ الحرف جر شر مضاف الوَسْوَاسِ موصوف الخناس صفت اول،

یا صفت یا عطف بیان، قَوْلُہِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ مِنْ اِبتداء یہ بھی ہو سکتا ہے، لہذا یُوَسْوِسُ کے متعلق ہو گا ای یُوَسْوِسُ فی صدورہم من جہۃ الجنۃ ومن جہۃ الناس (اعراب القرآن) من الجنۃ والناس، کائنات کے متعلق ہو کر یُوَسْوِسُ کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)



الذی اسم موصول، یوسوس فعل (لا محل لها) ضمیر هو فاعل، فی صدور الناس متعلق یوسوس فعل کے، من حرف جر، الجنة والناس معطوف و معطوف علیہ ہو کر مجرور پھر متعلق یوسوس کے یا الذی یوسوس کا بیان اور من بیانیہ (روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مع مجرور متعلق اعود فعل کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدا سیہ ہوا۔

### اختیاری مطالعہ

انسان و شیطان دونوں دشمنوں کا الگ الگ علاج | شیطان کے شر سے بچنے کا علاج اللہ کا ذکر، اور اللہ کی پناہ مانگنا اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا ہے، اور انسانی دشمن کو اول تو حسن خلق اور مدارات اور ترک انتقام و صبر کے ذریعہ مغلوب کیا جائے جیسا کہ قرآن میں ہے خدا العفو و امر بالعرف و اعراض عن الجاہلین، اذفع باللتی ہی احسن الخ۔ اور اگر ان تدبیروں سے باز نہ آئے تو اس کے ساتھ جہاد و قتال کا حکم ہے۔ (معارف)

دشمن کی نگاہ سے کیسے بچا جائے | کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ اگر جانی دشمن اور شریر انفس انسان سے خطرہ لاحق ہو تو تین آیتوں کو پڑھ لیا جائے۔

(۱) اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَفْقَهُوْهُ وَفِیْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ (پارہ: ۱۵، رکوع: ۱۹)

(۲) اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ۔ (پارہ: ۱۴، رکوع: ۲۰)

(۳) اَقْرَ اٰیٰتٍ مِّنْ اَتَّخَذَ اللّٰهُ هَؤُلَاءِ وَاَصْلَهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَخَشَمَ عَلٰی سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهِ غِشَاوَةً۔ (پارہ: ۲۵، رکوع: ۱۹)

نکتہ: رب الناس کے بعد ملک الناس اور اس کے بعد الہ الناس کیوں بڑھایا گیا، رب کے معنی مربی اور مالک کے ہیں، اور مربی کا اطلاق باپ پر بھی ہوتا ہے اور سرپرست پر بھی مگر مربی بایں معنی نہ ملک ہوتا ہے نہ معبود، اس لیے ملک الناس بڑھایا کہ وہ مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی ہے۔ اور چوں کہ ہر بادشاہ معبود نہیں ہوتا اس لیے الہ الناس بڑھایا کہ وہ معبود بھی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ وہ نہ صرف مربی ہے اور نہ صرف مربی بادشاہ بلکہ معبود بھی ہے۔ (مظہری)

نکتہ: لفظ الناس پانچ مرتبہ کیوں استعمال ہوا ضمیر کیوں نہیں لائی گئی (علماء نے کہا کہ ہر جگہ الناس کا مصداق جدا جدا ہے اگر ضمیر استعمال کی جاتی تو ایک ہی مفہوم مراد ہوتا پہلے الناس سے مراد بچے ہیں جو محتاج پرورش ہوتے ہیں لہذا لفظ رب اس پر دلالت کر رہا ہے۔ دوسرے الناس سے مراد جوان ہیں جو راہ خدا میں بھجوا کرتے ہیں لفظ ملک اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تیسرے الناس سے مراد بوڑھے ہیں جو اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں اس پر لفظ الہ دلالت کر رہا ہے جس میں عبادت کا مفہوم ہے چوتھی جگہ الناس سے مراد اہل صلاح و تقویٰ ہیں کیوں کہ شیطان ان ہی کا دشمن ہوتا ہے پانچویں جگہ الناس سے مراد مفسدین ہیں کیوں کہ یہ وہی خناس ہیں جن سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مظہری)

اللہ تعالیٰ شانہ و عم نوالہ کے بے پایاں فضل و کرم سے پارہ عم کی تفسیر مع ترکیب و لغات و اختیاری مطالعہ مکمل ہو گئی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ کو مقبول عام و تمام بنائے، آمین۔

غرق بحیرہ محصیت ہوں آہ آہ ☆ انتظار معسرت ہوں آہ آہ